سیرت ابن اسحٰق

سیرت رسولؐ پر دنیا کی سب سے پہلی کتاب

محمد

وہ کتاب جسے گذشتہ تیرہ سو برسوں سے اہل علم تلاش رہے تھے

محمد بن اسحٰق بن یسار

سیرت ابن اسحاق

وہ نایاب کتاب جسے اہل علم تیرہ سو برس سے ڈھونڈ رہے تھے

تالیف
محمد بن اسحاق بن یسار

تحقیق و تعلیق
ڈاکٹر محمد حمید اللہ

ترجمہ
نور الٰہی ایڈوکیٹ

ناشر
ملی پبلی کیشنز، نئی دہلی

سالِ اشاعت ۲۰۰۹ء

ISBN 978-81-87856-20-7

نام کتاب	:	سیرت ابن اسحٰق
تالیف	:	محمد بن اسحاق بن یسار
تعداد اشاعت	:	۱۰۰۰ (ایک ہزار)
اشاعت دوم	:	۲۰۰۹ء
قیمت	:	دوسو پچاس روپئے (Rs.250/-)
مطبع	:	گلوریس پرنٹنگ پریس، نئی دہلی۔۲

ناشر
ملی پبلی کیشنز
ملی ٹائمز بلڈنگ، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی۔۱۱۰۰۲۵
Tel:. +91-11-26945499, 26946246
Fax: +91-11-26945499
Email:militime@del3.vsnl.net.in
millitimes@gmail.com
www.millipublications.com

ترتیب

باب ۱

سلسلہ نسب پاک

(از حضرت محمد رسول اللہ تا حضرت آدم علیہ السلام)

(۱) ابو محمد عبد الملک بن ہشام نے کہا کہ یہ کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سیرت مطہرہ کے بارے میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شجرہ نسب درج ذیل ہے:

محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب (اصل نام شیبہ) بن ہاشم (اصل نام عمرو) بن عبد مناف (اصل نام المغیرہ) بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ (اصل نام عامر) بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان بن اود بن مقوم بن ناحور بن تیرح بن یعرب بن یشجب بن نابت بن اسماعیل بن ابراہیم خلیل الرحمان بن تارح (اصل نام

---

(۱) نسب پاک سے متعلق سیرت ابن ہشام پر استاذ محمد محی الدین عبد الحمید مرحوم ازہری کا ذیلی نوٹ قابل ملاحظہ ہے۔

عروہ بن زبیر کی روایت ہے کہ ہمیں کسی ایسے شخص کے بارے میں معلوم نہیں جو عدنان اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے درمیان کی نسبی کڑیوں کو جانتا ہو۔ حضرت ابن عباس کا بیان ہے کہ عدنان اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے درمیان تیس اجداد ہیں جن کو کوئی نہیں جانتا۔ حضرت عمر سے مروی ہے کہ ہمارا انتساب عدنان تک صحیح ہے اور اس سے اوپر کے سلسلے کو ہم نہیں جانتے نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحت کے ساتھ یہ روایت منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف عدنان تک انتساب کیا ہے بلکہ ابن عباس کی سند سے ایک روایت یہ ہے کہ جب عدنان تک پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ علمائے انساب کا بیان جھوٹ سے مبرا نہیں ہے۔ امام مالک اور علماء کی ایک جماعت نے اس بات کو ناپسند قرار دیا ہے کہ کوئی شخص اپنا نسب حضرت آدم علیہ السلام تک بیان کرے۔ کیونکہ عدنان سے اوپر کا شجرہ نسب کوئی حتمی چیز نہیں ہے جس پر اعتماد کیا جاسکے بلکہ ظنیات کے قبیل سے ہے۔ مزید برآں مذکورہ اسماء کی املا میں بھی کثیر اختلاف پایا جاتا ہے۔ (مترجم)

آزر) بن ناحور بن ساروح بن راعو بن فالخ بن عیر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح بن لامک بن متوشلخ بن اخنوخ (بعض کے نزدیک یہی ادریس نبی علیہ السلام ہیں۔ واللہ اعلم۔ بنی آدم میں یہ پہلے شخص ہیں جنہیں نبوت سے سرفراز فرمایا گیا اور جنہوں نے قلم استعمال کیا) بن یرو بن مہلیل بن قین(۱) بن انوش بن شیث بن آدم ابو البشر علیہ السلام۔

(۲) احمد بن عبدالجبار نے یونس بن بکیر کی وساطت سے بیان کیا کہ ابن اسحاق کی ہر حدیث قابل استناد ہے۔ اس نے یہ چیزیں مجھے املا کرائیں یا پڑھ کر سنائیں یا مجھ سے بیان کیں اور غیر مستند مضامین جو ابن اسحاق کو سنائے گئے تھے وہ اس نے نقل نہیں کیے۔

(۳) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی یہ روایت بیان کی ہے کہ عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف کعبہ کے پاس مقام حجر میں سو رہے تھے کہ حالت خواب میں کسی آنے والے نے انہیں زمزم کھودنے کا حکم دیا۔ کہا جاتا ہے کہ چاہ زمزم بنی اسماعیل اکبر اور جرہم کے اقتدار کے بعد سے اٹ کر گم ہو گیا تھا اور اب عبدالمطلب کو اس کے برآمد کرنے کا حکم دیا گیا۔ یہ غیبی اشارہ حاصل کر کے عبدالمطلب قریش کے پاس آئے اور کہا: اے معشر قریش! مجھے زمزم کھودنے کا حکم دیا گیا ہے۔" لوگوں نے دریافت کیا، "کیا آپ کو بتایا گیا ہے کہ وہ کہاں ہے؟" عبدالمطلب نے نفی میں جواب دیا، اس پر قریش نے کہا، "آپ دوبارہ اپنی اسی خواب گاہ میں جائیں جہاں آپ کو اس کے متعلق بتایا گیا تھا۔ اگر آپ کا خواب فی الحقیقت اللہ عزوجل کی جانب سے ہے تو اس کی مزید وضاحت ہو جائے گی اور اگر یہ کوئی شیطانی وسوسہ تھا تو شیطان لوٹ کر نہ آئے گا۔" عبدالمطلب واپس آئے اور اپنی خواب گاہ میں سو گئے، پھر کسی آنے والے نے کہا، "زمزم کو برآمد کر۔ اگر تو نے اسے برآمد کر لیا، تو نادم نہ ہوگا، یہ تیرے جد اعلیٰ کی میراث ہے۔ یہ چشمہ کبھی خشک نہ ہوگا اور نہ اس کے پانی میں کبھی کمی واقع ہوگی۔ یہ حجاج کے انبوہ کثیر کو سیراب کرتا رہے گا جو مختلف اطراف سے دیوانہ وار گروہوں کی شکل میں شتر مرغوں کے گلوں کی

(۱) قلمی نسخے کا یہ حصہ ضائع ہو چکا ہے۔ نہ معلوم کب؟ اسی لئے یہ نسب نامہ سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرتبہ ابن ہشام سے ماخوذ ہے۔ اس کی غرض محض سیاق عبارت نہیں ہے بلکہ ابن ہشام نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ نسب نامہ نقل کرنے کے بعد متصلاً تحریر کر دیا ہے کہ زیاد بن عبداللہ بکائی نے محمد بن اسحاق کی روایت سے مندرجہ بالا شجرہ نسب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت آدم علیہ السلام تک نیز حضرت ادریس علیہ السلام وغیرہ کے متعلق بیان کیا ہے۔ (مترجم)

طرح پے در پے آتے رہیں گے اور جوق در جوق جاتے رہیں گے۔ نذر ماننے والے اس کے جوار میں حاجت مندوں کے لئے اپنی نذریں گزرانیں گے۔ یہ تیری میراث ہے اور تیرے حق میں اللہ کی طرف سے محکم قرار داد ہے۔ یہ ان دوسرے چشموں کی مانند نہیں ہے جنہیں تو جانتا ہے بلکہ یہ گوبر اور خون کے درمیان (میں سے نکلنے والے خالص دودھ کی طرح پینے والوں کے لیے نہایت خوشگوار) ہوگا۔" یہ سن کر عبدالمطلب نے پوچھا، "وہ کہاں ہے؟" جوابا کہا گیا کہ چیونٹیوں کے بلوں کے پاس ہے جہاں کوا کل چونچ مارے گا۔ عبدالمطلب صبح کے وقت اپنے بیٹے حارث کی معیت میں نکلے اس وقت حارث کے سوا ان کے ہاں کوئی اور لڑکا نہ تھا۔ انہوں نے چیونٹیوں کا بل دریافت کیا اور دیکھا کہ اس کے پاس ہی کوا چونچ مار رہا تھا۔ یہ جگہ اساف اور نائلہ بتوں کے درمیان تھی جہاں پر قریش جانور ذبح کیا کرتے تھے۔

(۴) احمد نے یونس بن بکیر کی وساطت سے ابن اسحاق کی یہ روایت بیان کی۔ ابن اسحاق نے کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن ابو بکر بن حزم نے حدیث بیان کی اور اس نے عمرہ بنت عبدالرحمن بن اسعد بن زرارہ سے حضرت عائشہ زوجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان نقل کیا۔ حضرت عائشہ نے فرمایا:
"ہم ہمیشہ سے یہ سنتے آئے ہیں کہ اساف (ایک مرد) اور نائلہ (ایک عورت) جو قبیلہ جرہم کے تھے انہوں نے خانہ کعبہ میں زنا کا ارتکاب کیا جس کی پاداش میں دونوں کو مسخ کر دیا گیا اور وہ پتھر بن گئے۔

(۵) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی یہ روایت بیان کی۔ ابن اسحاق نے کہا "پھر عبدالمطلب کدال لے کر آگئے اور کھدائی کرنے کے لیے اٹھے۔ جب قریش نے دیکھا کہ وہ ٹلنے والے نہیں ہیں تو انہوں نے عبدالمطلب سے کہا: "بخدا ہم آپ کو اپنے ان دونوں بتوں کے درمیان سے کھودنے کی اجازت نہیں دیں گے جن کے پاس ہم جانور ذبح کرتے ہیں۔" عبدالمطلب نے اپنے بیٹے حارث کو کہا: مجھے کھدائی کرنے دو۔ خدا کی قسم جو حکم مجھے دیا گیا ہے میں اس کی تعمیل بالضرور کروں گا۔" جب قریش نے دیکھا کہ عبدالمطلب کا فیصلہ اٹل ہے تو انہوں نے کھدائی کی مزاحمت ترک کر دی اور چلے گئے۔ زیادہ وقت نہ گزرا کہ پختہ کنواں اور ہتھیار اور سامان کا گٹھا بر آمد ہوا۔ عبدالمطلب نے نعرہ تکبیر بلند کیا قریش کے لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ عبدالمطلب نے سچ کہا تھا اور انہوں نے اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کر لی

ہے۔ چنانچہ وہ سب اکٹھے ہوگئے اور کہنے لگے: یہ ہمارے باپ اسماعیل کا کنواں ہے اور اس میں ہمارا بھی حق ہے۔ ہمیں بھی اس میں شریک کرو۔" عبدالمطلب نے جواب دیا: میں ایسا نہیں کروں گا، یہ خاص طور پر مجھے دیا گیا ہے اور تم میں سے کسی کو نہیں دیا گیا ہے۔" انہوں نے کہا: "ہمیں بھی حصہ دار بناؤ ورنہ ہم آپ کو نہیں چھوڑیں گے خواہ ہمیں اس معاملہ میں آپ سے نزاع کرنا پڑے۔" عبدالمطلب نے کہا: "اچھا تو کسی کو حکم مقرر کرلیا جائے جو اس قضیہ کو نمٹا دے۔" انہوں نے بنی سعد بن ہذیم کی کاہنہ کا نام تجویز کیا جو شام کے بالائی علاقوں میں رہتی تھی۔ عبدالمطلب نے یہ بات مان لی۔

(۶) احمد بن عبدالجبار نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی یہ روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا کہ زمزم کی کھدائی کے متعلق مجھ سے یزید ابن ابی جبیب مصری نے مرثد بن عبداللہ یزنی کے حوالہ سے عبداللہ بن زریر غافقی کی روایت بیان کی۔ عبداللہ بن زریر غافقی نے کہا کہ میں نے حضرت علی بن ابی طالب کو حدیث زمزم بیان کرتے ہوئے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ عبدالمطلب مقام حجر میں محو خواب تھے ایک آنے والا ان کے پاس آیا اور کہا "برہ کو کھودو۔" عبدالمطلب نے پوچھا: "برہ کیا چیز ہے؟" یہ سنتے ہی اشارہ کرنے والا غائب ہوگیا۔ اگلے روز عبدالمطلب اپنی اسی خواب گاہ میں سوگئے۔ وہ اشارہ کرنے والا پھر نمودار ہوا اور اس نے عبدالمطلب سے کہا "مضنونہ کو کھودو" عبدالمطلب نے دریافت کیا: "مضنونہ کیا چیز ہے؟" اس پر اشارہ کرنے والا عبدالمطلب کے پاس سے چلا گیا۔ تیسرے دن عبدالمطلب اپنی اسی آرام گاہ میں سوئے ہوئے تھے کہ وہی اشارہ کرنے والا پھر آگیا اور عبدالمطلب کو کہا۔ "طیبہ کو کھودو۔" عبدالمطلب نے کہا: طیبہ کیا ہے؟" اس پر وہ پھر چلا گیا جب چوتھا روز ہوا تو عبدالمطلب اپنی اسی آرام گاہ میں جاکر سوگئے۔ وہ اشارہ کرنے والا پھر انہیں خواب گاہ میں دکھائی دیا اور اس نے کہا: "زمزم کی کھدائی کرو۔" عبدالمطلب نے پوچھا: "زمزم کیا ہے؟" اس نے کہا: وہ کبھی خشک نہ ہوگا اور نہ ہی اس کے پانی میں کمی واقع ہوگی۔" اشارہ کرنے والے نے خواب میں زمزم کے محل وقوع کی نشان دہی بھی کردی، عبدالمطلب اٹھے اور نشان دہی کے مطابق کھدائی شروع کردی۔ قریش نے پوچھا "اے عبدالمطلب! آپ یہ کیا کررہے ہیں؟" انہوں نے جواب دیا: مجھے زمزم برآمد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ "جب عبدالمطلب نے زمزم برآمد کرلیا اور قریش نے پختہ کنواں اور ہتھیاروں اور سامان کا گٹھا دیکھا تو انہوں نے کہا: "اس میں ہمارا بھی حق ہے کیوں کہ یہ کنواں تو ہمارے باپ اسماعیل کا ہے۔"

عبدالمطلب نے جواب دیا یہ تمہیں نہیں دیا گیا بلکہ خاص طور پر مجھے دیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا ”ہم اس کا فیصلہ کرائیں گے۔“ عبدالمطلب نے اس بات کو تسلیم کرلیا۔ انہوں نے بنی سعد بن ہذیم کی کاہنہ کا نام بطور حکم تجویز کیا جو شام کے بالائی علاقوں میں سکونت پذیر تھی۔ چنانچہ عبدالمطلب اپنی برادری کے ایک گروہ کی معیت میں عازم سفر ہوئے اور قریش کے جملہ دیگر قبیلوں میں سے ایک جماعت نے بھی فریق ثانی کی حیثیت سے رخت سفر باندھا اور فریقین کاہنہ سے محاکمہ کے لیے روانہ ہوئے۔ اس زمانہ میں شام اور حجاز کے درمیان بے آب وگیاہ دشت و صحرا تھے، جب یہ قافلہ شام وحجاز کے درمیانی بیابانوں میں سے کسی ویرانے میں پہنچا تو عبدالمطلب اور ان کے ساتھیوں میں ہر ایک کے پاس پانی ختم ہوگیا اور انہیں یقین ہوگیا کہ وہ پیاس سے ہلاک ہوجائیں گے انہوں نے فریق ثانی سے پانی کا مطالبہ کیا تو انہوں نے پانی دینے سے انکار کر دیا اور کہا ”ہمیں بھی تمہاری طرح ہلاکت کا خوف ہے“ ان حالات میں عبدالمطلب نے اپنے ساتھیوں سے ان کی رائے دریافت کی۔ انہوں نے جواب دیا ”ہماری رائے آپ کی رائے کے تابع ہے، آپ جو مناسب حکم دیں گے ہم اس کی تعمیل کریں گے۔“ عبدالمطلب نے کہا: ”میری رائے تو یہ ہے کہ ہم میں سے ہر ایک اپنی طاقت کے مطابق اپنے لیے ایک ایک گڑھا کھودے تاکہ ہم میں سے جب کوئی ہلاکت کا شکار ہوجائے تو اس کے ساتھی اسے گڑھے میں ڈال کر چھپا دیں۔ اس طرح آخر میں ایک شخص رہ جائے گا جس کو دفن کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔ ظاہر ہے کہ سارے قافلہ کی بربادی کی بہ نسبت ایک شخص کا بے گور و کفن رہنا کوئی مضائقہ نہیں۔“ عبدالمطلب کے سب ہمراہیوں نے اپنے لیے ایک ایک گڑھا کھودلیا۔ پھر عبدالمطلب نے کہا ”خدا کی قسم، ہمارا اس طرح اپنے آپ کو موت کے منہ میں ڈال دینا اور ادھر ادھر پانی کی تلاش میں جدو جہد نہ کرنا ہماری کمزوری کی علامت ہے۔ چلو کوچ کریں۔ شاید اللہ عزوجل ہمیں سیراب کردیں۔“ وہ سب اٹھ کھڑے ہوئے۔ عبدالمطلب بھی اپنی ناقہ کی طرف بڑھے اور اس پر سوار ہوگئے۔ جب اونٹنی اٹھی تو اس کے پاؤں کے نیچے سے میٹھے چشمے کا پانی نکلا۔ انہوں نے اپنی اونٹنیوں کو بٹھادیا اور ان کے ساتھیوں نے بھی اپنی سواریوں کو روک لیا۔ پھر سب نے پانی پیا، سفر کے لیے ذخیرہ بھی کرلیا اور جانوروں کو بھی پلایا پھر اپنے دیگر قریشی ہمراہیوں کو بلایا کہ آؤ دیکھو ہمیں اللہ عزوجل نے پانی عنایت فرمایا ہے وہ آئے اور انہوں نے بھی پانی پیا اور بھرلیا۔ اس کے بعد قریش نے کہا ”اے عبدالمطلب! خدا کی قسم، اللہ تعالی نے آپ کے حق میں فیصلہ صادر

فرمادیا ہے۔ وہ ذات جس نے اس بیابان میں آپ کو سیراب کیا اسی نے آپ کو زمزم عطا کیا ہے۔ چلو واپس چلیں زمزم آپ ہی کا ہے ہم اس معاملہ میں آپ سے جھگڑا نہیں کریں گے۔"

(۷) احمد بن جبار نے یونس بن بکیر کی وساطت سے ابن اسحاق کی یہ روایت ہم سے بیان کی۔ ابن اسحاق نے کہا: قریش واپس چلے گئے اور عبدالمطلب نے کھدائی شروع کر دی۔ جب انہوں نے زیادہ کھدائی کی تو سونے کے دو ہرن دستیاب ہوئے۔ یہ وہ ہرن تھے جنہیں جرہم نے مکہ سے نکلتے وقت دفن کر دیا تھا۔ یہ حضرت اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام کا چشمہ تھا۔ صغر سنی میں جب اسماعیل کو پیاس لاحق ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اس چشمہ سے انہیں سیراب فرمایا۔

(۸) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی یہ روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: عبداللہ بن ابی نجیح نے مجاہد کے حوالہ سے یہ حدیث بیان کی۔ مجاہد نے کہا کہ ہم ہمیشہ سے یہ سنتے آئے ہیں کہ جب حضرت اسماعیل کو پیاس لگی تو جبرئیل نے اپنی ایڑی سے کھدائی کر کے زمزم کا چشمہ جاری کر دیا۔

(۹) احمد نے یونس سے اور اس نے سعید بن میسرہ بکری سے یہ روایت نقل کی۔ اس نے کہا: ہم سے انس بن مالک نے یہ حدیث بیان کی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب سارہ نے حضرت اسماعیل کی والدہ سیدہ ہاجرہ قبطیہ کو علیحدہ کر دیا تو حضرت ابراہیم نے انہیں مکہ میں آباد کیا۔ حضرت ہاجرہ کو پانی کی ضرورت لاحق ہوئی تو حضرت جبرئیل نازل ہوئے تو ان سے پوچھا "تم کون ہو؟"

انہوں نے جواب دیا "یہ ابراہیم علیہ السلام کا لڑکا ہے"۔

فرشتے نے پوچھا "کیا تم پیاسے ہو"؟

حضرت ہاجرہ نے کہا، "ہاں"۔

فرشتے نے اپنے بازو سے زمین کو کھودا اور پانی پھوٹ پڑا۔ حضرت ہاجرہ نے اسے چاروں طرف سے گھیر کر محفوظ کر دیا اور اس میں سے پانی پیا۔ اگر وہ زمزم کو اپنی حالت پر چھوڑ دیتیں تو وہ چشموں کی صورت میں بہتا۔

(۱۰) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی یہ روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: اللہ

عزوجل نے زمزم کی کھدائی کے بارے میں عبدالمطلب کی رہنمائی فرمائی اور انہیں خاص طور پر اس اعزاز کے لیے منتخب فرمایا، اور جب عبدالمطلب نے زمزم برآمد کرلیا تو اللہ عزوجل نے قوم کی نظروں میں ان کی بزرگی اور قدر و منزلت میں اضافہ کردیا۔ اور زمزم کی برآمدگی سے مکہ کے دیگر کنویں معطل ہوگئے ۔لوگ زمزم کی برکت و فضیلت کی وجہ سے اسی کی طرف رجوع کرنے لگے ۔کیوں کہ وہ مسجد حرام میں تھا اور اسی سے اللہ عزوجل نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو سیراب کیا تھا۔

(۱۱) احمد نے کہا کہ یونس نے طلحہ بن یحیی کی وساطت سے اور اس نے عائشہ بنت طلحہ سے حضرت عائشہ زوجۃ النبی کی یہ روایت نقل کی۔ حضرت عائشہ نے فرمایا "زمزم کا پانی بھوک کے وقت غذا اور بیماری کی حالت میں شافی دوا کا کام کرتا ہے"

(۱۲) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی یہ روایت نقل کی ۔ابن اسحاق نے کہا (زمزم کی کھدائی کے دوران میں) جناب عبدالمطلب کو دو ہرنوں کے ساتھ تلواریں بھی دستیاب ہوئیں۔ قریش نے کہا "ہم بھی آپ کے ساتھ ان برآمد شدہ چیزوں کے حقدار ہیں اس لیے ہمیں بھی ان میں شریک کیا جائے۔"

عبدالمطلب نے جواب دیا "ایسا نہیں ہوسکتا، لیکن تمہیں چاہیے کہ تم میرے ساتھ اس قضیہ کا فیصلہ منصفانہ طریقہ پر کرلو اور قرعہ اندازی پر رضامند ہوجاؤ"

قریش نے کہا: آپ کیا طریقہ اختیار کریں گے ؟"

عبدالمطلب نے کہا: "کعبہ کے لئے دو تیر، تمہارے لیے دو تیر اور اپنے لے دو تیر مقرر کروں گا اور جس کے لیے جو چیز نکلے گی وہ اسی کی ہوگی۔"

انہوں نے کہا: "آپ نے انصاف کی بات کہی ہے ہم اس طریقے پر رضامند ہیں۔"

چنانچہ دو زرد تیر کعبہ کے لیے ،دو سیاہ تیر عبدالمطلب کے لیے اور دو سفید تیر قریش کے لیے مقرر کردئے گئے ۔ پھر یہ تیر قرعہ انداز کے سپرد کردئے گئے عبدالمطلب اللہ عزوجل سے دعا کرنے کے لئے کھڑے ہوگئے اور انہوں نے یہ اشعار پڑھے ۔

اللهم انت الملك المحمود
ربی و انت المبدی المعید

اے اللہ! تو ستودہ صفات بادشاہ ہے اور تو ہی میرا پروردگار ہے جس کے قبضہ قدرت میں زندگی اور موت ہے۔

و ممسك الراسية الجلمود
من عندك الطارف و التليد

تو بلند و بالا اور مضبوط سلسلہ ہائے کوہ کو تھامے ہوئے ہے اور جدید ساز و سامان اور قدیم موروثی مال و متاع کا عطا کرنے والا تو ہی ہے۔

ان شئت الهمت ما تريد
لموضع الحليه و الحديد

اگر تو چاہے تو الہام کر دے کہ یہ زیورات اور لوہے کے اوزار کہاں رکھے جائیں۔

فبين اليوم لما تريد
انی نذرت عاهد العهود
اجعله ربی فلا اعود

اے احکام کے صادر فرمانے والے! میں تیرے فیصلہ کا پابند ہوں۔ پس تو آج اپنے ارادہ کو بالوضاحت ظاہر فرما دے۔

اے میرے پروردگار! اپنا فیصلہ صادر فرما دے میں اس سے روگردانی نہیں کروں گا۔

تیرانداز نے تیر ڈالے تو دونوں زرد تیر دونوں ہرنوں پر کعبۃ اللہ کے لیے نکلے۔ جناب عبدالمطلب نے دونوں ہرن کعبہ کے دروازے پر نصب کر دئے۔ یہ پہلا سونا تھا جس سے کعبۃ اللہ کو آراستہ کیا گیا۔ دونوں سیاہ تیر عبدالمطلب کے حق میں تلواروں اور زرہوں پر نکلے۔ چنانچہ انہوں نے یہ سامان لے لیا۔ عربوں کی یہ عادت تھی کہ جب دعا کر کے صحیح رہنمائی تلاش کرتے تو دعائیہ کلمات مسجع کہتے اور جب دعا کرنے والا دعا کرتا تو قلیل اور جامع الفاظ استعمال کرتا۔

(۱۳) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی یہ روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا مجھ سے عبداللہ بن ابی نجیح نے عبداللہ بن عبید بن عمیر بواسطہ عبداللہ بن خریت یہ روایت بیان کی۔ عبداللہ بن خریت نے دور جاہلیت دیکھا ہوا تھا اس نے کہا۔ قریش کے ہر قبیلہ کی مسجد حرام میں ایک

متعین جگہ پر بیٹھک ہوا کرتی تھی جہاں وہ اپنی اپنی مجلسوں میں بیٹھا کرتے تھے۔ بنی بکر کی بھی ایک جلسہ گاہ تھی جہاں وہ محفل جماتے تھے ایک روز ہم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک لڑکا آیا وہ مسجد کے دراز ے سے بسرعت داخل ہوا اور جا کر کعبہ کے پردوں کے ساتھ چمٹ گیا۔ پھر اس کے تعاقب میں ایک بوڑھا آیا اور اس کے پاس آکر رک گیا اور جب اسے پکڑنے لگا تو بوڑھے کے دونوں ہاتھ شل ہو گئے ہم نے آپس میں کہا کہ وہ اپنی وضع قطع کے لحاظ سے بنی بکر ہوسکتا ہے بات چیت سے معلوم ہوا کہ وہ خالص عرب ہے ہم نے اس سے پوچھا "تو کون سے قبیلہ کا ہے؟"

اس نے کہا "میں بنی بکر سے ہوں؟"

ہم نے کہا "تیرے لیے خوش آمدید نہیں ہے تیرا اور اس لڑکے کا کیا معاملہ ہے؟"

لڑکے نے جواب دیا "بخدا میرا باپ فوت ہو چکا ہے اس حال میں کہ ہم ابھی چھوٹے بچے تھے۔ ہماری ماں بیوہ ہو گئی اس کی خبر گیری کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ اس نے اس گھر کی پناہ حاصل کی، وہ ہمیں یہاں لے آئی اور فرمایا۔ اگر میں فوت ہو جاؤں اور میرے بعد تم میں سے کسی پر ظلم و زیادتی روا رکھی جائے یا وہ کسی کام سے یہاں آئے اور اس گھر کو دیکھے تو اسے چاہئے کہ اس گھر میں داخل ہو اور اس کی پناہ حاصل کرے تو یہ گھر اسے پناہ دے گا۔ اس بوڑھے نے مجھے پکڑ لیا ہے اس نے کئی سال تک مجھے نوکر رکھا اور مجھ سے اونٹ چرانے کا کام لیا۔ یہ اپنے اونٹوں کا ایک گلہ ہانک لایا اور مجھے بھی اونٹوں کے ساتھ یہاں لے آیا جب میں نے اس گھر کو دیکھا تو مجھے اپنی والدہ مرحومہ کی وصیت یاد آئی۔"

ہم نے کہا "واللہ! تجھے پناہ حاصل ہو گئی۔"

ہم اس بوڑھے آدمی کو لے کر باہر آئے اس کے دونوں ہاتھ لکڑیوں کے مانند سوکھ گئے تھے ہم نے اس کے گلے کے اونٹوں میں سے ایک اونٹ پر اسے سوار کر کے رسیوں سے باندھ دیا اور اس گلے کو ہانک دیا اور اس سے کہا: "چلے جاؤ، اللہ کی لعنت ہو تم پر۔"

(۱۴) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی یہ روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا۔ عبدالرحمن بن قاسم نے اور اس نے اپنے باپ قاسم بن محمد سے ابو بکرؓ کی یہ روایت نقل کی۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا: میرا پیشہ تجارت تھا۔ چنانچہ ایک تجارتی سفر میں میرا گزر ایک پہاڑی راستہ سے ہوا۔ میں نے اچانک ایک آدمی کو دیکھا جو یہ کہہ رہا تھا:

”اگر تو مجھے امان دے گا تو میں بھی تجھے امان دوں گا۔“

ابو بکر نے کہا: ”تجھے امان ہے۔“

اس شخص نے کہا: ”ذرا قریب آؤ۔“

ابو بکر نے کہا ”میں اس شخص کے پاس گیا، وہ مار گزیدہ تھا اور سانپ نے اسے اس قدر ڈسا تھا کہ وہ حرکت نہیں کر سکتا تھا، اس نے کہا ”اے عبداللہ! کیا تم مجھے اس پہاڑی کے نیچے میرے اہل وعیال کے پاس پہنچا دو گے؟“ میں نے کہا: ”ہاں“ چنانچہ میں نے اسے اپنے اونٹ پر سوار کر لیا اور اس کے اہل خانہ کے پاس لے آیا اس کی قوم کے ایک آدمی نے مجھے کہا ”اے عبداللہ! تو کس قبیلے سے تعلق رکھتا ہے؟“ میں نے کہا: ”میں قریشی ہوں۔“ اس نے کہا: ”بخدا میں گمان کرتا ہوں کہ تیرے ساتھ احسان کیا گیا ہے کیوں کہ اس مار گزیدہ شخص سے بڑھ کر ظالم چور اور کوئی نہ تھا۔“ ابو بکر نے کہا۔ ”میں اپنی اونٹنی کو چارہ کھلا رہا تھا کہ وہ بھاگ گئی اور لاپتا ہو گئی۔ جب میں اس سے مایوس ہو گیا تو اپنے کجاوے کے پاس پہلو کے بل لیٹ گیا اور بہ تکلف قناعت کر کے کپڑا اوڑھ لیا اور گہری نیند سو گیا۔ مجھے کسی نے نہیں جگایا سوتے ہوئے میں نے محسوس کیا کہ اونٹنی اپنے ہونٹوں سے میرے پاؤں سہلا رہی ہے اور میں بیزار ہو گیا۔ چنانچہ میں اٹھا اور اونٹنی پر سوار ہو گیا۔“

(۱۵) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا ”مجھے ایک شخص نے عکرمہ کے حوالے سے بتایا جس نے حضرت ابن عباس کی روایت بیان کی۔ ابن عباس نے کہا کہ میں ایک دفعہ حضرت عمر بن خطاب کے پاس بیٹھا ہوا تھا، انہوں نے کھلی کچہری لگائی ہوئی تھی اور وہ لوگوں سے ان کے حالات دریافت کر رہے تھے اتنے میں ایک اندھا بوڑھا گزرا جسے اس کا قائد سختی کے ساتھ کھینچے لیے جا رہا تھا۔ حضرت عمر نے فرمایا ”میں نے آج کے دن سے بدتر منظر نہیں دیکھا“ جلسہ میں سے ایک آدمی نے آپ کو بتایا کہ یہ شخص ابن صبغا بہزی سلمی بہیل بریق ہے ”حضرت عمر نے فرمایا: ”مجھے معلوم ہے کہ بریق لقب ہے۔ اس آدمی کا نام کیا ہے؟ لوگوں نے کہا: عیاض“ حضرت عمر نے فرمایا: ”عیاض کو میرے پاس بلاؤ۔“ اسے بلایا گیا اور حضرت عمر نے اس سے پوچھا ”مجھے بتاؤ کہ تمہارا کیا حال ہے اور بنی صبغا کس حال میں ہیں؟ وہ دس آدمی تھے۔“ عیاض نے کہا ”جاہلیت کا زمانہ ختم ہو چکا ہے اور اب تو اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے اسلام کا دور آ چکا ہے۔“ حضرت عمر نے فرمایا: ”اے اللہ!

ہماری مغفرت فرما، ہم ایسے بھائی نہیں ہیں کہ آپس میں جاہلیت کی باتیں کریں جب کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام کی نعمت سے نوازا ہے اور ہمیں سیدھا راستہ دکھایا ہے۔" اس شخص نے کہا میں اپنے اہل وعیال میں سے اکیلا باقی رہ گیا تھا اور بنو صبغا دس آدمی تھے، ہم آپس میں قرابت دار اور پڑوسی تھے، انہوں نے میری مذمت کی اور مجھے عاجز کردیا۔ میں نے اللہ کے نام پر اور قرابت کا واسطہ دے کر ان سے عرض کی کہ وہ ایسا نہ کریں لیکن وہ باز نہ آئے اور میری التجاؤں کے باوجود مجھے ان سے پناہ نہ ملی۔ میں نے انہیں مہلت دی یہاں تک کہ ماہ حرام آگیا۔ میں نے اللہ کے حضور دست بدعا ہوکر فریاد کی اور یہ اشعار پڑھے:

اللهم ادعوك دعاء جاهدا
اقتل بنی الصبغاء الا واحدا

اے اللہ! میں الحاح وزاری کے ساتھ تیرے حضور دعا کرتا ہوں کہ بنی صبغاء کو ماسوائے ایک کے ہلاک فرما۔

ثم اضرب الرجل فذره قاعدا
اعمی اذا ما قید عنا القاعدا

اور پھر اس ایک کے پاؤں میں ضرب رسید کر اور اس کو اپاہج کر کے بٹھادے اور اندھا کر کے باقی رکھ اور اس کا قائد اس کو ہمارے سامنے کھینچ کر لے جاتا رہے۔

بنی صبغاء کے نو آدمی ایک ہی سال میں یکے بعد دیگرے چل بسے اور اس شخص کے پاؤں کو اللہ تعالیٰ نے مضروب کردیا اور اس کی بینائی سلب کرلی اور اس کا قائد اسے لیے جاتا ہے جیسا کہ آپ نے دیکھا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا "یہ عجیب واقعہ ہے۔"

مجلس میں سے ایک دوسرے آدمی نے کہا "اے امیر المومنین! ابی تقاصف خناعی اور اس کے بھائیوں کا قصہ اس سے بھی عجیب تر ہے۔"

حضرت عمرؓ نے پوچھا: "ابو تقاصف اور اس کے بھائیوں کا کیا واقعہ ہے؟" اس شخص نے کہا ان کا ایک پڑوسی تھا جو ان میں اس طرح تھا جیسے بنی صبغاء میں عیاض ہے۔ انہوں نے اس پڑوسی کی مذمت کی اور اس کو عاجز و درماندہ کردیا۔ اس پڑوسی نے انہیں ذات باری تعالیٰ اور قرابت داری اور

پڑوس کا واسطہ دیا لیکن انہوں نے کوئی نرمی اختیار نہ کی چنانچہ اس پڑوسی نے انہیں مہلت دی یہاں تک کہ شہر حرام آگیا اس شخص نے اللہ کے حضور ہاتھ اٹھائے اور یہ دعائیہ اشعار پڑھے:

اللھم رب کل آمن وخائف

وسامع ھتاف کل ھاتف

اے اللہ! تو ہر مامون اور خوفزدہ کا رب ہے اور ہر پکارنے والے کی پکار کو سننے والا ہے۔

ان الخناعی ابا تقاصف

لم یعطنی الحق ولم یناصف

بیشک ابو تقاصف خناعی نے میری حق رسی نہیں کی اور میرے ساتھ انصاف کا برتاؤ نہیں کیا۔

فاجمع له الاحبة الا لاطف

بین قران ثم والتواصف

اس لیے اس کے سب دوستوں مہربانوں اور بنی قصاف کو یکجا اکٹھا کر کے ہلاک کر دے۔

اس شخص نے بیان کیا کہ وہ سب کے سب اپنے ایک پرانے کنوئیں میں کھدائی کے لیے اترے کنواں گر پڑا وہ سب اس میں دب کر مر گئے اور وہی آج تک ان کی قبر ہے۔

ایک تیسرے شخص نے بیان کیا کہ قبیلہ بنی نصر کی شاخ بنی مومل کا واقعہ ان سے بھی زیادہ عجیب ہے۔ بنی مومل کا ایک خاندان تھا۔ ان کا ایک چچیرا بھائی تھا جس نے اس خانوادہ کے اموال وراثتا حاصل کئے تھے۔ اس نے اپنی ذات اور اموال کو افراد خاندان کے سپرد کر دیا تھا۔ انہوں نے اس کے مال کا نقصان کیا، اسے اس حد تک رسوا کیا کہ اس پر کپکپی طاری کر دی۔ اس نے کہا:

"اے بنی مومل! میں نے اپنی جان اور اپنے اموال تمہاری سپردگی میں دے رکھے ہیں تاکہ تم میری حفاظت کرو اور مجھ سے تعرض نہ کرو۔ لیکن تم نے قطع رحمی کی، میرا مال خرد برد کیا اور میری مذمت کی۔"

ان میں سے ریاح نامی ایک شخص نے اٹھ کر کہا: "اے بنی مومل! یہ سچ کہتا ہے تم اللہ سے ڈرو اور اس سے تعرض نہ کرو۔"

لیکن یہ نصیحت بے سود ثابت ہوئی اور وہ باز نہ آئے اس شخص نے ان کو مہلت دی یہاں تک

کہ ماہ حرام آگیا، وہ سب اہل خاندان نکل کھڑے ہوئے اس شخص نے ہاتھ اٹھا کر یہ دعائیہ اشعار پڑھے۔

اللھم زلھم عن بنی المومل

وارم علی اقفائھم بمنکل

اے اللہ! بنی مومل کو پچھاڑ دے اور ان کی گردنوں پر عبرت ناک عذاب مسلط فرما۔

بصخرۃ او جیش جحفل

الا ریاحا انہ لم یفعل

وہ سب (ماسوائے ریاح کے جو بے گناہ ہے) کسی چٹان کی زد میں آجائیں یا کوئی لشکر جرار ان پر ٹوٹ پڑے۔

وہ گھروں سے نکلے اور جب راستہ میں تھے تو انہوں نے کسی پہاڑ کے دامن میں ڈیرا ڈالا۔ اللہ تعالی نے پہاڑ کی چوٹی پر سے ایک بڑی چٹان گرادی جو پتھروں اور درختوں پر سے لڑھکتی ہوئی ان پر گری اور انہیں یک دم کچل دیا۔ ریاح اور وادی کے دوسرے لوگ بچ گئے، ریاح بے گناہ تھا۔ حضرت عمر بن خطاب نے فرمایا کہ یہ تو عجیب واقعہ ہے اور لوگوں سے پوچھا: تمہاری رائے میں ایسا کیوں کر ہوا؟ لوگوں نے کہا:

اے امیر المومنین! آپ بہتر جانتے ہیں"۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا: "جہاں تک مجھے علم ہے لوگ اہل جاہلیت تھے اور رب، رسالت، قیامت، جنت اور دوزخ سے ناآشنا تھے اللہ تعالی ان میں سے بعض کی دعا بعض کے برخلاف قبول فرماتے تھے یعنی مظلوم کی دعا ظالم کے خلاف قبول کی جاتی تھی تاکہ بعض بعض پر ظلم کرنے سے باز آجائیں۔ اب اللہ تعالیٰ نے ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا ہے اور لوگوں نے اللہ تعالی، رسالت، قیامت، جنت اور دوزخ کی معرفت حاصل کرلی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

بل الساعۃ موعدھم ادھی وامر۔ (القمر: ٤٦)

ان سے نمٹنے کے لیے اصل وعدے کا وقت تو قیامت ہے اور وہ بڑی آفت اور تلخ ساعت ہے اس لئے اب مہلت دی جاتی ہے اور ظالموں کی رسی دراز کی جاتی ہے۔"

باب ۲

عبدالمطلب کی نذر

(۱۶) احمد بن عبدالجبار نے یونس بن بکیر کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: لوگ کہتے ہیں کہ عبدالمطلب بن ہاشم کو زمزم کی کھدائی کے وقت جب قریش کی جانب سے مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا تو انہوں نے نذر مانی کہ اللہ مجھے دس بیٹے عطا کرے جو بالغ ہوکر میری حمایت کے لیے کھڑے ہوسکیں تو میں ان میں سے ایک بیٹے کو اللہ عزوجل کی راہ میں کعبہ کے پاس ذبح کردوں گا۔ ان کے ہاں پورے دس بیٹے ہوئے جن کے نام یہ ہیں:

حارث، زبیر، حجل، ضرار، مقوم، ابولہب، عباس، حمزہ، ابو طالب اور عبداللہ۔

یہ بھی معلوم ہوگیا کہ یہ بیٹے دشمنوں کے مقابلہ میں ان کی حفاظت پر قادر ہیں چنانچہ عبد المطلب نے سب کو جمع کیا اور انہیں اپنی نذر کے بارے میں بتلایا اور ان سے مطالبہ کیا کہ اسے اللہ کی خوشنودی کے لئے پورا کیا جائے سب نے سر اطاعت خم کردیا اور پوچھا کہ آپ نذر کس طرح پوری فرمائیں گے؟ عبدالمطلب نے کہا "تم میں سے ہر شخص ایک ایک پانسے کا تیر لے اور اس پر اپنا نام لکھ کر میرے پاس لائے۔ انہوں نے تعمیل ارشاد کی اور عبدالمطلب کے پاس آگئے وہ انہیں لیکر کعبہ کے اندر ہبل کے پاس تشریف لائے۔ ہبل قریش مکہ کے بتوں میں سب سے بڑا تھا اور کعبہ کے اندر ایک زیر زمین گودام پر نصب تھا جس میں کعبہ کے لیے نذر کئے ہوئے ہدایا اور عطیات ذخیرہ کئے جاتے تھے۔ ہبل کے پاس فال کے سات عدد تیر رکھے رہتے تھے اور ہر تیر پر کچھ مخصوص عبارت لکھی ہوئی تھی۔ ایک تیر پر تاوان یا خوں بہا لکھا ہوا تھا۔ اگر اس تیر کی فال کے مطابق تاوان کی ادائی میں اختلاف رونما ہوتا تو تاوان کے تیر سمیت ساتوں تیروں کو حرکت دی جاتی اور جس کا نام نکلتا اس پر بار ڈالا جاتا ایک تیر پر نعم یعنی "ہاں" لکھا ہوا تھا جو امر کے لیے تھا جب کوئی کام کرنے کا ارادہ ہوتا تو اس تیر کو دوسرے تیروں کے ساتھ ملاکر حرکت دی جاتی اور اگر ہاں کا تیر نکل آتا تو اس کے مطابق عمل کیا جاتا ایک تیر لا یعنی "نہیں" لکھا ہوا تھا، جب کسی کام کا ارادہ کرتے تو اس تیر کو دوسرے تیروں کے ساتھ ملاکر حرکت دی جاتی اور اگر

"نہیں" والا تیر بر آمد ہوتا تو وہ کام نہ کرتے تھے ایک تیر پر "منکم" یعنی میں تم میں سے، ایک تیر پر "من غیرکم یعنی تمہارے اغیار میں سے"، ایک تیر پر "ملصق یعنی تمہارے ساتھ چمٹا ہوا" اور ایک تیر پر "المیاہ یعنی پانی" لکھا ہوا تھا۔ جب پانی کے لیے کنواں کھودنا چاہتے تو وہ ان تیروں اور پانی سے متعلقہ تیر کے ساتھ قرعہ اندازی کرتے جس طرح قرعہ نکلتا اس کے مطابق عمل کرتے جب کسی لڑکے کا ختنہ مقصود ہوتا یا نکاح کرنا چاہتے یا میت کو دفن کرنا مطلوب ہوتا یا کسی کے نسب میں اشتباہ ہوتا تو اسے لے کر ہبل کے پاس جاتے اور اس کے ساتھ ذبح کے کچھ جانور اور سو درہم فال نکالنے والے کی نذر کرتے اور اس شخص کو بھی پیش کرتے جس کے بارے میں فال نکلوانا چاہتے اور تیروں کے امین سے فال نکالنے کی گزارش کرتے اور دعاء کرتے کہ اے اللہ! جو بات حق ہے وہ اس کے ہاتھوں پر ظاہر فرما دے پھر ہبل کے پاس جاتے اور کہتے "اے ہمارے معبود! یہ لوگوں کے گمان کے مطابق فلاں بن فلاں ہے اور لوگ اس کے بارے میں اس طرح کا معاملہ کرنا چاہتے ہیں تو اس کے متعلق "خون بہا" یا "ہاں" یا تم میں سے" کا قرعہ نکال اور اس کی نذر قبول فرما" اگر تینوں تیروں میں سے کوئی تیر نکلتا تو اس کا بہت احترام کیا جاتا اور اگر وہ تیر نکلتا جس پر من غیرکم یعنی تمہارے اغیار میں سے لکھا ہوتا تو اس کو حلیف سمجھا جاتا۔ اور اگر ملصق یعنی تم سے چمٹا ہوا کا تیر نکلتا تو اس کا مرتبہ یہ ہوتا کہ وہ شخص نہ کسی کے نسب میں شامل ہو سکتا تھا اور نہ کسی کا حلیف متصور ہوتا تھا۔ اگر اس کے ماسوا قرعہ اندازی کسی ایسے کلام کے بارے میں ہوتی جسے وہ کرنا چاہتے اور "ہاں" والا تیر بر آمد ہوتا تو اس کام کو کر گزرتے اور "لا" یعنی نہیں والا تیر ظاہر ہوتا تو اس کام کو ایک سال کے مؤخر کر دیتے اور اس کے بعد اس معاملے میں دوبارہ فال نکلواتے اور اس وقت تک اپنے معاملات ملتوی کرتے رہتے جب تک فال کے تیر نہ نکلتے۔

عبدالمطلب بھی تیروں کے امین کے پاس آئے اور کہا "میرے ان بچوں پر ان کے تیروں کے ذریعے قرعہ اندازی کرو نیز عبدالمطلب نے تیروں کے امین کو اپنی نذر کے بارے میں بھی آگاہ کر دیا، ہر ایک بیٹے نے اپنا اپنا تیر جس پر اس کا نام لکھا ہوا تھا صاحب القداح کو دے دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد عبداللہ بن عبدالمطلب اپنے باپ (۱) (ابیہ) کے سب بیٹوں سے چھوٹے تھے۔ وہ اور زبیر

(۱) یہ غیر معروف ہے۔ شاید روایت اس طرح ہو: اصغر بنی امہ یعنی اپنی ماں کے سب بیٹوں سے چھوٹے تھے۔ ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ حضرت حمزہؓ جناب عبداللہ سے اور حضرت عباسؓ حضرت حمزہؓ سے چھوٹے تھے۔ (الروض الانف السہیلی)

اور ابو طالب تینوں مسماۃ فاطمہ بنت عمرو بن عائذ بن عبداللہ بن عمران بن مخزوم کے بطن سے تھے۔ لوگوں کا خیال ہے کہ وہ اپنے باپ عبدالمطلب کے سب سے زیادہ پیارے بیٹے تھے۔ عبدالمطلب دیکھ رہے تھے کہ اگر تیر کا نشانہ خطا کر گیا تو عبداللہ بچ جائے گا جب تیروں کے امین نے قرعہ نکالنے کے لیے تیر پکڑے تو عبدالمطلب ہبل کے پاس کھڑے ہو کر دعا کرنے لگے انہوں نے یہ اشعار پڑھے:

اللھم لا یخرج علیه القداح

انی اخاف یکون فداح

اے اللہ اس کے نام کا تیر نہ نکلے۔ مجھے ڈر ہے کہ یہ بوجھ میرے لیے گراں ہوگا۔

ان کان صاحبی للذبح

انی اراہ الیوم خیر قدح

لیکن اگر مجھے اس کو ذبح کرنا پڑے تو میرے نزدیک آج یہ فال بہترین ہوگی۔

حتی یکون صاحبی للمنح

یغنی عنی الیوم کل سرح

یہاں تک کہ اگر میری نذر کا پورا ہونا اسی کے ذریعہ مطلوب ہے تو وہ مجھے آج ہر طرح سعادت و آسائش سے بے نیاز کر دے گا۔

قرعہ فال عبداللہ کے نام نکلا۔ عبدالمطلب نے عبداللہ کا ہاتھ پکڑ لیا اور چھری لے کر اسے ذبح کرنے کے لیے اساف و نائلہ کی طرف لے آئے۔ یہ دو بت تھے جن کے پاس قریش اپنی قربانیاں ذبح کیا کرتے تھے۔ قریش کے لوگ اپنی اپنی مجلسوں سے اٹھ کر ان کے پاس آگئے اور کہا:

اے عبدالمطلب! آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟"

انہوں نے جواب دیا: "میں اسے ذبح کروں گا۔" اور یہ اشعار پڑھے:

عاھدت ربی وانا موف عھدہ

ایام احفر وبنی وحدہ

جب میں اور میرا ایک بیٹا زمزم کی کھدائی کر رہے تھے تو میں نے اپنے رب سے عہد کیا تھا اور میں اپنے اس عہد کو پورا کرنے والا ہوں۔

والله لا احمد سیا حمده

کیف اعادیه وانا عبده

خدا کی قسم، میں اس کے سوا کسی کی تعریف نہیں کرتا۔ میں اپنے عہد کی خلاف ورزی کس طرح کر سکتا ہوں جب کہ میں اس کا بندہ ہوں۔

انی اخاف ان اخرت وعده

ان اضل ان ترکت عهده

مجھے خدشہ ہے کہ اگر میں نے ایفائے وعدہ میں تاخیر کی اور اپنے عہد کو ترک کر دیا تو میں گمراہ ہو جاؤں گا۔

ماکنت اخشی ان یکون وحده

مثل الذی لا قیت یوما عنده

مجھے ڈر نہیں تھا کہ وہ اکیلا رہ جائے گا۔ اس شخص کی طرح جس کے ساتھ ایک دن میری ملاقات اس کے پاس ہوئی تھی۔

اوجع قلبی عند حضری رده

والله ربی لا اعیش بعده

اس کی قبر کھودنے سے میرے دل کو تکلیف ہوتی ہے۔ اللہ میرا پروردگار ہے۔ اس کے بعد میں زندہ نہیں رہوں گا۔

(۱۷) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی ہے ابن اسحاق نے کہا: لوگ بیان کیا کرتے ہیں کہ عباس بن عبدالمطلب نے اپنے بھائی عبداللہ کو باپ کے قدموں کے نیچے سے کھینچا یہاں تک کہ عبداللہ کے چہرے پر ایک زخم آگیا جس کا نشان مرتے دم تک اس کے چہرے پر رہا۔

(۱۸) ابن اسحاق نے کہا کہ قریش اور جناب عبدالمطلب کے بیٹوں نے کہا: بخدا ہمارے جیتے جی آپ ایسا ہرگز نہ کریں جب تک کہ ہم حجت پوری نہ کر دیں۔ اگر آپ نے ایسا کیا تو آئے دن کوئی نہ کوئی اپنے بیٹے کو لا کر ذبح کیا کرے گا اور اس طرح نسل انسانی کی بقا کا تحفظ ختم ہو جائے گا۔

(۱۹) ابن اسحاق کا بیان ہے کہ مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم نے عبدالمطلب سے کہا" بخدا آپ اسے ہرگز ذبح نہ کریں جب تک کہ ہم مجبور نہ ہوجائیں۔ اگر اس کا فدیہ مطلوب ہے تو ہم اپنے اموال بطور فدیہ دینے کو تیار ہیں۔ عبداللہ بن عبدالمطلب کی والدہ مغیرہ کی ہم قوم تھی جب عبدالمطلب نے عبداللہ کو ذبح کرنے کا پختہ ارادہ کرلیا تو لوگوں کے گمان کے بموجب مغیرہ نے مندرجہ ذیل اشعار کہے۔

واعجبی من قتل عبدالمطلب

وذبحه خرقا كتمثال الذهب

میں اس بات پر متعجب ہوں کہ عبدالمطلب مقتضائے عادت کے خلاف سونے کے مجسمہ جیسے ایک نوجوان بیٹے کو قتل کرنے اور قربانی کی بھینٹ چڑھانے کے درپے ہے۔

يا شيب لا تعجل علينا بالعجب

فما ابننا بشرط القوم النجب

اے شیبہ! ہمارے سامنے اس عجیب وغریب کام میں جلد بازی نہ کرو نہ ہمارے بیٹے قومی شرائط کے مطابق نجیب ہیں۔

ولا ابنكم بالمستذل المغتصب

نفاديه بالمال حتى نحترب

اور نہ ہی آپ کا بیٹا ذلیل اور چھینا ہوا غلام ہے۔ ہم مال سے اس کا فدیہ ادا کریں گے خواہ ہمیں ایک دوسرے کا مال چھیننا پڑے۔

فسوف افديه بمالى والسلب

وسوف القى دونه من الغضب

میں عنقریب اپنے مال سے اور چھینے ہوئے مال سے اس کا فدیہ ادا کروں گا اور سارا اکٹھا کیا ہوا مال اس کے عوض ڈال دوں گا۔

اشوس اباء قبيحات الحطب

ما ذبح عبدالله فينا باللعب

میں دیکھ رہا ہوں کہ عیب چینی کرنے والے اور رطب ویابس قسم کی باتیں کرنے والے بھی اس فعل کا انکار کر رہے ہیں اس لیے ہمارے درمیان عبداللہ کا ذبح کیا جانا کوئی کھیل نہیں ہے۔

ذبحا کما یذبح معتور النصب

کلا و رب البیت مستور الحجب

یہ ایسی ذبح ہے جیسے کسی جانور کو بتوں پر قربان کیا جاتا ہے۔ اس گھر کے رب کی قسم جس پر غلاف چڑھایا ہوا ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔

لا یعجل المذبوح حتی نضطرب

ضربا یزیل الھام من بعد الغضب

ذبح میں جلدی نہیں کی جاسکے گی جب تک کہ ہم غصے کی حالت میں ایک دوسرے پر ایسے وار نہ کریں جو قوم کے سرداروں کو ہلاکر رکھ دیں۔

بکل مصقول رقیق ذی شطب

کالبرق اوکالنار فی الثوب العطب

یہ وار بجلی یا روئی کے کپڑے کو جلانے والی آگ کی طرح صیقل شدہ تیز دھار چیرنے والی تلواروں کے ساتھ کیے جائیں گے۔

(۲۰) ابن اسحاق کے بیان کے مطابق مندرجہ بالا اشعار مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم کے ہیں۔اور جب جناب عبدالمطلب نے عبداللہ کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا تو ابو طالب نے جو عبداللہ کا ماں جایا اور باپ کی طرف سے سگا بھائی تھا، اس نے مندرجہ ذیل اشعار کہے۔

کلا ورب البیت ذی الانصاب

ورب ما انضی من الرکاب

اس گھر کے رب کی قسم، جس کے اردگرد بتوں کے استھان ہیں جن پر جانور ذبح کیے جاتے ہیں اور لاغر اونٹوں کے رب کی قسم، جن پر سوار ہوکر زائرین بہت دور دراز کا سفر طے کرکے آتے ہیں، ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔

کل قریب الدار او منتاب
یزور بیت اللہ ذا الحجاب

ہر قریب کا رہنے والا یا دور دراز کی مسافت طے کر کے پے در پے آنے والا غلاف میں لپیٹے ہوئے بیت اللہ کی زیارت کرتا ہے۔

ما قتل عبد اللہ باللعاب
من بین رھط عصبۃ شباب

برادری کے نوجوانوں کے جتھے میں سے عبداللہ کا قتل کیا جانا کوئی کھیل نہیں ہے۔

ابن نساء شطر الانساب
اغربین البیض من کلاب

ماں کی طرف سے اس کا حسب نسب بے عیب ہے اور بنی کلاب سے زیادہ روشن اور چمکدار ہے۔

وبین مخزوم ذوی الاحساب
اھل الجیاد القب والقباب

اس کی ماں باعتبار نسب بنی مخزوم سے ہے جو خاندانی شرافت وبزرگی کے حامل ہیں اور جن کا لقب عمدہ گھوڑوں اور تیز تلواروں والے ہے۔

لستم علی ذلك بالاذناب
حتی تذوقوا حمس الضراب

اور جب گھمسان کا رن پڑے تو تم بھی کسی سے پیچھے رہنے والے نہیں ہو۔

بکل عضب ذائب اللعاب
ذی رونق فی الکف کالشھاب

اور ہاتھوں میں ایسی صیقل شدہ تلواریں لے کر نکلتے ہو جن سے کھیل کے برخلاف حقیقی اور فیصلہ کن جنگ لڑی جاتی ہے اور جو چمک دمک میں آگ کے شعلوں کی مانند ہیں۔

تلقاہ فی الافران ذا انداب
ان لم یعجل اجل الکتاب

جنہیں تم چولہوں میں بلند ہوتا دیکھتے ہو اگرچہ لکھی ہوئی اجل وقت سے پہلے نہیں آتی۔

قلت وما قولی بالمعاب

یا شیب ان الجور ذو عقاب

میں نے جو بات کہی ہے وہ غلطی سے پاک ہے اے میرے بوڑھے باپ! فیصلے میں ظلم وزیادتی کا ارتکاب قابل مواخذہ ہے۔

ان لنا ان جرت فی الخطاب

اخوال صدق کا سود الغاب

اگر آپ نے فیصلہ صادر فرماتے ہوئے زیادتی روا رکھی تو ہمارے ننھیال بھی ہیں جو جنگلات کے شیروں کی طرح دلیر ہیں۔

لن یسلموہ الدھر للعذاب

حتی یعص القاع ذوالتراب

دماء قوم حرم الاسلاب

وہ عبداللہ کو تعذیب کا نشانہ بننے کے لئے زمانہ کے سپرد نہیں کریں گے جب تک کہ نرم و ہموار نشیبی زمین اس قوم کا خون نہ چوس لے جس کے جان و مال کو محترم قرار دیا گیا ہے۔

اس وقت جناب عبدالمطلب نے یہ اشعار پڑھے:

اللہ ربی وانا موف نذرہ

اخاف ربی ان عصیت امرہ

اللہ میرا پروردگار ہے اور میں اس کی نذر پوری کر کے رہوں گا۔ میں اپنے رب کے حکم کی خلاف ورزی کے وبال سے ڈرتا ہوں۔

واللہ لا یقدر شیی قدرہ

فھو ولی والیہ عمرہ

بخدا اس کی مشیت کو کوئی چیز نہیں ٹال سکتی۔ وہی میرا پروردگار ہے اور ہر چیز کی زندگی اسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔

هذا بنی قداردت نحره

فان نوخره وتقبل عذره

یہ میرا بیٹا ہے جس کی قربانی کا میں نے ارادہ کیا ہے۔ اگر ہم اس قربانی کو مؤخر کردیں اور اس کے بارے میں معذرت قبول کرلی جائے۔

وتصرف الموت له وحذره

وتصرف الموت فلا یضره

اور موت اور اس کے خطرات کو پھیر دیا جائے تو موت کا ٹل جانا اسے نقصان نہیں پہنچائے گا۔

من جهد انسان ولا تعره

سواك ربی ویکون قره

لكل عين ناظر تسيره

اعطيته رب فلا تعره

لحزن يوجعنی مسره

انسان مشقت میں ہے اور اس کی سختی کو تیرے سوا کوئی چیز دور نہیں کرسکتی اور انسان کو قرار وسکون ایک ایسی آنکھ ہی کے ذریعے حاصل ہوسکتا ہے جو اسے خوش کرے۔ اے میرے پروردگار! ایسی آنکھ تیرا ہی عطیہ ہے اور اسی وجہ سے غمگین کرنے والا غم مجھے غمناک نہیں کرتا۔

قریش اور عبدالمطلب کے بیٹوں نے آپ کو کہا کہ ذبح کے پروگرام کو فی الحال روک دینا چاہئے اور حجاز جاکر سجاح نامی ایک عرافہ سے اس معاملہ میں مشورہ کرنا چاہئے کیوں کہ اس عرافہ کے پاس غیب کی خبریں بتانے والا ایک تابع موکل ہے مشورہ کرنے کے بعد آپ مناسب کاروائی عمل میں لائیں اگر وہ آپ کو ذبح ہی کا حکم دے تو آپ عبداللہ کو ذبح کردیں اور کوئی ایسا مشورہ دے جس کے ذریعے سے آپ کے اور آپ کے لڑکے کے لیے اس ابتلاء سے نکلنے کی کوئی تجویز ہو تو آپ اسے قبول کرلیں عبدالمطلب نے اس رائے کو قبول کرلیا۔

چنانچہ وہ سب کے سب وہاں سے روانہ ہوئے اور مدینہ پہنچے انہیں معلوم ہوا کہ وہ خیبر میں ہے۔ وہاں سے سوار ہوکر وہ خیبر پہنچے اور اس عورت سے دریافت کیا۔ عبدالمطلب نے اس عورت سے

اپنا اور اپنے بیٹے کا قصہ اور اپنے بیٹے کی نذر کا ماجرا بیان کیا۔اس عورت نے انہیں کہا" آج واپس چلے جاؤ"میرا تابع میرے پاس آئے گا تو میں اس سے دریافت کر کے تمہیں بتاؤں گی۔ وہ اس کے پاس سے واپس آگئے اور عبدالمطلب اللہ تعالی سے دعا کرنے میں مشغول ہوگئے ۔انہوں نے یہ شعر کہے :

یا رب لا تحقق حذری
واصرف عنه شر هذا القدر

اے میرے پرور دگار! نذر ادا نہ کرنے کا میرا عمل کامیاب نہ ہو اور میرے گریز کے عمل کو شر سے محفوظ فرما۔

فانی ارجو لما قد اذر
لان یکون سیدا للبشر

کیوں کہ میری انتہائی خواہش یہ ہے کہ میں اسے ذبح ہی کروں تاکہ نوع انسانی کا سردار بن جائے ۔

اگلی صبح کو وہ سب عرافہ کے پاس گئے ۔اس نے کہا"ہاں مجھے اس معاملہ میں معلومات حاصل ہوئی ہیں تمہارے ہاں آدمی کی دیت کیا ہوتی ہے ؟ انہوں نے کہا:"دس اونٹ۔"

اور واقعتا اس وقت دیت کی یہی مقدار مقرر تھی۔ اس عورت نے کہا:

تم لوگ اپنے دیار میں واپس چلے جاؤ اور اپنے اس بیٹے کو اور دس اونٹوں کو سامنے رکھ کر ان پر فال نکالو اگر فال لڑکے کے نام کی نکلے تو اونٹوں کی تعداد بڑھا کر فال نکالتے چلے جاؤ یہاں تک کہ تمہارا رب تم سے راضی ہو جائے ۔جب اونٹوں پر قرعہ نکلے گا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہارا پرور دگار بیٹے کے بجائے اتنے اونٹوں کی قربانی پر راضی ہے اس لیے ان اونٹوں کو ذبح کر دینا اور تمہارا بیٹا بچ جائے گا۔"

یہ فتویٰ حاصل کر کے وہ وہاں سے نکلے اور مکہ پہنچے۔ اس تجویز پر سب کا اتفاق ہوگیا۔ عبدالمطلب اٹھے اور اللہ کے دربار میں دست بدعا ہو کر انہوں نے یہ اشعار پڑھے۔

اللهم انك فاعل لما نرد
ان شئت الهمت الصواب والرشد

اے اللہ! جو کچھ تو چاہے کر ڈالنے والا ہے تو ہمیں رشد وہدایت کی طرف رہنمائی عطا فرما اور نیکی کو ہمارے دلوں میں ڈال دے۔

ان مواليك على رغم معد

وساقى حجيجك الابد

میں بنی معد کی ناراضگی کے علی الرغم تیرا فرمانبردار ہوں اور ہمیشہ سے تیرے حجاج کو پانی پلانے والا ہوں۔

اورثنى سقيا هم ابى وجد

فان وجدى فاعلمن وجد وجد

حاجیوں کو پانی پلانے کا اعزاز مجھے اپنے باپ دادا سے ورثہ میں ملا ہے اور میرے باپ دادا نے یہ ورثہ اپنے اجداد سے پایا۔

انت الذى تعلم كل صعد

فلا تحقق حذرى بولد

واجعل فداه فى الجلاد الجعد

تو ہر مصیبت ومشقت کو جاننے والا ہے۔ لڑکے کی نذر سے میرا گریز کرنا کامیاب نہ ہونے پائے۔ اور تو اس کے فدیہ میں پشم والے اونٹوں کی قربانی قبول فرما۔

(۲۱) احمد بن عبدالجبار نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی ہے۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جب عبداللہ اور دس اونٹوں کو قرعہ اندازی کے لیے لایا گیا تو عبدالمطلب خانہ کعبہ کے اندر یہ دعائیہ اشعار پڑھنے لگے:

اللهم رب العشر بعد العشر

ورب من ياتى بكُل نذار

اے اللہ! تو دس کے بعد دس کا مالک ہے اور ہر اس شخص کا پروردگار ہے جو اپنی نذر پیش کرنے کے لیے حاضر ہوتا ہے۔

انج عبداللّٰه عند النحر
ونجیه من شفعها والوتر

قرعہ اندازی میں عبداللہ کو نجات عطا فرما اور اونٹوں کی جفت وطاق تعداد کے عوض اسے رہائی عطا فرما۔

پھر انہوں نے فال نکالی، فال عبداللہ کے نام کی نکلی، انہوں نے دس اونٹ زیادہ کردیئے اور اونٹوں کی تعداد بیس ہوگئی۔ عبدالمطلب اٹھے اور انہوں نے یہ اشعار پڑھے:

یا رب عشرین ورب الشفع
انج عبد اللّٰه رب النفع

اے بیس کے رب اور اے جفت عدد کے رب۔ اے نفع کے مالک! عبداللہ کو نجات نصیب فرما۔

من ضربت القدح التی فی الجدع
واعطه الرفع الذی فی الرفع

اسے قرعہ اندازی کے تیر کی زد سے بچا اور اسے بلندی پر بلندی عطا فرما۔

ولا یکون ضربه کا للذع
کلذعة النار التی فی السفع

فال کے تیر کی ضرب ایسی تکلیف دہ نہ ہو جس طرح آگ کسی چہرے کو جھلس دیتی ہے۔

پھر انہوں نے تیر نکالا تو عبداللہ پر ہی نکلا۔ انہوں نے دس اونٹ زیادہ کردیئے اور اونٹوں کی تعداد تیس ہوگئی۔ عبدالمطلب کھڑے ہوکر اللہ کے حضور یہ دعائیہ اشعار پڑھنے لگے:

رب الثلاثین ولی النعم
امنن علینا ان نصاب بالدم

اے تیس کے رب اور اے نعمتوں کے مالک! ہم پر احسان فرما کہ ہم اس لڑکے کے خون کی مصیبت میں بتلا نہ ہوں۔

هذا الغلام جنه لم یعلم
فطار قلبی فهو مثل المغرم

اس لڑکے کا جن نامعلوم ہے میرا دل گرفتار محبت کے دل کی طرح اڑا جارہا ہے۔ اور

لذكر عبدالله حتى يسلم

وتنحر الذود التى لم تقسم

ونجه من ضربة لم تكلم

عبداللہ کی یاد مجھے ستا رہی ہے تاکہ وہ سلامت رہے اور اونٹوں کا غیر منقسم گلہ ذبح ہوجائے۔ اور عبداللہ کو فال کے خاموش تیر کی زد سے نجات عطا فرما۔

پھرانہوں نے فال نکالی۔ فال عبداللہ کے نام نکلی۔ انہوں نے دس اونٹوں کا اضافہ کردیا اور اونٹوں کی تعداد چالیس ہوگئی۔ عبدالمطلب نے اٹھ کر یہ دعائیہ اشعار پڑھنے شروع کئے۔

اللهم رب الاربعين اذ بلغت

انج بنى من قداح كتبت

اے اللہ! تعداد چالیس تک پہنچ چکی ہے اور تو چالیس کا رب ہے قسمت کے تیر سے میرے بیٹے کو رہائی عطا فرما۔

وانحر الذود التى قد هملت

وجللت فى قتله وذبحت

اس کے عوض اونٹوں کے اس گلے کی قربانی قبول فرما جو دن رات آزادی کے ساتھ چرتا پھرتا تھا یہ اس کے قتل کا بہترین اور عمدہ فدیہ ہے۔

بلغ رضاك ربنا اذ جعلت

عدال بنى عبد مناف وقعت

اے ہمارے پرور دگار! بنی عبد مناف کی طرف سے یہ فدیہ قبول فرما اور ہمیں اپنی خوشنودی عطا کر۔

انہوں نے پھر فال نکالی۔ فال عبداللہ کے نام کی نکلی انہوں نے دس اونٹ اور زیادہ کردئے اور اونٹوں کی تعداد پچاس ہوگئی۔ عبدالمطلب کھڑے ہوگئے اور انہوں نے اللہ کے حضور یہ دعائیہ اشعار پڑھے:

یا رب خمسین سمان بدن
من کل کوماء له لم تعطن
الا لرب ماجد ممکن
انج عبدالله رب الا رکن
وانحر الذود التی لم تسکن

اے قربانی کے پچاس فربہ اونٹوں کے مالک جن کے کوہان بڑے بڑے ہیں اور جو اپنی نشست گاہ سے باہر آئے ہوئے ہیں۔

اے بزرگ و برتر اور قادر مطلق خدا اور قوت و عزت کے مالک! عبداللہ کو نجات عطا فرما اور اس کے عوض اونٹوں کے اس گلے کی قربانی قبول فرما جو اپنی قیام گاہ سے یہاں لایا گیا ہے۔

پھر انہوں نے فال نکالی۔ فال عبداللہ کے نام کی نکلی انہوں نے دس اونٹ زیادہ کردیئے اور اونٹوں کی تعداد ساٹھ ہوگئی عبدالمطلب اٹھے اور انہوں نے یہ دعائیہ اشعار پڑھنے شروع کئے۔

اللهم رب الستین ورب المشعر
ورب من حج له وکبر

اے اللہ! تو ساٹھ اونٹوں اور مشعر عرب کا رب ہے اور ہر حج کرنے والے اور تکبیر پڑھنے والے کا مالک ہے۔ اور

یسعی لرب قادر لیغفر
انج عبدالله عند المنحر

مغفرت کے حصول کی خاطر سعی کرنے والوں کا قادر پروردگار ہے تو عبداللہ کو قربان گاہ سے نجات عطا فرما۔

وعافه من ضربت لا تجبر
لتبلغ العظم بها فیکسر

اور اسے عافیت نصیب فرما کہ وہ ناقابل تلافی ضرب سے بچ جائے جو ہڈی تک پہنچ کر اسے توڑنے والی ہو۔

پھر انہوں نے فال نکالی۔ فال عبداللہ کے نام کی نکلی۔ انہوں نے دس اونٹ اور زیادہ کردیئے اور اونٹوں کی تعداد ستر ہوگئی۔ عبدالمطلب اٹھے اور یہ اشعار پڑھنے لگے۔

یا رب سبعین له قد جمعت
فاذبح الذود التی قد عطلت

اے میرے پروردگار! تیرے لیے ستر اونٹ اکٹھے کردئے گئے ہیں یہ گلہ جو پیش خدمت ہے اس کی قربانی قبول فرما۔

وجست فی قتله و خسیست
واخرج السهم لها اذا بذلت
حتی تکون دیت قد کملت
عن کل مقتول له اذا قبلت

یہ عبداللہ کے قتل کے عوض روک کر یکجا کر دئے گئے ہیں قرعہ کا تیر جب نکلے تو ان پر نکال تاکہ یہ ہر مقتول کی مکمل اور قابل قبول دیت قرار پائے۔

پھر انہوں نے فال نکالی جو عبداللہ کے نام کی نکلی، انہوں نے دس اونٹ زیادہ کردئے اور اونٹوں کی تعداد اسی ہوگئی۔ عبدالمطلب نے اٹھ کر یہ دعائیہ اشعار پڑھنے شروع کئے۔

یا رب الثمانین ورب الاهلال
ورب من یاتیك للاجلال

اے اسی اونٹوں کے مالک اور پہلی رات کے چاند کو نمودار کرنے والے اور اے ہر اس آنے والے کے مالک جو تیرے دربار میں اجلال واکرام کے لیے حاضر ہوتا ہے۔

اجعل فداء ولدی ذود آبال
سوف تری شکری عند الاحلال

اونٹوں کے گلے کو میرے بیٹے کا فدیہ قرار دے۔ میں احرام کے بغیر تیرا ایسا شکریہ ادا کروں گا۔

کشکر من یسعی بغیر انعال
امنن به علی رب الافضال

جس طرح ایک سعی کرنے والا بغیر جوتوں کے سعی کر کے شکر گزاری کرتا ہے اے احسانات کے مالک! مجھ پر یہ احسان فرما۔

انہوں نے پھر فال نکالی۔ فال عبداللہ کے نام کی نکلی انہوں نے دس اونٹ زیادہ کر دئے اور اونٹوں کی تعداد نوے ہو گئی۔ عبدالمطلب اٹھے اور یہ اشعار پڑھے لگے۔

یا رب تسعین ورب المشرع

ورب من یدفع عند المدفع

اے نوے اونٹوں اور راستوں کے مالک! اور اے اس شخص کے مالک جو پانی کے بہاؤ کی جگہ سے لوگوں کو روک دیتا ہے۔

حتی یجیزوا معشرا للمجمع

انج لی عبداللہ عند الاذرع

ونجه من ضربة لا ترجع

یہاں تک کہ لوگوں کے لیے اس کے برخلاف مجتمع ہونے کا جواز پیدا ہو جاتا ہے میرے لیے عبداللہ کو فوری طور پر قتل کئے جانے سے نجات عطا کر۔ اور اٹل ضرب سے اس کی حفاظت فرما۔

پھر انہوں نے فال نکالی جو عبداللہ کے نام کی نکلی، انہوں نے دس اونٹ زیادہ کر دیئے اور اونٹوں کی تعداد سو تک پہنچ گئی عبدالمطلب اٹھے اور یہ دعائیہ اشعار پڑھنے لگے:

اللهم رب مائة لم تقسم

ورب من یهوی بِکل معلم

ورب من اهدی لکُل محرم

قد بلغت مائة لم تقسم

ارغم اعدائی بها لیرغموا

اے اللہ! تو سو اونٹوں کے مجتمع گلہ کا مالک ہے اور تو ہر اس شخص کا مالک ہے جو ہر جادہ و منزل کا مشتاق ہے۔

تو اس کا مالک ہے جو ہر احرام باندھنے والے کے لیے قربانی کے جانور بھیجتا ہے ان اونٹوں کی

مجموعی تعداد سو تک پہنچ چکی ہے ان کی قربانی قبول فرما۔ اور

اس قربانی کے ذریعے میرے دشمنوں کو ذلیل کر دے تاکہ وہ رسوائی سے دوچار ہوں۔

پھر انہوں نے فال نکالی۔ فال اونٹوں پر نکلی قریش اور دیگر حاضرین پکار اٹھے "آپ کا پرور دگار راضی ہو گیا ہے اور اس نے آپ کے فرزند کو نجات دے دی ہے۔"

(۲۲) احمد بن عبدالجبار نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق کا بیان ہے لوگوں نے ذکر کیا کہ عبدالمطلب نے اس موقع پر کہا: خدا کی قسم، ایسا ہرگز نہیں ہوگا جب تک کہ میں تین دفعہ فال نہ نکال لوں۔ انہوں نے عبداللہ اور اونٹوں پر قرعہ اندازی کی اور عبدالمطلب کھڑے ہو کر یہ اشعار پڑھنے لگے:

اللهم انت هديتني لزمزم

ان بني احب من تكلم

اے اللہ! تو نے مجھے زمزم کی راہ دکھائی۔ میرا بیٹا مجھے بہت پیارا ہے کہ زخمی کیا جائے۔

فلا ترينيه العذاه في الدم

فاني حزني يداخل في الاعظم

میں کل صبح اسے اس حال میں نہ دیکھوں کہ وہ خون میں لت پت ہو ایسی صورت میں میرا رنج و غم میری ہڈیوں تک پہنچ جائے گا۔

فاجعل فداه مائة لم تقسم

حتى نفاديه لكُل اعجم

اس کے فدیہ میں سو اونٹوں کے غیر منقسم گلہ کی قربانی قبول فرما۔ تاکہ ہم اس کے بدلہ میں چوپایوں کا فدیہ پیش کریں۔

امنن على ذا الجلال المنعم

واوقع الموت لذودعتم

اے صاحب جلال اور انعام کرنے والے! مجھ پر احسان فرما اور موت کو اونٹوں کے گلہ پر وارد کر جو چراگاہ سے لائے گئے ہیں۔

وثم رب تاجعلن ماتم

تم اصرف الموت اليها يسلم

اے میرے پرور دگار! پھر اس فیصلے کو جاری و نافذ فرما۔ موت کو اونٹوں کی جانب پھیر دے اور عبداللہ کو سلامتی عطا فرما۔

بحولك اللهم عيش خرم

وانت ان سلمته لم يكلم

اے اللہ! زندگی کو ختم کرنے کی قدرت صرف تجھی کو حاصل ہے اگر تو عبداللہ کو سلامتی عطا فرمائے تو وہ زخمی نہیں ہوگا۔

فبلغ العيش به فيعرم

حتى اراه عند كل مقدم

يبين الخبر الهن توسم

اسے لمبی عمر عطا فرما کہ وہ انتہائی بڑھاپے کو پہنچے تاکہ ہر آنے والے وقت میں میں اسے دیکھتا رہوں اور صاحب فراست لوگ اسے دیکھ کر یہ بین خبر معلوم کریں۔

پھر انہوں نے فال نکالی فال اونٹوں پر نکلی پھر انہوں نے یہ عمل دہرایا عبدالمطلب ہبل کے پاس تھے جب قرعہ اندازی شروع ہوئی تو عبدالمطلب نے یہ اشعار پڑھے:

يا رب لا تشمت بى الاعادى

ان بنى ثمرة فوادى

اے میرے پروردگار! تو دشمنوں کو مجھ پر ہنسنے کا موقع نہ دے بلاشبہ میرا بیٹا میرے دل کا ثمرہ ہے۔

فلا تسيل دمه فى الوادى

واجعل فداه اليوم من تلادى

ذود لقاح بدنا اندادى

حتى تكون فدية الاولاد

اس کا خون وادی میں نہ بہے آج اس کے فدیہ میں توانا اونٹوں کے گلہ کو جو قربانی کے لیے میری برادری نے پیش کئے ہیں قبول فرما تاکہ یہی اولاد کا فدیہ قرار پائے۔

ولا ترثنیة الاذواد

ان بنی رب لم یغادی

تو اسے میرے اونٹوں کے گلوں کا وارث نہ بنا کیوں کہ میرے بیٹے نے کبھی فدیہ دے کر چھوٹ جانے کا مطالبہ نہیں کیا۔

لکن یمین قسم الجواد

فقد ترانی رب لم اضادی

لیکن یہ شریفانہ نذر کی ادائیگی ہے۔ اے میرے پروردگار! تو نے دیکھا کہ میں نے نذر کی مخالفت نہیں کی۔

انہوں نے پھر فال نکالی تیر اونٹوں پر نکلا پھر انہوں نے تیسری دفعہ یہی عمل کیا۔ عبدالمطلب کھڑے ہوگئے اور انہوں نے یہ دعائیہ اشعار پڑھے:

یا رب قد اعطیتنی سوالی

اکثرت بعد قلة عیالی

اے میرے پرور دگار! تو نے میری دعا قبول فرماتے ہوئے میرے اہل و عیال میں برکت فرمائی حالانکہ قبل ازیں میں قلیل العیال تھا۔

فاجعل فداہ الیوم جل مالی

معقلات تسحب الاجلال

آج اس کے فدیہ کے طور پر میرے بہترین مال کو قبول فرما یہ خوں بہا تمہاری خاطر اور تمہاری تعظیم کی بنا پر پیش خدمت ہے۔

ولا ترینه بشر حالی

فانه ید خلنی سلالی

تو مجھ کو اس کی وجہ سے بدحالی کا شکار ہونے دے کیوں کہ وہ میری اولاد میں سے ہے۔

بان یکون النحر للھلال
او تصرف الموت فلا ابالی
عن ابنی الاصغر ذاالجلال
انت ولی المنعم الفضال

اگر یہ ہلال جیسا خوب صورت لڑکا قربان ہوگیا تو میں بدحال ہوجاؤں گا تو مجھے بے خوف کردے اور اے رب ذوالجلال! تو میرے چھوٹے بچے کی موت کو اس سے ٹال دے تو کارساز، منعم حقیقی اور مہربان ہے۔

فانعم الیوم لذاك بالی
فانه قد نزل الموالی

آج تو مجھے اپنی نعمتوں سے نواز اور میرے خطرات کو دور کردے کیوں کہ میرے سب رشتہ دار حاضر ہیں۔

کلھم یبکی من السوال
کل فتی ابیض کالھلال

ان میں سے ہر ایک دعا گو ہے اور رو رہا ہے اور ہلال کی مانند خوب صورت سب نوجوان بھی اسی حال میں ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ آمنہ نے شعر پڑھا:

یا رب بارك فی الغلام الازھر
فی الھاشمی والکریم العنصر

اے میرے پروردگار! اس خوب صورت اور روشن چہرے والے نوجوان کو برکت عطا فرما جو ہاشمی اور کریم النسب ہے۔

تیسری دفعہ بھی فال اونٹوں ہی پر نکلی۔ چنانچہ اونٹ ذبح کردئے گئے اور انہیں چھوڑ دیا گیا اور ان کا گوشت لے جانے سے کسی کو بھی نہ روکا گیا۔

باب۔ ۳

عبداللہ بن عبدالمطلب کی شادی

(۲۳) احمد بن عبدالجبار نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی یہ روایت نقل کی۔ابن اسحاق نے کہا: لوگوں کا گمان ہے کہ پھر عبدالمطلب نے عبداللہ کا ہاتھ پکڑا اور اسے لے کر بنی اسد بن عبدالعزی بن قصی کی ایک عورت کے قریب سے گزرے وہ عورت کعبہ کے پاس تھی جب اس نے عبداللہ کے چہرے کو دیکھا تو کہا۔

اے عبداللہ! تم کہاں جارہے ہو؟

عبداللہ نے جواب دیا:

میں اپنے باپ کے ہمراہ جارہا ہوں۔

اس عورت نے کہا:

میں تمہیں اتنے ہی اونٹ دوں گی جتنے تمہارے فدیے میں ذبح کئے گئے ہیں بشرطیکہ تم میرے ساتھ اس وقت اختلاط کرو۔"

عبداللہ نے کہا:

اس وقت میرا باپ ساتھ ہے میں ان سے جدا نہیں ہوسکتا اور نہ ان کے خلاف کرسکتا ہوں اور نہ ہی میرا ارادہ ہے کہ میں کسی بات میں ان کی نافرمانی کا ارتکاب کروں۔

عبدالمطلب عبداللہ کو لے کر چلے گئے یہاں تک کہ وہب بن عبد مناف بن زہرہ کے پاس آئے۔ وہب ان دنوں نسب و شرافت کے اعتبار سے بنی زہرہ کے سردار تھے عبدالمطلب نے عبداللہ کی شادی وہب بن عبد مناف بن زہرہ کی صاحب زادی سیدہ آمنہ سے کردی وہ نسب اور مرتبے کے لحاظ سے قریش کی افضل ترین لڑکی تھی آمنہ کی ماں کا نام برہ بنت عبدالعزی بن عثمان بن عبداللہ بن قصی ہے۔

برہ کی والدہ ام حبیب بنت اسد بن عبدالعزی بن قصی ہے اور ام حبیب کی والدہ کا نام برہ بنت عوف بن عبید بن (عویج بن عدی بن) کعب بن لوی ہے۔

(۲۴) ابن اسحاق کا بیان ہے: لوگ ذکر کرتے ہیں کہ جناب عبداللہ نے سیدہ آمنہ کو مکان مہیا کیا اور دونوں نے ازدواجی زندگی کا آغاز کیا۔ اختلاط زناشوئی کے دوران میں بی بی آمنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حمل رہ گیا۔

عبداللہ وہاں سے باہر نکلے اور بنی اسد کی اس عورت کے پاس آئے جس نے انہیں مذکورہ بالا بات کہی تھی وہ عورت ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزی کی بہن تھی اور اپنی قیام گاہ میں تھی عبداللہ اس کے ہاں بیٹھ گئے اور کہا "کیا وجہ ہے کہ آج تمہارا میری طرف اس طرح رجحان نہیں ہے جیسا کہ کل تھا؟"

اس نے کہا:

"تم میں جو نور تھا وہ تم سے جدا ہو چکا ہے آج مجھے تمہاری حاجت نہیں۔"

(۲۵) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی یہ روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: لوگ ذکر کرتے ہیں کہ اس عورت نے اپنے بھائی ورقہ بن نوفل سے (جو عیسائی ہو گیا تھا اور کتابوں کا ماہر تھا) یہ سن رکھا تھا کہ اس امت میں بنی اسماعیل میں سے اک بنی برپا ہوگا اس عورت نے جس کا نام ام قبال بنت نوفل بن اسد تھا اس بارے میں یہ اشعار کہے:

الان وقد ضيعت ما كنت قادرا

عليه وفارقك الذى كان جابكا

تم اب آئے ہو حالانکہ جو تمہارے پاس تھا تم نے اس کو ضائع کر دیا ہے تمہیں اس پر قدرت حاصل نہ تھی وہ تم سے جدا ہو چکا ہے۔

غدوت على حافلا قد بذلته

هناك لغيرى فالحقن بشانكا

تم میرے پاس صبح بھرے ہوئے آئے تھے لیکن تم نے اسے وہاں دوسرے کے سپرد کر دیا ہے اب تم اپنے حالات کے خود ذمہ دار ہو۔

ولا تحسبنی الیوم جلوا ولیتنی

اصبت حبیبا منك یا عبد دار کا

آج تم مجھے اپنی محبوبہ نہ سمجھو۔ اے عبداللہ! کاش تم میرے حبیب ہوتے۔

ولکن ذاکم صارفی آل زهره

به یدعم الله البریه ناسکا

لیکن وہ تو آل زہرہ میں چلا گیا جس کے ذریعے اللہ تعالی لوگوں کو عبادت گزاری کا راستہ بتلائے گا۔

عبداللہ نے مندرجہ ذیل اشعار میں اس کا جواب دیا:

تقولین قولا لست اعلم الذی

یکون وما هو کائن قبل ذلك

تو ایسی بات کہہ رہی ہے جسے میں قبل ازیں نہیں جانتا تھا کہ وہ کیا تھی اور کیا ہو گئی ہے؟

وان کنت ضیعت الذی کان بیننا

من العهد والمیثاق فی ظل دارك

کیا میں نے کسی ایسے عہد و پیمان کو توڑا ہے جو میں نے تیرے گھر کے پاس تجھ سے باندھا تھا۔

فمثلك قد اصیبت عن کل حلة

ومثلی لایستام عند الفوارك

تم جیسی عورتیں تو ہر قوم اور ہر حالت میں مصیبت زدہ ہی رہتی ہیں اور میں ایسا ہوں کہ بغض رکھنے والی عورتوں سے جھگڑا نہیں کیا کرتا۔

ام قبال نے عبداللہ کے بارے میں مندرجہ ذیل اشعار بھی کہے:

علیك بآل زهرة حیث کانوا وامنة التی حملت غلاما

(تجھے چاہیئے کہ آل زہرہ جہاں بھی ہوں ان کے ساتھ لازم رہو اور سیدہ آمنہ جسے لڑکے کا حمل رہ گیا ہے اس کی رفاقت اختیار کرو۔)

یری للمهدی حین یری علیه ونور قد تقدمه اماما

(اس لڑکے کے آگے جو نور دیکھا جائے گا وہ نورِ ہدایت ہوگا۔)

فیمنع کل محصنة حرید اذا ما کان مرتدیا حساما

(وہ اپنی قوم سے علیحدہ ہو جائے گا اور تلواروں سے مسلح ہو کر پرہیزگار خواتین کی پاسداری کرے گا۔)

وتحقرہ الشمال وبان منہا ریاح الجداب تحسبہ قتاما

(بدقماش لوگ اس کو حقیر سمجھیں گے اور ان کی طرف سے الزام تراشی کے جھگڑے چلیں گے جو در حقیقت لڑائی کے غبار ہوں گے۔)

فانجبہ ابن ہاشم غیر شك وادتہ کریمتہ ہماما

(بلاشبہ وہ بنی ہاشم میں سب سے نجیب ہوگا اور اس کی سیدہ والدہ اسے بہادر سردار جنے گی۔)

فکُل الخلق یرجوہ جمیعا یسود الناس مہتدیا اماما

(پوری مخلوقات اس کے در کی امیدوار ہوگی وہ لوگوں کا سردار اور امام ہوگا اور انہیں ہدایت دے گا۔)

براہ اللہ من نور مصفی فاذہب نورہ عن الظلاما

(اللہ تعالیٰ صاف اور پاکیزہ نور سے اسے روشنی عطا کرے گا اور اس کی یہ روشنی ہماری ظلمتوں کو دور کردے گی۔)

وذالك صنع ربك اذ حباہ اذا ما سار یوما او اقاما

(یہ تیرے رب کا احسان ہے کہ وہ یہ بے بدل عطیہ دے گا اور جب وہ کسی دن سفر کرے گا یا اقامت پذیر ہوگا۔)

فیہدی اہل مکہ بعد کفر ویفرض بعد ذلکم الصیاما

(تو وہ اہل مکہ کو کفر کے بعد ہدایت نصیب کرے گا اور بعد ازاں روزے فرض کرے گا۔)

سید عبدالمطلب نے یہ اشعار کہے:

دعوت ربی مخفیا وجہرا
اعلنت قولی وحمدت الصبرا

میں نے اپنے رب کو چپکے چپکے بھی پکارا اور اس سے علانیہ بھی دعا مانگی میں نے اپنی بات کو بر ملا بیان کیا اور اللہ تعالیٰ کی تعریف کی۔

یا رب لا تنحر بنی نحرا
وفاده بالمال شفعا ووترا

اے میرے پروردگار! میرے بیٹے کو ذبح سے بچا اور اس کی قربانی کے عوض جفت وطاق مال کی صورت میں اس کا فدیہ قبول فرما۔

اعطيك من كل سوام عشرا
او مائة دهما وكمتا وحمرا

میں اس کے عوض چرنے والے دس یا سو اونٹ دینے کو تیار ہوں جو خاکی اور سیاہ اور سرخ وسفید آمیختہ رنگوں والے ہیں۔

معروفة اعلامها وصحرا
لله من مالی وفاء ونذرا

ان اونٹوں کے نشانات معروف ہیں میں یہ اونٹ اپنے مال میں سے اللہ کی خوشنودی کی خاطر نذر پوری کرنے کے لیے دیتا ہوں۔

عفوا ولم تشمت عيونا خزرا
بالواضح الوجه المزين عذرا

میں تیرے احسان کا طلب گار ہوں تو اس روشن اور مزین چہرے والے کو گوشہ چشم سے دیکھنے والی آنکھوں کو ہنسنے کا موقع نہ دے۔

فالحمد لله الاجل شكرا
اعطانی البيض بنی زهرا

تعریف بزرگ وبر تر خدا ہی کے لیے ہے اور میں اس کا شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے بنی زہرہ کی سفید چہرہ والی خاتون بطور بہو عطا فرمائی۔

ثم کنانی فی الامور امرا

قد کان اشجانی وهد الظهرا

وہ اہم ترین معاملہ جس نے مجھے غمگین کر دیا تھا اور میری کمر توڑ دی تھی اس میں میری طرف اللہ ہی کافی ہو گیا۔

فلست والبیت المغطی سترا

واللات والرکن المحاذی حجرا

اس گھر کی قسم جو غلاف میں مستور ہے اور لات اور رکن حجراسود کی قسم۔

منك لانعمك الهی کفرا

مادمت حیا وازور القبرا

اے بار الٰہا! میں کبھی تیرے انعامات و احسانات کی ناشکری نہیں کروں گا جب تک کہ میں زندہ ہوں اور اپنی قبر کی زیارت کرنے تک اس عہد پر قائم رہوں گا۔

(۲۶) احمد نے یونس بن بکیر کی وساطت سے ابن اسحاق کی یہ روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا میرے والد اسحاق بن یسار نے یہ روایت بیان کی کہ آمنہ بنت وہب بن عبد مناف کے ساتھ ایک عورت تھی۔ عبداللہ بن عبدالمطلب اس عورت کے پاس سے گزرے، اس وقت عبداللہ پر مٹی گارے کے اثرات تھے۔ عبداللہ نے اس عورت کو بلایا لیکن وہ آمادہ نہ ہوئی کیونکہ اس نے عبداللہ کے جسم پر مٹی کے نشانات دیکھے تھے۔ عبداللہ نے جا کر غسل کیا اور آمنہ کے پاس جانے کا ارادہ کیا۔ وہ دوسری عورت جسے قبل ازیں عبداللہ نے بلایا تھا، اس نے اب عبداللہ کو دعوت دی لیکن عبداللہ نے اس کے پہلے طرز عمل کی وجہ سے انکار کر دیا اور سیدہ آمنہ کے پاس چلے گئے اور ان سے اختلاط کیا۔ پھر باہر آئے اور اس دوسری عورت کو بلایا۔ لیکن اس نے کہا: "اب مجھے تمہاری حاجت نہیں ہے جس وقت تم میرے پاس سے گزرے تھے تو اس وقت تمہاری آنکھوں کے درمیان ایک نور تھا میں نے چاہا کہ اس نور کو حاصل کر لوں لیکن جب تم آمنہ کے پاس چلے گئے تو وہ نور آمنہ تم سے لے گئی۔"

(۲۷) احمد نے یونس بن بکیر کی وساطت سے محمد ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ محمد بن اسحاق نے کہا: مروی ہے کہ وہ عورت یہ کہتی تھی:

"جب عبداللہ میرے پاس سے گزرے تو ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان پہلی رات کے چاند جیسا نور تھا، میں نے عبداللہ کو اس امید پر دعوت دی تھی کہ وہ نور میں حاصل کرلوں۔ لیکن وہ آمنہ کے پاس چلے گئے اور اس سے اختلاط کیا۔ چنانچہ سیدہ آمنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حمل رہ گیا۔"

(۲۸) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ آمنہ بنت وہب کا بیان ہے کہ جب اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حمل رہ گیا تو اسے خواب میں کہا گیا کہ تمہارے پیٹ میں امت کا سردار ہے جب وہ پیدا ہو تو یہ اشعار پڑھنا:

اعیذہ بالواحد
من شر کل حاسد
فی کل برعاهد
و کل عبد رائد
نزول غیر زائد
فانہ عبدالحمید الماجد
حتی اراہ قداتی المشاهد

میں اسے اللہ واحد کی پناہ میں دیتی ہوں کہ وہ اسے ہر حاسد کے شر سے محفوظ رکھے جو ہر بھلائی کی کوشش کرنے والے اور عبادت گزاری میں سبقت لے جانے والے کے ساتھ حسد کرتا ہے۔ دنیا میں اس کی تشریف آوری ضروری ہے کیوں کہ وہ نہایت قابل تعریف اور بڑی شان والے خدا کا بندہ ہے۔ یہاں تک کہ میں اسے لوگوں کے اجتماعات کے مقامات پر آتے ہوئے دیکھوں۔

اس کی نشانی یہ ہے کہ اس کے ساتھ ایسا نور برآمد ہوگا جس سے سرزمین شام میں بصری کے محلات جگمگا اٹھیں گے۔ جب وہ پیدا ہو تو اس کا نام محمد رکھنا۔ تورات میں اس کا نام احمد ہے۔ اہل ارض وسماء اس کی تعریف کے گن گائیں گے۔ انجیل میں بھی اس کا اسم گرامی احمد ہے۔ آسمان والے اور زمین والے اس کی تعریف کریں گے۔ فرقان میں اس کا نام محمد ہے۔ اسے اسی نام سے موسوم کرنا۔ جب آپؐ پیدا ہوئے تو آپ کی دایہ کی معرفت سید عبدالمطلب کو اطلاع دی گئی کیوں کہ آپؐ کے والد عبداللہ کا انتقال

ہوگیا تھا جب کہ آپؐ ابھی بطن مادر ہی میں تھے۔ کسی روایت میں یہ بھی ہے کہ جناب عبداللہ کا انتقال اس وقت ہوا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھائیس ماہ کے تھے۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ کون سی روایت معتبر ہے۔ سیدہ آمنہ نے سید عبدالمطلب کو کہلا بھیجا: ”آپ کے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے، تشریف لائیے اور اسے دیکھئے۔“ جب عبدالمطلب تشریف لائے تو سیدہ آمنہ نے انہیں وہ خواب بتلایا جو اس نے استقرار حمل کے وقت دیکھا تھا اور وہ سب ماجرا سنایا جو کچھ اسے بچے کا نام وغیرہ رکھنے کے بارے میں کہا گیا تھا۔ سید عبدالمطلب نے آپؐ کو اٹھالیا اور کعبہ کے اندر ہبل کے پاس لے گئے۔ وہ اللہ سے دعا کرتے اور اللہ کی اس عطا پر اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کھڑے رہے اور انہوں نے یہ اشعار پڑھے۔

الحمد لله الذی اعطانی

هذا الغلام الطیب الاردان

تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے مجھے سرخی مائل گورے رنگ کا یہ پاکیزہ لڑکا عطا فرمایا۔

قد ساد فی المهد علی الغلمان

اعیذه بالله ذی الارکان

یہ بچپن ہی میں لڑکوں کا سردار ہے، میں اسے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں جو اس مستحکم کناروں والے گھر کا مالک ہے۔

حتی یکون بلغة الفتیان

حتی اراه بالغ البنان

یہاں تک کہ وہ بھرپور جوانی کو پہنچ جائے اور میں دیکھوں کہ اس کے جوڑ بند مضبوط ہو چکے ہیں۔

اعیذه من کل ذی شنأن

من حاسد مضطرب العنان

میں اسے ہر دشمن کی دشمنی سے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں اور ٹھوکریں کھانے والے اندھے اور بوڑھے۔

ذی همة لیس له عینان

حتی اراه رافع اللسان

حاسد کے حسد سے اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں یہاں تک کہ میں اسے خطیب اور زبان آور دیکھوں۔

انت الذی سمیت فی الفرقان
فی کتب ثابتة العثانی
احمد مکتوبا علی اللسان

تو وہ ہے کہ جس کا نام فرقان میں اور دوسری دو آسمانی کتب میں احمد رکھا گیا ہے جو زبان زد خلائق ہے۔

جب عبدالمطلب عبداللہ کے معاملے سے فارغ ہوگئے اور عبداللہ کی قربانی کے بارے میں جو تشویش اور پریشانی انہیں لاحق ہوئی تھی وہ جاتی رہی تو اس وقت انہوں نے یہ اشعار کہے:

دعوة ربی دعوة المناصح
دعوة مبتاع رضاہ رابح

میں نے اللہ تعالی کے حضور مخلصانہ رجوع کرتے ہوئے دعا مانگی جس کے ذریعے میں نے اللہ کی نفع بخش خوشنودی تلاش کی۔

فاللہ عند قسمة المنائح
اعطی علی الشح من المشاجح

اللہ تعالی نے انعامات وعطیات تقسیم کیے اور جھگڑا کرنے والوں کے لالچ کے باوجود زمزم عطا کیا

زمزم لا یمتاحها المماتح
الا الدلاء الزبد السوافح

جس سے چلو بھر پانی حاصل کرنے کی درخواست نہیں کی جاتی بلکہ زمزم جوش مار کر نکلتا ہے اور پانی حاصل کرنے والے اس سے ڈول بھر بھر کر لے جاتے ہیں۔

کم من حجیج مغتد ورائح
جادبها من بعد لوح اللائح

صبح وشام آنے والے کتنے حجاج ہیں جو اس سے اپنی پیاس بجھاتے ہیں اور سیراب ہوتے ہیں۔

سقیا علی رغم العداو الماشح

بعد کنوز الحلی والصفائح

سخت ترین دشمنوں کی دشمنی کے باوجود یہ چشمہ جاری ہوا اور اس سے قبل سونے کے خزانے اور تلواریں برآمد ہوئیں۔

حلی لبیت اللّٰہ ذی المسارح

بیت علیہ النور کالمصابح

یہ زیورات بیت اللہ پر چڑھائے گئے جس کے صحن میں روشنیں ہیں اور یہ ایسا گھر ہے جو چراغوں کی روشنی سے جگمگاتا ہے۔

بنیان ابراھیم ذی المسابح

بناہ بالرفق وحلم راجح

یہ گھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تعمیر کردہ ہے جو اللہ کی پاکی بیان کرنے والے اور نہایت شفیق اور بردبار تھے۔

بین الجبال الصم والصرادح

فھو مثاب لذوی الطلائح

ابراہیم علیہ السلام نے اس گھر کو سنسان پہاڑوں اور ہموار جگہ کے درمیان تعمیر کیا اور یہ دور دراز کا سفر طے کر کے تھکی ہوئی اونٹنیوں پر سوار ہو کر آنے والوں کے لیے عبادت کا مرکز ہے۔

ینتابہ من کل فج نازح

مشتبہ الاعلام والصحاصح

جس کی طرف غیر معروف لیکن پاکیزہ اطوار اور قابل اعتماد لوگ دشوار گزار گھاٹیوں سے گزر کر پے در پے اور نوبت بہ نوبت آتے ہیں۔

عبدالمطلب نے یہ اشعار بھی کہے:

الحمد للخالق لا العباد

لما رای جدی واجتھادی

تعریف کے سزاوار بندے نہیں ہیں بلکہ سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے مجھے تشویش کی حالت میں صحیح رائے کا تلاش کرنے والا پایا اور میری رہنمائی فرمائی۔

وانني موفيه بالميعاد

والعهدان العهد ذو معاد

بے شک میں اپنے عہد و پیمان کو پورا کرنے والا ہوں در حقیقت عہد کے بارے میں جواب دہی ہوگی۔

فرج عني كربة الفواد

ونال مني فدية المغادى

اللہ تعالیٰ نے میرے دل کے غم والم کو دور کر دیا اور میرے بیٹے کا فدیہ قبول فرمالیا۔

فاديت عبدالله من تلادى

ان البنين فلذ الاكباد

میں نے عبداللہ کا فدیہ اپنے مال سے عطا کیا۔ بے شک بیٹے جگر کے قیمتی ٹکڑے ہوتے ہیں۔

ثماره كالقرع للفواد

ادم وحمر كلها تلاد

بیٹے کی اولاد باعث طمانیت قلب ہے میرے ہاں گندم گوں اور سرخ رنگ والے سبھی ہیں۔

قلت للحباس لها ذواد

هل منكم من صيت ينادى

شریف النسل اونٹوں کا گلہ موجود ہے۔ میں نے کہا: کیا تم میں سے کوئی بلند آواز والا ہے جو یہ ندا دے کہ

الابل نهب بين اهل الوادى

فتركوها وهى فى عصواد

اہل وادی نے اونٹوں کو غارت گری اور لوٹ مار کا مال بنالیا ہے اور یہ بڑی بداخلاقی ہے پس انہوں نے اونٹوں کو چھوڑ دیا۔

یرکبها بالالة الحداد

کانها رهو من المزاد

ان پر سوار ہونے کے لیے تیز ہتھیار درکار ہوتے ہیں اور پانی رکھنے کے لیے اس قدر تھیلے ان پر ہیں گویا کہ وہ پانی کی نہریں ہیں۔

یروی بها ذو اجعل صیاد

وراح عبد الله فی الابراد

رسیوں والا شکاری ان کو پکڑ کر لاتا ہے اور عبداللہ قیمتی لباس میں ملبوس خوش وخرم ہے۔

یغیظ اعدائی من الحساد

نجیته من کرب شداد

میرے حاسد دشمن غیظ وغضب میں ہیں کہ میں نے عبداللہ کو سخت تکلیف سے بچالیا ہے۔

عبدالمطلب نے یہ اشعار بھی کہے۔

الحمد الله علی ما انعما

اعطی علی رغم العدو زمزما

تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے نعمتیں عطا کیں اور دشمنوں کی دشمنی کے باوجود زمزم کی نعمت سے نوازا۔

تراث قوم لم یکن مهدما

والحاسدون یخرقون الا دما

یہ ایک زندہ قوم کی میراث ہے لیکن حاسد بے وقوف ہیں۔

ولم یکن حافرها لیندما

اصاب فیها حلیة فتسلما

اس کنویں کو برآمد کرنے والا پشیمان نہیں ہوگا۔ اسے کنویں میں سے زیورات ملے جنہیں اس نے قبول کیا۔

لله ما اجری علیه الا سهما
واللہ اوفی نذرہ اذا قسما

اللہ ہی کے لیے وہ چیز جس پر اس نے تیر نکالے۔ بخدا! میں نے جو نذر مانی ہے وہ پوری کروں گا۔

اعطی بنین عصبة وخدما
ولست واللہ ارید ماثما

اللہ نے مجھے لڑکوں اور خدمت گاروں کی ایک جماعت عطا کی اور میرا کوئی ارادہ نہیں کہ میں اللہ کی نافرمانی کروں اور

فی النذر او اهریق لله دما
منهم وقد اوفیتهم فتمما

اللہ کے لیے نذر پوری نہ کر کے یا ان میں سے ایک لڑکے کا خون نہ بہا کر گناہ کا ارتکاب کروں حالانکہ میری منت کے مطابق میرے بیٹے پورے ہیں۔

من بعد ما کنت وحیدا ایما
یرانی الاعداء قرنا اعصما
اعضب او ذا ارتیاب اعسما

اس سے قبل میں غیر شادی شدہ اور اکیلا تھا اور دشمن مجھے اپنا مد مقابل ایسا سردار سمجھتے تھے جس کے بھائی بند نہ ہوں یا قلیل ہوں اور وہ بے چین ہو۔

عبدالمطلب نے یہ اشعار بھی کہے:

دعوت ربی دعوة المغلوب
ونعم مدعی السائل المکروب

میں مغلوب ہو چکا ہوں اور اس حالت میں میں نے اپنے پروردگار کو پکارا۔ ایک درماندہ سائل کی پکار کس قدر مقبول ہوتی ہے۔

فالحمد للمستمع المجیب
اعطی علی رغم ذوی الذنوب

الى والشحناء والعيوب

زمزم ذات الموضع العجيب

سب تعریفیں اس ذات کے لیے ہیں جو دعاؤں کو سننے والی اور قبول کرنے والی ہے جس نے بدکرداروں اور کینہ توز دشمنوں کی عداوت کے باوجود مجھے عجیب وغریب جگہ سے چاہ زمزم عطا فرمایا۔

بين سواد الصنم المنصوب

وبين بيت الله ذى الحجوب

وتحت فرث النعم المغصوب

جو نصب شدہ بتوں اور غلاف میں مستور بیت اللہ کے درمیان غصب شدہ چوپایوں کے گوبر کے تحت اٹا ہوا تھا۔

رسولؐ اللہ کی ولادت باسعادت

(۲۹) احمد بن عبدالجبار نے یونس بن بکیر کی وساطت سے ابن اسحاق کی یہ روایت نقل کی ہے۔
ابن اسحاق نے کہا: مطلب بن عبداللہ بن قیس نے اپنے والد اور دادا قیس بن مخرمہ سے روایت کی۔ قیس نے کہا: میری اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت عام الفیل میں ہوئی۔ ہم دونوں ہم عمر ہیں۔

(۳۰) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی یہ روایت نقل کی۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ حرب فجار جو عکاظ کے مقام پر لڑی گئی اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر بیس سال کی تھی۔

(۳۱) ابن اسحاق نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے آپؐ کی والدہ کی گود بھری ہوئی تو آپؐ کے لیے دایہ تلاش کی گئی۔ چنانچہ آپؐ کو دودھ پلانے کے لیے حلیمہ بنت ابی ذؤیب کو مقرر کیا گیا۔ ابو ذؤیب کا نام عبداللہ بن حارث بن شجنہ بن جابر بن رزام بن ناصرہ بن فصیہ بن نصر بن سعد بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس بن عیلان بن مضر ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی باپ کا نام جن کی بیوی کا دودھ آپ نے نوش جان فرمایا حارث بن عبدالعزی بن رفاعہ بن ملان بن ناصرہ بن فصیہ بن نصر بن سعد بن بکر بن ہوازن ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی بہنوں کے نام یہ ہیں:

عبداللہ بن حارث، انیسہ بنت حارث اور حذافہ بنت حارث جن کا لقب شیما تھا اور وہ اپنی قوم میں اپنے اصلی نام کی بہ نسبت اسی لقب سے زیادہ مشہور تھیں۔ یہ سب بچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی ماں حلیمہ کے بطن سے تھے۔ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس رہتے تو شیماء اپنی والدہ کے ساتھ مل کر آپؐ کو کھلایا کرتی تھیں اور آپؐ کی دیکھ بھال کرتی تھیں۔

(۳۲) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی یہ روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا:

حدیث بیان کی مجھ سے جہم بن ابی جہم نے جو حارث بن حاطب کے ہاں بنی تمیم کی ایک عورت کا مولیٰ تھا اور اسی وجہ سے جہم کو حارث بن حاطب کا مولی بھی کہتے ہیں۔ جہم نے کہا: مجھ سے ایسے شخص نے بیان کیا جس نے عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب کو کہتے سنا تھا کہ حلیمہ بنت حارث (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی ماں) بیان کرتی ہیں: میں بنی سعد بن بکر کی کچھ عورتوں کے ہمراہ دودھ پینے والے بچوں کی تلاش میں مکہ آئی۔ ہمارے ہاں قحط سالی تھی اور گھاس کا پتہ تک نہ تھا۔ میں ایک سبزی مائل سفید رنگ کی گدھی پر نکلی جو سفر کی تکان سے لاغر ہوگئی۔ میرے ساتھ شیر خوار بچہ اور ایک بوڑھی اونٹنی تھی۔ بخدا بچے کی بھوک کے باعث ہم بھی نہ سو سکتے تھے کیوں کہ میری چھاتیوں میں اتنا دودھ نہ تھا کہ بچے کے لیے کافی ہو اور ہماری اونٹنی بھی ذرا دودھ نہ دیتی تھی کہ بچے کی خوراک کے کام آئے۔ اس حال میں ہم مکہ پہنچے۔ ہم میں سے کوئی عورت ایسی نہ تھی جس کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش نہ کیا گیا ہو۔ لیکن جب یہ کہا جاتا کہ آپؐ یتیم ہیں تو کوئی عورت بھی آں حضرتؐ کو لینے پر راضی نہ ہوتی۔ کیوں کہ ہم لوگ کہتے تھے کہ بچے کی ماں سے حسن سلوک کی کیا امید ہو سکتی ہے۔ اگر بچے کا باپ ہوتا تو اس سے نیک سلوک کی توقع کی جاسکتی تھی۔ میرے ساتھ آئی ہوئی سب عورتوں نے دوسرے بچے لے لیے اور مجھے کوئی بچہ نہ ملا، میں نے اپنے شوہر حارث بن عبدالعزیٰ سے کہا:

”خدا کی قسم، میں یہ بات پسند نہیں کرتی کہ کسی شیر خوار بچے کو لیے بغیر اپنے ساتھ والیوں کے ہمراہ خالی ہاتھ واپس جاؤں۔ میں اس یتیم بچے کو لے لیتی ہوں۔“

میرے شوہر نے کہا: ”اگر تو ایسا کرے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔“

چنانچہ میں گئی اور صرف اس لیے اس بچے کو لے لیا کہ مجھے آپؐ کے سوا اور کوئی بچہ نہ ملا اور آپؐ کو بھی میرے سوا کوئی عورت لینے پر رضامند نہ ہوئی۔

آپؐ کو لے کر میں اپنی اقامت گاہ پر گئی اور اس بچے کے منہ میں حسب خواہش اپنی چھاتی دی تو اتنا دودھ اترا کہ وہ بھی سیر ہوگیا اور اس کے دودھ شریک بھائی نے بھی خوب پیٹ بھر کر پیا۔ پھر میرا شوہر بوڑھی اونٹنی کی طرف متوجہ ہوا تو کیا دیکھتا ہے کہ وہ دودھ سے بھری ہوئی ہے۔ اس نے اتنا دودھ دیا کہ میرے شوہر نے بھی پیا اور میں نے بھی۔ اور ہم دونوں اچھی طرح سیر ہوگئے۔ اور ہم نے رات بڑے آرام سے گزاری۔ میرے شوہر نے مجھ سے کہا: ”اے حلیمہ۔ بخدا! تو نے بڑا ہی مبارک بچہ حاصل کیا ہے۔ کیا

تو نہیں دیکھتی کہ اس بچے کو حاصل کر کے ہم نے کس قدر خیریت کے ساتھ رات گزاری ہے۔" اللہ تعالی ہمارے لیے خیر و برکت میں اضافہ کرتا گیا یہاں تک کہ ہم نے اپنے علاقے کی طرف واپسی کے لیے رخت سفر باندھا۔ خدا کی قسم، واپسی کا سفر ہماری گدھی نے اس طرح طے کیا کہ قافلے کے سارے گدھوں کو اس نے پیچھے چھوڑ دیا اور کوئی بھی اس کا مقابلہ نہ کر سکا۔ اس پر میری ساتھی عورتیں کہنے لگیں:

اے بنت ابی ذؤیب! کیا یہ تیری وہی گدھی ہے جس پر تو ہمارے ساتھ آئی تھی؟"

میں نے کہا: "ہاں، یہ وہی ہے۔"

وہ بولیں: "واللہ اس کی شان ہی کچھ اور ہے۔"

اس طرح ہم بنی سعد کے علاقہ میں واپس پہنچ گئے۔ میرے علم کی حد تک اللہ عزوجل کی زمین پر اس وقت کوئی خطہ ایسا نہ تھا جو اتنا اجاڑ ہو جتنا ہمارا علاقہ تھا۔ لیکن میری بکریاں جہاں جاتیں پیٹ بھر کر چارہ کھاتیں اور شام کو واپس آتیں تو دودھ سے بھرپور ہوتیں۔ ہم حسب خواہش دودھ دوہتے اور ہمارے قرب و جوار میں دوسرے لوگوں میں سے کسی کی بکری کے تھنوں میں دودھ کا قطرہ تک نہ ہوتا تھا اور ان کے ریوڑ بھوکے واپس آتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ لوگ اپنے چرواہوں سے کہنے لگے:

اے کم بختو! ابو ذؤیب کا ریوڑ جہاں چرتا ہے تم بھی اس کے ساتھ ریوڑ چرایا کرو۔"

چنانچہ انہوں نے بھی اپنے ریوڑ میرے ریوڑ کے ساتھ رکھنا شروع کر دیئے۔ لیکن ان کے ریوڑ بھوکے واپس آتے، ان کی بکریوں کے تھنوں میں دودھ کا قطرہ تک نہ ہوتا اور ہماری بکریاں دودھ سے بھری ہوئی اور سیر ہو کر واپس آتیں اور ہم حسب منشا دودھ دوہتے۔ اس طرح ہمیں اللہ عزوجل برکتوں سے نوازتا رہا اور ہم ان برکات کا مشاہدہ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ بچہ دو سال کی عمر کو پہنچ گیا اور سارے قبیلے کے بچوں سے زیادہ تندرست ہو گیا۔ واللہ اس بچے کی عمر دو سال بھی نہ ہوئی تھی کہ وہ خوب توانا ہو چکا تھا ہم اسے لے کر اس کی ماں کے پاس گئے۔ چونکہ ہم اس کی برکات کا مشاہدہ کر چکے تھے اس لیے ہمارا جی چاہتا تھا کہ وہ کچھ مدت اور ہمارے پاس رہے۔ جب اس کی ماں نے اسے دیکھا تو میں نے اس کی ماں سے کہا:

"بی بی! اس بیٹے کو ابھی ہمارے پاس ایک سال اور رہنے دو، ہمیں اندیشہ ہے کہ مکہ کی خراب آب و ہوا اس کی صحت پر برا اثر نہ ڈالے۔"

ہم نے اس قدر اصرار کیا کہ وہ اسے پھر ہمارے ساتھ بھیجنے پر راضی ہو گئیں۔ واپس آکر ہم ابھی دو تین مہینے ہی رہے تھے کہ ایک روز ہم اپنے گھروں کے پیچھے کی طرف تھے او روہ بچہ اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ ہماری بکریوں کے بچوں کے پاس تھا، اتنے میں اس کا بھائی دوڑتا ہوا آیا اور اس نے کہا:

میرے اس قریشی بھائی کے پاس دو آدمی آئے جو سفید کپڑوں میں ملبوس تھے انہوں نے اسے لٹاکر اس کا پیٹ چاک کر دیا۔"

میں اور میرا شوہر دونوں بھاگتے ہوئے گئے تو دیکھا کہ وہ بچہ کھڑا ہے اور گھبراہٹ کی وجہ سے اس کا رنگ متغیر ہو چکا ہے۔ اس کے باپ نے اسے جلدی سے اٹھالیا اور پوچھا:

"بیٹا تمہارا کیا حال ہے؟"

اس بچے نے کہا:

"میرے پاس دو سفید پوش آدمی آئے انہوں نے مجھے لٹاکر میرا پیٹ چاک کیا اور اس میں سے کوئی چیز نکال کر پھینک دی اور پیٹ کو پھر ویسا ہی کر دیا جیسا وہ تھا۔"

حلیمہ کا بیان ہے کہ ہم اسے اپنے ساتھ واپس گھر لے آئے۔ اس کے باپ نے کہا: "اے حلیمہ! مجھے ڈر ہے کہ میرے اس بچے کو کچھ ہو نہ جائے۔ بہتر یہ ہے کہ اس کی مخدوش حالت کے اظہار سے قبل ہم اسے اس کے گھر والوں کو واپس کر دیں۔" چنانچہ اسے اٹھا کر ہم اس کی والدہ کے پاس لے آئے۔ اس کی والدہ نے اسے سابقہ حالت کے مطابق پایا اور دریافت کیا کہ تم اسے واپس کیوں لے آئے ہو؟ حالانکہ تم تو اسے اپنے پاس رکھنے کے بہت آرزو مند تھے۔ ہم نے کہا: "بخدا کوئی بات نہیں ہے۔ اس سلسلے میں ہماری جو ذمہ داری تھی وہ ہم نے اللہ عزوجل کی توفیق سے پوری کر دی ہے۔ ہمیں ڈر ہے کہ کوئی نقصان نہ ہو جائے یا کوئی حادثہ پیش نہ آجائے، اس لیے ہم اس بچے کو واپس لے آئے ہیں۔" اس کی والدہ نے کہا: "اصل بات کیا ہے؟ ٹھیک ٹھیک بتاؤ۔" اس کی والدہ کے اصرار پر ہم نے سارا ماجرا بیان کر دیا۔ بی بی آمنہ نے کہا: "کیا تمہیں اس بچے کے معاملہ میں شیطان کا خوف ہے؟ شیطان کے لیے اس پر کوئی راہ نہیں۔ میرے اس بچے کی بڑی شان ہے۔ کیا میں تمہیں اس کے حالات نہ بتاؤں؟" ہم نے کہا: "ضرور بتائیں۔" بی بی آمنہ نے کہا: "میں نے اسے اس حال میں پیٹ میں رکھا کہ مجھے کبھی بوجھ محسوس نہ ہوا۔ جب مجھے اس کا حمل رہ گیا تو مجھے خواب میں دکھلایا گیا کہ میرے بطن سے ایک نور بر آمد ہوا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔

اس کی پیدائش بھی دیگر بچوں سے مختلف تھی وہ اپنے دونوں ہاتھوں کے سہارے اپنا سر آسمان کی جانب اٹھائے ہوئے تھا۔

(۳۳) احمد نے یونس بن بکیر کی وساطت سے ابن اسحاق کی یہ روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: ثور بن یزید نے خالد بن معدان کے حوالہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی یہ حدیث بیان کی۔ انہوں نے کہا: "یا رسول اللہ! ہمیں اپنے حالات کے بارے میں مطلع فرمائیں۔" آں حضرتؐ نے فرمایا: "میرے لیے میرے باپ ابراہیم علیہ السلام نے دعا فرمائی اور عیسیٰ علیہ السلام نے دنیا کو میری بشارت کا مژدہ سنایا۔ جب میں بطن مادر میں تھا تو میری والدہ نے خواب میں دیکھا کہ ایک نور برآمد ہوا جس سے ارض شام میں بصریٰ کے محلات جگمگا اٹھے۔ میں نے زمانہ رضاعت بنی سعد بن بکر میں گذارا، اس دوران میں جب میں اور میرا رضاعی بھائی بکریوں کے بچوں کے پاس تھے تو سفید کپڑوں میں ملبوس دو آدمی میرے پاس سونے کا ایک برتن لے کر آئے جس میں برف تھی، انہوں نے مجھے لٹا کر میرا پیٹ چاک کیا پھر میرا دل نکالا، اسے چیرا اور اس میں سے ایک سیاہ لوتھڑا نکال کر پھینک دیا۔ پھر میرے قلب اور پیٹ کو دھو کر صاف کر دیا اور اسے ویسا ہی کر دیا جیسا کہ وہ پہلے تھا۔ پھر ان میں سے ایک آدمی نے دوسرے کو کہا: ان کو ان کی امت کے دس آدمیوں کے ساتھ وزن کرو۔ چنانچہ اس نے وزن کیا تو میں بھاری نکلا۔ پھر اس نے کہا: اب ان کو ان کی امت کے سو آدمیوں کے ساتھ وزن کرو۔ چنانچہ اس نے وزن کیا تو میں بھاری نکلا۔ پھر اس نے کہا بس کر دو اگر ان کو ان کی تمام امت کے ساتھ وزن کرو گے تب بھی یہی وزنی نکلیں گے۔

(۳۴) احمد نے حدیث بیان کی کہ یونس بن بکیر نے یکے بعد دیگرے ابی سنان شیبانی، حبیب بن ابی ثابت اور یحیی بن جعدہ کی وساطت سے یہ روایت نقل کی۔ یحییٰ بن جعدہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میرے پاس دو فرشتے دو سفید بگلوں کی شکل میں آئے جن کے پاس برف، اولے اور ٹھنڈا پانی تھا، ان میں سے ایک نے میرا سینہ چاک کیا اور دوسرے نے اپنی چونچ سے ہلا کر اسے صاف کر دیا۔"

باب ۵

قبیلہ حمیر کے بادشاہ تبع اوسط کی حکایت

(۳۵) احمد بن عبدالجبار نے یونس بن بکیر کی وساطت سے ابن اسحاق کی یہ روایت نقل کی۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ تبع کشور کشائی کی غرض سے فوج کشی کرتا ہوا جب مدینہ پہنچا تو اس نے وادی قبا میں ڈیرہ ڈال دیا۔ وہاں اس نے ایک کنواں کھدوایا۔ اس کنوئیں کو اس وقت بادشاہ کا کنواں کہا جاتا تھا۔ اس زمانہ میں مدینہ منورہ میں یہود اور اوس وخزرج کے قبائل آباد تھے جنہوں نے تبع کی مخالفت کی اور اس سے برسر پیکار ہو گئے۔ وہ دن کے وقت اس سے قتال کرتے تھے اور جب شام ہو جاتی تو اس کے لیے اور اس کے ہمراہیوں کے لیے سامان ضیافت ارسال کرتے تھے۔ جب انہوں نے چند راتوں تک اس عمل کو جاری رکھا تو تبع نے شرمساری محسوس کی اور ان کی طرف صلح کا پیغام بھیجا۔ چنانچہ قبیلہ سے ایک شخص جس کا نام احیحہ بن جلاح بن حریش بجحبا بن کلدہ بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس تھا تبع کے پاس گیا۔ اسی طرح ایک دوسرا شخص جو یہودی تھا اور جس کا نام بن یمین الفرظی تھا وہ تبع کے پاس گیا۔ احیحہ نے تبع سے کہا:

"اے بادشاہ! ہم آپ کے ہم قوم ہیں۔"

اور بن یمین نے کہا:

"اے بادشاہ! آپ اپنی انتہائی کوشش کے باوجود اس شہر کو فتح نہیں کر سکیں گے۔"

بادشاہ نے وجہ دریافت کی تو بن یمین نے جواب دیا:

"یہ جگہ انبیاء میں سے ایک نبی کی قیام گاہ قرار پائے گی جسے اللہ قریش میں سے مبعوث فرمائے گا۔"

اسی دوران میں تبع کے پاس یمن سے ایک مخبر آیا جس نے اسے خبر دی کہ یمن میں ایک ایسی

آگ بھڑک اٹھی ہے کہ جو بھی اس کے پاس سے گزرتا ہے وہ اسے اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔ اس لیے تبع جلد ہی مدینہ سے چلا گیا، اور اس کے ساتھ یہود کا ایک وفد بھی گیا جس میں بن یمین وغیرہ شامل تھے۔ تبع نے اس موقع پر یہ اشعار کہے:

انی نذرت یمینا غیر ذی خلف

الا اجوزو بالحجاز مخلد

میں نے پختہ عزم کر رکھا تھا کہ میں حجاز کو فتح کر کے ہمیشہ کے لیے اس پر قابض رہوں گا۔

حتی اتانی من قریظة عالم

جر لعمرك فی الیهود مسود

یہاں تک کہ بنی قریظہ کا ایک ایسا عالم میرے پاس آیا جو یہود کا سردار تھا۔

القی الی نصیحة کے ازدجر

عن قریة محجوره بمحمد

اس نے مجھے نصیحت کی کہ میں اس قریہ میں لشکر کشی نہ کرو جو حضرت محمدؐ کا مستقر بننے والا ہے۔

ولقد ترکت بها رجا لا وضعا

النصر ینتظرون نورا مهتد

اس لیے میں نے وہاں ایسے لوگوں سے تعرض نہیں کیا جنہیں حضرت محمدؐ کے انصار ہونے کا شرف حاصل ہوگا اور جو نور نبوت سے ہدایت حاصل کرنے کے منتظر ہیں۔

(۳۶) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کا یہ بیان نقل کیا ہے۔ ابن اسحاق نے کہا: تبع کی لشکر کشی جاری رہی یہاں تک کہ وہ جوار مکہ کی سخت اور بلند زمین کے کنارے تک پہنچ گیا۔ یہ جگہ مکہ شہر کی آبادی سے دو رات کی مسافت پر واقع ہے اور قبیلہ ہذیل بن مدرکہ کا مسکن تھی۔ چنانچہ قبیلہ ہذیل کے کچھ آدمی تبع کے پاس آئے اور اس سے کہا: "اے بادشاہ! کیا ہم آپ کو ایک ایسے خزانہ کا پتا نہ بتلائیں جس میں سونا، یاقوت اور زمرد وافر مقدار میں موجود ہیں، آپ اسے فتح کر لیں اور اس خزانہ میں سے ہمیں بھی کچھ عطا کریں۔" تبع ایسا کرنے پر رضامند ہو گیا۔ بنی ہذیل نے کہا: "یہ خزانہ مکہ کے ایک گھر میں ہے۔" تبع اس مہم کی طرف بخوشی متوجہ ہوا اور اس نے اس گھر کو منہدم کرنے کا پختہ عزم کر لیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس

کے قوی کو مضمحل کر دیا۔ اس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں شل ہو گئے اور اس کا جسم زخمی ہو گیا۔ اس نے اپنے ہمراہیوں میں سے یہود کو بلایا اور ان سے کہا: "ہائے میری بد نصیبی! یہ مجھ پر کیا مصیبت آن پڑی ہے؟" انہوں نے پوچھا: "کوئی حادثہ پیش آیا ہے؟" اس نے نفی میں جواب دیا۔ انہوں نے کہا: "کیا تیرے عزائم میں کوئی تبدیلی واقع ہوئی ہے؟" اس نے کہا: "ہاں، یہاں کے رہنے والوں کا ایک وفد میرے پاس آیا تھا اور انہوں نے مجھے ایک ایسے گھر کے بارے میں اطلاع دی جو سونے، یاقوت اور زمرد کے ذخائر سے بھرا ہوا ہے اور انہوں نے مجھے ترغیب دی کہ میں اس گھر کو منہدم کر دوں اور اس کے ذخائر کو لوٹ لوں اور اس خزانہ میں سے انہیں بھی کچھ عطا کروں، میں نے ان کی اس پیش کش کو قبول کر لیا اور اس گھر کو منہدم کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔" یہود کے وفد نے اس سے کہا: "وہ اللہ کا محترم گھر ہے جو کوئی اس کے انہدام کا ارادہ کرتا ہے وہ خود ہلاک ہو جاتا ہے۔" تبع نے کہا: "ہائے میری بد نصیبی! اب اس مصیبت سے نجات حاصل کرنے کی صورت کیا ہے؟" انہوں نے کہا: "آپ اس بات کا ارادہ کر لیں کہ جس طرح وہاں کے رہنے والے لوگ طواف کرتے ہیں آپ بھی اس گھر کا طواف کریں گے، اس پر غلاف چڑھائیں گے اور وہاں جانور قربان کریں گے۔" اس نے اپنے جی میں یہ ارادہ کر لیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس مصیبت سے اسے نجات عطا کی اور اس نے اس واقعہ کے بارے میں یہ اشعار کہے۔

بالدف من جمدان فوز مصعد

حتی اتانی من هذیل اعبد

میں بلند اور سخت زمین کے کنارے تک پہنچ گیا اور وہاں میرے پاس بنی ہذیل کے کچھ آدمی آئے۔

ذکروا الی البیت قالوا کنزه

دروياقوت وفيه زبرجد

انہوں نے ایک ایسے گھر کی نشان دہی کی، جس میں موتیوں، یاقوت اور زمرد کا خزانہ ہے۔

فاردت امرا حال ربی دونه

والرب يدفع عن خراب المجسد

چنانچہ میں نے اس گھر کو منہدم کرنے کا قصد کر لیا لیکن اللہ تعالیٰ کی مشیت حائل ہو گئی کیوں کہ اللہ تعالیٰ مسجد کی تخریب سے باز رکھتا ہے۔

پھر وہ تائب ہو کر مکہ میں داخل ہوا۔ اس نے خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ صفا و مروہ کے مابین سعی کی، اور خواب کی حالت میں اسے اشارہ کیا گیا کہ وہ بیت اللہ پر غلاف چڑھائے۔ چنانچہ اس نے گاڑھے کپڑے کا غلاف چڑھایا۔ اور یہ پہلا شخص تھا جس نے خانہ کعبہ پر غلاف چڑھایا۔ اسے خواب میں پھر اشارہ کیا گیا کہ وہ اس سے بہتر غلاف چڑھائے۔ چنانچہ اس نے یمن کے شہر معافر میں تیار شدہ کپڑے کا غلاف چڑھایا۔ اسے سہ بارہ خواب میں اشارہ کیا گیا کہ وہ اس سے بھی اعلیٰ غلاف چڑھائے۔ اس نے یمن کے دھاریدار کپڑے کو سی کر اس کا غلاف کعبہ پر چڑھایا۔ اس نے چھ دن تک مکہ مکرمہ میں قیام کیا اور حسب روایت ان ایام کے دوران میں وہ لوگوں کے لیے جانور ذبح کرتا رہا اور وہاں کے رہنے والوں کو کھانا کھلاتا اور شہد پلاتا رہا۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ مشہور قول کے مطابق تبع پہلا شخص ہے جس نے خانہ کعبہ پر غلاف چڑھایا اور وہاں پر اپنے والیوں کو جو بنی جرہم میں سے تھے ہمیشہ غلاف چڑھاتے رہنے کی ہدایت کی اور انہیں حکم دیا کہ وہ اس گھر کو پاک صاف رکھیں اور مردار اور خون اور نجس چیتھڑے اس کے قریب نہ آنے دیں۔ اس نے اس گھر کے لیے دروازہ تیار کروایا اور قفل و کلید کا بندوبست بھی کیا۔ تبع نے اس موقعہ پر یہ اشعار کہے۔

ونحرنا بالشعب ستة الف

تری الناس نحوهن ورودا

ہم نے وادی میں چھ ہزار جانور ذبح کیے اور تم نے دیکھا کہ لوگ قربانی کے گوشت کے لیے ہجوم کرتے رہے۔

وکسونا البیت الذی حرم اللّٰہ

ملاء معضدا وبرودا

ہم نے اللہ تعالیٰ کے اس محترم گھر پر گاڑھے کپڑے اور دھاری دار چادروں کے غلاف چڑھائے۔

واقمنا بها من الشهر ستا

وجعلنا لبابه اقليدا

ہم نے یہاں چھ دن تک قیام کیا اور اس گھر کے دروازے کے لیے قفل و کلید کا انتظام بھی کیا۔

وامرنا به الجر هميين خيرا

وكانوا لحافتيه شهودا

ہم نے بنی جرہم کو بھی حکم دیا کہ وہ اسی طرح بہترین غلاف خانہ کعبہ پر چڑھاتے رہا کریں اور وہی اس گھر کے اردگرد موجود ہیں۔

وامرنا الایقربن میلاثا

ولا میتا ولا دما مغصودا

ہم نے انہیں یہ بھی حکم دیا کہ وہ گندے چیتھڑے، مردار اور فصد کا خون اس کے قریب نہ آنے دیں۔

ثم سرنا نوم قصدا سہیل

قد رفعنا لواء نا معقودا

پھر ہم نے یمن کی نرم زمین کی طرف کوچ کا قصد کیا اور ہم نے اپنا جھنڈا جو ہمارے عقیدہ کا نشان ہے اونچا کر دیا ہے۔

(۳۷) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کا یہ بیان نقل کیا ہے۔ ابن اسحاق نے کہا: جب تبع نے یمن کی طرف کوچ کا قصد کیا تو اس نے ارادہ کیا کہ رکن اسود کا پتھر اکھاڑ کر اپنے ساتھ لے جائے۔ خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی کے ہاں قریش اکٹھے ہوئے اور انہوں نے خویلد سے کہا: "اگر وہ ہمارا پتھر لے گیا تو ہمارے پاس کیا رہ جائے گا؟" اس نے پوچھا: "کیا معاملہ ہے؟" قریش نے کہا: "تبع یہ چاہتا ہے کہ حجر اسود اپنے علاقے میں لے جائے۔" خویلد نے کہا: "ہمارے لیے تو موت اس سے بہتر ہے۔" پھر اس نے تلوار نکالی۔ وہ باہر نکلا اور دیگر قریش بھی اپنی تلوار سونت کر اس کے ہمراہ نکل کھڑے ہوئے اور تبع کے پاس آئے اور اس سے پوچھا: "اے تبع! رکن اسود کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟" اس نے کہا: میرا ارادہ ہے کہ میں اسے اپنی قوم کے پاس لے جاؤں۔" قریش نے جواب دیا: "موت تو اس سے قریب تر ہے۔" پھر وہ وہاں سے چل کر رکن اسود کے پاس کھڑے ہو گئے اور تبع کو اس کے ارادہ سے باز رکھا۔ اس موقعہ پر خویلد نے یہ اشعار کہے:

دعینی ام عمرو ولا تلومی

ومهلا عاذلی لا تعذلینی

اے ام عمرو! مجھے چھوڑ دے اور ملامت نہ کر۔ اور اے سرزنش کرنے والو! مطمئن رہو اور مجھے

ڈانٹ ڈپٹ نہ کرو۔

دعینی لا اخذت الخشف منهم

وبیت الله حتی یقتلونی

مجھے چھوڑ دو، بیت اللہ کی قسم میں انہیں زمین میں دھنسا دوں گا اور میں اس وقت تک قتال کرتا رہوں گا جب تک کہ وہ مجھے قتل نہ کر دیں۔

فما عذاری وهذا السیف عندی

وعضب نال قائمة یمینی

میں معذرت خواہ نہیں ہوں جب کہ میرے پاس یہ تلوار ہے اور اس شمشیر براں کا دستہ میرے دائیں ہاتھ میں ہے۔

ولکن لم احد عنها محیدا

وانی راهق ما ارهقونی

لیکن میں لڑائی سے باز نہیں آؤں گا اور میں اس وقت تک خون بہاتا رہوں گا جب تک کہ وہ مجھے ایسا کرنے پر اکساتے رہیں گے۔

(۳۸) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی یہ روایت نقل کی ہے۔ ابن اسحاق کا بیان ہے: پھر تبع نے اپنے لشکروں کے ہمراہ یمن کا رخ کیا اور وہاں پہنچ گیا۔ اہل یمن کے دو شہر تھے، ایک کا نام مارب تھا اور دوسرے شہر کا نام ظفار تھا مارب میں بادشاہ کا محل سونے کے تختوں سے بنا ہوا تھا اور ظفار میں اس کا محل سنگ مرمر سے تعمیر شدہ تھا۔ وہ جاڑے کا زمانہ مآرب میں گزارتا تھا اور گرمی کے زمانہ میں ظفار میں سکونت رکھتا تھا۔ بادشاہ کے بیٹوں کی پرورش کا انتظام مآرب میں تھا اور وہ وہاں کلام سیکھتے تھے۔ جب کسی حمیری کا بیٹا سن بلوغ کو پہنچتا تو وہ کہتا کہ اسے مآرب بھیج دو تاکہ وہ وہاں منطق کی تعلیم حاصل کرے۔ ظفار بلد حرام سے آیا ہوا ایک ستون تھا جس کے بالائی حصہ پر پہلی کتاب میں سے یہ تحریر ثبت تھی: "مملکت ظفار کس کی ہے؟ نیکو کار حمیری کی / مملکت ظفار کس کی ہے؟ نیکو کار اہل ایران کی / مملکت ظفار کس کی ہے؟ تاجر پیشہ قریش کی۔" جب تبع آیا تو یہود نے تورات کھولی اور آگ کے مقابلہ میں انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا شروع کی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بجھا دیا۔ اہل یمن ایک شیطان کی پرستش کیا کرتے تھے۔

انہوں نے اس کے لیے سونے کا ایک گھر تعمیر کیا ہوا تھا اور اس کے سامنے حوض بنائے ہوئے تھے جن میں وہ شیطان کے لیے جانور ذبح کرتے تھے۔ وہ شیطان نکلتا، کچھ خون نوش کرتا اور ان لوگوں سے باتیں کرتا تھا۔ لوگ اس سے مرادیں مانگتے تھے اور اس کی عبادت کرتے تھے۔ جب یہود نے آگ بجھادی تو انہوں نے تبع سے کہا: "جس دین پر ہم ہیں وہ آپ کے دین سے بہتر ہے۔ اگر آپ ہمارے دین کی پیروی کریں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ آپ کا یہ معبود (شیطان) آپ کی اور آپ کی قوم کی مصیبتوں کے وقت آپ کے کسی کام نہیں آتا۔" تبع نے کہا: "ہم یہ کیوں کریں جب کہ ہم یہ دیکھتے ہیں ہمارے اس معبود کے ذریعے عجائبات ظہور پذیر ہوتے ہیں۔" انہوں نے کہا: "اگر ہم اس کو یہاں آپ کے پاس سے نکال دیں تو کیا آپ ہمارے دین کی متابعت اختیار کریں گے؟" تبع نے کہا: "ہاں۔" یہود اس شیطان کے استھان پر آئے اور تورات لے کر دروازے کے پاس بیٹھ گئے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اسماء کا ذکر شروع کر دیا۔ جب شیطان نے یہ ذکر سنا تو وہ ٹھہر نہ سکا اور شور مچاتا ہوا نکل کھڑا ہوا اور ان کی آنکھوں کے سامنے سمندر میں جاگرا۔ تبع نے حکم دیا کہ اس شیطان کدے کو گرا دیا جائے اور قبیلہ حمیر کے بعض بادشاہوں نے دین یہود قبول کر لیا۔ بعض لوگوں کا گمان ہے کہ تبع نے یہودیت اختیار کر لی تھی۔

(۳۹) احمد نے یونس کی وساطت سے زکریا بن یحییٰ مدنی کی یہ روایت نقل کی ہے۔ زکریا نے کہا: اسے عکرمہؓ نے بتلایا کہ اس نے ابن عباسؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: "تبع کا معاملہ تمہارے لیے مشتبہ نہیں رہنا چاہیے، وہ تو مسلمان تھا۔"

باب ۶

تبع کی قتل گاہ

(۴۰) احمد بن عبدالجبار نے یونس بن بکیر کی وساطت سے ابن اسحاق کی یہ روایت نقل کی ہے۔
ابن اسحاق کا بیان ہے: جب تبع نے وہ کچھ کیا جو اس نے کیا تو رؤسائے حمیر اس سے ناراض ہو گئے اور انہوں نے کہا: اس کی معیت میں طویل لڑائیاں لڑنا اور اپنے اہل و عیال سے دور رہنا ناپسندیدہ ہے کیوں کہ اس نے ہمارے دین کو مطعون کیا ہے اور ہمارے آباء و اجداد کی عیب چینی کی ہے۔" چنانچہ انہوں نے اجتماعی طور پر یہ طے کیا کہ اسے قتل کر دیا جائے اور اس کے بھائی کو اس کا جانشین مقرر کیا جائے۔ جملہ رؤسائے حمیر نے اس رائے سے اتفاق کیا ماسوائے رئیس ہمدان کے، جس نے ایسا اقدام کرنے سے انکار کیا۔ چنانچہ رؤسائے حمیر تبع کے خلاف غضب ناک ہوئے اور اسے گرفتار کر لیا تاکہ اسے موت کے گھاٹ اتار دیں۔ اس نے ان سے دریافت کیا: "کیا تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو؟" انہوں نے کہا: "ہاں۔" اس نے کہا: "ایسا نہ کرو۔ لیکن اگر تم مجھے قتل کر دو تو مجھے کھڑا کر کے دفن کرنا، کیوں کہ جب تک میں کھڑا رہوں گا تمہاری مملکت قائم رہے گی۔" جب انہوں نے اسے قتل کر دیا تو کہا: "خدا کی قسم! یہ زندگی میں اور موت کے بعد ہمارا بادشاہ نہیں ہو سکتا۔" انہوں نے اسے سر کے بل گرا دیا۔ اس موقعہ پر رئیس ہمدان (ذو رعین) نے تبع کے بارے میں درج ذیل اشعار کہے:

ان تك حمير غدرت وخانت

فمعذرة الاله لذى رعين

الا من يشترى سهرا بنوم

سعيد من يبيت قرير عين

اگر حمیر نے بد عہدی اور خیانت کا ارتکاب کیا ہے تو ذو رعین اللہ تعالی سے معذرت خواہ ہے۔

خبردار! جو شخص نیند کے بدلے بیداری خریدتا ہے اسے معلوم ہونا چاہیے کہ نیک بخت تو وہ ہے جو اس حال میں رات گزارے کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ مسرور ہو۔

عبد کلال نے اپنے بھائی کے قتل اور اس کی جانشینی کے بعد رؤسائے حمیر کو قتل کر کے یہ اشعار کہے:

شقیت النفس ممن کان امسی

قریر العین قد قتلوا کریمی

انہوں نے میرے شریف بھائی کو قتل کر دیا ہے اور میں اس کے مقابلے میں بد بخت ہوں کیوں کہ اس کی آنکھیں تو کل تک ٹھنڈی تھیں۔

فلما ان فعلت اصاب قلبی

بما قد جئت من قتل رغیم

جب میں نے اپنی مرضی کے خلاف قتل کا ارتکاب کیا ہے تو میرا دل مصیبت میں مبتلا ہے۔

اشاروا لی بقتل اخ کریم

ولیس لذی الضرائب باللئیم

انہوں نے مجھے ایک شریف بھائی کے قتل پر اکسایا اور جسے تلوار کے وار سے مارا جائے وہ ملامت زدہ نہیں ہوتا۔

فعدت کان قلبی فی جناح

بعیش لیس یرجع فی نعیم

میں اس حال میں واپس آیا کہ میرا دل گناہگار تھا اور میری زندگی ایسی تھی جو نعمتوں کی طرف نہیں لوٹتی۔

وعاد الکلب کالمجنون ینہی

الی الغایات لیس بذی حمیم

میرا دل اس مجنوں کی طرح بھٹکتا پھرتا ہے جس کا کوئی ہمدرد و غم خوار نہ ہو۔

فلما ان قتلت بہ کراما

وصاروا کلھم کالمستیلم

جب میں نے اس کے عوض سرداروں کو قتل کیا تو وہ سب کے سب ملامت کے مستحق ہو گئے۔

رجعت الی الذی قد کان منی

کان القلب لیس بذی کلوم

میں اپنی اصلی حالت میں اس شخص کے پاس لوٹ کر آیا جو میرا عزیز تھا اور میرے دل کی کیفیت یہ تھی کہ اس کے زخم مندمل ہو چکے تھے۔

جزی رب البریہ ذارعین

جزاء الخلد من داع کریم

رب کائنات ذورعین کو ایسی جزا عطا فرمائے جو ایک کریم داعی کی طرف سے ہمیشہ کی جزا ہے۔

فانی سوف احفظہ وربی

واعطیہ الطریف مع القدیم

میرے رب کی قسم! میں اس کی حفاظت کروں گا اور اسے ہر طرح کا نیا اور پرانا مال عطا کروں گا۔

عبد کلال نے اپنے بھائی کے بارے میں مرثیہ کے یہ اشعار بھی کہے:

اطعت القوم اذ غشوا جمیعا

وقد اتھمت فی غش النصیح

میں نے قوم کی اطاعت کی اور ان سب نے فریب کاری کی اور میں نے مخلص خیر خواہ کو دھوکا دینے کے جرم کا ارتکاب کیا۔

ولو طاوعت فی رائی رعینا

لقلت لہ وقولی ذو نداوح

اگر میں اپنی رائے میں ذورعین کے موقف پر کاربند رہتا تو میں جو بات بھی کرتا وہ دور اندیشی پر مبنی ہوتی۔

فلم ارفع بقولہ لی کلاما

وعدت کاننی عبد اسیح

میں نے اس کی بات کے ذریعہ اپنی بات کو اونچا نہیں کیا یعنی میرا بول بالا نہیں ہوا اور میں در

بدر کی ٹھوکریں کھانے والا غلام بن گیا۔

فلما ان قبلت القول منه
علی الارواح من حق الفضوح

اگر میں اس کی بات کو قبول کر لیتا تو یہ ان ارواح کے حق میں بدنامی ورسوائی ہوتی۔

فمن امسی یطاوعنی فانی
ساجهد فی المقال به ابوح

پس کون خوش دلی کے ساتھ میری فرمانبرداری کرے گا میں تو اس کے بارے میں کھری باتیں کرنے کی کوشش کروں گا۔

فلما ان لقیتهم اقامت
لذاك النفس فی هم مریح

جب میں نے ان کا مقابلہ کیا تو اس جان کے لیے اس کھلی مہم میں وہ بھی ڈٹ گئے۔

پھر انہوں نے تبع کے بھائی عبد کلال کو اس کا جانشین مقرر کر دیا۔ انہیں گمان تھا کہ اس کی راتوں کی نیند حرام ہو جائے گی۔ عبد کلال نے ان یہود کو بلایا جو وہاں تھے اور کہا: ”میری بد قسمتی! تم دیکھتے ہو کہ میرا برا حال ہو رہا ہے۔“ انہوں نے کہا: ”آپ کو اس وقت تک نیند نہیں آئے گی جب تک کہ آپ ان سب کو قتل نہ کر دیں جنھوں نے آپ کو آپ کے بھائی کے قتل پر اکسایا تھا۔“ چنانچہ اس نے حمیر کے رؤساء اور سرداروں کو قتل کر دیا۔ پھر تبع کا ایک بیٹا جس کا نام دوس تھا وہ نکلا اور قیصر کے پاس آیا (اسی وجہ سے یمن میں یہ ضرب المثل ہے: نہ دوس کی طرح اور نہ ہی اس کے کجاوے کے ساتھ لٹکے ہوئے کی مانند) جب وہ قیصر کے پاس پہنچا تو اس کے دربار میں داخل ہوا اور اس سے کہا: ”میں شاہ عرب کا بیٹا ہوں، میری قوم نے میرے باپ کے خلاف سرکشی کا رویہ اختیار کیا اور اسے قتل کر دیا ہے۔ میں آپ کے پاس اس لیے آیا ہوں کہ آپ میرے ساتھ کسی ایسے شخص کو ارسال کریں جو آپ کی طرف سے وہاں ہمارے علاقوں پر حکومت کرے۔ اس کی ضرورت اس لیے درپیش ہے کہ وہ بادشاہ جو میرے باپ کے بعد اس کا جانشین مقرر ہوا ہے اس نے تمام رئیسوں اور سرداروں کو قتل کر دیا ہے۔“ قیصر نے اپنے مشیروں کو طلب کیا اور ان سے پوچھا: ”اس شخص کے بارے میں تمہاری رائے کیا ہے؟“ انہوں نے کہا: ہماری صوابدید تو یہ ہے کہ

آپ اس شخص کے ہمراہ کسی کو بلاد عرب کی طرف نہ بھیجیں کیوں کہ یہ شخص قابل اعتماد معلوم نہیں ہوتا۔ ممکن ہے کہ وہ ہمارے لوگوں کو صرف ہلاک کرنے کی غرض سے لے جانے کے لیے آیا ہو۔" قیصر نے کہا: "میں اس کے ساتھ کیا سلوک کروں جب کہ وہ میرے پاس فریاد لے کر آیا ہے؟" انہوں نے جواب دیا: " اس کے متعلق نجاشی رئیس حبشہ کو تحریر کر دیا جائے۔" رئیس حبشہ قیصر روم کے ماتحت تھا، چنانچہ قیصر نے نجاشی کی طرف مکتوب تحریر کیا اور اسے حکم دیا کہ اس شخص کے ہمراہ کچھ آدمی اس علاقہ کی طرف بھیجے جائیں۔ دوس قیصر کا مکتوب لے کر نجاشی کے پاس آیا۔ نجاشی نے مکتوب پڑھا اور اس کی تعمیل میں ساٹھ ہزار کا لشکر ارسال کر دیا اور روزبہ کو اس کا سپہ سالار مقرر کر دیا۔ اس نے لشکر سمیت سمندر عبور کیا یہاں تک کہ وہ ساحل یمن پر لنگر انداز ہو کر حمیر پر حملہ آور ہوا۔ حمیر بھی مقابلہ کے لیے نکل کھڑے ہوئے وہ اہل یمن کے بہادر گھوڑ سوار تھے۔ انہوں نے گھوڑوں پر سوار ہو کر شدید قتال کیا۔ اہل یمن نے گھوڑوں کے رسالہ کو چھوٹے چھوٹے یونٹوں میں تقسیم کر لیا اور نجاشی کی فوج پر حملہ آور ہوئے۔ رسالہ کا ایک یونٹ حملہ کرتا تھا اور دوسرا اس کی کمک کے طور پر اس کی امداد کے لیے جاتا۔ جب روزبہ نے یہ دیکھا تو اس نے دوس سے کہا: "تم ہمیں اس لیے یہاں لائے ہو تاکہ اپنی قوم کے ہاتھوں ہمیں ذبح کراؤ۔ اس لیے میں قتل ہونے سے پہلے تمہیں قتل کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔" دوس نے کہا: "اے بادشاہ! ایسا نہ کرو، میں آپ کو مشورہ دیتا ہوں آپ میرے مشورہ کے مطابق عمل کریں۔" روزبہ نے کہا: "تمہارا مشورہ کیا ہے؟" دوس نے اس سے کہا: "اے بادشاہ! قوم حمیر صرف گھوڑوں پر سوار ہو کر لڑ سکتی ہے۔ آپ اپنی فوج کو حکم دیں کہ وہ اپنی ڈھالیں اور سر اپنے سامنے ڈال دیں۔" انہوں نے ایسا ہی کیا۔ حمیر حملہ آور ہوئے تو ان کے گھوڑوں ڈھالوں پر سے پھسل گئے اور انہوں نے اپنے سواروں کو نیچے گرا دیا، اور روزبہ کی فوج نے انہیں قتل کر دیا۔ حمیر اسی طرح حملہ آور ہو کر پھسل پھسل کر گرتے اور قتل ہوتے رہے یہاں تک کہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور روزبہ کی فوج غالب آگئی اور روزبہ اسی طرح فوج کشی کرتا گیا یہاں تک کہ صنعاء میں داخل ہو گیا اور فتح یاب ہوا۔ اس طرح نجاشی کی فوج نے یمن کو بھی فتح کر لیا۔ روزبہ کی فوج میں ایک شخص کا نام ابرہہ بن اشرم تھا، اس کو ابو یکسوم بھی کہتے ہیں۔ جب یمن مفتوح ہو گیا تو ابرہہ نے روزبہ سے کہا: "میں یہاں حکومت کرنے کا تم سے زیادہ مستحق ہوں۔" روزبہ نے کہا: یہ کیوں کر ہو سکتا ہے جب کہ بادشاہ نے مجھے اس مہم پر بھیجا ہے۔" ابرہہ نے کہا: "اگرچہ بادشاہ نے یہ مہم تمہارے سپرد کی ہے اس کے باوجود حکومت کی

اہلیت مجھ میں تمہاری نسبت زیادہ ہے۔" روزبہ نے ابرہہ کے اس دعوے کو تسلیم نہ کیا۔ چنانچہ ابرہہ نے اپنی قوم کے کچھ لوگوں کو اکٹھا کیا اور وہ لڑائی کے لیے نکل آئے۔ جب لڑائی شروع ہونے والی تھی تو ابرہہ نے روزبہ کو کہا: "تم حبشیوں کو کیوں فنا کرتے ہو، ہمارے اس باہمی قتال کا نتیجہ اس کے سوا اور کچھ نہ ہو گا کہ اس علاقے پر سے ہماری حکومت ختم ہو جائے گی۔ بہتر یہ ہے کہ تم اکیلے نکلو اور ہم میں سے جو بھی دوسرے کو قتل کر دے یہاں اسی کی حکومت ہو۔" روزبہ نے یہ شرط منظور کر لی۔ روزبہ جسیم آدمی تھا اور ابرہہ چھوٹے قد کا پھرتیلا جوان تھا۔ ابرہہ نے ایک غلام کو کہا: "جب میں روزبہ سے مبارزت کے لیے نکلوں تو تم روزبہ کے پیچھے سے آکر اسے قتل کر دینا۔ اس طرح روزبہ کے ساتھی راہ فرار اختیار کریں گے اور میں تمہیں خاطر خواہ انعامات سے نوازوں گا۔" جب روزبہ اور ابرہہ دونوں مبارزت کے لیے نکلے روزبہ نے اپنی تلوار ابرہہ پر سونتی اور اس کے سر پر وار کیا۔ ابرہہ کے غلام نے پیچھے سے آکر روزبہ پر حملہ کر کے اسے دو ٹکڑے کر دیا۔ اس کے ساتھیوں نے اسے اٹھالیا اور ابرھہ اپنے ساتھیوں سے آملا۔ پھر فریقین کا ابرھہ کی سیادت پر سمجھوتہ ہو گیا کیوں کہ دوسرے فریق کے پاس روزبہ کے بعد کوئی دوسرا اس جیسا جرنیل نہ تھا۔ اس واقعہ کی خبر نجاشی کو پہنچی تو اس نے ابرہہ کو ایک خط لکھا جس میں اسے خطرناک نتائج بھگتنے کی دھمکی دی۔ ابرھہ نے اپنا سر منڈوا دیا اور زمین کی مٹی لے کر سر کے بال نجاشی کے پاس بھجوائے اور کہا: اے بادشاہ! یہ میرے سر کے بال اور اس زمین کی مٹی آپ کے دونوں قدموں کے نیچے ہے۔ میں اور روزبہ دونوں آپ کے غلام ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ حکومت کا کاروبار چلانے کے لیے میں اس سے اہل تر ہوں۔ اسی لیے میں نے ایسا کیا ہے۔" نجاشی اس سے خوش ہو گیا اور اس کی طرف خط لکھ کر اسے ملک یمن کا والی بنا دیا۔ پھر ابو یکسوم ابرہہ نے یمن میں ایک کعبہ تعمیر کروایا اور اس پر سونے کے قبے بنوائے اور اپنی مملکت کے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ اس کا حج کریں۔ اس سے اس کی غرض یہ تھی کہ وہ بیت اللہ الحرام کی مشابہت کرے۔

باب ۷

اصحاب الفیل کا واقعہ

(۴۱) احمد بن عبدالجبار نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی یہ روایت نقل کی ہے۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ بنی ملکان بن کنانہ کا ایک شخص جو اہل حرم میں سے تھا سرزمین یمن کی طرف گیا اور کسی نہ کسی طرح یمنی کلیسا میں داخل ہو گیا۔ اسے بغور دیکھتا رہا۔ پھر وہاں بیٹھ گیا اور رفع حاجت کر ڈالی۔ بعد ازاں ابرہہ کلیسا میں داخل ہوا۔ اس نے وہاں گندگی دیکھی تو اسے مکہ پر چڑھائی اور کعبہ کو منہدم کرنے کا بہانہ مل گیا۔ اس نے پوچھا: "ایسی حرکت کرنے کی جرات کس نے کی ہے؟" ہمراہیوں نے جواب دیا: "یہ اس آدمی کا کرتوت ہے جو اس گھر کے مجاوروں میں سے ہے جہاں اہل عرب حج کے لیے جاتے ہیں۔" ابرھہ نے کہا اس شخص نے میرے خلاف اور میری نصرانیت کے خلاف ایسی حرکت کا ارتکاب کیا ہے میں اس گھر کو ضرور منہدم کر دوں گا اور اس کو اس طرح ملیامیٹ کر دوں گا کہ اس کے بعد کوئی بھی وہاں حج کے لیے نہیں جائے گا۔" اس نے ہاتھی طلب کیا اور اپنی قوم کو اور اپنے محکوم یمنیوں کو نکلنے کا حکم دیا۔ اس کے اکثر متبعین قبائل عک، اشعریین اور خشعم میں سے تھے۔ وہ سب یہ رجز پڑھتے ہوئے نکل کھڑے ہوئے۔

ان البلد لبلد ماکول

یاکل عك والا شعریون والفیل

ترجمہ: بیشک یہ شہر تو تر نوالہ ہے جسے قبیلہ عک، اشعریین اور ہاتھی چبا جائیں گے۔

ابرھہ لشکر کشی کرتا ہوا آگے بڑھتا گیا۔ راستے میں اس نے بنی سلیم کے ایک آدمی کو بھیجا کہ وہ لوگوں کو یمن میں اپنے تعمیر کردہ گھر کا حج کرنے کی دعوت دے۔ وہاں بنی کنانہ میں سے اہل حرم کا ایک آدمی اسے ملا جسے اس نے قتل کر دیا اور مزید زیادتیاں کیں کیوں کہ اسے اہل حرم کے غصہ اور غضب کی رپورٹیں مل چکی تھیں۔ اس نے وہاں سے کوچ کیا اور لشکر کو آگے بڑھنے کی ترغیب دی یہاں تک کہ وہ

طائف کی وادی وج میں پہنچ گیا۔ وہاں بنی ثقیف اس کے پاس آئے انہوں نے کہا: اے بادشاہ! ہم آپ کے غلام ہیں، آپ کا مقصود ہماری اس دیوی لات کا بت نہیں ہے۔ یہ وہ استھان نہیں جہاں اہل عرب حج کرتے ہیں، آپ تو قریش کے اس گھر کا قصد کر رہے ہیں جہاں عرب حج کے لیے آتے ہیں۔" ابرھہ نے کہا: "مجھے کوئی بدرقہ فراہم کردو جو مجھے منزل مقصود کا رستہ بتائے۔" انہوں نے بنی ہذیل کا ایک آدمی اس کے ساتھ بھیج دیا جس کا نام نفیل تھا۔ وہ ان کی رہنمائی کرتا ہوا انہیں لے چلا یہاں تک کہ المغمس پہنچ کر انہوں نے ڈیرہ ڈال دیا۔ المغمس مکہ سے چھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ المغمس سے انہوں نے اپنا مقدمۃ الجیش مکہ کی جانب آگے بڑھایا۔ قریش متفرق ٹولیوں اور جماعتوں کی شکل میں نکل کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ گئے اور انہوں نے کہا: ہمارے پاس اس قوم سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے۔" مکہ میں عبدالمطلب اور شیبہ بن عثمان بن عبدالدار کے ماسوا کوئی شخص بھی باقی نہ رہا۔ عبدالمطلب سقایت کی ڈیوٹی پر قائم رہا اور شیبہ بیت اللہ کی دربانی کرتا رہا۔ عبدالمطلب نے باب کعبہ کے دونوں کواڑوں کو پکڑ کر یہ اشعار کہے:

لاھم ان المرء یمنع

رحله فامنع حلالك

اے اللہ! آدمی اپنے گھر کی حفاظت کرتا ہے تو بھی اپنے گھر کی حفاظت فرما۔

لا یغلبوا بصلیبهم

ومحالهم غدوا محالك

کل وہ اپنی صلیب اور اپنی چالوں سے تیری تدبیر کے مقابلے میں غالب نہ ہوں۔

ان یدکلوا البلد الحرام

غدا فامر ما بدالك

اگر وہ کل اس حرمت والے شہر کو روندنے کے لیے آجائیں تو جو تو چاہے کر۔

عبدالمطلب یہ کہتے رہے کہ ہمارے لیے کیا حکم ہے اور وہ کون سی بات ہے جو تو نے ہمارے لیے نہیں کی یعنی تو ہی ہمارا کارساز ہے۔

پھر ابرھہ کے ہراول دستے قریش کے جانور ہانک کر لے گئے۔ ان میں عبدالمطلب کے دو سو اونٹ بھی وہ لے گئے۔ جب عبدالمطلب کو یہ معلوم ہوا تو وہ ان کے پاس گئے۔ ابرھہ کی دربانی اشعرین میں

سے ایک آدمی کر رہا تھا جو عبدالمطلب کو پہلے سے جانتا تھا۔ اس اشعری نے عبدالمطلب سے پوچھا: "آپ کیا چاہتے ہیں؟" عبدالمطلب نے کہا: "میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے بادشاہ سے ملاقات کی اجازت لے دیں۔" دربان بادشاہ کے پاس گیا اور اسے کہا: "اے بادشاہ! آپ کے پاس قبیلہ قریش کا سردار آیا ہے جو دوست اور دشمن سب کی خاطر مدارات کرتا ہے۔" ابرھہ نے کہا: "اسے بلاؤ۔" عبدالمطلب ایک وجیہ و جمیل اور شاندار شخصیت کے مالک تھے۔ دربان نے انہیں اجازت دی اور وہ بادشاہ کے پاس چلے گئے۔ جب ابو یکسوم نے انہیں دیکھا تو ان کی وجاہت و شخصیت سے بہت متاثر ہوا۔ اس نے خیال کیا کہ ایسے شخص کو نیچے نہیں بٹھانا چاہئے لیکن اسے یہ بھی ناگوار تھا کہ وہ انہیں اپنے تخت پر بٹھائے۔ چنانچہ وہ اپنے تخت سے اتر کر عبدالمطلب کے پاس آکر زمین پر بیٹھ گیا اور پوچھا: "آپ کیا چاہتے ہیں؟" انہوں نے کہا: "میرے دو سو اونٹ جو آپ کے لشکریوں نے پکڑ لیے ہیں وہ مجھے واپس دے دیئے جائیں۔" ابو یکسوم نے کہا: "اللہ کی قسم! آپ کو دیکھ کر تو میں بہت متاثر ہوا تھا لیکن آپ کی اس بات نے آپ کو میری نظروں سے گرا دیا ہے۔" عبدالمطلب نے کہا: "اے بادشاہ! کس طرح؟" ابرھہ نے کہا: "میں اس گھر پر چڑھائی کے ارادے سے آیا ہوں جس نے آپ لوگوں کو عربوں کی دست برد سے بچا یا ہوا ہے اور جس نے لوگوں میں آپ کو فضیلت و بزرگی عطا کر رکھی ہے اور جو آپ کے دین کا مرکز و مرجع ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس گھر کو منہدم کر دوں اور آپ کو صرف اپنے دو سو اونٹوں کی فکر دامن گیر ہے۔ میں نے آپ سے دریافت کیا تھا کہ آپ کیا چاہتے ہیں۔ آپ نے صرف اپنے اونٹوں کے بارے میں کہا ہے اور اپنی اس عبادت گاہ کے متعلق مجھ سے کوئی مطالبہ نہیں کیا۔ عبدالمطلب نے کہا: اے بادشاہ! میں نے آپ سے اپنے مال کے متعلق درخواست کی ہے، رہا یہ گھر، تو اس کا مالک ایک رب ہے جو خود اس کی حفاظت فرمائے گا۔" ابو یکسوم کو اس بات میں بڑا وزن محسوس ہوا اور اس نے عبدالمطلب کے اونٹ لوٹا دینے کا حکم صادر کر دیا۔ عبدالمطلب واپس آگئے۔ ابرھہ کے لشکریوں نے وہ رات بڑی تنگی میں بسر کی، کیوں کہ وہ رات کے ستاروں سے گھبرائے ہوئے تھے۔ انہیں ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ ستارے ان کے قریب آرہے ہیں اور ان پر عذاب نازل ہونے والا ہے۔ ان کا بدرقہ انہیں چھوڑ کر حرم میں داخل ہو گیا۔ اشعریین اور خشعم اٹھے اور انہوں نے اپنے نیزے اور تلواریں توڑ ڈالیں اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کی کہ خانہ کعبہ کے انہدام میں کسی کی اعانت کریں۔ انہوں نے بڑی تکلیف سے رات کاٹی اور سحر کے وقت کوچ کر گئے۔

ابرھہ کے لشکریوں نے صبح کو مکہ پر چڑھائی کے ارادہ سے اپنے ہاتھی کو اٹھایا اور اسے مکہ کی طرف متوجہ کیا۔ وہ یکایک بیٹھ گیا۔ انہوں نے اسے مارا لیکن وہ اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ وہ اسی کش مکش میں رہے، یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ انہوں نے ہاتھی کو کہا کہ ہم تمہیں مکہ کی جانب نہیں لے جائیں گے اور اس بات پر قسمیں کھائیں۔ ہاتھی اپنی دم ہلاتا رہا جب انہوں نے بہت سی قسمیں کھائیں تو ہاتھی کھڑا ہوا۔ انہوں نے اس کا رخ یمن کی طرف کر دیا اور وہ دوڑنے لگا۔ لیکن جب وہ اسے پہلی جگہ پر واپس لے آئے تو وہ بیٹھ گیا اور آگے بڑھنے کے لیے تیار نہ ہوا۔ جب انہوں نے ہاتھی کی یہ کیفیت دیکھی تو انہوں نے پھر قسمیں کھائیں اور اس نے پھر دم ہلانا شروع کر دی۔ جب زیادہ قسمیں اٹھائیں تو وہ اٹھا۔ انہوں نے اس کا رخ یمن کی طرف کر دیا اور وہ دوڑنے لگا۔ جب انہوں نے یہ دیکھا تو اسے پھر لوٹایا اور جب وہ پہلی جگہ تک لوٹ آیا تو بیٹھ گیا۔ انہوں نے اسے زدو کوب کیا لیکن وہ اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ وہ اسی طرح اس کو مار مار کر اپنے ڈھب پر لانے کی کوشش کرتے رہے یہاں تک کہ سورج طلوع ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ نمودار ہوئے۔ یہ پرندے سمندر کی طرف سے کثیر تعداد میں آئے انہوں نے سنگ باری شروع کر دی۔ ہر پرندے کی چونچ میں ایک سنگریزہ اور دو سنگریزے دو پنجوں میں تھے۔ وہ سنگریزے گرا کر چلے جاتے اور ان کے بعد دوسرا جھنڈ آجاتا۔ یہ سنگریزے جس کے پیٹ پر گرتے اس کے پیٹ کو پھاڑ دیتے اور جس کی ہڈی پر گرتے اسے توڑ دیتے اور اس میں سوراخ کر دیتے۔ ابو یکسوم کو بھی کچھ سنگریزے لگے تھے اس نے اپنا رخ یمن کی طرف کر لیا۔ راستے میں اس کی انگلیاں ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گرتی رہیں یہاں تک کہ یمن پہنچتے پہنچتے وہ صرف لوتھڑا رہ گیا۔ وہاں اس کا سینہ شق ہو گیا پیٹ پھٹ ہو گیا اور وہ ہلاک ہو گیا۔ اشعریین اور خشعم میں سے کوئی شخص اس مصیبت میں مبتلا نہ ہوا کیوں کہ وہ قبل ازیں تائب ہو کر واپس چلے گئے تھے۔ ابرھہ کے لشکری اپنے بدرقہ نفیل کو جزع فزع کرتے ہوئے پکارتے تھے: "اے نفیل! اے نفیل!" لیکن نفیل تو تائب ہو کر حرم میں داخل ہو چکا تھا۔ اس ضمن میں نفیل نے یہ اشعار کہے:

الا ردی جمالك يا ردينا

نعمنا كم مع الاصباح عينا

اے ردینا! اپنا حسن و جمال پھر حاصل کرو اور تم لوگوں کی خوشی سے ہماری آنکھیں علی الصبح ٹھنڈی ہوں۔

فانك لو رأيت ولن تريه

الى جنب المحصب ما رأينا

کاش تو وہ منظر دیکھتی اور ہرگز نہیں دیکھ سکے گی جو کچھ کہ ہم نے وادی محصب کے پاس دیکھا۔

اذا لخشيته وفزعت منه

ولم تاس على مافات عينا

تو اس سے ڈر جاتی اور خوفزدہ ہوتی اس لیے جو کچھ تمہاری آنکھ نہیں دیکھ سکی اس پر غمگین نہ ہو۔

خشيت الله لما رأيت طيرا

وقذاف حجارة ترمى علينا

جب میں نے پرندے دیکھے تو میں اللہ سے ڈر گیا کہ کہیں پتھر ہم پر نہ آ پڑیں۔

وكلهم يسائل عن نفيل

كان على للحبشان دينا

ان میں سے ہر ایک نفیل ہی کو ڈھونڈھ رہا تھا (کہ اس سے واپسی کا رستہ دریافت کرے) گویا کہ میرے اوپر حبشیوں کا کچھ قرض آتا تھا۔

مغیرہ بن عبداللہ بن مخزوم نے اس بارہ میں یہ اشعار کہے۔

انت حبست الفيل بالمغمس

اهلكت ابا يكسوم والمغلس

تو نے ہاتھی کو مغمس کے مقام پر روک دیا اور تو نے ابو یکسوم اور مغلس کو ہلاک کر دیا۔

كردستهم وانت غير مكردس

تداعسهم وانت غير مداعس

تو نے ان کی ہڈیاں اور جوڑ بند توڑ دیئے۔ تو نے انہیں پامال کر دیا اور روند ڈالا اور ان کا تخریبی منصوبہ کامیاب نہ ہو سکا۔

عبدالمطلب یہ رجز پڑھتے رہے اور حبشی فوج کے لیے بددعا کرتے رہے۔

یا رب لا ارجو لھم سواکا

یا رب فامنع منھم حماکا

اے میرے پروردگار! میں ان کے مقابلے میں تیرے سوا کسی سے امید نہیں رکھتا۔ اے میرے پروردگار! ان سے اپنے حرم کی حفاظت فرما۔

ان عدو البیت من عاداکا

انھم لن یقھروا قواکا

بیشک اس گھر کا دشمن تیرا دشمن ہے۔ بیشک وہ تیری بستیوں پر کبھی غلبہ حاصل نہیں کر سکیں گے۔

جب حملہ آور پسپا ہوئے تو عبدالمطلب نے یہ اشعار کہے:

منعت ابرھة الارض التی حمیت

من اللئام فلم تخلق لھم دارا

تو نے ابرھہ کو اس زمین سے روک دیا جو ایسے کمینوں کی دست برد سے محفوظ ہے جن کا کوئی ٹھکانا نہیں۔

منعت مکة منھم انئی رجل

ذواسرة لم یکن فی الحب غدارا

تو نے ان حملہ آوروں سے اہل مکہ کی حفاظت فرمائی۔ بے شک میں صاحب قبیلہ ہوں اور محبت میں غداری و بدعہدی کرنے والا نہیں ہوں۔

اذ قلت یا صاحب الجشان ان لنا

من دون ان یھدم المعمور اخطارا

جب میں نے اس سے کہا: اے حبشیوں کے سردار! اگر خانہ کعبہ منہدم ہو جائے تو ہمارے لیے اس میں خطرات ہیں۔

فصار فی جیشه بالفیل مقتدرا

وسرت مستبسلا للموت صبارا

وہ اپنے لشکر میں ہاتھی کے ساتھ صاحب اقتدار تھا اور میں صبر کے ساتھ موت کے لیے تیار ہو گیا۔

فی فتیة من قریش لیس میتهم

بمورث حیهم شینا ولا عارا

میرے ساتھ قریش کے نوجوان تھے جن کے لیے موروث کی زندگی میں مرنا کوئی برائی اور عار کا کام نہیں ہے۔

(۴۲) احمد نے یونس کی وساطت سے عبداللہ بن عون سے اور اس نے محمد بن سیرین کے حوالہ سے عبداللہ بن عباس کی یہ روایت قرآن کریم کی آیت:

وارسل علیهم طیرا ابابیل (اور تمہارے رب نے ان پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ بھیج دیئے) کے بارے میں نقل کی ہے۔ عبداللہ بن عباس کا قول ہے کہ ان پرندوں کی چونچیں پرندوں جیسی تھیں اور پنجے کتوں جیسے۔

(۴۳) احمد نے اپنے باپ اور یونس ہردو کی وساطت سے قیس بن ربیع سے اور اس نے جابر بن عبدالرحمان بن سابط کے حوالہ سے عبید بن عمیر کی یہ روایت نقل کی:

وارسل علیهم طیرا ابابیل (اور تمہارے رب نے ان پر پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ بھیج دیئے) عبید بن عمیر کا بیان ہے کہ پرندے سمندر کی طرف سے ہندوستان کے جوانوں کی طرح جھپٹ کر آئے۔

ترمیهم بحجارة من سجیل (جو ان پر پکی ہوئی مٹی کے پتھر پھینک رہے تھے)

ان میں سے چھوٹے پرندے آدمیوں کے سروں جیسے تھے اور بڑے پرندے لاغر اونٹوں جیسے۔ جو کچھ وہ پھینکتے تھے وہ نشانے پہ لگتا تھا اور جسے لگتا تھا وہ قتل ہو جاتا تھا۔ اس بارے میں عبید بن عمیر نے کہا کہ میرے باپ نے اسی میں اضافہ کیا: پرندے جوق در جوق پے در پے آتے تھے ان کا نشانہ خطا نہ جاتا تھا اور جسے لگتا تھا وہ لقمہ اجل بن جاتا تھا۔

(۴۴) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی یہ روایت نقل کی ہے۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ مجھ سے عبداللہ بن ابی بکر بن حزم نے عمرہ بنت عبدالرحمان بن اسعد بن زرارہ کے حوالہ سے حضرت عائشہؓ زوجة النبیؐ کی روایت بیان کی۔ ام المومنینؓ نے فرمایا کہ میں نے اس ہاتھی کے چلانے والے

قائد اور اس کے محافظ دونوں کو اندھا اور اپاہج یعنی معذوری کی حالت میں مکہ میں بھیک مانگتے دیکھا ہے۔

(۴۵) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی ہے: ابن اسحاق نے کہا:
یعقوب بن عتبہ بن مغیرہ بن اخنس نے مجھ سے بیان کیا کہ سرزمین عرب میں خسرہ اور چیچک کی بیماریاں اسی سال پہلی بار نظر آئیں اور بدمزہ کڑوے پودے از قسم حرمل اور آک وغیرہ عام الفیل ہی میں دیکھے گئے۔

(۴۶) احمد نے یونس بن بکیر کی وساطت سے ابن اسحاق کی یہ روایت نقل کی ہے۔اس نے کہا:
عبداللہ بن ابی بکر بن حزم نے مجھ سے روایت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ آمنہ بنت وہب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لیکر ان کے ننھیال مدینہ کے بنی عدی کے ہاں تشریف لائیں۔ واپسی کے سفر میں جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر جارہی تھیں تو مقام ابواء پر پہنچ کر انتقال کر گئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر اس وقت چھ سال کی تھی۔

(۴۷) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی یہ روایت نقل کی ہے۔ابن اسحاق نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جد امجد عبدالمطلب کے ساتھ رہا کرتے تھے۔عباس بن عبداللہ بن معبد نے اپنے کسی رشتہ دار کے حوالہ سے یہ روایت بیان کی: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب کے لیے کعبہ کے زیر سایہ فرش بچھایا جاتا تھا۔ان کے بیٹوں میں سے کوئی بھی والد کی بزرگی کے پیش نظر اس فرش پر بیٹھنے کی جرات نہ کرتا تھا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس فرش پر آکر بیٹھ جاتے تھے۔ آپؐ کے چچا آپؐ کو وہاں سے ہٹانے کی کوشش کرتے تو آپؐ کے دادا عبدالمطلب فرماتے کہ میرے اس بیٹے کو چھوڑ دو۔ دادا آپؐ کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرتے اور فرماتے کہ میرے اس بیٹے کی شان ہی کچھ اور ہے۔ جناب عبدالمطلب نے عام الفیل کے آٹھ سال بعد وفات پائی۔اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر آٹھ سال کی تھی۔

(۴۸) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی ہے۔ابن اسحاق نے کہا:
عبداللہ بن ابی بکر بن حزم نے یہ روایت بیان کی کہ ایک آدمی صنعاء میں گیا۔اس نے نفع اندوزی کی خاطر وہاں کے کھنڈرات میں سے ایک کھنڈر کو کھودا تو عبداللہ بن ثامر کو اس حال میں پایا کہ وہ بیٹھا ہوا تھا اور اس نے اپنا ہاتھ سر کے ایک زخم پر رکھا ہوا تھا۔ حالت یہ تھی کہ جب لوگ اس کا ہاتھ زخم سے ہٹاتے تو خون بہنے لگتا اور جب ہاتھ چھوڑ دیا جاتا وہ پھر اسی زخم پر رکھ لیتا۔اس کے ہاتھ میں ایک انگوٹھی تھی جس پر

یہ نقش تھا:

"ربی اللّٰہ" یعنی میرا پروردگار اللہ ہے۔"

اس شخص نے اس واقعہ کے بارے میں حضرت عمر بن خطابؓ کو لکھ بھیجا۔ حضرت عمرؓ نے تحریری حکم ارسال کیا کہ وہ جس حال میں ہے اسے اسی حال پر چھوڑ دو اور وہ جس طرح پہلے دفن تھا اسی طرح اس کو دفن کر دو۔ احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی یہ روایت نقل کی ہے کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کے دین کا پیرو تھا۔

(۴۹) احمد نے یونس بن بکیر کی وساطت سے اور اس نے ابی خلدہ خلد بن دینار کے حوالہ سے ابوالعالیہ کی یہ روایت نقل کی ہے۔ ابوالعالیہ کا بیان ہے کہ جب ہم نے تستر کا شہر فتح کر لیا تو ہم نے ہرمزان کے بیت المال میں ایک تخت پر ایک مردہ آدمی کو دیکھا اس کے سر کے پاس اس کا ایک مصحف پڑا ہوا تھا۔ ہم نے وہ مصحف لے کر حضرت عمرؓ کی خدمت میں بھیج دیا۔ آپ نے کعب کو بلایا اس نے اسے عربی زبان میں منتقل کر دیا۔ میں پہلا عرب ہوں جس نے اسے پڑھا۔ میں نے اس مصحف کو اس طرح پڑھا جس طرح میں قرآن پڑھتا ہوں۔ ابن خلدہ کا بیان ہے کہ میں نے ابوالعالیہ سے پوچھا: "اس میں کیا تھا؟" اس نے جواب دیا: تمہارے حالات و واقعات، تمہاری اچھی اچھی باتیں اور تمہارے بعد مستقبل کے احوال۔" میں نے ابوالعالیہ سے پوچھا: "تم نے اس آدمی کا کیا کیا؟" اس نے کہا: "ہم نے تیرہ متفرق قبریں کھودیں اور رات کے وقت اسے دفن کر کے سب قبروں کو ہموار کر دیا تاکہ لوگوں کو اس بارہ میں معلومات نہ ہوں اور وہ اس کو دوبارہ نہ نکال لیں۔ میں نے راوی سے پوچھا: "ان کی غرض اس سے کیا تھی؟" ابوالعالیہ نے کہا: "جب خشک سالی ہو جاتی تھی تو وہ اس کے تخت کو باہر لے آتے تھے اور بارش ہو جاتی تھی۔" میں نے راوی سے پوچھا: "اس شخص کے بارے میں آپ لوگوں کا کیا گمان ہے؟" راوی نے کہا: "اس کا نام دانیال تھا۔" میں نے پوچھا: "اسے فوت ہوئے کتنا عرصہ گزر چکا تھا؟" راوی نے کہا: "تین سو سال۔" میں نے پوچھا: "کیا اس کی حالت جسمانی میں کوئی تغیر واقع ہوا تھا؟" راوی نے جواب دیا کہ اس میں کوئی تغیر واقع نہیں ہوا تھا ماسوائے گدی کے گہرائی کے۔ بیشک انبیاء کے اجسام کو زمین بوسیدہ نہیں کر سکتی اور نہ درندے انہیں کھا سکتے ہیں۔

باب ۸

آنحضرتؐ کے جد امجد عبدالمطلب کی وفات

(۵۰) احمد نے یونس بن بکیر کی وساطت سے ابن اسحاق کی یہ روایت نقل کی ہے۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جب عبدالمطلب کا اس دار فانی سے رحلت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنی بیٹیوں سے کہا: "مجھ پر گریہ وزاری کرو تاکہ میں سن لوں کہ تم کس طرح مرثیہ کہو گی۔" عبدالمطلب کی یہ چھ صاحبزادیاں تھیں: (۱) امیمہ (۲) ام حکیم (۳) برہ (۴) عاتکہ (۵) صفیہ اور (۶) اروی۔

امیمہ نے یہ اشعار کہے:

الا هلك الراعى العشيرة ذوالعقد

وساقى الحجيج المحامى عن الحمد

سنو! خاندان کا نگہبان، عہدوپیمان کا پاسدار، حجاج کا ساقی اور محامدو محاسن کی حمایت کرنے والا رخصت ہو گیا۔

ومن يولف الجار الغريب لبيته

اذا ما سماء البيت يتبخل بالرعد

جو مسافر پڑوسی کو اس وقت اپنے گھر میں جمع کر لیتا تھا جب کہ گھر کا آسمان گرج کے باوجود بخل کرتا تھا یعنی قحط سالی کے زمانہ میں بھی وہ مہمان نوازی کیا کرتا تھا۔

عاتکہ نے یہ اشعار کہے:

اعينى جودا ولا تبخلا

بدمعكما بعد نوم النيام

اے میری دونوں آنکھو! سونے والوں کے سو جانے کے بعد اپنے آنسوؤں سے سخاوت کرو اور بخل نہ کرو۔

اعینی واسحوفزا واسکبا

وشوبا بکاء کما بالتدام

اے میری دونوں آنکھو! خوب تیزی سے جھڑی لگاؤ اور آنسو بہاؤ اور اس گریہ وزاری کو ماتمی عورتوں کی چہرہ کوبی کے ساتھ ہم آہنگ کر دو۔

علی الحجفل الغمر فی النائبا

تکریم المساعی وفی الذمام

تمہاری یہ آہ وبکا اس بلند پایہ سردار پر ہے جو مصائب کے وقت احسان کرنے والا تھا جس کی کوششیں کریمانہ تھیں اور جو اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے والا تھا۔

علی شیبۃ الحمد واری الزناد

وذی مصدق بعد ثبت المقام

قابل ستائش شیبہ پر جو مہمان نوازی کے لیے چقماق سے آگ سلگانے والا اور اپنے مقام پر ڈٹ کر بہادری کے ساتھ جنگ آزمائی کرنے والا تھا۔

صفیہ نے یہ اشعار کہے:

ارقت لصوت نائحۃ بلیل

علی رجل بقارعۃ الصعید

رات کے وقت ایک رونے والی کی آواز سے میری نیند اچاٹ ہوگئی وہ ایک ایسے شخص پر رو رہی تھی جو عام گزرگاہ پر تھا یعنی قائد عوام تھا۔

ففاضت عند ذالکم دموعی

علی خدی کمنحدر الفرید

میرے آنسو میرے دونوں رخساروں پر ڈھلکنے والے موتیوں کی طرح اسی وقت بہنے لگے۔

علی الفیاض شیبۃ ذی المعالی

ابیك الخیر وارث کل جود

بلند مرتبے والے فیاض شیبہ پر جو تیرا اچھا باپ اور ہر قسم کی جود و سخا کا وارث تھا۔

طویل الباع اروع شیظمی
مطاع فی عشیرتۃ حمید

جس کا دست کرم بہت کشادہ تھا، جو حسن و شجاعت کا مالک اور اپنے قبیلے کا قابل ستائش سردار تھا جس کی اطاعت کی جاتی تھی۔

عظیم الحلم من نفر کرام
خضارمۃ ملاوثۃ اسود

جو بڑے حلم والا اور صاحب مروت لوگوں میں سے تھا۔ دریادل تھا اور سردار شیروں کو پناہ دینے والا تھا۔

ام حکیم البیضاء نے یہ اشعار کہے۔ (البیضاء حضرت عثمان بن عفان کی نانی ہیں وہ کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس کے نکاح میں تھیں اور ان کے ہاں عامر اور اروی پیدا ہوئے۔ اروی حضرت عثمانؓ کی والدہ ہیں)

الا یا عین جودی واستھلی
وبکی ذا الندی والمکرمات

ہاں! اے آنکھ! سخاوت کر اور خوب رو۔ اور اس صاحب شرافت اور پیکر جودو سخا کا ماتم کر۔

الا یاعین ویحك اسعفینی
بدامع من دموع ھا طلات

ہاں، اے بدبخت آنکھ، میری ضرورت پوری کر اور لگاتار بہنے والے آنسو بہاتی رہ۔

فبکی خیر من رکب المطایا
اباك الخیر تیار الفرات

اس شخص پر رو جو سواریوں پر سوار ہونے والوں میں سب سے اعلیٰ تھا جو تمہارا اچھا باپ تھا اور میٹھے پانی کا موجزن دریا تھا۔

طویل الباع شیبۃ ذا المعالی
کریم الخیم محمود الھبات

بلند مرتبے والے شیبہ پر جس کا دست کرم بہت کشادہ تھا جو شریف خصلت اور سخاوت میں قابل ستائش تھا۔

وصولا للقرابة هبرزيا
وغيثا في السنين الممحلات

جو قرابت کے حقوق کی پاسداری کرنے والا تھا۔ خالص اور بے عیب سونا تھا اور قحط سالیوں کے وقت برسنے والا بادل تھا۔

فبكيه ولا تسمى بحزن
وبكى ما بكين الباكيات

پس ایسے شخص کا ماتم کر اور حزن و غمناکی میں سستی نہ کر اور اس وقت تک روتی رہ جب تک کہ رونے والیاں روتی رہیں۔

برہ نے یہ اشعار کہے۔

اعيني جودا بدمع درر
على طيب الخيم والمعتصر

اے میری دونوں آنکھو! اس شریف خصلت اور پیکر جود و سخا پر آنسوؤں کے موتیوں سے سخاوت کرو۔

على ماجد الجدوارى الزناد
جميل المحيا عظيم الخطر

جو بلند شان والا، مہمان نوازی کے لیے چقماق سے آگ سلگانے والا، حسین بشرے والا اور عالی مرتبت تھا۔

على شيبة الحمد ذى المكرمات
وذى المجد والعز والمفتخر

اس شیبہ پر جو قابل تعریف اور بزرگیوں والا تھا اور صاحب عزت و شان اور لائق افتخار تھا۔

وذى الفضل والحلم فى النائبات
كثير المكارم جمّ الفخر

مصائب کے وقت صاحب حلم اور سخاوت کرنے والا تھا۔ بڑی خوبیوں کا مالک اور قابل صدافتخار تھا۔

له فضل مجد علی قومه

مبین یلوح کضوء القمر

اسے اپنی قوم پر وافر بزرگی حاصل تھی وہ ایسی نمایاں شخصیت کا حامل تھا کہ چاند کی روشنی کی طرح چمکتا رہتا تھا۔

اتته المنایا فلم تشوه

بصرف اللیالی وریب القدر

لیل ونہار کی گردشیں اور قضاوقدر کی چیرہ دستیاں اس کے پاس اموات لے کر آئیں اور اس پر ہلکاوار نہیں کیا بلکہ کاری ضرب لگائی اور وہ جانبر نہ ہوسکا۔

اروی بنت عبدالمطلب نے یہ اشعار کہے:

بکت عینی وحق لها البکاء

علی سمح سجیته الحیاء

میری آنکھ رو رہی ہے اور اس کے لیے رونا ہی سزاوار ہے۔ کیوں کہ وہ ایک پیکر سخاوت پر رو رہی ہے جس کی سیرت حیا کا مرقع تھی۔

علی سهل الخلیقة ابطحی

کریم الخیم نیته العلاء

جو بطحا کا رہنے والا نرم خو تھا۔ بزرگانہ سیرت وکردار کا حامل تھا اور اس کے مقاصد بلند تھے۔

علی الفیاض شیبة ذی المعالی

ابیك الخیر لیس له کفاء

اس شیبہ پر جو فیاض اور بلند مرتبوں والا تھا جو تیرا بہترین باپ تھا اور اس کا کوئی ہم پایہ نہ تھا۔

طویل الباع املس شیظمی

اغر کان غرته ضیاء

جس کا دست کرم بہت کشادہ تھا۔ جو حسین اور بہادر تھا۔ اس کی پیشانی سفید تھی اور یہ سفیدی

روشنی کی حامل تھی۔

ومعقل مالك وربیع فهر

وفاصلها اذا التبس القضاء

جو بنی مالک کے لیے جائے پناہ اور بنی فہر کے لیے موسم ربیع کی بارش کے مانند اور جب جھگڑوں کا تصفیہ مشکل ہو جاتا تو وہی ان کے درمیان فیصلے کیا کرتا تھا۔

(۵۱) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی یہ روایت نقل کی ہے۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ عبدالمطلب کی وفات کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر آٹھ سال کی تھی۔ عبدالمطلب سے قبل کسی کا اتنا ماتم نہیں کیا گیا جتنا عبدالمطلب کا کیا گیا۔ عبدالمطلب کی وفات کے بعد زمزم اور حجاج کو پانی پلانے کی خدمت پر ان کے فرزند عباسؓ کو متولی بنایا گیا حالانکہ وہ اس وقت اپنے تمام بھائیوں سے کم عمر تھے۔ یہ تولیت قیام اسلام تک ان کے پاس رہی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کی اس تولیت کو بحال رکھا اور حضرت عباسؓ کی وساطت سے یہ تولیت آج تک آل عباس ہی سے وابستہ ہے۔

(۵۲) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی یہ روایت نقل کی ہے۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ عبدالمطلب کی وفات کے بعد ریاست اور سرداری آپ کی قوم بنی عبد مناف میں حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف کے حصہ میں آئی جو عمر میں سب سے بڑا تھا۔ وہ لوگوں کو کھانا کھلاتا تھا اور قبیلے کی خبرگیری کرتا تھا۔ اس کی قوم نے اس کی بزرگی کو تسلیم کرلیا۔ اس نے مکہ میں مہمانوں کے لیے ایک گول عمارت تعمیر کرائی۔ وہ اپنے پاس ہر آنے والے کی ضیافت کرتا تھا۔ لوگوں کا گمان ہے کہ جناب عبدالمطلب نے ابو طالب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں وصیت فرمائی کیونکہ عبداللہ اور ابو طالب دونوں ماں جائے سگے بھائی تھے۔ ابو طالب کا نام عبد مناف تھا۔ عبدالمطلب نے اس وصیت کے بارے میں یہ اشعار کہے:

اوصیك یا عبد مناف بعدی

بموحد بعد ابیه فرد

اے عبد مناف (ابو طالب)! میں اپنے بعد اس موحد کے بارے میں تمہیں وصیت کرتا ہوں جو اپنے باپ کی وفات کے بعد اکیلا رہ گیا ہے۔

فارقه وهو ضجيع المهد

فكنت كالام له في الوجد

اس کا باپ اس حال میں اسے داغ مفارقت دے گیا کہ وہ ابھی گہوارے میں سونے والا تھا اور میں نے اس حالت میں اس کی سرپرستی کی کہ میں اس کے لیے بمنزلہ ماں کے تھا۔

تدانيه من احشائها والكبد

حتى اذا خفت مداد الوعد

جو اپنے جسم و جان سے زیادہ بچے کو عزیز رکھتی ہے یہاں تک کہ میں اجل کے وعدہ کی سیاہی سے خائف اور بے بس ہو گیا۔

اوصيت ارجى أهلنا للتوفد

بابن الذى غيبته فى اللحد

اور میں نے اس بارے میں اپنے اہل بیت کو وصیت کی اس بیٹے کی وجہ سے جو مجھ سے قبل ہی قبر میں چھپ گیا ہے۔

بالكره منى ثم لا بالعمد

فقال لى والقول ذو مرد

میں نے ایسا عمداً نہیں کیا بلکہ مجبوری کی بنا پر کیا ہے۔ عبد مناف نے اس وصیت کو قبول کیا اور قول و قرار پختہ ہی ہوا کرتا ہے۔

ما ابن اخى ماعشت فى معد

الا كادنى ولدى فى الود

اس نے کہا کہ جب تک میں زندہ ہوں میرے بھائی کے بیٹے کو کوئی اچک کر نہیں لے جاسکے گا بلکہ میں اس کے ساتھ بیٹے کی طرح محبت کروں گا۔

عندى ارى ذلك باب الرشد

بل احمد قد يرتجى للرشد

میں اسے اپنے پاس رشد و ہدایت کا دروازہ سمجھتا ہوں بلکہ ہدایت و رہنمائی حاصل کرنے کے

لیے احمد سے امیدیں وابستہ کی جائیں گی۔

وکل امر فی الامور ود

قد علمت علام اھل العھد

عہدو پیمان کرنے والے جانتے ہیں کہ محبت تو سب امور میں سے بہترین ہے۔

ان ابنی سید اھل النجد

یعلو علی ذی البدن الاشد

بیشک میرا بیٹا اہل نجد کا سردار ہے وہ بہادر نوجوانوں پر غلبہ حاصل کرے گا۔

عبدالمطلب نے یہ اشعار بھی کہے:

اوصیته من کنیته بطالب

عبد مناف وھو ذو تجارب

میں نے اسے وصیت کی جس کی کنیت ابو طالب ہے اور وہ تجربہ کار عبد مناف ہے۔

بابن الذی قد غاب غیر ائب

بابن اخ والنسوہ الحبائب

یہ وصیت میں نے اس بیٹے کی وجہ سے کی جو قبر میں روپوش ہے اور واپس آنے والا نہیں ہے۔
ابو طالب کو یہ وصیت میں نے اس کے بھتیجے اور عزیز خواتین کے بارے میں کی ہے۔

بابن الحبیب اقرب الاقارب

فقال لی کشبه المعاتب

یہ موصی لہ محبوب کا بیٹا اور سب رشتہ داروں سے قریب ترین ہے۔ ابو طالب نے مجھے رضامندی سے کہا:

لا توصنی ان کنت بالمعاتب

بثابت الحق علی واجب

اگر آپ مجھے ملامت کرنے والے نہیں ہیں تو آپ مجھے اس کے بارے میں وصیت نہ کریں جس کا حق مجھ پر ثابت اور واجب ہے۔

محمد ذو العرف والذوائب
قلبی الیه مقبل وآئب

محمدؐ بھلائیوں والااور عزت وشرافت والا ہے۔میرا دل اس کا استقبال کرنے والااور بار بار اس کی طرف لوٹ کر آنے والا ہے۔

فلست بالانس غیر الراغب
بان یحق الله قول الراهب

میں بنی نوع انسان کے ساتھ محبت نہ کرنے والا نہیں ہوں، اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں راہب کے قول کو سچ کر دکھائے۔

فیه وان یفضل اٰل غالب
انی سمعت اعجب العجائب

اے آل غالب پر فضیلت حاصل ہوگی میں نے عجیب وغریب باتیں سنی ہیں۔

من کل حبر عالم و کاتب
هذا الذی یقتاد کالجنائب

یہ بشارتیں ہر نیکوکار عالم اور عقل مند سے سنی گئیں ہیں کہ یہ وہ شخص ہے جس کی اقتداء اللہ تعالیٰ کے اوامرونواہی کی طرح کی جائے گی۔

من حل بالابطح والاخاشب
ایضا ومن ثاب الی المثاوب
من ساکن للحرم او مجانب

اس کی پیروی حرم کے سوا تمام کرہ ارض (حل) کی کشادہ اور سنگلاخ زمین میں کی جائے گی اور ساکنان حرم اور اس کے گرداگرد کے لوگ بھی ایسا ہی کریں گے اور جو بھی جزائے خیر کا طالب ہوگا وہ اس کی اقتداء سے سرتابی نہ کرے گا۔

حصہ دوم

باب ۹

بحیرا راہب کا قصہ

ابو طالب کے ہمراہ شام کا سفر

(۵۳) ابوالحسین احمد بن محمد بن النقور البزاز نے ابو طاہر محمد بن عبدالرحمن المخلص کی وساطت سے ابوالحسین رضوان بن احمد کی روایت نقل کی۔ ابوالحسین نے کہا کہ ابو عمر احمد بن عبدالجبار العطاردی نے یونس بن بکیر کے حوالہ سے محمد بن اسحاق کی یہ روایت بیان کی۔ ابن اسحاق نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا کی وفات کے بعد آپ کے چچا ابو طالب نے آپ کو اپنی کفالت میں لے لیا اور آنحضرتؐ ہمہ وقت ابو طالب کے پاس رہنے لگے۔ ایک مرتبہ ابو طالب نے ایک تجارتی قافلہ کے ہمراہ شام کا قصد کیا جب انہوں نے رخت سفر باندھ لیا اور چلنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے لپٹ گئے۔ آپ نے ان کی اونٹنی کی مہار پکڑلی اور فرمایا: "چچاجان! آپ مجھے کس کے سہارے پر چھوڑے جا رہے ہیں، میری نہ ماں ہے اور نہ باپ ہے۔" ابو طالب کا دل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پگھل گیا اور انہوں نے کہا: خدا کی قسم! یہ ضرور میرے ساتھ جائے گا، میں نہ اسے جدا کروں گا اور نہ اس سے جدا ہوں گا۔" راوی کا بیان ہے کہ ابو طالب آپ کو ساتھ لے کر چلے۔ قافلے نے شام کے علاقے بصریٰ میں ڈیرہ ڈالا۔ وہاں بحیرا راہب اپنے صومعے میں رہتا تھا۔ وہ اس وقت عیسائیوں میں سب سے بڑا عالم تھا۔ اس صومعے میں جو راہب بھی رہتا تھا وہ اس کتاب کا عالم ہوتا جو ان کے پاس تھی، یہ راہب اس کتاب کا علم یکے بعد دیگرے اپنے اسلاف سے وراثتاً حاصل کرتے آئے تھے۔ اس سال قریشی قافلہ بحیرا راہب کے پاس اترا۔ وہ اس سے قبل بھی بارہا اس کے پاس سے گزرتے رہتے تھے لیکن بحیرا ان سے کبھی ہم کلام نہ ہوا تھا اور نہ کبھی اپنے صومعے سے نکل کر باہر آیا تھا۔ اس سال وہ اس کے صومعے کے قریب اترے۔ اس نے ان کے لیے کھانا پکوایا۔ لوگوں کا

خیال ہے کہ جب وہ اپنے صومعے میں تھا تو اس نے دیکھا کہ قافلہ کے درمیان بادل کا ایک ٹکڑا سایہ فگن ہے۔ قافلہ اس کے قریب ایک درخت کے سایہ میں اترا اس نے دیکھا کہ بادل کا سایہ درخت پر تھا اور درخت کی شاخیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھکی ہوئی تھیں اور آپ اس کے سایہ کے نیچے تھے۔ بحیرا نے یہ منظر دیکھا تو وہ اپنے صومعے سے نیچے اترا آیا۔ اس نے کھانے کی تیاری کا حکم دے رکھا تھا، کھانا تیار ہوا تو اس قافلہ والوں کو کہلا بھیجا: "اے گروہ قریش! میں نے تمہارے لیے کھانا تیار کرایا ہے۔ میری خواہش ہے کہ آپ سب چھوٹے، بڑے آزاد، غلام میری اس دعوت میں شرکت کریں۔" ان میں ایک آدمی نے کہا۔ اے بحیرا! آج تو آپ کی حالت ہی کچھ اور ہے اس سے قبل آپ نے ایسا اہتمام کبھی نہیں کیا حالانکہ ہم آپؐ کے پاس سے اکثر گزرتے تھے۔ آج اس خلاف معمول اہتمام کی وجہ کیا ہے؟" بحیرا نے اس سے کہا: "تمہاری بات سچ ہے۔ لیکن آپ لوگ مہمان ہیں، میں نے آپ کی عزت افزائی کے لیے کھانا تیار کیا ہے اور میری خواہش ہے کہ آپ سب لوگ کھانے کے لیے تشریف لائیں۔" دعوت پر سب قافلے والے آگئے اور حضورؐ کو آپ کی صغرسنی کی وجہ سے اپنے ڈیرے پر اسی درخت کے نیچے چھوڑ آئے۔ جب بحیرا نے قافلہ والوں کو دیکھا تو اسے وہ چیز دکھائی نہ دی جو اس کے پیش نظر تھی اور جسے وہ جانتا تھا تو اس نے پوچھا: "اے گروہ قریش! کیا میری اس دعوت پر آپ کے سب لوگ آگئے ہیں اور کوئی پیچھے تو نہیں رہ گیا؟" انہوں نے جواب دیا: "اے بحیرا! آپ کے پاس آنے سے ایسا کوئی شخص بھی پیچھے نہیں رہا جسے آنا چاہئے تھا، بس ایک لڑکا ہے جو سب سے کم عمر ہے اور ہمارے کجاووں کے پاس رہ گیا ہے۔" اس نے کہا: "ایسا نہ کرو، اس کو بھی بلاؤ اسے بھی آپ کے ساتھ اس دعوت میں شریک ہونا چاہئے۔" قریش میں سے ایک آدمی نے کہا: "لات اور عزیٰ کی قسم! ہمارے لیے یہ بات بری ہوگی کہ عبداللہ بن عبدالمطلب کا بیٹا ہمارے ساتھ کھانے میں شریک نہ ہو۔" چنانچہ وہ گیا اور آپؐ کو فوری طور پر اٹھا کر لے آیا۔ بحیرا آپ کو بہت غور سے دیکھتا رہا اور آپ کے جسد مبارک کا جائزہ لیتا رہا تاکہ اس صفت کو معلوم کرسکے جو آپ کی شناخت کے بارے میں اس کے پاس تھی۔ جب لوگ کھانے سے فارغ ہوئے اور منتشر ہو کر چلے گئے تو بحیرا اٹھا اور اس نے آپؐ کو کہا: "میاں لڑکے! میں آپ کو لات وعزیٰ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ جو بات بھی میں پوچھوں آپ اس کا جواب دیں۔" بحیرا نے آپ سے یہ اس لیے کہا کہ اس نے قریش کے لوگوں کو ان دونوں کی قسم کھاتے ہوئے سنا تھا۔ لوگوں کا خیال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بحیرا کو فرمایا: "مجھے لات وعزیٰ

کی قسم دے کر نہ پوچھو۔ خدا کی قسم! میں ان سے بڑھ کر کسی چیز سے بغض نہیں رکھتا۔" اس نے کہا: "اللہ کی قسم! آپ مجھے ان باتوں کا جواب دیں جو میں آپ سے دریافت کروں۔" آنحضرتؐ نے فرمایا: "جو چاہو پوچھو۔" اس نے آپؐ سے آپ کی نیند، ہیئت اور دیگر امور کے بارے میں پوچھنا شروع کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جواب دیتے رہے۔ یہ تمام باتیں ان صفات کے موافق تھیں جو بحیرا کے پاس تھیں، پھر اس نے آپؐ کی پشت مبارک دیکھی اور آپؐ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت اسی جگہ دیکھی جہاں آپؐ کے متعلق اس کے پاس لکھا ہوا تھا۔

وہ آپؐ کے ساتھ مکالمہ سے فارغ ہو کر آپؐ کے چچا ابو طالب کی طرف متوجہ ہوا اور ان سے پوچھا: "اس لڑکے کا آپ سے کیا رشتہ ہے؟" ابو طالب نے جواب دیا: "یہ میرا بھتیجا ہے۔" بحیرا نے کہا: "یہ آپ کا لڑکا نہیں اور اس لڑکے کا باپ زندہ نہیں ہو سکتا۔" ابو طالب نے کہا: "یہ میرا بھتیجا ہے۔" بحیرا نے پوچھا: "اس کے باپ کو کیا ہوا؟" ابو طالب نے کہا: "یہ ابھی بطن مادر میں تھا کہ اس کے باپ کا انتقال ہو گیا تھا۔" بحیرا نے کہا: "آپ نے سچ کہا، آپ اپنے بھتیجے کو اپنے وطن واپس لے جائیں اور یہود سے اس کو بچائیں، اللہ کی قسم! اگر انہوں نے اس کو دیکھ لیا اور وہ علامتیں پہچان لیں جو میں نے پہچانی ہیں تو وہ اسے ضرر پہنچانے کی کوشش کریں گے، آپ کا بھتیجا بڑی عظمت والا ہے اس لیے آپ اس کو لے کر جلد اپنے شہر واپس چلے جائیں۔"

جب آپؐ کے چچا نے شام میں اپنے تجارتی کاروبار سے فراغت حاصل کر لی تو وہ آپؐ کو لے کر جلد مکہ واپس چلے آئے۔ اس بارے میں لوگوں کی یہ روایتیں بھی ہیں کہ زبیر، تمام اور دریس جو اہل کتاب میں سے تھے انہوں نے بھی سفر میں آپؐ کو آپ کے چچا کے ہمراہ دیکھا تھا اور آپ کی شخصیت میں کچھ نشانات کا مشاہدہ کیا تھا، انہوں نے آنحضرتؐ کو اذیت پہنچانا چاہی لیکن بحیرا نے انہیں اس سے باز رکھا، اللہ کی یاد دلائی اور وہ سب باتیں بتلائیں جو ان کی کتاب میں آپؐ کے متعلق مذکور تھیں۔ اور انہیں یہ بھی بتایا کہ وہ اپنی انتہائی کوشش کے باوجود آپؐ کو کچھ ضرر نہیں پہنچا سکیں گے۔ چنانچہ انہوں نے اس کی نصیحت کی صداقت کو پہچان لیا، آپؐ کو چھوڑ دیا اور چلے گئے۔ ابو طالب نے اس بارہ میں یہ اشعار کہے جن میں اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہمراہ لے جانے، یہودیوں کی چیرہ دستی اور بحیرا کے انتباہ کا ذکر کیا ہے۔

ان ابن آمنة النبی محمدا

عندی بمثل منازل الاولاد

بے شک آمنہ کے فرزند حضرت محمد نبی میرے لیے بمنزلہ اولاد کے ہیں۔

لما تعلق بالزمام رحمته

والعیس قد قلص بالازواد

جب فرزند آمنہ نے میری اونٹنی کی مہار پکڑلی تو میرا دل اس کی محبت سے بھر آیا اور اس وقت سرخی مائل سفید اونٹوں کا قافلہ زاد سفر لے کر کوچ کے لیے تیار کھڑا تھا۔

فارفض من عینی دمع ذارف

مثل الجمان مفرق الافراد

میری آنکھوں سے موتیوں کی طرح آنسو بہنے لگے جو افراد کے درمیان جدائی کے مواقع پر بہتے ہیں۔

راعیت فیه قرابة موصولة

وحفظت فیه وصیة الاجداد

میں نے اس کے بارے میں صلہ رحمی کی رعایت اور اپنے بڑوں کی وصیت کی پاسداری کی۔

وامرته بالسیر بین عمومة

بیض الوجوه مصالت انجاد

میں نے اسے اپنے چچاؤں کے ہمراہ سفر کا حکم دیا جو سرخ چہروں والے اور چنے ہوئے بہادر ترین لوگ ہیں۔

سارو الابعد طیة معلومه

فلقد تباعد طیه المرتاد

وہ ایک دور دراز کے معلوم سفر پر روانہ ہوئے۔ راستہ اگر چہ جانا پہچانا ہے لیکن مسافت بہت طویل ہے۔

حتی اذا ما القوم بصری عاینو
لاقوا علی شرك من المرصاد

یہاں تک کہ وہ بصریٰ کے لوگوں کے پاس پہنچے وہاں راستے میں ایک جگہ ان کی ملاقات

حبرا فاخبرهم حدیثا صادقا
عنه ورد معاشر الحساد

ایک یہودی عالم سے ہوئی جس نے انہیں آنحضور کے بارے میں سچی باتیں بتائیں اور حاسدوں کے ایک گروہ سے محفوظ رکھا۔

قوما یهودا قد راوا ما قدرای
ظل الغمام وعز ذی الاکیاد

وہ یہودی تھے۔ انہوں نے وہی علامتیں دیکھیں جو بحیرا نے دیکھی تھی یعنی بادلوں کا سایہ اور مضبوط لوگوں کی قدر شناسی۔

ساروا القتل محمد فنهاهم
عنه واجهد احسن الاجهاد

یہود محمدؐ کے قتل کے درپے تھے لیکن بحیرا نے انہیں اس سے باز رکھا اور اس ضمن میں بہترین کوشش کی۔

فثنی زبیرا بجیرا فانثنی
فی القوم بعد تجادل وبعاد

بحیرا نے زبیر کو روکا وہ بحث و تکرار کرتا رہا اور بالآخر اپنی قوم سمیت اس نے یہ ناپاک ارادہ ترک کر دیا۔

ونهی دریسا فانتهی عن قوله
حبر یوافق امره یرشاد

بحیرا نے دریس کو بھی منع کیا اور وہ بھی اپنی بات سے باز آگیا۔ بحیرا ایک ایسا عالم تھا جس کا حکم رشد و ہدایات پر مبنی تھا۔

ابو طالب نے یہ اشعار بھی کہے:

الم ترنی من بعدهم همته

بفرقة حر الوالدين كرام

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ میں نے شریف والدین کے برگزیدہ لڑکے سے جدائی کا قصد کیا ہوا تھا۔

باحمد لما ان شدت مطیتی

برحلی وقد ودعته بسلام

یعنی احمدؐ سے۔ جب میں نے اپنی سواری پر کجاوہ باندھا اور اسے سفر کے لیے تیار کیا میں نے سلامتی کے ساتھ احمدؐ کو الوداع کہا۔

بكى حزنا والعيس قد فصلت بنا

واخذت بالكفين فضل زمام

وہ غم سے رو پڑا اور اس حال میں کہ سرخی مائل سفید اونٹوں کا قافلہ روانہ ہوا اور دونوں ہتھیلیوں سے میری ناقہ کی مہار پکڑ لی گئی۔

ذكرت اباه ثم رقرقت عبرة

تجود من العينين ذات سجام

مجھے اس کا باپ یاد آ گیا۔ میری آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے اور میں زار و قطار رونے لگا۔

فقلت: تروح راشدا فی عمومة

مواسين فی الباساء غير لئام

میں نے اس سے کہا: راحت و آرام کے ساتھ اپنے چچاؤں کے ساتھ چلو جو مصائب و آلام میں غم خواری کرنے والے ہیں اور ملامت زدہ نہیں ہیں۔

فرحنا مع العير التی راح اهلها

شامی الهوى والاصل غير شامی

ہم اس قافلے کے ساتھ نکلے جس نے اس حال میں کوچ کیا کہ قافلہ والے محبت و شفقت کی بدفالی خیال کرتے تھے حالانکہ درحقیقت بدشگونی کا کوئی وجود نہیں ہے۔

فلما هبطنا ارض بصرىٰ تشرفوا

لنا فوق دور ينظرون جسام

جب ہم نے سرزمین بصریٰ میں ڈیرہ ڈالا تو ہماری وجہ سے قافلہ والوں کی عزت افزائی ہوئی اور وہ تناور معلوم ہوتے تھے۔

فجاء بحيرا عند ذلك حاشدا

لنا بشراب طيب وطعام

اس وقت بحیرا (راہب) آیا اور اس نے ہمیں پاک مشروبات اور کھانے کی پیش کش کی۔

فقال: اجمعوا اصحابكم لطعامنا

فقلنا: جمعنا القوم غير غلام

اس نے کہا: ہمارے کھانے میں اپنے سب ساتھیوں کو لے آؤ اور ہم نے کہا: ہم سب موجود ہیں ماسوائے ایک لڑکے کے۔

يتيم. فقال: ادعوه ان طعامنا

كثير. عليه اليوم غير حرام

جو یتیم ہے۔ اس نے کہا: اس لڑکے کو بھی بلا لاؤ کیوں کہ کھانا کافی مقدار میں ہے اور لڑکے کے لیے بھی حلال ہے۔

فلما راه مقبلا نحو داره

يوقيه حر الشمس ظل غمام

جب بحیرا نے اپنے گھر کی طرف اس لڑکے کو اس حال میں آتے دیکھا کہ بادل کا سایہ دھوپ سے اس کا بچاؤ کیے ہوئے تھا۔

حنا راسه شبه السجود وضمه

الى نحره والصدراى ضمام

اس نے اپنے سر کو احتراماً سجدہ کی طرح نیچے جھکا دیا اور آپؐ کو اپنے گلے اور سینے سے لگا لیا۔

واقبل رکب یطلبون الذی رای

بحیرا من الاعلام وسط خیام

اور یہود کا ایک وفد بھی آپہنچا جو ان ہی نشانات کے درپے تھے جن کو بحیرا نے خیموں کے درمیان دیکھا تھا۔

فثار الیھم خشیة العرامھم

وکانوا ذوی دھی معاو عرام

ان کی بدخوئی کے ڈر سے بحیرا نے ان کو دوست بنایا۔ وہ چال باز اور کثیر التعداد تھے۔

دریسا وتما ما وقد کان فیھم

زبیرا وکل القوم غیر نیام

ان میں دریس، تمام اور زبیر تھے اور وہ سب کے سب ہوشیار اور غفلت نہ کرنے والے تھے۔

فجاؤا وقد ھموا بقتل محمد

فردھم عنه بحسن خصام

وہ سب کے سب محمدؐ کو قتل کرنے کی غرض سے آئے لیکن بحیرا نے حسن تدبیر سے ان کو اس اقدام سے باز رکھا۔

بتاویله التوراۃ حتی تفرقوا

وقال: لھم انتم بطغام

بحیرا نے انہیں توراۃ پڑھ کر نصیحت کی یہاں تک کہ وہ منتشر ہوگئے۔ اور بحیرا نے انہیں کہا کہ تم نااہل اور کمینے لوگ نہیں ہو۔

فذلك من اعلامه وبیانه

ولیس نھار واضح کظلام

پس یہ اس کے نشانات اور علامات میں سے ہے اور روشن دن تاریکی کی طرح نہیں ہوتا۔

ابو طالب نے یہ اشعار بھی کہے:

بكى طربا لما راه محمد

كان لا يرانى راجعا لمعاد

محمدؐ یہ دیکھ کر غم کے باعث رو پڑا گویا کہ وہ یہاں واپس آتے ہوئے مجھے نہیں دیکھ سکے گا۔

فبت يجافينى تهلل دمعا

وقربته من مضجعى ووسادى

میں رات بھر اس بات کو سوچتا رہا کہ اس کا آنسو بہانا مجھے اس سے دور کردے گا اور میں اپنی خواب گاہ اور آرام گاہ میں اس کی قربت سے محروم ہو جاؤں گا۔

فقلت له: قرب قعودك وارتحل

ولا تخش منى جفوة ببلادى

میں نے اس سے کہا: اپنے اونٹ کے قریب جاؤ اور کوچ کی تیاری کرو اور ان شہروں میں میری طرف سے تمہیں کسی بدسلوکی کا خدشہ نہیں ہونا چاہیے۔

وخل زمام العيس وارتحلن بنا

على عزمة من امرنا ورشاد

اونٹوں کی مہار چھوڑ دی گئی اور ہمیں لے کر منزل مقصود کی طرف مستعدی اور راست روی سے چل پڑے۔

ورح رائحا فى الراشدين مشيعا

لذى رحم فى القوم غير معاد

ان راست روندگان کے ساتھ بخوشی چلو اور قوم میں اپنے رشتہ داروں کو الوداعی سلام کہتے ہوئے نکلو۔

فرحنا مع العير التى راح ركبها

يومون من غورى ارض اياد

ہم اس قافلے کے ہمراہ روانہ ہوئے جس کی سواریوں نے اس نشیب زمین سے نعمتوں بھری

اراضی کی طرف کوچ کیا۔

فما رجعوا حتی راوا من محمد
احادیث تجلو غم کل فؤاد

قافلے والے واپس نہ آئے یہاں تک کہ انہوں نے محمدؐ کے بارے میں ایسے عجیب وغریب واقعات دیکھے جن سے غم زدہ دل کا غم جاتا رہا۔

وحتی راوا احبار کل مدینة
سجودا له من عصبة وفراد

انہوں نے دیکھا کہ ہر شہر کے علماء اجتماعی اور انفرادی طور پر محمدؐ کے آگے احتراما جھکتے تھے۔

زبیرا و تماما وقد کان شاهدا
دریسا وهموا کلهم بفساد

لیکن زبیر اور دریس سب نے اس کے بر خلاف فساد انگیزی کا منصوبہ بنایا۔

فقال لهم قولا بحیرا وایقنوا
له بعد تکذیب وطول بعاد

پس بحیرا نے انہیں ایسی بات کہی جسے انہوں نے تکذیب اور کافی بحث و تمحیص کے بعد بالآخر تسلیم کر لیا۔

کما قال للرهط الذین تهودوا
وجاهدهم فی الله کل جهاد

بحیرا نے ایسی ہی نصیحت یہود کے دیگر گروہوں کو بھی کی اور انہیں راہ راست پر لانے کے لیے اللہ کے راستے میں پوری پوری کوشش کی۔

فقال ولم یملك له النصح رده
فان له ارصاد کل مضاد

بالآخر بحیرا نے مشورہ دیا کہ صرف نصیحت کارگر نہیں ہو سکے گی اس لیے اسے واپس لے جاؤ کیوں کہ ہر ضدی اور ہٹ دھرم اس کی گھات میں ہے۔

فانی اخشی الحاسدین وانه

اخوا الکتب مکتوب بکُل مداد

مجھے اس کے متعلق حاسدوں کے حسد کا خدشہ لاحق ہے کیونکہ اس کا نام جملہ کتب مقدسہ میں روشنائی سے لکھاہوا موجود ہے۔

(۵۴) آنحضرتؐ کے اخلاقی فضائل

احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی یہ روایت نقل کی ہے۔ اللہ تعالیٰ آنحضرتؐ کو بزرگی اور رسالت سے نوازنا چاہتے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اپنی حفاظت و نگرانی میں پروان چڑھایا اور آپؐ کو جاہلیت کی گوناگوں گندگیوں اور آلودگیوں سے محفوظ رکھا۔ بعثت سے قبل ہی آپؐ اپنی قوم میں مروت کے اعتبار سے افضل، محاسن اخلاق میں سب سے برتر، اور حسب ونسب کے لحاظ سے شریف ترین سمجھے جاتے تھے۔ آپؐ بہترین پڑوسی، اعلیٰ اخلاق کے مالک، سب سے زیادہ سچ بولنے والے اور امانت دار، برائیوں اوراخلاقی رذائل سے سب سے زیادہ بچنے والے اور پاک دامن اور شرافت کے حامل تھے۔ یہاں تک کہ اپنی قوم میں آپؐ "الامین" کے لقب سے مشہور ہوگئے۔ آپؐ کی ذات میں اللہ تعالیٰ نے جملہ اخلاق صالحہ جمع کر دیئے تھے اور یہ بھی مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے متعلق صغرسنی کے دوران میں اللہ تعالیٰ کی حفاظت و نگرانی اور امور جاہلیت سے اجتناب کو تحدیث نعمت کے طور پر بیان فرمایا کرتے تھے۔

(۵۵) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: میرے والد اسحاق بن یسار نے ایک شخص کے حوالہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے متعلق اللہ تعالیٰ کی حفاظت کا ذکر اس طرح فرماتے تھے: میں اپنے ہم عمر لڑکوں کے ساتھ تھا ہم نے اپنے تہبند اپنی گردنوں کے ساتھ لٹکائے ہوئے تھے اور ہم ان پر پتھر اٹھا کر کھیلنے کے لیے لا رہے تھے۔ یکا یک کسی نے مجھے ایک زور کا گھونسا رسید کیا اور کہا کہ اپنا تہبند (ازار) باندھ لو۔

(۵۶) احمد نے یونس کے حوالہ سے عمرو بن ثابت سے اور اس نے سماک بن حرب سے اور اس نے عکرمہ کی وساطت سے ابن عباسؓ کی روایت نقل کی ہے۔ ابن عباسؓ نے کہا: میرے باپ حضرت

عباسؓ بن عبدالمطلب کا بیان ہے کہ جب قریش نے کعبہ کی تعمیر نو شروع کی تو ہم پتھر ڈھو کر لاتے تھے۔ قریش نے دو دو آدمیوں کی علیحدہ علیحدہ ٹولیاں بنا دیں۔ عورتیں چونا اور مٹی وغیرہ لاتی تھیں اور مرد پتھر لاتے تھے۔ میں اپنے بھتیجے (محمدؐ) کا ساتھی تھا۔ ہم لوگ اپنی اپنی ازاریں گلے میں باندھے ہوئے تھے اور ازاروں میں پتھر ڈھو کر لا رہے تھے۔ جب ہم لوگوں کے پاس آتے تھے تو اپنی ازار باندھ لیتے تھے۔ میں جا رہا تھا اور میرے آگے آگے محمدؐ تھے وہ ازار باندھے ہوئے نہیں تھے۔ آپ یکایک منہ کے بل گر پڑے، میں نے اپنا پتھر پھینک دیا اور جلدی سے آپؐ کے پاس پہنچا، آپؐ اس وقت آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے، میں نے پوچھا: "کیا حال ہے؟" آپؐ نے اپنی ازار باندھی اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ نے مجھے بھی برہنہ حالت میں چلنے سے روکا، میں نے اس واقعہ کو اس ڈر سے چھپائے رکھا کہ کہیں لوگ مجنون نہ کہیں یہاں تک کہ اللہ نے آپؐ کی نبوت کو ظاہر فرمایا۔

(۵۷) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: محمد بن عبداللہ بن قیس بن مخرمہ نے حسن بن محمد بن علی بن ابی طالب سے اور انہوں نے اپنے باپ محمد اور اپنے دادا علی بن ابی طالب کے حوالہ سے یہ حدیث بیان کی۔ حضرت علیؓ کا بیان ہے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میرے اندر دو راتوں سے زیادہ کبھی ان کاموں کے قصد کا خیال پیدا نہیں ہوا جن میں اہل جاہلیت منہمک تھے اور دونوں مرتبہ اللہ عزوجل نے مجھے ان سے محفوظ رکھا۔ ایک رات ہم مکہ کے بعض لڑکوں کے ساتھ باہر اپنی بکریاں چرا رہے تھے، میں نے اپنے ساتھی کو کہا: "تو ذرا میری بکریوں کی دیکھ بھال کر تاکہ میں مکہ میں جا کر رات ان دلچسپیوں میں حصہ لوں جن میں دوسرے لڑکے حصہ لیتے ہیں۔" اس نے ذمہ داری قبول کی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: میں مکہ میں داخل ہوا، میں نے پہلے ہی گھر میں گانے بجانے کی آوازیں سنیں، میں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا: فلاں مرد کی فلاں عورت کے ساتھ شادی ہے، میں یہ منظر دیکھنے کے لیے بیٹھ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے میرے کانوں پر تھپکی دی، مجھے نیند آ گئی۔ خدا کی قسم! اگلے دن صبح سورج کی دھوپ سے میری آنکھ کھلی۔ میں اپنے ساتھی کے پاس واپس آ گیا، اس نے حال پوچھا، میں نے کہا: میں نے کچھ بھی نہیں دیکھا۔ چنانچہ میں نے اسے اپنی آپ بیتی سنا دی۔ دوسری رات میں نے اپنے ساتھی سے پھر وہی فرمائش کی کہ میری بکریوں کی نگہداشت کرنا تاکہ میں رات مکہ میں گزاروں۔ اس نے یہ بات تسلیم کر لی۔ میں مکہ میں داخل ہوا تو پھر گزشتہ رات کی طرح

گانا بجانا ہو رہا تھا۔ مجھے بتایا گیا کہ فلاں مرد اور فلاں عورت کا نکاح ہو رہا ہے۔ میں یہ تماشا دیکھنے کے لیے بیٹھا ہی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے کانوں پر تھپکی دے کر مجھے سلا دیا اور اگلے دن صبح کی دھوپ سے میری آنکھ کھلی۔ میں اپنے ساتھی کے پاس واپس آگیا، اس نے ماجرا پوچھا تو میں نے اسے بتا دیا کہ آج میں کچھ نہیں دیکھ سکا۔ خدا کی قسم! ان دو واقعات کے بعد میرے اندر اس طرح کی کسی چیز کی طرف میلان پیدا ہی نہیں ہوا یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے مجھے نبوت سے سرفراز فرمایا۔

باب ۱۰

خدیجہؓ بنت خویلد کا واقعہ

(۵۸) آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تجارت اور حضرت خدیجہؓ کے ساتھ نکاح

احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی ہے۔ ابن اسحاق نے کہا: خدیجہؓ بنت خویلد ایک شریف اور مالدار تاجر پیشہ خاتون تھیں۔ وہ اپنے مال میں سے کسی نہ کسی شخص کو اجرت یا حصہ رسدی مضاربت پر شریک کر کے تجارت کیا کرتی تھیں۔ قریش تجارت پیشہ لوگ تھے۔ جب خدیجہؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت، عظیم امانت داری اور کریمانہ اخلاق کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے آپؐ کو بلا بھیجا اور کہا: "میری خواہش ہے کہ آپ میرا تجارتی مال شام لے جائیں۔ میں دوسروں کو جتنا حصہ دیتی ہوں آپؐ کو اس سے زیادہ دوں گی۔" آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیش کش قبول فرمائی۔ آپ یہ مال لیکر نکل کھڑے ہوئے آپؐ کے ہمراہ حضرت خدیجہؓ کا غلام میسرہ بھی تھا یہاں تک کہ آپ شام کے علاقے میں پہنچے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک راہب کے صومعہ کے قریب ایک درخت کے نیچے ڈیرہ ڈال دیا۔ راہب نے میسرہ کو اوپر سے آواز دے کر پوچھا "یہ کون شخص ہے جو اس درخت کے نیچے اترا ہے؟ میسرہ نے جواب دیا: "یہ اہل حرم میں سے قبیلہ قریش کا ایک فرد ہے۔" راہب نے کہا: "اس درخت کے نیچے کبھی کوئی غیر نبی نہیں اترا۔" آنحضرت جو مال تجارت لے کر آئے تھے وہ آپ نے فروخت کر دیا اور جو مال خریدنا چاہتے تھے وہ خرید لیا۔ پھر آپ نے میسرہ کے ہمراہ واپسی کا سفر اختیار کیا۔ لوگوں کا گمان ہے کہ جب دوپہر کا وقت ہوتا اور دھوپ سخت ہو جاتی تو میسرہ دیکھتا کہ دو فرشتے آپؐ کے اوپر سایہ کر کے آپؐ کو دھوپ سے بچاتے تھے اور آپؐ اپنے اونٹ پر سوار چلتے جاتے تھے۔ جب آپؐ حضرت خدیجہ کا مال لے کر واپس مکہ پہنچ گئے تو انھوں نے وہ سارا سامان جو آپ لائے تھے فروخت کر دیا۔ چنانچہ مال دگنا یا اس کے قریب ہو گیا۔ میسرہ نے آنحضرتؐ کے متعلق راہب کا قول اور دو فرشتوں کی سایہ افگنی کا

واقعہ حضرت خدیجہ سے بیان کیا۔ حضرت خدیجہ عقلمند، شریف اور صاحب عزیمت خاتون تھیں۔ مزید برآں اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے طفیل حضرت خدیجہ کے لیے بھی سربلندی چاہتا تھا۔ جب میسرہ نے حضرت خدیجہ کو آپؐ کے سفر کے حالات سنائے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہلا بھیجا: "اے ابن عم! آپؐ میرے رشتہ دار بھی ہیں اور آپ کی شرافت، امانت، حسن خلق اور صدق مقال کی وجہ سے بھی میرا میلان خاطر آپؐ کی طرف ہے۔" پھر انہوں نے آنحضرتؐ سے نکاح کی درخواست کی۔ حضرت خدیجہ خواتین قریش میں سے نسب کے لحاظ سے افضل، شرافت کے اعتبار سے اعلیٰ اور مال و دولت میں سب سے بڑھ کر تھیں۔ قوم میں ہر شخص کی یہ خواہش تھی کہ کاش اسے اس امر پر قدرت ہوتی۔

حضرت خدیجہؓ کا نسب

ام المومنین کا نسب درج ذیل ہے:

خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ۔ حضرت خدیجہ کی والدہ کا نام فاطمہ بنت زید بن اصم بن رواحہ بن حجر بن عبد بن معیص بن عامر بن لوی تھا۔ فاطمہ کی ماں کا نام ہالہ بنت عبد مناف بن حارث بن عبد بن منقد بن عمرو بن معیص بن عامر بن لوی تھا۔ ہالہ کی والدہ کا نام فلانہ (یا بقول ابن ہشام قلابہ) بنت سعید بن سعد بن سہم بن عمرو بن ہصیص بن کعب بن لوی تھا۔ فلانہ کی ماں کا نام عاتکہ بنت عبدالعزیٰ بن قصی تھا۔ عاتکہ کی ماں کا نام ریطہ بنت کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی تھا۔ ریطہ کی ماں کا نام فیلہ بنت حذافہ بن جمح بن عمرو بن ہصیص بن کعب بن لوی تھا۔ فیلہ کی ماں کا نام امیمہ بن عامر بن حارث بن فہر تھا۔ امیمہ کی ماں قبیلہ خزاعہ کے سعد بن کعب بن عمرو کی بیٹی تھی اور اس کی ماں فلانہ بنت حرب بن حارث بن فہر تھی۔ فلانہ کی ماں کا نام سلمیٰ بنت غالب بن فہر تھا اور سلمیٰ کی ماں محارب بن فہر کی بیٹی تھی۔

(۵۹) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی ہے۔ ابن اسحاق کا بیان ہے:

جب حضرت خدیجہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نکاح کا پیغام دیا تو آپؐ نے اس کا ذکر اپنے پچاؤں سے کیا۔ ان میں سے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب آپؐ کے ہمراہ اسد بن اسد کے ہاں گئے۔ اسد نے

حضرت خدیجہؓ کو آپؐ سے منسوب کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کا نکاح کر دیا۔ نزول وحی سے قبل حضرت خدیجہؓ کے بطن سے آپ کی یہ اولاد پیدا ہوئی: زینب، ام کلثوم، رقیہ، فاطمہ، قاسم، طاہر، طیب۔ آپ کے صاحبزادگان قاسم، طاہر اور طیب اسلام سے قبل ہی وفات پا گئے۔ آنحضرتؐ کی کنیت آپؐ کے صاحبزادے قاسم کے نام پر ابوالقاسم ہے۔ آپؐ کی جملہ صاحبزادیوں نے اسلام کا زمانہ دیکھا۔ وہ آنحضرتؐ پر ایمان لائیں۔ انہوں نے آپؐ کے حکم پر ہجرت اختیار کی اور آپؐ کا اتباع کیا۔

باب ۱۱

رسول اللہؐ کے متعلق علماء یہود کی بشارت

(۶۰) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر توراۃ میں

احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: احبار (یہودی علماء) اور رہبان (عیسائی درویشوں) کے پاس کتابیں تھیں۔ آنحضرتؐ کی بعثت سے قبل وہی اہل علم تھے ان کے علم کا ذریعہ وہ کتابیں تھیں جن میں آنحضرتؐ کی صفات، آپؐ کا نام اور سرزمین عرب میں آپؐ کے زمانہ نبوت کے متعلق لکھا ہوا تھا اور ان کے انبیاء نے آپؐ کے بارے میں ان سے یہ عہد لیا تھا کہ وہ آپؐ کا اتباع کریں گے۔ وہ آپؐ کے طفیل بت پرست مشرکین کے مقابلہ میں فتح و نصرت کی دعائیں مانگا کرتے تھے اور انہیں یہ خبریں سناتے تھے کہ احمد نام کے ایک نبی دین ابراہیم پر معبوث ہونے والے ہیں جن کا ذکر ان کے انبیاء کی کتابوں میں موجود ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں:

الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونه مکتوبا عندهم فی التوراة والانجیل یامرهم بالمعروف وینهٰهم عن المنکر ویحل لهم الطیبات ویحرم علیهم الخبائث ویضع عنهم والاغلل التی کانت علیهم فالذین امنوا به وعزروه ونصروه واتبعوا النور الذی انزل معه اولئك هم المفلحون ○ (الاعراف:۱۵۷)

(پس آج یہ رحمت ان لوگوں کا حصہ ہے) جو اس پیغمبر، نبی امی کی پیروی اختیار کریں جس کا ذکر انھیں اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا ملتا ہے۔ وہ انھیں نیکی کا حکم دیتا ہے، بدی سے روکتا ہے، ان کے لیے پاک چیزیں حلال اور ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے اور ان پر سے وہ بوجھ اتارتا ہے جو ان پر لدے ہوئے تھے اور وہ بندشیں کھولتا ہے جن میں وہ جکڑے ہوئے تھے۔ لہذا جو لوگ اس پر ایمان لائیں اور اس

کی حمایت اور نصرت کریں اور اس روشنی کی پیروی اختیار کریں جو اس کے ساتھ نازل کی گئی ہے۔ وہی فلاح پانے والے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان ہے:

واذ قال عیسی ابن مریم یبنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدقا لما بین یدی من التوراۃ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد، فلما جاء ھم بالبینت قالوا ھذا سحر مبین○ (الصف:٦)

اور یاد کرو عیسیٰ ابن مریم کی وہ بات جو اس نے کہی تھی کہ "اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں، تصدیق کرنے والا ہوں اس تورات کی جو مجھ سے پہلے آئی ہوئی موجود ہے، اور بشارت دینے والا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہوگا۔ مگر جب وہ ان کے پاس کھلی کھلی نشانیاں لے کر آیا تو انھوں نے کہا یہ تو صریح دھوکا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

محمد رسول اللہ والذین معہ اشدآء علی الکفار رحمآء بینھم تراھم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ ورضواناً سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود، ذلک مثلھم فی التوراۃ ومثلھم فی الانجیل کزرع اخرج شطاہ فازرہ فاستغلظ فاستوی علی سوقہ یعجب الزراع لیغیظ بھم الکفار، وعد اللہ الذین آمنوا وعملوا الصالحات منھم مغفرۃ واجرا عظیما○ (الفتح: ۲۹)

محمدؐ اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت اور آپس میں رحیم ہیں۔ تم جب دیکھو گے انھیں رکوع و سجود اور اللہ کے فضل اور خوشنودی کی طلب میں مشغول پاؤ گے۔ سجود کے اثرات ان کے چہروں پر موجود ہیں جن سے وہ الگ پہچانے جاتے ہیں۔ یہ ہے ان کی صفت تورات میں اور انجیل میں ان کی مثال یوں دی گئی ہے کہ گویا ایک کھیتی ہے جس نے پہلے کونپل نکالی، پھر اس کو تقویت دی، پھر وہ گدرائی، پھر اپنے تنے پر کھڑی ہوگئی۔ کاشت کرنے والوں کو وہ خوش کرتی ہے تاکہ کفار ان کے پھلنے پھولنے پر جلیں۔ اس گروہ کے لوگ جو ایمان لائے ہیں اور جنھوں نے نیک عمل کیے ہیں اللہ نے ان سے مغفرت اور بڑے اجر کا وعدہ فرمایا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاء ھم ماعرفوا کفروا بہ فلعنۃ اللہ علی الکفرین ○ بئسما اشتروا بہ انفسھم ان یکفروا بما انزل اللہ بغیا ان ینزل اللہ من فضلہ علی من یشآء من عبادہ، فبآء وا بغضب علی غضب، وللکفرین عذاب مھین ○ (البقرہ: ۸۹-۹۰)

باوجودیکہ اس کی آمد سے پہلے وہ خود کفار کے مقابلے میں فتح و نصرت کی دعائیں مانگا کرتے تھے مگر جب وہ چیز آگئی جسے وہ پہچان بھی گئے تو انھوں نے اسے ماننے سے انکار کر دیا، خدا کی لعنت ان منکرین پر۔ کیسا برا ذریعہ ہے جس سے یہ اپنے نفس کی تسلی حاصل کرتے ہیں کہ جو ہدایت اللہ نے نازل کی ہے اس کو قبول کرنے سے صرف اس ضد کی بنا پر انکار کر رہے ہیں کہ اللہ نے اپنے فضل (وحی و رسالت) سے اپنے جس بندے کو خود چاہا، نواز دیا لہٰذا اب یہ غضب بالائے غضب کے مستحق ہوگئے اور ایسے کافروں کے لیے سخت ذلت آمیز سزا مقرر ہے۔

(۶۱) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی ہے۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ اہل عرب امی تھے، کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے۔ رسولوں کے احکام سے نابلد تھے۔ جنت، دوزخ اور حشر و نشر کے متعلق کچھ نہیں جانتے تھے ماسوائے ان باتوں کے جو وہ اہل کتاب سے سنتے تھے۔ لیکن ان عقاید پر ان کا ایمان نہیں تھا اور نہ ہی ان کے مطابق وہ عمل کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے ایک عرصہ قبل ہی ہمیں آپ کے متعلق احبار و رہبان کی باتیں پہنچی ہوئی تھیں۔

(۶۲) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی اور اس نے عاصم بن عمر بن قتادہ کے حوالہ سے اپنے بعض شیوخ کی یہ روایت نقل کی۔ شیوخ کا بیان ہے کہ اہل عرب میں سے کوئی شخص بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کے بارے میں ہم سے زیادہ باخبر نہیں تھا۔ ہمارے پڑوس میں یہود رہتے تھے جو اہل کتاب تھے اور ہم بت پرست تھے۔ جب وہ مجبور ہو جاتے تھے تو ہمیں یہ کہتے تھے "ایک نبی مبعوث ہونے والے ہیں جن کا زمانہ اب قریب ہے، ہم ان کا اتباع کریں گے اور ان کی معیت میں تمہیں عاد ارم کی طرح قتل کریں گے۔" جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مبعوث فرمایا تو ہم نے آپ کا اتباع کیا اور یہود نے کفر کی روش اختیار کی۔ خدا کی قسم! اللہ عزوجل نے ہمارے اور ان کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی:

وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا، (البقرہ: ۸۹)
باوجودیکہ اس کی آمد سے پہلے وہ خود کفار کے مقابلے میں فتح و نصرت کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔

(۶۳) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی اور اس نے صالح بن ابراہیم بن عبد الرحمان بن عوف کے حوالہ سے یحیی بن عبداللہ بن عبدالرحمان بن سعد بن زرارہ کی روایت نقل کی۔ یحیی نے کہا: مجھ سے اپنی قوم کے محبوب لوگوں میں سے ایک شخص نے حسان بن ثابت کی روایت بیان کی ،جس نے کہا: بخدا! میں سات آٹھ سال کی عمر میں گدرائے ہوئے جسم کا لڑکا تھا۔ جو کچھ سنتا تھا اسے سمجھتا تھا۔ میں نے ایک یہودی کو سنا جو یثرب میں اپنے قلعے پر سے چیخ چیخ کر پکار رہا تھا: "اے گروہ یہود!" جب یہود اکٹھے ہو گئے تو انہوں نے اسے کہا: "وائے افسوس! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟" اس نے کہا: "آج رات احمد کا ستارہ طلوع ہو چکا ہے جسے مبعوث کیا جائے گا۔"

(۶۴) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی اور اس نے صالح بن ابراہیم سے محمد بن لبید کے حوالہ سے سلمہ بن سلامہ بن وقش کی روایت نقل کی۔ سلمہ نے کہا: ہمارے گھروں کے درمیان ایک یہودی رہا کرتا تھا وہ ایک صبح کو بنی عبدالاشہل کے محلہ سے نکل کر میری قوم کی مجلس میں آیا۔ اس نے حشر و نشر، جنت و دوزخ اور حساب و میزان کا ذکر چھیڑ دیا۔ اس نے یہ باتیں بت پرستوں کے سامنے کیں جو بعث بعد الموت کے قائل نہیں تھے۔ یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل کا ہے۔ انھوں نے اس سے پوچھا: "وائے افسوس! کیا ایسا ہو گا کہ مرجانے کے بعد لوگوں کو ایسے جہاں کی طرف اٹھایا جائے گا جس میں جنت اور دوزخ ہو گی اور لوگوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا؟" اس یہودی نے کہا: "اس ذات کی قسم جس کی قسم کھائی جاتی ہے، ایسا ہی ہو گا۔ میری تمنا ہے کہ اس آگ کی بجائے تم اپنے گھر میں ایک بڑے تنور کو آگ لگاتے اسے گرم کرتے پھر مجھے اس میں پھینک کر اوپر سے مٹی لگا کر اسے بند کر دیتے اور اگر اس طرح اس کل کی آگ سے بچاؤ کی صورت نکل آتی تو میں اسے غنیمت سمجھتا۔" اس شخص سے پوچھا گیا: "اے فلاں! اس کی نشانی کیا ہے؟" اس نے کہا: "ان بلاد میں ایک نبی مبعوث ہو گا۔" بلاد کے حوالہ سے اس نے اپنے ہاتھ سے مکہ اور یمن کی طرف اشارہ کیا۔ لوگوں نے پوچھا: "تمہارے خیال میں ایسا کب ہو گا؟ راوی کا بیان ہے کہ اس نے آنکھ جھپک کر مجھے دیکھا میں اپنے گھر کے سامنے فراخ جگہ پر پہلو کے بل لیٹا ہوا تھا اور سب حاضرین میں سے کم عمر تھا۔ چنانچہ اس نے کہا: "اگر اس لڑکے کی عمر نے

وفا کی تو یہ اس نبی کو پالے گا۔" تھوڑی ہی مدت گزری تھی کہ اللہ عزوجل نے اپنے رسول کو مبعوث فرمایا، وہ یہودی اس وقت زندہ تھا۔ پس ہم آنحضرت پر ایمان لے آئے آپؐ کی تصدیق کی اور اس یہودی نے حسد اور گھمنڈ کے سبب سے آپؐ کا انکار کیا۔ راوی کا بیان ہے کہ ہم نے اسے کہا: "اے فلاں! کیا تم وہی شخص نہیں ہو جس نے آنحضرتؐ کے بارے میں ایسی ایسی باتیں بتلائی تھیں؟" اس نے کہا: "لیکن میری بشارت اس شخص کے متعلق نہیں تھی۔

(۶۵) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی اور اس نے عاصم بن عمر بن قتادہ کے حوالہ سے بنی قریظہ کے ایک بوڑھے شخص کی روایت نقل کی۔ اس بوڑھے نے کہا: "کیا تم جانتے ہو کہ اسید و ثعلبہ پسران سعید اور اسد بن عبید (از بنی ہذیل) کے اسلام کا سبب کیا تھا؟" وہ بنی قریظہ اور بنی نضیر میں سے نہ تھے بلکہ ان سے اوپر تھے۔ میں نے کہا: "میں نہیں جانتا۔" اس نے کہا: ہمارے پاس شام کے یہودیوں میں سے ایک شخص آیا جس کا نام ابوالہیبان تھا۔ وہ ہمارے پاس اقامت گزین ہو گیا۔ بخدا! ہم نے پنجوقتہ نماز نہ پڑھنے والوں (غیر مسلموں) میں اس سے بہتر آدمی کبھی نہیں دیکھا۔ وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے چند سال قبل ہمارے پاس آیا۔ جب ہم قحط سالی کا شکار ہو جاتے اور مینہ نہ برستا تو ہم اس سے کہتے "اے ابوالہیبان! باہر چلو اور ہمارے لیے بارش کی دعا کرو۔" وہ جواب دیتا "خدا کی قسم! میں ایسا ہرگز نہ کروں گا جب تک کہ تم باہر نکلنے سے پہلے صدقہ نہ دو۔" ہم پوچھتے: "کتنا صدقہ؟" وہ کہتا "ایک صاع کھجور یا دو مد جو۔" ہم یہ صدقہ ادا کرتے، پھر وہ ہمیں ساتھ لے کر ہمارے کھیتوں سے باہر آجاتا اور بارش کی دعا کرتا۔ خدا کی قسم! وہ اپنی جگہ سے نہ اٹھتا یہاں تک کہ بادل آجاتے۔ اس کا یہ معمول ایک دفعہ یا دو دفعہ یا تین دفعہ کا نہ تھا بلکہ ایسے واقعات کئی مرتبہ پیش آئے۔ پھر جب اس کی وفات کا وقت قریب آیا تو ہم اس کے پاس جمع ہوئے، اس نے کہا: "اے گروہ یہود! تمہارا کیا خیال ہے کہ مجھے کون سی چیز شراب اور اناج والی سرزمین سے نکال کر تکلیف اور بھوک کی سرزمین کی طرف لے آئی ہے؟" لوگوں نے کہا: "آپ بہتر جانتے ہیں۔" اس نے کہا: "میں صرف اس وجہ سے نکل آیا ہوں کہ ایک نبی کی بعثت متوقع ہے جس کا زمانہ قریب آچکا ہے اور یہ شہر اس کا دار الہجرت ہے۔ مجھے امید تھی کہ میں اس کی بعثت پر اس کا اتباع کروں گا۔ پس اے گروہ یہود! مبادا کوئی دیگر گروہ آنحضرتؐ کے ظہور پر ایمان لانے میں تم پر سبقت لے جائے۔" آنحضرتؐ کو اس حال میں مبعوث کیا جائے گا کہ آپؐ کو مجبوراً خونریزی کرنا پڑے گی اور مخالفین

کی عورتیں اور ان کی اولادیں آپؐ کے پاس قیدی بن کر آئیں گی اور یہ چیزیں تمھیں آپؐ پر ایمان لانے سے نہ روکیں۔" یہ وصیت کر کے وہ اس دار فانی سے کوچ کر گیا۔ اس کے بعد جس رات کو بنی قریظہ مفتوح ہوگئے، یہ تین جوان جو نو عمر تھے انھوں نے کہا: "اے گروہ یہود! خدا کی قسم، یہ وہی نبی ہے جس کے متعلق ابن الهیبان نے تمھیں بتایا تھا۔" انھوں نے کہا: "یہ وہ نہیں ہے۔" نوجوانوں نے کہا: "کیوں نہیں، بخدا صفات کے اعتبار سے تو یہ وہی ہے۔" پھر وہ نوجوان نیچے اترے، انھوں نے اسلام قبول کیا اور اپنے اموال اور اہل و عیال کو بچالیا۔

(۶۶) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: "ان نوجوانوں کے اموال قلعے میں مشرکین کے ساتھ تھے۔ جب قلعہ فتح ہوگیا تو ان نوجوانوں کے اموال انھیں واپس کر دیے گئے۔

(۶۷) احمد نے یونس کی وساطت سے قیس بن ربیع کی اور اس نے یونس بن ابی مسلم کے حوالہ سے عکرمہ کی یہ روایت نقل کی کہ اہل کتاب میں سے کچھ لوگوں نے اپنے رسولوں کی تصدیق کی وہ ان پر ایمان لائے اور حضرت محمدؐ کی بعثت سے قبل آپؐ پر بھی ایمان لائے لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو انھوں نے کفر کی روش اختیار کی۔ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فاما الذین اسودت وجوههم اکفرتم بعد ایمانکم (آل عمران: ۱۰۶)

جن لوگوں کا منہ کالا ہوگا ان سے کہا جائے گا کہ نعمت ایمان پانے کے بعد بھی تم نے کافرانہ رویہ اختیار کیا؟

اہل کتاب میں سے کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو اپنے رسولوں پر اور حضرت محمدؐ کی بعثت سے قبل آپؐ پر ایمان لائے تھے۔ پھر جب آپؐ مبعوث ہوئے تو یہ اپنے ایمان پر قائم رہے۔ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے:

والذین اهتدوا زادهم هدی واتاهم تقوهم۔ (محمد: ۱۷)

وہ لوگ جنھوں نے ہدایت پائی، اللہ ان کو اور زیادہ ہدایت دیتا ہے اور انھیں ان کے حصے کا تقویٰ عطا فرماتا ہے۔

باب ۱۲

سلمان فارسیؓ کا اسلام لانا

(۶۸) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی یہ روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا کہ عاصم بن عمر بن قتادہ نے محمود بن لبید سے اور انھوں نے عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کی۔ انھوں نے کہا: سلمان فارسیؓ نے مجھ سے یہ بیان کیا کہ میں اہل فارس میں سے اصفہان کی ایک بستی "جی" کا رہنے والا تھا، میرے والد اپنے علاقہ کے دہقان تھے وہ مجھ سے بہت زیادہ محبت کیا کرتے تھے اور اتنی محبت وہ اپنی دیگر اولاد یا مال سے نہیں کرتے تھے۔ میرے لیے ان کی محبت اسی طرح برقرار رہی یہاں تک کہ انھوں نے مجھے پابند مسکن کر دیا جس طرح لڑکیوں کو گھر میں پابند رکھا جاتا ہے۔ میں نے مجوسیت اختیار کرنے میں پوری کوشش کی یہاں تک کہ میں آتشکدے کے ان خادموں میں سے ہوگیا جو آگ روشن رکھتے ہیں اور گھڑی بھر کے لیے بھی بجھنے نہیں دیتے۔ میں صرف اپنے کام سے واقف تھا اور دوسرے لوگوں کے کاروبار کا مجھے علم نہ تھا۔ میرے باپ نے ایک مکان کی تعمیر شروع کی۔ ان کی زرعی اراضی بھی تھی جس میں کھیتی باڑی کی جاتی تھی۔ میرے والد نے مجھے بلایا اور فرمایا: میرے پیارے بیٹے! تم دیکھ رہے ہو کہ میں تعمیر کے کام میں اس حد تک مشغول ہوں کہ اراضی کے کام کی طرف توجہ نہیں دے سکتا۔ اراضی کے متعلق بھی مجھے پوری طرح مطلع رہنا چاہیے، اس لیے تم وہاں جاؤ اور کارندوں سے کام کرواؤ۔ لیکن تم مجھ سے علیحدگی اختیار کر کے وہاں ٹھہر نہ جانا۔ کیونکہ اگر تم وہاں رک گئے تو میں کسی کام کے قابل بھی نہیں رہوں گا۔

میں اراضی پر جانے کے لیے نکلا اور راستہ میں عیسائیوں کے ایک کلیسا کے پاس سے گزرا۔ وہاں میں نے ان کی آوازیں سنیں۔ میں نے پوچھا: "یہ کیا ہو رہا ہے؟" لوگوں نے کہا: "یہ عیسائی ہیں جو اپنی نماز پڑھ رہے ہیں۔" میں دیکھنے کے لیے اندر داخل ہوا اور ان کے جو حالات میں نے دیکھے وہ مجھے بہت

پسند آئے۔ میں غروب آفتاب تک ان کے پاس بیٹھا رہا۔ اس دوران میں میرے باپ نے میری تلاش میں ہر طرف آدمی بھیج دیئے تھے لیکن میں شام کو واپس اپنے باپ کے پاس پہنچ گیا، میں اراضی کی طرف گیا ہی نہیں تھا۔ میرے باپ نے پوچھا: "اے میرے پیارے بیٹے! تم کہاں رہے؟ کیا میں نے تمھیں پہلے ہی سب کچھ نہیں سمجھایا تھا؟" میں نے عرض کی: "ابا جان! میں کچھ لوگوں کے پاس سے گزرا جنھیں نصاری کہتے ہیں، ان کی نماز اور دعا مجھے بہت پسند آئی، میں ان کے طور طریقے دیکھنے کے لیے ان کے پاس بیٹھ گیا تھا۔ میرے باپ نے کہا: "اے میرے پیارے بیٹے! تمھارا اور تمھارے آباء واجداد کا دین ان کے دین سے بہتر ہے۔" میں نے کہا: "بخدا! ہمارا دین ان کے دین سے بہتر نہیں ہے، وہ اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور ہم آگ کی پوجا کرتے ہیں جسے ہم خود اپنے ہاتھوں سے جلاتے ہیں۔ اگر ہم اسے چھوڑ دیں تو وہ آگ بجھ جاتی ہے۔" پھر میرے باپ نے مجھے بہت ڈرایا دھمکایا۔ میرے پاؤں میں بیڑی ڈال دی اور مجھے گھر میں قید کر دیا۔

میں نے نصاری کی طرف پیغام بھیجا کہ تمھارے اس دین کا مرکز کہاں ہے؟ انھوں نے کہا: "شام میں۔" میں نے کہا: "جب تمھارے پاس شام سے کوئی قافلہ آئے تو مجھے اس کی اطلاع دینا۔" انھوں نے ایسا کرنے کا وعدہ کر لیا، اس کے بعد ان کے پاس عیسائی تاجروں کا ایک قافلہ آیا اور انھوں نے مجھے پیغام بھیجا کہ ہمارے ہاں، ہمارے تاجروں کا ایک قافلہ آیا ہوا ہے۔ میں نے کہلا بھیجا کہ جب وہ اپنے کام کاج سے فارغ ہو جائیں اور واپس جانا چاہیں تو مجھے اطلاع دینا۔" انھوں نے کہا کہ ہم ایسا کریں گے۔ جب وہ اپنا کاروبار نمٹا چکے اور واپس جانے لگے تو انھوں نے مجھے پیغام بھیجا میں نے اپنے پاؤں کی بیڑیاں کاٹ دیں اور ان کی معیت میں روانہ ہو کر شام پہنچ گیا۔ وہاں جا کر میں نے دریافت کیا کہ اس دین کا سب سے بڑا عالم کون ہے؟ انھوں نے کہا کہ اسقف جو کلیسا کا ناظم ہے۔

میں اس کی خدمت میں حاضر ہوا اور درخواست کی: "میں کلیسا میں اقامت گزیں ہو کر آپ کے ساتھ اللہ کی عبادت کرنا اور آپ سے نیکی کی تعلیم حاصل کرنا چاہتا ہوں۔" اس نے مجھے اپنے ساتھ رہنے کی اجازت دے دی اور میں نے اس کی معیت اختیار کر لی۔ وہ بدکردار شخص تھا، وہ لوگوں کو صدقہ کا حکم دیتا تھا اور اس کی ترغیب دلاتا تھا۔ جب وہ صدقہ کا مال اکٹھا کر کے لاتے تو وہ اپنے پاس جمع کر لیتا اور محتاج فقیروں کو نہ دیتا تھا۔ اس کے یہ طور طریقے دیکھ کر مجھے اس سے سخت نفرت ہو گئی۔ وہ جلد ہی فوت ہو گیا۔

جو لوگ اس کی تدفین کے لیے آئے تو میں نے انھیں بتایا کہ یہ آدمی برا تھا۔ تمھیں تو صدقہ کا حکم دیتا تھا اور اس کی ترغیب دلاتا تھا اور جو کچھ تم لوگ جمع کر کے اس کے پاس لاتے تھے وہ اسے ذخیرہ کر لیتا تھا اور مسکینوں کو عطا نہ کرتا تھا۔ جب میں نے اس کے حالات دیکھے تو مجھے اس سے شدید نفرت ہو گئی۔ لوگوں نے مجھ سے اس الزام تراشی کا ثبوت طلب کیا۔ میں نے کہا کہ میں اس کا اندوختہ تمہیں لاکر دیتا ہوں۔ لوگوں نے کہا کہ لاؤ۔ چنانچہ میں ان کے سامنے سونے چاندی سے بھرے ہوئے سات مٹکے نکال لایا۔ جب انھوں نے یہ دیکھا تو فیصلہ کیا کہ اس شخص کو دفن نہیں کرنا چاہیئے بلکہ انھوں نے اسے لکڑی کے صلیب پر لٹکا دیا اور اس پر پتھراؤ کیا، پھر وہ ایک دوسرے شخص کو لے آئے اور اسے اسقف کا منصب پیش کیا۔

سلمان فارسیؓ نے کہا کہ اے ابن عباس! یہ دوسرا شخص ایسا تھا کہ پنجوقتہ نماز نہ پڑھنے والوں (یعنی غیر مسلموں) میں اس سے بڑھ کر صاحب فضیلت و ریاضت اور دنیوی خواہشات سے روگردانی کرنے والا اور لیل و نہار کے اوقات کا پابند میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا۔ مجھے اس شخص کے ساتھ اس قدر محبت ہو گئی کہ قبل ازیں اتنی محبت مجھے کسی سے نہ تھی۔ میں اس کی صحبت میں رہا یہاں تک کہ اس کی موت کا وقت قریب آگیا، میں نے اس سے کہا: "اے فلاں! آپ کے لیے اللہ کا وہ حکم آپہنچا ہے جسے آپ دیکھ رہے ہیں۔ بخدا! میں نے آپ سے زیادہ کبھی کسی سے محبت نہیں کی۔ آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں اور کس کے پاس جانے کی وصیت کرتے ہیں؟" اس نے کہا: "اے میرے پیارے بیٹے! میرے علم میں صرف ایک شخص ہے جو موصل میں مقیم ہے تم اس کے پاس چلے جانا، یقیناً تم اس کو میری طرح پاؤ گے۔"

جب وہ فوت ہو گیا اور دفن کر دیا گیا تو میں موصل والے شخص کے پاس چلا گیا، وہ عبادت و ریاضت اور دنیا سے بے رغبتی کے لحاظ سے پہلے شخص جیسا تھا، میں نے اسے کہا کہ فلاں شخص نے مجھے آپ کی صحبت اختیار کرنے کی وصیت کی ہے۔ اس نے کہا: "اے میرے پیارے بیٹے! میرے پاس رہو۔" میں اپنے سابق استاد کے حکم کے مطابق اس کے پاس مقیم ہو گیا یہاں تک کہ اس کی موت کا وقت بھی قریب آگیا۔ میں نے اس سے کہا کہ فلاں شخص نے مجھے آپ کے پاس رہنے کی وصیت کی تھی اور اب آپ کے پاس بھی اللہ تعالی کا وہ حکم آپہنچا ہے جسے آپ دیکھ رہے ہیں۔ آپ مجھے وصیت فرمائیں کہ میں کس کے پاس جاؤں۔" اس نے کہا: "میرے پیارے بیٹے! میرے علم میں کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو ہمارے طریقے پر ہو ماسوائے ایک شخص کے جو نصیبین میں ہے۔ تم اس کے پاس چلے جاؤ۔"

جب ہم نے اسے دفن کر دیا تو میں نصیبین والے شخص کے پاس چلا گیا، میں نے اس سے کہا: "فلاں شخص نے مجھے فلاں کے پاس جانے کی وصیت کی اور مؤخر الذکر نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے۔" اس نے کہا: "اے میرے پیارے بیٹے! میرے پاس رہو۔" میں نے اسے بھی سابق دونوں ساتھیوں کا ہم خیال پایا یہاں تک کہ اس کی موت کا وقت بھی قریب آ گیا، میں نے اس سے کہا: "اے فلاں! آپ کے پاس اللہ تعالیٰ کا حکم آ پہنچا ہے جسے آپ دیکھ رہے ہیں، مجھے فلاں اور فلاں نے علی الترتیب فلاں اور فلاں کے پاس جانے کی وصیت کی اور مؤخر الذکر نے مجھے آپ کے متعلق وصیت کی۔ اب میں کس کے پاس جاؤں؟" اس شخص نے کہا: "اے میرے پیارے بیٹے! بخدا، میرے علم میں کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو ہمارے طریقے پر ہو، بجز ایک شخص کے جو سرزمین روم میں عموریہ کے مقام پر ہے، تم اس کے پاس چلے جاؤ، یقیناً تم اسے ہمارا ہم مسلک پاؤ گے۔"

جب میں نے اسے دفن کر دیا تو میں وہاں سے چل کر عموریہ والے شخص کے پاس آ گیا، میں نے اسے بھی اپنے تینوں ساتھیوں کا ہم مشرب پایا۔ میں اس کے پاس اقامت گزیں ہو کر اکتساب کرتا رہا یہاں تک کہ میرے پاس بکریاں اور گائیں ہو گئیں، پھر اس کو موت کا پیغام آ پہنچا۔ میں نے اس سے کہا: "اے فلاں! مجھے فلاں اور فلاں اور فلاں نے علی الترتیب فلاں اور فلاں اور فلاں کے متعلق وصیت کی تھی اور مؤخر الذکر نے مجھے آپ کے پاس بھیجا تھا۔ اب آپ کے پاس بھی اللہ تعالیٰ کا وہ حکم آ پہنچا ہے جسے آپ دیکھ رہے ہیں۔ اب آپ مجھے کس کے پاس جانے کی وصیت کرتے ہیں؟" اس نے کہا: "اے میرے پیارے بیٹے! میرے علم میں ہمارا ہم مسلک کوئی بھی ایسا شخص موجود نہیں ہے جس کے پاس جانے کی میں تجھے وصیت کروں۔ لیکن ایک نبی کا زمانہ قریب ہے جو حرم میں مبعوث ہو گا اور جس کا دارالہجرت دو سیاہ پتھروں والے پہاڑوں کے درمیان واقع نخلستانی شورہ ناک زمین ہے۔ اس نبیؐ کے نشانات ایسے ہوں گے جو پوشیدہ نہ رہ سکیں گے۔ اس کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہو گی، وہ ہدیہ قبول کرے گا اور صدقہ نہیں کھائے گا۔ اگر تم اس سرزمین کی طرف جا سکو تو ضرور جاؤ کیونکہ اس کی نبوت کا زمانہ قریب آ چکا ہے۔"

جب ہم نے اس وصیت کرنے والے کو دفن کر دیا تو میں وہاں سے نقل مکانی کے لیے تیار ہو گیا۔ میرے پاس سے بنی کلب کے عرب تاجروں کا ایک قافلہ گزرا، میں نے ان سے کہا: "میں تمھیں اپنی یہ

بکریاں اور گائیں دیتا ہوں، ان کے عوض تم مجھے اپنے ساتھ سرزمین عرب تک سوار کر کے لے چلو۔"
انھوں نے اس شرط کو قبول کرلیا اور میں نے انھیں اپنا ریوڑ دے دیا۔ انھوں نے مجھے سوار کرلیا لیکن
جب وادی القریٰ میں پہنچے تو انھوں نے مجھ سے ظالمانہ سلوک کیا اور مجھے ایک غلام کی حیثیت سے وادی
القریٰ کے ایک یہودی کے پاس فروخت کر دیا۔ واللہ! میں نے وہاں کھجور کے درخت دیکھے تو میرے دل
میں یہ خواہش پیدا ہوئی، خدا کرے یہ وہی شہر ہو جس کا ذکر وصیت کرنے والے میرے استاد نے کیا تھا۔
مجھے حقیقت حال معلوم نہ ہوئی یہاں تک کہ بنی قریظہ کا ایک آدمی آیا جو وادی القریٰ کے یہودیوں کا رشتہ
دار تھا۔ اس نے مجھے اس شخص سے خرید لیا جس کے پاس میں تھا۔ وہ مجھے لے کر مدینہ چلا آیا۔ جونہی میں
نے مدینہ کو دیکھا میں نے اس کو مذکورہ صفات سے پہچان لیا۔ میں اپنے مالک کے ساتھ وہیں غلامی کی زندگی
بسر کرنے لگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے مکہ میں مبعوث فرمایا۔ میں اپنی غلامانہ پابندیوں
کے باعث آپؐ کا ذکر نہ سن سکا، یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبا تشریف لے آئے۔ ایک
دن میں اپنے مالک کے کھجور کے درخت کے اوپر مصروف کار تھا۔ اس دوران میں اس کا ایک چچیرا بھائی آیا
اور اس نے کہا: "اے فلاں! اللہ تعالیٰ بنی قیلہ کو ہلاک کر دے۔ بخدا! وہ اس وقت قبا میں ایک شخص
کے پاس اکٹھے ہیں جو مکہ سے آیا ہے۔ ان لوگوں کا گمان ہے کہ وہ نبی ہے۔" حضرت سلمان کا بیان ہے:
"خدا کی قسم! جب میں نے یہ بات سنی تو مجھ پر سردی اور کپکپاہٹ طاری ہوگئی۔ میں لرزہ براندام تھا۔
مجھے گمان ہوا کہ میں کہیں اپنے مالک کے اوپر گر پڑوں گا۔ میں نے نیچے اتر کر پوچھا: "کیا بات ہے؟ کیا معاملہ
ہوا ہے؟" میرے مالک نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور مجھے زور کا مکا رسید کیا اور کہا: "تجھے اس سے کیا کام؟ جاؤ اپنا
کام کرو۔" میں نے کہا: "کچھ بھی نہیں، میں نے ایک خبر سنی تھی اور میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ
میں اس کی تصدیق کرلوں۔"

میرے پاس کھانے کا کچھ سامان تھا، جب شام ہوئی تو میں وہ کھانا لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت آنحضرتؐ قبا میں تھے۔ میں نے عرض کیا: "مجھے معلوم ہوا ہے کہ
آپؐ نیک آدمی ہیں اور آپؐ کے ہمراہ آپ کے مسافر ساتھی بھی ہیں۔ میرے پاس یہ صدقہ کی چیز تھی، میری
رائے میں آپ لوگ یہاں کے رہنے والوں کی بہ نسبت اس صدقہ کے زیادہ مستحق ہیں اس لیے میں یہ صدقہ

آپؐ کے پاس لایا ہوں، جو پیش خدمت ہے۔ آپؐ اسے تناول فرمائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ روک لیا اور خود نہ کھایا۔ لیکن اپنے اصحابؓ سے فرمایا کہ تم کھاؤ۔ میں نے اپنے جی میں کہا "یہ ایک صفت ہے جس کا ذکر میرے استاد نے کیا تھا۔ میں آپؐ کے پاس سے چلا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نقل مکانی کر کے مدینہ میں تشریف لے آئے۔ میں نے اپنے پاس کچھ چیزیں جمع کیں اور انھیں لے کر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: "میں نے محسوس کیا ہے کہ آپؐ صدقہ تناول نہیں فرماتے اس لیے میں آپؐ کی بزرگی کے پیش نظر یہ ہدیہ اور سوغات آپ کے پاس لے کر آیا ہوں، یہ صدقہ نہیں ہے۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحابؓ نے یہ ہدیہ تناول فرمایا۔ میں نے خیال کیا یہ دو صفتیں ہیں۔ میں پھر تیسری بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ اپنے اصحاب کے ہمراہ ایک جنازہ کے ساتھ آئے تھے۔ میرے اوپر دو چادریں تھیں میں نے گھوم پھر کر آپؐ کی پشت پر مہر نبوت دیکھنے کی کوشش کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے گھومتے ہوئے دیکھا اور آپؐ سمجھ گئے کہ میں کسی مبینہ چیز کی تحقیق کے لیے چکر کاٹ رہا ہوں۔ آپؐ نے اپنی پشت پر سے چادر ہٹا دی۔ میں نے آپؐ کے دونوں شانوں کے درمیان خاتم نبوت کو دیکھ لیا جس کا ذکر میرے استاد نے مجھ سے کیا تھا۔ میں اسے بوسہ دینے کے لیے اس پر اس حال میں جھکا کہ میری آنکھوں میں آنسو امڈ آئے تھے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: "اے سلمان! یہاں سے ہٹ کر ادھر آ جاؤ۔" میں ہٹ گیا اور آپؐ کے سامنے آ کر بیٹھ گیا۔ میری خواہش تھی کہ میں آپؐ کے اصحاب کو آپؐ کے متعلق یہ پورا واقعہ سناؤں۔ چنانچہ اے ابن عباس! میں نے اصحابؓ کو یہ واقعہ سنایا جس طرح اب تمھیں سنایا ہے۔

جب میں اپنی آپ بیتی سنا چکا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے سلمان! آزادی حاصل کرنے کے لیے اپنے مالک سے مکاتبت حاصل کر لو۔ چنانچہ میں نے اپنے مالک کے ساتھ تین سو کھجوروں کے درخت لگانے اور چالیس اوقیہ سونے کی ادائیگی پر مکاتبت کر لی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے کھجور کے پودوں کے سلسلے میں میری امداد فرمائی۔ ہر ایک نے اپنی استطاعت کے مطابق دس سے لے کر تیس تیس پودوں تک امداد کی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ان پودوں کے لیے گڑھے کھود دو۔ جب فارغ ہو جاؤ تو میرے پاس آؤ، میں اپنے ہاتھوں سے انھیں نصب کر دوں گا۔" میں نے گڑھے کھودے۔ صحابہؓ نے میری امداد کی یہاں تک کہ ہم کھدائی سے فارغ ہو گئے۔ پھر میں نے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا: "یا رسول اللہ! ہم نے گڑھے کھود دیئے ہیں۔" آنحضرتؐ میرے ساتھ موقعہ پر تشریف لائے۔ ہم پودے آنحضرتؐ کو دیتے جاتے تھے آپؐ اپنے دست مبارک سے انھیں گڑھوں میں رکھتے اور ٹھیک ٹھاک کرتے جاتے تھے۔ اس ذات کی قسم جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ان پودوں میں سے ایک پودا بھی نہیں سوکھا۔ اب میرے ذمہ دراہم کی ادائیگی تھی۔ آنحضرتؐ کے پاس ایک شخص کسی کان سے مرغی کے انڈہ کے برابر سونے کا ٹکڑا لایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: "سلمان فارسی مکاتب کہاں ہے؟" مجھے آپ کے پاس بلایا گیا۔ آپؐ نے فرمایا: "اے سلمان! یہ لے لو اور جو ادائیگی تمہارے ذمہ ہے وہ اس کے ذریعہ نمٹاؤ۔" میں نے عرض کیا: "یا رسول اللہ! میرے ذمہ جو ادائیگی ہے اسے تو اس سے کچھ بھی نسبت نہیں۔" آنحضرتؐ نے فرمایا: "اللہ تعالی کی قدرت سے اسی کے ذریعہ ادائیگی پوری ہوجائے گی۔" اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں سلمان کی جان ہے میں نے اسے ان کے لیے وزن کیا تو وہ چالیس اوقیہ تھا، اس طرح میں نے ان کا حق پورا ادا کردیا اور آزادی حاصل کرلی۔ قبل ازیں میں غلامی کے باعث مجبور تھا اور اسی وجہ سے میں بدر اور احد کے معرکوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل نہ ہوسکا۔ آزادی حاصل کرکے میں غزوہ خندق میں شریک ہوا اور پھر بعد ازاں کسی معرکہ سے بھی غیر حاضر نہیں ہوا۔

(۷۹) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے عاصم بن عمر بن قتادہ نے بیان کیا۔ اس نے کہا مجھ سے ایسے شخص نے بیان کیا جس نے حضرت عمر بن عبدالعزیز سے سنا تھا اور حدیث سلمانؓ میں سے یہ روایت کیا، اس نے کہا: مجھے سلمانؓ سے روایت پہنچی کہ عموریہ والے شخص کی وفات کا وقت جب قریب آیا تو اس نے سلمانؓ سے کہا: "تم سرزمین شام میں درختوں کے دو جھنڈوں کے مقام پر جاؤ، وہاں ایک شخص ہے جو ہر سال ایک رات کو ایک جھنڈ سے نکلتا ہے اور گزرتا ہوا دوسرے جھنڈ کی طرف چلا جاتا ہے، مختلف بیماریوں والے اس کے سامنے پیش ہوتے ہیں وہ جس کے لیے دعا کرتا ہے وہ بیماری سے شفایاب ہوجاتا ہے۔ تم جس دین یعنی دین ابراہیم کی حقیقت کے بارے میں مجھ سے سوال کررہے ہو اس کے متعلق اس شخص سے جاکر دریافت کرو۔" سلمانؓ نے کہا: "میں نکلا اور وہاں جاکر ایک سال تک مقیم رہا، یہاں تک کہ ایک رات وہ شخص درختوں کے ایک جھنڈ سے نکل کر دوسرے جھنڈ کی طرف روانہ ہوا۔ وہ لوگوں کی عرضداشتیں نمٹاتا ہوا تیزی سے چلتا جاتا تھا۔

جب وہ نکلا تو لوگوں نے اس کے پاس پہنچنے میں مجھ سے مسابقت اختیار کیا۔ وہ دوسرے جھنڈ میں داخل ہونے کے قریب تھا اور اس کا کندھا صرف باہر رہ گیا تھا، میں نے اس کو شانے سے پکڑ لیا اور اس سے کہا: "اللہ آپ پر رحم کرے، مجھے حقیقت دین ابراہیم کے بارے میں بتائیں۔" اس نے کہا: "تم اس مسئلے کے متعلق پوچھ رہے ہو جس کے بارے میں لوگ آج کل استفسار نہیں کرتے۔ حرم والوں میں سے ایک نبی عنقریب اس دین پر مبعوث ہونے والا ہے۔" جب سلمانؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم سے یہ واقعہ بیان کیا تو آپؐ نے فرمایا: "اے سلمان! اگر اپنی یہ روئیداد تم نے مجھ سے سچ بیان کی ہے تو پھر تم نے عیسی بن مریم علیہما السلام کا زمانہ دیکھا ہے۔"

(۷۰) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی، ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے یزید بن ابی حبیب نے عبدالقیس کے ایک آدمی کے حوالہ سے سلمانؓ کی روایت بیان کی، سلمانؓ نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کا وہ ٹکڑا مجھے دیا تو فرمایا کہ تمہارے ذمہ جو ادائیگی ہے وہ اس کے ذریعہ سے نمٹاؤ۔ میں نے عرض کیا: "یا رسول اللہ! میرے ذمہ جو کچھ واجب الادا ہے اس کے لحاظ سے اس کی کیا حیثیت ہے؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنی زبان مبارک پر الٹا پلٹا اور پھر مجھے دے کر فرمایا کہ یہ لے کر جاؤ۔ اللہ تعالی اسی کے ذریعہ تمہاری ادائیگی پوری کر دیں گے۔ میں نے اسے ان کے لیے وزن کیا اور ان کا پورا حق یعنی چالیس اوقیہ ادا کر دیا۔

(۷۱) مہر نبوت

احمد نے یونس سے اور اس نے ابی لیلی کی وساطت سے عقاب بکری کی یہ روایت نقل کی۔ عقاب نے کہا: ہم ابو سعید خدری کی مجلس میں بیٹھا کرتے تھے ان کے لیے ان کے دروازے پر فرش بچھایا جاتا تھا اور اس پر تکیہ رکھا جاتا تھا۔ آپ تکیہ کے سہارے فرش پر بیٹھا کرتے تھے اور ہم آپ کے اردگرد حلقہ باندھ کر بیٹھ جاتے تھے۔ میں نے ان سے اس مہر کے بارے میں پوچھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان تھی۔ ابو سعیدؓ نے اپنا انگوٹھا پہلے جوڑ پر رکھا اور انگشت شہادت سے اس سے نچلے جوڑ کی طرف اشارہ کیا۔ یونس کا بیان ہے کہ ابو سعیدؓ نے اپنا پورا جوڑ نمایاں کیا اور کہا کہ خاتم نبوت یہاں آپ کے دونوں شانوں کے درمیان قدرے ابھری ہوئی تھی۔

(۲۷) دور جاہلیت میں قریش کا دین

احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: قریش خانہ کعبہ کی تعظیم بجالاتے تھے اوراس کا طواف کیا کرتے تھے۔ وہ وہاں دعائے مغفرت بھی کرتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ بتوں کی تعظیم بھی کرتے تھے اور ان کے نام کے جانور ذبح کرتے تھے۔ وہ حج بھی کرتے تھے اور اس دوران میں ٹھہرنے کی جگہوں پر وقوف بھی کرتے تھے۔

باب ۱۳

آثار کعبہ

(۷۳) تاریخ کعبہ حضرت آدمؑ سے لے کر

احمد نے یونس کی وساطت سے سعید بن یسرہ بکری کی روایت نقل کی۔ اس نے کہا مجھ سے انس بن مالک نے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ میں بیت اللہ کی جگہ ایک بالشت یا اس سے زیادہ بلند تھی۔ آدم سے قبل فرشتے اس گھر کا حج کرتے تھے۔ پھر آدم علیہ السلام نے حج کیا۔ فرشتے آپ سے ملے اور پوچھا: ''اے آدم! تم کہاں سے آئے ہو؟ آدم نے جواب دیا: ''میں نے بیت اللہ کا حج کیا ہے۔'' فرشتوں نے کہا: ''آپ سے قبل فرشتے اس گھر کا حج کرتے تھے۔''

(۷۴) احمد نے یونس کی وساطت سے ثابت بن دینار سے اور اس نے عطا سے روایت نقل کی۔ عطا نے کہا: آدم کو ہند میں اتارا گیا۔ انھوں نے عرض کی: ''اے میرے پروردگار! میں یہاں فرشتوں کی آواز نہیں سنتا جس طرح جنت میں سنا کرتا تھا۔'' اللہ تعالی نے فرمایا: ''اے آدم! یہ تیری اپنی کوتاہی کا نتیجہ ہے۔ جا اور میرے لیے ایک گھر بنا اور اس کا طواف تو اس طرح کر جس طرح تو فرشتوں کو طواف کرتا ہوا دیکھے۔'' حضرت آدم وہاں سے چل کر مکہ پہنچے، انھوں نے یہ گھر تعمیر کیا۔ آدم علیہ السلام کے راستے میں جنگلات تھے۔ جہاں جہاں ان کے قدم پڑتے وہاں ندی نالے، عمارتیں اور بستیاں آباد ہوتی ہوگئیں۔ آدم نے ہند سے آکر چالیس سال تک حج کیا۔

(۷۵) احمد نے یونس کے حوالہ سے یحیی بن سلمہ بن کہیل سے اور اس نے اپنے باپ کی وساطت سے مجاہد کی روایت نقل کی۔ مجاہد نے کہا: ''جب ابراہیم کو کہا کہ لوگوں میں حج کا اعلان کردو تو انھوں نے پوچھا: ''اے میرے پروردگار! میں کس طرح کہوں؟'' اللہ تعالی نے فرمایا: ''کہو، اے لوگو! اپنے رب کی دعوت کو قبول کرو۔'' ابراہیم نے پہاڑ پر چڑھ کر ندا دی کہ ''اے لوگو! اپنے رب کی دعوت قبول کرو۔''

لوگوں نے جواب میں کہا ”ہم حاضر ہیں اے اللہ! ہم حاضر ہیں۔“ یہ پہلا تلبیہ تھا۔

(۷۶) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے وہب بن کیسان نے بیان کیا اور اس نے عبد بن عمر لیثی کو یہ کہتے ہوئے سنا: جب ابراہیم کو حکم دیا گیا کہ وہ لوگوں کو حج کے لیے بلائیں تو انھوں نے مشرقی جانب رخ کر کے اللہ کی طرف بلایا۔ جواب میں ”لبیک، لبیک“ کی آوازیں آئیں۔ پھر انھوں نے مغرب کا رخ کر کے اللہ عزوجل کی طرف بلایا۔ جواب میں آواز آئی: ”ہم حاضر ہیں، ہم حاضر ہیں۔“ پھر انھوں نے شام کی جانب منہ پھیر کر ندا دی تو اس کے جواب میں بھی ”لبیک، لبیک“ کی صدا سنائی دی۔ پھر انھوں نے یمن کی جانب رخ پھیرا اور اللہ کی طرف بلایا، جواب میں ”لبیک لبیک“ کی آواز آئی۔

(۷۷) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی، ابن اسحاق نے کہا کہ اہل مدینہ میں سے ایک ثقہ راوی نے عروہ بن زبیر کے حوالہ سے یہ روایت بیان کی: حضرت ہود اور صالح علیہما السلام کے علاوہ کوئی نبی بھی ایسا نہیں گزرا جس نے بیت اللہ کا حج نہ کیا ہو۔ حضرت نوح نے بھی بیت اللہ کا حج کیا۔ جب زمین پر طوفان کے باعث غرقابی ہوئی تو بیت اللہ بھی زمیں بوس ہو گیا اور ایک سرخ ٹیلے کی شکل میں باقی رہ گیا۔ اللہ تعالی نے ہود کو مبعوث فرمایا، وہ اپنی قوم کی اصلاح کے کام میں مشغول رہے یہاں تک کہ اللہ عزوجل کو پیارے ہو گئے۔ انھوں نے حج نہیں کیا۔ پھر اللہ تعالی نے صالح کو مبعوث فرمایا، وہ بھی اپنی قوم کو راہ راست پر لانے میں ہمہ تن مشغول رہے اور حج نہ کر سکے یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ جب اللہ تعالی نے ابراہیم کے ہاتھوں بیت اللہ تعمیر کروایا تو انھوں نے حج کیا اور ان کے بعد کوئی نبی بھی ایسا نہیں گزرا جس نے حج نہ کیا ہو۔

(۷۸) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی اور اس نے عطا بن ابی رباح کے حوالہ سے کعب الحبر کی روایت نقل کی۔ کعب نے کہا: خانہ کعبہ نے اپنے رب عزوجل سے رو کر شکایت کی کہ اے میرے رب! میرے زائرین کی تعداد کم ہو چکی ہے اور لوگ میرے ساتھ ظلم کر رہے ہیں۔ اللہ عزوجل نے فرمایا: میں ایسے لوگ پیدا کرنے والا ہوں جو والہانہ آ کر تیری زیارت کیا کریں گے اور تیرے اس طرح مشتاق ہوں گے جس طرح کبوتر اپنے انڈوں کے مشتاق ہوتے ہیں۔

(۷۹) احمد نے اپنے باپ کی وساطت سے جریر بن عبد الحمید سے اور اس نے منصور سے اور اس

نے مجاہد کے حوالہ سے عبداللہ بن عمرو کی روایت نقل کی کہ اللہ تعالی نے زمین کی تخلیق سے دو ہزار سال قبل خانہ کعبہ کو بنایا اور پھر اس میں سے زمین کو نکال کر پھیلا دیا۔

(۸۰) احمد نے یونس کی وساطت سے اسباط بن نصر ہمدانی سے اور اس نے اسماعیل بن عبدالرحمان سدی سے یہ روایت نقل کی کہ جب حضرت آدم جنت سے نکلے تو ان کے ایک ہاتھ میں ایک پتھر تھا اور دوسری ہتھیلی میں درخت کا پتہ تھا۔ انہوں نے پتے کو ہند میں پھیلا دیا اور یہ خوشبو جو تم دیکھ رہے ہو اسی سے ہے اور پتھر کا یاقوت سفید تھا جو روشنی کے کام آتا تھا۔ جب ابراہیم نے بیت اللہ تعمیر کیا اور اس مقام تک پہنچ گئے جہاں پتھر نصب کیا جانا تھا تو حضرت اسماعیل کو فرمایا: "میرے لیے ایک پتھر لاؤ جو میں یہاں نصب کر دوں۔" وہ پہاڑ سے ایک پتھر لے آئے۔ ابراہیم نے فرمایا کہ کوئی اور لاؤ۔ اور اس طرح انہیں کئی دفعہ لوٹایا کیونکہ انہیں اسماعیل کے لائے ہوئے پتھر پسند نہ آتے تھے۔ ایک مرتبہ اسماعیل علیہ السلام گئے اور اس دوران میں جبریل ہند سے وہ پتھر لے آئے جو آدم جنت سے لائے تھے، ابراہیم نے اسے نصب کر دیا۔ جب اسماعیل واپس آئے تو انہوں نے پوچھا: "یہ پتھر کون لایا ہے؟" ابراہیم نے جواب دیا: "جو تم سے زیادہ پھرتیلا ہے۔"

(۸۱) احمد نے یونس کی وساطت سے سری بن اسماعیل سے اور اس نے عامر کے حوالہ سے عمر بن خطاب کی روایت نقل کی، حضرت عمرؓ نے فرمایا: حجر اسود جنت کے پتھروں میں سے ہے جب اسے زمین پر اتارا گیا تو وہ روئی سے زیادہ سفید تھا۔ بنی آدم کے گناہوں نے اسے سیاہ کر دیا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو پیدائشی گونگا، بہرا اور نابینا اسے چھوتا تو شفایاب ہو جاتا۔

(۸۲) احمد نے یونس سے اور اس نے عبدالرحمان بن عبداللہ کے حوالہ سے سلمہ بن کہیل سے اور اس نے ایک شخص کی وساطت سے حضرت علی کی روایت نقل کی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: انسانی چہرے کی طرح سکون قلب کی بھی ایک صورت ہے۔ اس طرح سکون قلب کی مثال صاف و شفاف خوشبودار ہوا جیسی ہے۔

(۸۳) احمد نے یونس کے حوالہ سے ابراہیم بن اسماعیل سے اور اس نے یزید رقاشی سے اور اس نے اپنے باپ کی وساطت سے ابو موسی اشعری کی یہ روایت نقل کی: رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم نے فرمایا کہ موضع روحا کی چٹان کے پاس سے ستر نبی گزرے جو ننگے پاؤں تھے اور کمبل اوڑھے ہوئے تھے وہ اللہ

تعالیٰ کے اس پرانے گھر یعنی خانہ کعبہ کا قصد کیے ہوئے تھے۔ ان میں موسیٰ علیہ السلام بھی تھے۔

(۸۴) احمد نے یونس سے اور اس نے سعید بن یسرہ کی وساطت سے انس بن مالک کی یہ روایت نقل کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پتھر جنت کے یاقوت کا تھا، اس پر مشرکین نے ہاتھ پھیرے اور وہ ان کے مسح کی وجہ سے سیاہ ہو گیا۔

(۸۵) احمد نے یونس کی وساطت سے وہب بن عتبہ کی اور اس نے عطیہ عوفی کے حوالہ سے ابن عباس کی روایت نقل کی۔ ابن عباسؓ نے فرمایا: حجر اسود جنت کے پتھروں میں سے ہے وہ دودھ سے زیادہ سفید تھا، بنی آدم کے گناہگار ہاتھوں نے اسے مسح کیا اور اس وجہ سے وہ سیاہ ہو گیا۔

(۸۶) احمد نے یونس سے اور اس نے مسلمہ بن عبید اللہ قرشی کی وساطت سے عبدالکریم ابی امیہ کی روایت نقل کی۔ عبدالکریم نے کہا: بیت اللہ جنت کے یاقوت سے بنا ہوا یاقوت کا گھر تھا۔ طوفان نوح کے دوران میں اسے آسمان دنیا پر اٹھا لیا گیا۔ اگر اب وہ نیچے گرے تو بیت اللہ کی جگہ گرے گا وہاں ہر رات ستر ہزار فرشتے اس کا طواف کرتے ہیں۔ جبریل نے حجر اسود کو جبل بو قبیس پر ودیعت رکھا، وہ جنت کے یاقوت میں سے سفید یاقوت ہے۔ جب ابراہیم نے بیت اللہ تعمیر کیا تو یہ پتھر انھوں نے جبل بو قبیس سے نکال کر حضرت ابراہیم کو دیا اور انھوں نے اسے بیت اللہ کی دیوار میں نصب کر دیا۔ قیامت کے دن وہ احد پہاڑ سے بھی بڑا ہو گا، اسے زبان عطا کی جائے گی وہ اس سے شہادت دے گا۔

(۸۷) دور جاہلیت میں حج کا تلبیہ

احمد نے یونس کے حوالہ سے عبدالرحمن بن عبداللہ مسعودی سے اور اس نے سعید بن ابی بردہ اشعری کی وساطت سے عبداللہ بن عمر کی روایت نقل کی: حضرت عبداللہ بن عمر نے سعید کے باپ ابی بردہ سے پوچھا: کیا تم جانتے ہو کہ تمہاری قوم کے لوگ جاہلیت کے زمانہ میں بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے کیا کہتے تھے؟ ابی بردہ نے کہا: انھوں نے کیا کہنا تھا!" عبداللہ بن عمر نے فرمایا: "وہ یہ کہا کرتے تھے:

اللھم ھذا واحد ان تما، اتمه الله وقد اتما، ان تغفر اللھم تغفر جما،

وای عبد لك لا الما؟"

ترجمہ: اے اللہ! یہ تیرا گھر ایک ہی گھر ہے اگرچہ مخلوقات کثیر ہے۔ اللہ تعالی نے اس گھر کو مکمل

کیاہے اور وہ مکمل ہے۔ اے اللہ! تو معاف کرے تو سب مخلوقات کو معاف کر۔ تیرا کون سا وہ بندہ ہے جو گناہگار نہیں اور تیرے اس گھر سے چمٹا ہوا نہیں ہے؟

(۸۸) احمد نے یونس کے حوالہ سے قیس بن ربیع سے اور اس نے منصور کی وساطت سے مجاہد کی روایت نقل کی۔ مجاہد نے کہا کہ اہل جاہلیت بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے یہ کہا کرتے تھے:

ان تغفر اللهم تغفر جما، وای عبد لك لا الما؟

ترجمہ: اے اللہ! تو معاف کرے تو سب مخلوقات کو معاف کر۔ تیرا کون سا وہ بندہ ہے جو گناہگار نہیں اور تیرے اس گھر سے چمٹا ہوا نہیں ہے؟

(۸۹) جاہلیت میں مردوں اور عورتوں کے طواف کا طریقہ

احمد نے یونس کی وساطت سے ہشام بن عروہ سے اور اس نے اپنے باپ سے یہ روایت نقل کی کہ حمس (اہل حرم) کے علاوہ کوئی شخص بھی خانہ کعبہ کا طواف کپڑے پہن کر نہیں کرتا تھا۔ دوسرے لوگ (مرد اور عورتیں) برہنگی کی حالت میں طواف کرتے تھے ماسوائے اس صورت کے کہ اہل حرم ازراہ احسان باہر کے کسی مرد یا عورت کو کپڑے عطا کریں اور وہ ان کپڑوں میں طواف کرے۔

(۹۰) احمد نے یونس سے اور اس نے ابی معشر مدنی کی وساطت سے محمد بن قیس کی یہ روایت نقل کی کہ دور جاہلیت میں وہ لوگ جو اہل حرم سے نہ تھے اگر ان میں سے کوئی شخص بیرون حرم سے لائے ہوئے کپڑوں میں طواف کرنا چاہتا تو طواف سے فارغ ہو کر وہ یہ کپڑے کعبہ کے پاس پھینک دیتا تھا۔ اگر باہر سے آئے ہوئے کسی شخص کو اہل مکہ کی طرف سے کپڑے مستعار مل جاتے تو وہ ان مستعار کپڑوں میں طواف کرتا تھا اور اگر وہ شخص بیرون حرم سے لائے ہوئے کپڑوں میں طواف نہ کرنا چاہتا اور نہ ہی اہل مکہ سے اسے عاریتاً کپڑے دستیاب ہوتے تو اس صورت میں وہ خانہ کعبہ کا برہنہ طواف کرتا۔ اس طرز عمل کی تائید میں وہ کہا کرتے تھے:

وجدنا علیها اباءنا والله امرنا بها۔ (الاعراف: ۲۸)

ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طرح پر پایا ہے اور اللہ ہی نے ہمیں ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔

راوی نے اس سے آگے "خالصة یوم القیمة" (آیت ۳۲) تک پڑھا جس کا ترجمہ یہ ہے:

"ان سے کہو اللہ بے حیائی کا حکم کبھی نہیں دیا کرتا۔ کیا تم اللہ کا نام لے کر وہ باتیں کہتے ہو جن کے متعلق تمہیں علم نہیں ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے ہیں؟ اے محمدؐ! ان سے کہو، میرے رب نے تو راستی وانصاف کا حکم دیا ہے، اور اس کا حکم تو یہ ہے کہ ہر عبادت میں اپنا رخ ٹھیک رکھو اور اسی کو پکارو اپنے دین کو اس کے لیے خالص رکھ کر۔ جس طرح اس نے تمہیں اب پیدا کیا ہے اسی طرح تم پھر پیدا کیے جاؤ گے۔ ایک گروہ کو تو اس نے سیدھا راستہ دکھادیا ہے مگر دوسرے گروہ پر گمراہی چسپاں ہو کر رہ گئی ہے کیونکہ انہوں نے خدا کے بجائے شیاطین کو اپنا سرپرست بنالیا ہے اور وہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم سیدھی راہ پر ہیں۔ اے بنی آدم! ہر عبادت کے موقع پر اپنی زینت سے آراستہ رہو اور کھاؤ پیو اور حد سے تجاوز نہ کرو، اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اے محمدؐ! ان سے کہو کس نے اللہ کی اس زینت کو حرام کر دیا جسے اللہ نے اپنے بندوں کے لیے نکالا تھا اور کس نے خدا کی بخشی ہوئی پاک چیزیں ممنوع کر دیں؟ کہو! یہ ساری چیزیں دنیا کی زندگی میں بھی ایمان والوں کے لیے ہیں اور قیامت کے روز تو خالصتاً انہی کے لیے ہوں گی۔"

اس کے بعد راوی محمد بن قیس نے کہا کہ یہ ساری زینتیں اور پاکیزہ چیزیں دنیا کی زندگی میں اہل ایمان کے لیے ہیں اور ان میں ان کے ساتھ کفار بھی شریک ہیں لیکن آخرت میں زندگی کی آرائشیں اور رزق کے طیبات سب کے سب مومنوں کے لیے مخصوص ہوں گے۔

(۹۱) وقوف عرفات اور حمس کا معمول

احمد نے یونس کے حوالہ سے ہشام بن عروہ سے اور اس نے اپنے باپ کی وساطت سے حضرت عائشہؓ کی یہ روایت نقل کی کہ قریش اور ان کے طریقوں کے کاربند (یعنی حمس) عرفہ کی شام کو مزدلفہ میں ٹھہرتے تھے اور کہتے تھے۔ "ہم بیت اللہ کے خادم یعنی گھر والے ہیں" باقی لوگ اور دیگر عرب عرفات میں وقوف کرتے تھے اس پر اللہ تعالی نے یہ حکم نازل فرمایا:

ثم افیضوا من حیث افاض الناس۔ (البقرہ : ۱۹۹)
پھر جہاں سے اور سب لوگ پلٹتے ہیں وہیں سے تم بھی پلٹو۔

(۹۲) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے عبداللہ بن ابی بکر نے اور اس سے عثمان بن ابی سلیمان نے اور اس نے نافع بن جبیر بن مطعم کے حوالہ سے اپنے باپ جبیر بن مطعم کی روایت بیان کی۔ جبیر نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بعثت سے قبل اس حال میں دیکھا کہ آپؐ عرفات میں اپنی قوم کے ساتھ اپنے اونٹ پر ٹھہرے ہوئے تھے یہاں تک کہ آپؐ اللہ تعالی کی توفیق سے انھیں کے ہمراہ وہاں سے نکلے۔

(۹۳) احمد نے یونس سے اور اس نے زکریا کے حوالہ سے ابن اسحاق سے اور اس نے عمر بن میمون کی وساطت سے عمر کی یہ روایت نقل کی کہ جملہ مشرکین یہ کہا کرتے تھے:

اشرق ثبیر کی مانغیر۔

اے ثبیر! (مزدلفہ کا ایک پہاڑ) روشن ہو جا تاکہ ہم جلد جاکر قربانیاں کریں۔

راوی کا بیان ہے کہ وہ مزدلفہ سے اس وقت تک نہ پلٹتے تھے جب تک کہ سورج طلوع نہ ہو جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس سے منع فرمایا۔ زکریا نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مزدلفہ سے طلوع آفتاب سے قبل نکل کھڑے ہوئے۔

(۹۴) احمد نے یونس سے اور اس نے یوسف بن میمون کی وساطت سے حسن کی یہ روایت نقل کی کہ جاہلیت کے زمانہ میں جب لوگ عرفات میں وقوف کی جگہ آجاتے تھے تو ایک آدمی ایک پہاڑ پر کھڑے ہو کر کہتا تھا:

"میں فلاں بن فلاں ہوں، میں نے یہ کارنامے سرانجام دیئے اور میرے آباء واجداد نے یہ کارہائے نمایاں کیے۔"

اس پر اللہ عزوجل نے فرمایا:

فاذا قضیتم مناسککم فاذکروا اللہ کذکر آبائکم او اشد ذکرا۔ (البقرہ: ۲۰۰)

پھر جب اپنے حج کے ارکان ادا کر چکو تو جس طرح پہلے اپنے آباء واجداد کا ذکر کرتے تھے اس طرح اب اللہ کا ذکر کرو بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! اللہ تعالی نے تم سے نخوت اور آباء واجداد کی وجہ سے تفاخر کو ختم کر دیا ہے، ہم سب اولاد آدم ہیں اور آدم مٹی سے پیدا کیے گئے

تھے۔ اور اللہ عزوجل نے فرمایا:

یایھا الناس انا خلقناکم من ذکر و انثی وجعلنکم شعوبا و قبآئل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقکم ۔ ان اللہ علیم خبیر ۝ (الحجرات : ۱۳)

لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنادیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ یقیناً اللہ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔

(۹۵) صفا اور مروہ کے درمیان سعی

احمد نے یونس سے اور اس نے یوسف بن میمون تمیمی کی وساطت سے عطا بن ابی رباح کی یہ روایت نقل کی کہ ایک آدمی نے اس سے صفا اور مروہ کے درمیان سعی کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا: "جب حضرت ابراہیمؑ حضرت ہاجرہؓ اور ان کے بیٹے اسماعیل کو چھوڑ کر چلے آئے تو ہاجرہؓ کو شدید پیاس لگی اور بچہ بھی پیاس سے تڑپنے لگا۔ انھوں نے محسوس کیا کہ بچہ عنقریب پیاس سے ہلاک ہوجائے گا۔ جب انہیں یہ خطرہ پیدا ہوا تو انہوں نے بچے کو بیت اللہ کی جگہ لٹادیا اور خود چل کر پانی کی تلاش میں صفا پہاڑی پر آئیں اور اس کے اوپر چڑھ گئیں اور دیکھنے لگیں کہ بچہ زندہ ہے یا نہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگتی رہیں۔ پھر صفا پہاڑی سے اتر کر وادی کے بیچ میں آئیں اور دوڑنا شروع کیا۔ پھر آگے چلتی گئیں یہاں تک کہ مروہ پہاڑی تک پہنچ گئیں اور اس کے اوپر چڑھ کر بچے کو دیکھا کہ زندہ ہے یا نہیں۔ اس طرح بیقراری کے عالم میں انہوں نے سات پھیرے لگائے اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کی یہی بنیاد ہے۔

(۹۶) احمد نے یونس سے اور اس نے ہشام بن عروہ سے اور اس نے اپنے باپ سے مندرجہ ذیل آیت کے متعلق یہ روایت نقل کی:

ان الصفا والمروۃ من شعآئر اللہ ، فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان یطوف بھما۔ (البقرہ : ۱۵۸)

یقیناً صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں، لہذا جو شخص بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے اس کے

لیے کوئی گناہ کی بات نہیں کہ ان دونوں پہاڑوں کے درمیان سعی کرے۔

عروہ نے کہا: میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص حج کرے اور صفا و مروہ کے درمیان سعی نہ کرے تو میرے خیال میں اس پر کوئی حرج نہیں ہے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: "آیت کی تلاوت کرو۔" میں نے تلاوت کی: "فلا جناح علیہ ان یطوف بھما" حضرت عائشہؓ نے فرمایا: "اگر اس آیت کا وہ مفہوم ہے جو تم نے بیان کیا ہے تو آیت اس طرح ہونی چاہیے تھی: "فلا جناح علیہ ان لا یطوف بھما" یہ آیت ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جو مناۃ کے لیے احرام باندھتے تھے اور ان کے دین میں یہ حلال نہیں تھا کہ وہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کریں۔ جب وہ مسلمان ہو گئے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: "بیشک ہم مناۃ کے لیے احرام باندھتے تھے اور ہمارے لیے سابقہ دین میں صفا اور مروہ کے درمیان سعی حلال نہیں تھی۔" چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا حج مکمل نہیں ہوتا جو صفا اور مروہ کے درمیان سعی نہ کرے۔

(۹۷) منیٰ میں رمی جمار

احمد نے یونس سے اور اس نے یوسف بن میمون کی وساطت سے عطاء بن ابی رباح کی روایت نقل کی ہے۔ عطاء سے رمی جمار کے متعلق استفسار کیا گیا۔ اس نے کہا کہ ابراہیمؑ بیت الحرام تشریف لائے۔ انہوں نے نماز ادا کیا۔ پھر وہاں سے چل کر رات کے کسی حصہ میں منیٰ میں پہنچے اور جمرہ کے پاس آئے تو شیطان سامنے آگیا۔ حضرت ابراہیمؑ نے اسے سات کنکریاں ماریں اور ہر کنکری کے ساتھ تکبیر پڑھتے رہے۔ شیطان چلا گیا۔ حضرت ابراہیمؑ آگے بڑھے اور دوسرے جمرہ تک پہنچے کہ شیطان نے دوبارہ وسوسہ ڈالنے کی کوشش کی۔ حضرت ابراہیمؑ نے اسے سات کنکریاں ماریں اور ہر کنکری کے ساتھ تکبیر پڑھی۔ شیطان دفع ہو گیا۔ حضرت ابراہیمؑ چل کر تیسرے جمرہ کے موقع پر پہنچے تو شیطان پھر نمودار ہوا۔ حضرت ابراہیمؑ نے اسے سہ بارہ سات کنکریاں ماریں اور ہر کنکری کے ساتھ تکبیر پڑھی۔ شیطان غائب ہو گیا۔ جب نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا تو آنحضرتؐ نے یہ واقعہ بیان فرمایا اور جس طرح حضرت ابراہیمؑ نے کیا تھا اسی طرح آنحضرتؐ نے خود بھی کیا۔

(۹۸) احمد نے یونس کے حوالہ سے ابی بکر ہذلی کی روایت نقل کی۔ اس نے کہا: ہم سے حسن

نے بیان کیا کہ دور جاہلیت میں جب لوگ ذبح کرتے تھے تو کعبہ کی دیواریں خون سے لتھڑ دیتے تھے اور پتھر اکٹھے کر کے ان پر گوشت رکھ دیتے تھے اور کہتے تھے کہ ہمارے لیے گوشت کھانا حلال نہیں ہے، ہم نے یہ اللہ تعالیٰ کے لیے رکھ دیا ہے چنانچہ درندے اور پرندے آکر کھا جاتے تھے۔ اسلام کا دور آیا تو لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر دریافت کیا کہ آیا ہم اس طرح نہ کریں جس طرح دور جاہلیت میں ہمارا معمول تھا کیونکہ قربانی تو اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

فکلوا منھا واطعموا البآئس الفقیر ○ (الحج: ۲۸)

سو ان جانوروں میں سے تم خود بھی کھاؤ اور تنگ دست محتاجوں کو بھی کھلاؤ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جاہلیت کا طریقہ اختیار نہ کرو کیونکہ یہ گوشت اللہ عزوجل کے لیے نہیں ہے۔ حسن کا بیان ہے کہ لوگوں کے لیے گوشت کھانا لازم قرار نہیں دیا گیا اگر وہ چاہیں تو کھالیں ورنہ چھوڑ دیں۔

(۹۹) عرب میں نسی کا قاعدہ اور تقویم

احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا کہ میں نے ابن ابی نجیح سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے متعلق پوچھا:

ان الزمان قد استدار حتی صار کھیئۃ یوم خلق اللہ السموات والارض۔

اس سال حج کا وقت گردش کرتا ہوا ٹھیک اپنی اس تاریخ پر آگیا ہے جو قدرتی حساب سے اس کی اصل تاریخ ہے۔

ابن ابی نجیح نے جواب دیا: قریش ہر سال میں ایک مہینہ داخل کر دیتے تھے اور اس طرح ذی الحجہ اپنے اصل وقت پر ہر بارہ سال کے بعد آتا تھا۔ جس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج ادا کیا تو اللہ تعالیٰ نے ذی الحجہ کو اپنے اصل وقت کے مطابق کر دیا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سال حج کا وقت گردش کرتا ہوا ٹھیک اپنی اس ہیئت پر آگیا ہے جو قدرتی حساب سے اس کی اصل تاریخ ہے۔ میں نے ابن ابی نجیح سے پوچھا کہ ابو بکر اور عتاب بن اسید کے حج کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ اس

نے جواب دیا: "انھوں نے اسی موسم میں حج کیا تھا جس وقت دوسرے لوگوں نے اپنے طریقے سے کیا۔"
پھر ابن ابی نجیح نے اس کی تشریح کرتے ہوئے کہا کہ قریش ذی الحجہ میں حج کرتے تھے۔ آیندہ سال محرم میں اور پھر صفر میں حج کرتے تھے۔ علیٰ ہذا القیاس ہر سال ایک ایک ماہ آگے کرتے جاتے تھے اور بارہویں دفعہ ذی الحجہ میں پہنچ جاتے تھے اور ٹھیک وقت پر حج کرتے تھے۔

(۱۰۰) احمد نے یونس کے حوالہ سے ابن ابی لیلی اور ابن ابی انیسہ کی اور انھوں نے عبداللہ بن ابی ملیکہ کی وساطت سے عبداللہ بن عمرو بن عاص کی روایت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبریلؑ حضرت ابراہیمؑ کے پاس تشریف لائے اور انھیں ساتھ لے کر ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں پڑھیں۔ پھر وہ دونوں ساری رات اکٹھے رہے اور فجر کی نماز ادا کی۔ پھر جبرئیل نے عرفہ کے دن ابراہیمؑ کو ساتھ لے کر وہاں ڈیرہ ڈالا جہاں لوگ ڈیرہ ڈالتے ہیں اور وہاں (ظہر و عصر کی) دو نمازیں (بوقت ظہر) اکٹھی ادا کیں۔ پھر وہاں سے چل کر عرفات میں وقوف کیا لیکن وہاں مغرب کی نماز نہ پڑھی بلکہ جلدی سے واپسی کا سفر اختیار کیا اور مزدلفہ میں آکر مغرب اور عشاء کی دو نمازیں اکٹھی ادا کیں۔ رات وہاں گزاری اور فجر کی نماز اول وقت میں پڑھی اور پھر واپسی سفر میں۔ جمرہ پر آکر اسے کنکر مارے۔ پھر ذبح اور حلق کیا۔ پھر انھیں لے کر بیت اللہ آئے اور طواف کیا۔ ابن ابی لیلی نے کہا: پھر وہ منیٰ میں واپس چلے گئے اور وہاں قیام کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یہ وحی بھیجی:

ان اتبع ملة ابراهيم حنيفا۔ (النحل: ۱۲۳)
کہ یکسو ہو کر ابراہیمؑ کے طریقے پر چلو۔

(۱۰۱) مناسک حج کی اصلاح

احمد نے یونس سے اور اس نے زکریا بن ابی زائدہ کے حوالہ سے ابن اسحاق سے اور اس سے زید بن شیع کی وساطت سے حضرت علیؓ کی روایت نقل کی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جب سورہ توبہ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مکہ مکرمہ بھیجا کہ میں وہاں جاکر اعلان کردوں کہ کوئی شخص بیت اللہ کے گرد برہنہ طواف نہ کرے۔

(۱۰۲) حمس اور ان کے معمولات

احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی، ابن اسحاق نے کہا: مجھے معلوم نہیں کہ کعبہ کی تعمیر نو سے قبل یا اس کے بعد قریش نے حمس کی بدعت ایجاد کرلی۔ یہ رسم انھوں نے اختیار کی اور اپنے ہاں اس کو رواج دیا اور یہ دعوی کیا کہ ہم اولاد ابراہیمؑ، اہل حرم، بیت اللہ کے متولی اور مکہ کے متوطن اور سکناء ہیں۔ دیگر عربوں میں سے کسی کے حقوق و مراتب ہم جیسے نہیں ہیں اور اہل عرب بھی ہماری جس قدر عزت و تکریم کرتے ہیں اور کسی کی نہیں کرتے۔ پس اے اہل حرم! تم حرم کے باہر کی کسی چیز کی ایسی تعظیم نہ کرو جیسی تعظیم تم حرم کی کرتے ہو۔ اگر تم نے ایسا کیا تو دیگر اہل عرب تمھاری حرمتوں کا استخفاف کریں گے۔ اور انھوں نے یہ بھی کہا کہ لوگوں نے حرم سے باہر کی چیزوں کی ایسی تعظیم شروع کردی ہے جیسی کہ حرم کی تعظیم کرنی چاہیے۔ چنانچہ اہل حرم نے وقوف عرفات اور وہاں جاکر واپس آنا ترک کردیا تھا حالانکہ وہ جانتے تھے اور اقرار کرتے تھے کہ ایسا کرنا ارکان عبادت اور دین ابراہیمی کے واجبات میں سے ہے۔ وہ دوسرے تمام عربوں کے لیے وقوف عرفات اور وہاں سے واپسی کو واجب قرار دیتے تھے لیکن اپنے متعلق وہ کہتے تھے کہ ہم اہل حرم ہیں ہمارے لیے یہ مناسب نہیں کہ ہم حرم سے باہر نکلیں اور حرم سے باہر کی چیزوں کی ایسی تعظیم کریں جیسی حرم کی کی جاتی ہے۔ حمس اہل حرم ہیں، پھر انھوں نے یہی حقوق ان تمام عربوں کو تفویض کیے جو حدود حرم کے اندر یا باہر قریش کے درمیان پیدا ہوئے۔ ان کے لیے بھی وہی چیز حلال یا حرام ہوتی جو ان کے لیے حلال یا حرام ہوتی۔ بنی کنانہ اور بنی خزاعہ بھی اس لحاظ سے ان میں شامل ہوگئے تھے۔ اس حمس کے رواج میں انھوں نے اور بدعات بھی ایجاد کرلیں۔ انھوں نے کہا: اہل حرم کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ حالت احرام میں پنیر کھائیں یا مکھن گرم کرکے صاف گھی استعمال کریں اور بالوں سے بنے ہوئے خیموں میں داخل ہوں۔ ان کو چاہیے کہ وہ محرم ہوں تو چمڑے کے سائبانوں میں رہیں۔ پھر وہ اس سے بھی آگے بڑھے اور انھوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ جب حرم سے باہر والے حج یا عمرہ کے لیے آئیں تو انھیں چاہیے کہ جو کھانا وہ اپنے ساتھ باہر سے حدود حرم میں لائے ہیں وہ نہ کھائیں اور جب وہ آکر بیت اللہ کا پہلا طواف کریں تو اہل حرم کے کپڑوں میں کریں۔ اگر وہ اہل حرم سے کپڑے حاصل نہ کرسکیں تو برہنہ طواف کریں۔ اگر کوئی معزز مرد یا عورت طواف کے لیے آئے اور اہل حرم سے طواف کے کپڑے حاصل نہ کرسکے اور اپنے ان ہی کپڑوں میں طواف کرنا چاہے جو وہ باہر سے لایا

ہے تو اسے چاہئے کہ طواف سے فارغ ہونے کے بعد وہ کپڑے پھینک دے اور اس کے بعد کوئی شخص بھی نہ وہ خود اور نہ کوئی دوسرا ان کپڑوں سے استفادہ کرے اور نہ انھیں چھوئے۔ عرب ان کپڑوں کو "لقی" کہتے تھے۔ انہوں نے یہ رسمیں عربوں کے لیے لازمی قرار دیں اور عربوں نے انھیں تسلیم کرلیا۔ وہ وقوف عرفات کرتے تھے اور وہاں سے واپس آتے تھے اور بیت اللہ کا طواف برہنگی کی حالت میں کرتے تھے اور ان قواعد و ضوابط کی پابندی کرتے تھے جو ان کے لیے اہل حرم نے مرتب کیے۔ باہر سے آنے والے جب حج یا عمرہ کے لیے آتے تو جونہی حدود حرم میں داخل ہوتے اپنا زاد سفر ڈال دیتے اور اس کے عوض حرم کی خوراک خرید لیتے اور اپنے کپڑے حرم کے کپڑوں سے بدل لیتے۔ حرم کے کپڑے وہ مستعار حاصل کرتے یا کرایہ پر اور ان ہی کپڑوں میں وہ طواف کرتے۔ اگر وہ حرم کے کپڑے حاصل نہ کرسکتے تو پھر برہنہ طواف کرتے۔ جہاں تک عورتوں کا تعلق ہے ایک عورت اپنے کرتے کے علاوہ اپنے سب کپڑے اتار دیتی اور کرتے کو اپنے اوپر ڈال کر طواف کرتی تھی۔ ایک عرب عورت نے اسی حالت میں طواف کرتے ہوئے یہ شعر کہا:

اليوم يبدو بعضه او كله

وما بدا منه فلا احله

آج میرا سارا جسم یا اس کا کچھ حصہ ظاہر ہوجائے گا اور ظاہر ہونے والے حصے کو میں حلال قرار نہیں دیتی۔

جو شخص اپنے ہمراہ لائے ہوئے کپڑوں میں طواف کرتا تو وہ بعد ازاں ان کپڑوں کو پھینک دیتا اور پھر ان کپڑوں سے نہ تو وہ خود اور نہ کوئی دوسرا شخص منتفع ہوتا۔ ایک عرب شاعر اپنی ایک متروک چیز کا ذکر کرتا ہے جس کے قریب اب وہ نہیں جاتا حالانکہ وہ چیز اسے بہت محبوب ہے:

كفى حزنا كرى عليه كانه

لقا بين ايدى الطائفين حريم

میرے لیے اس کی طرف پلٹنے کا غم کافی ہے گویا کہ وہ طواف کے بعد کا پھینکا ہوا لباس ہے جو طواف کرنے والوں کے سامنے پڑا ہے لیکن اسے کوئی ہاتھ نہیں لگاتا۔

باب ۱۴

تعمیر کعبہ

(۱۰۳) کعبہ کی تعمیر نو

احمد بن عبدالجبار نے یونس بن بکیر کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی: قریش مستعد ہوگئے۔ ان کے ہر قبیلہ میں اشراف جمع ہوئے۔ ان کے درمیان کعبہ کی تعمیر جدید کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں تھا۔ چنانچہ انھوں نے تعمیر نو کا فیصلہ بالاتفاق کیا۔ وہ اس کے لیے تیاری کرنے لگے لیکن وہ کعبہ کو منہدم کرنے سے خوفزدہ بھی تھے۔ یہ عمارت بڑے بڑے پتھروں سے بنی ہوئی تھی اور قد آدم سے کچھ بلند تھی۔ قریش کا ارادہ تھا کہ اس کو اونچا کر کے اس پر چھت ڈال دیں۔ یہ خیال اس لیے پیدا ہوا کہ قریش کے کچھ آدمیوں نے کعبہ کا وہ خزانہ چرالیا جو کعبہ کے اندر ایک گودام میں تھا۔ چوری کا مال جس شخص کے پاس سے برآمد ہوا اس کا نام دویل یا دویک تھا جو بنی ملیح بن عمرو بن خزاعہ کا آزاد کردہ غلام تھا۔ قریش نے اسے قطع ید کی سزا دی۔ اس جرم میں حارث بن عامر بن نوفل اور اس کا ماں شریک بھائی ابولہب بن عبدالمطلب بھی ملوث تھے۔ قریش کا گمان تھا کہ انھوں نے ہی کعبہ کا خزانہ چوری کر کے دویل یا دویک کے پاس رکھا تھا۔ جب قریش نے ان کا تعاقب کیا تو انھوں نے دویل یا دویک کی نشان دہی کی اور اس کا ہاتھ کاٹا گیا۔

کہا گیا ہے کہ انھوں نے ہی یہ خزانہ چوری کر کے اس کے سپرد کیا تھا۔ چنانچہ مذکور ہے کہ جب قریش کو حارث بن عامر بن نوفل بن عبد مناف کے ارتکاب جرم کا یقین ہوگیا تو وہ اسے لے کر عرب کے کاہنوں میں سے ایک کاہنہ کے پاس لے گئے۔ اس نے اپنے مسجع کلام میں اس کے خلاف یہ فتوی دیا کہ وہ دس سال تک مکہ میں داخل نہ ہو کیونکہ اس نے کعبۃ اللہ کی حرمت کو پامال کیا ہے۔ لوگوں کا گمان ہے کہ فریقین نے اسے مکہ بدر کر دیا، وہ دس سال تک مکہ کے اردگرد گھومتا رہا۔

سمندر نے ایک رومی تاجر کی کشتی کو جدہ کی بندرگاہ پر لاکر پٹخ دیا اور وہ ٹوٹ گئی۔ اہل جدہ نے اس کی لکڑیوں پر قبضہ کرلیا۔ قریش نے ان لکڑیوں کو کعبہ کی چھت بنانے کے لیے مناسب سمجھتے ہوئے خرید لیا۔ مکہ میں اس وقت ایک قبطی نجار بھی رہتا تھا اس طرح قریش کے خیال کے مطابق کعبہ کی تعمیر کے لیے جملہ ضروری اشیاء مہیا ہوگئیں۔ وہاں ایک اژدہا بھی تھا جو کعبہ کے اس گودام سے نکلا کرتا تھا جس میں وہ تمام اشیاء رکھی جاتی تھیں جو ہر روز کعبہ کے لیے بطور نذرانہ آتی تھیں۔ یہ اژدہا کعبہ کی دیوار پر چڑھ کر دھوپ میں بیٹھ جاتا تھا اور لوگ اس سے ڈرتے تھے۔ لوگوں کا گمان ہے کہ جب کوئی شخص کعبہ کے گودام کے قریب جاتا تو وہ سر اٹھاتا، پھنکاریں مارتا اور منہ کھولتا تھا۔ اور اس لیے لوگ اس سے خوف زدہ تھے ایک دن حسب معمول جب وہ کعبہ کی دیوار پر چڑھا ہوا تھا اللہ تعالی نے ایک نامعلوم پرندہ بھیجا جس نے اسے اچک لیا اور اڑ گیا۔ قریش نے کہا: ہمیں امید ہے کہ اللہ تعالی ہمارے کام سے راضی ہے جس کا ہم نے ارادہ کیا ہے، ہمارے پاس ایک مخلص کاریگر ہے اور لکڑی بھی ہے۔ اللہ تعالی نے سانپ کو بھی دفع کر دیا ہے۔ یہ واقعہ حرب فجار سے پندرہ سال بعد کا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر اس وقت ۳۵ سال کی تھی۔

جب خانہ کعبہ کو منہدم کرکے نئی تعمیر کے لئے سب کے سب تیار ہوگئے۔ اس وقت ابو وہب عامر بن عائذ بن عبد بن عمران بن مخزوم اٹھا۔ لوگوں کا گمان ہے کہ اس نے کعبہ کا ایک پتھر پکڑا لیکن وہ اس کے ہاتھ سے اچھل کا واپس اپنی جگہ پہنچ گیا اس نے کہا: "اے گروہ قریش! اس کی تعمیر میں اپنی حلال کمائی صرف کرو۔ اس میں زناکاری کی آمدنی، سود کی رقوم اور کسی پر ظلم کرکے حاصل کیا ہوا مال شامل نہ کرو۔ بعض نے اس کلام کو ولید بن مغیرہ کا قول لکھا ہے۔

(۱۰۴) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی ہے۔ ابن اسحاق نے کہا کہ مجھ سے ابن ابی نجیح نے عبداللہ بن صفوان بن امیہ کی روایت بیان کی کہ اس نے جعدہ بن ہبیرہ بن ابی وہب بن عمر بن عائذ بن عبد بن عمران بن مخزوم کے ایک لڑکے کو بیت اللہ کا طواف کرتے دیکھا تو عبداللہ بن صفوان نے کہا کہ جب قریش نے کعبہ کو منہدم کرنے کا ارادہ کیا تو اس لڑکے کے دادا ابو وہب نے کعبہ کا ایک پتھر نکالا اور وہ اس کے ہاتھ سے اچھل کر اپنی جگہ پر واپس چلا گیا اس وقت ابو وہب نے کہا: "اے گروہ قریش! اس تعمیر میں اپنی کمائی صرف کرو۔ اس میں خرچی کا پیسہ، سود کی رقم اور کسی پر ظلم کرکے حاصل کیا ہوا مال نہ لگاؤ۔ ابو وہب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کے ماموں تھے اور شرفاء

میں سے تھے۔ ان کے متعلق ایک عرب شاعر کہتا ہے:

لو بابی وهب انخت مطیتی

لرحت وراحت رحلها غیر خائب

اگر میں اپنی سواری کو ابو وہب کے پاس بٹھاؤں تو میں خوشی محسوس کروں اور اس کا کجاوہ بھرپور اور بامراد ہو جائے۔

وابیض من فرعی لوی بن غالب

اذا حصلت انسابه للذوائب

جب شرفاء میں اس کے نسب کو تلاش کیا جائے تو وہ لوی بن غالب کی دونوں شاخوں میں روشن ترین شاخ کا فرد ہے۔

ابی لاحد الفیم یرتاح للندی

توسط جداه فروع الاطائب

وہ کسی پر ظلم کرنے سے پرہیز کرنے والا اور سخاوت سے خوش ہونے والا ہے۔ اس کے ددھیال اور ننھیال پاکیزہ اخلاق کے تمام شعبوں میں اعلیٰ مقام کے حامل ہیں۔

عظیم وما دا القدر تملا جفانه

من الخبز یعلوهن مثل السبائب

اس کے ہاں دیگوں کی راہ بکثرت ہوتی ہے وہ بڑے بڑے کاسے روٹیوں اور گوشت سے لبالب بھر دیتا ہے۔

(۱۰۵) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی یہ روایت نقل کی: پھر قریش نے کعبہ کی عمارت کو منہدم کرنے کا کام مختلف سمتوں سے مختلف قبیلوں کے ذمہ حصہ رسدی لگادیا۔ دروازے کا حصہ بنی عبد مناف اور بنی زہرہ کے سپرد ہوا۔ رکن اسود اور رکن یمانی کے درمیان کا حصہ بنی مخزوم، بنی تیم اور ان سے ملحقہ قریشی قبیلوں کے ذمہ لگایا گیا۔ پچھلا حصہ بنی سہم اور بنی جمح کو دیا گیا۔ حجر یعنی حطیم بنی عبدالدار بن قصی اور بنی اسد بن عبدالعزی بن قصی اور بنی عدی بن کعب کے حصہ میں آیا۔ لوگ خانہ کعبہ کو شہید کرنے سے ڈر رہے تھے اور منتشر ہونے لگے۔ بالآخر ولید بن مغیرہ نے کہا کہ اچھا میں

ابتدا کرتا ہوں کہہ کر اس نے کدال لی اور کھڑے ہو کر کہا: "اے اللہ! ہم تیرے دین سے منحرف نہیں ہوئے ہیں ہم بھلائی کے سوا اور کچھ نہیں چاہتے۔" پھر اس نے رکن اسود اور رکن یمانی کے حصہ میں سے کچھ گرایا، لوگوں نے اس رات انتظار کیا اور کہا: ہمیں دیکھنا چاہیے کہ اس پر کوئی آفت تو نازل نہیں ہوتی۔ اگر کوئی آفت آجائے تو ہم یہ کام روک دیں گے اور گرائے ہوئے حصہ کو اسی طرح مکمل کر دیں گے اور اگر کوئی آفت نہ آئے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ عزوجل ہمارے اس کام سے راضی ہیں۔ صبح کو ولید نے منہدم کرنے کا کام پھر شروع کر دیا اور اس کے ساتھ دوسرے لوگوں نے بھی اپنے اپنے حصہ کی دیواریں توڑ دیں اور اساس کعبہ تک پہنچ گئے جہاں سبز رنگ کے سان جیسے پتھر چنے ہوئے تھے جو ایک دوسرے کو جکڑے ہوئے تھے۔

(۱۰۶) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی، ابن اسحاق نے کہا: مجھے بتایا کہ قریش کے وہ لوگ جو خانہ کعبہ کو منہدم کرنے کا کام کر رہے تھے انہوں نے کہا کہ ایک شخص نے دو پتھروں کے درمیان کدال داخل کیا تاکہ ان میں سے ایک کو اکھاڑے۔ جب پتھر نے حرکت کی تو سارے مکہ میں ایک کڑکا سنائی دیا اور لوگ خوفزدہ ہو گئے، اور اساس ابراہیمی کو اکھاڑنے سے رک گئے۔

(۱۰۷) پرانے کتبوں کی دریافت

احمد نے یونس کے حوالہ سے ابن اسحاق سے اور اس نے یحیٰ بن عباد بن عبداللہ بن زبیر کی وساطت سے اپنے باپ عباد کی روایت نقل کی۔ عباد نے کہا: مجھے بتایا گیا کہ کعبہ کی بنیاد میں یا اس کے کسی دیگر حصہ میں پیتل کی کوئی چیز شتر مرغ کے انڈے جیسی دستیاب ہوئی، جس کے ایک طرف یہ لکھا ہوا تھا: "یہ اللہ کا محترم گھر ہے" یہاں کے رہنے والوں کا رزق باہر سے آتا رہے گا۔ اس کے باشندوں کے لیے زیبا نہیں کہ وہ پہلے خود ہی اس گھر کی حرمت کو پامال کریں۔ اور اس کی دوسری جانب عرب کے ایک قبیلہ کی ہرنی کی شبیہ تھی جنہوں نے اللہ کے لیے کعبہ کا حج کیا۔

(۱۰۸) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ اس نے کہا: مجھ سے بیان کیا گیا کہ حجر اسود یا کسی دوسری جگہ سریانی زبان میں لکھا ہوا ایک کتبہ برآمد ہوا جسے قریش سمجھ نہیں سکتے تھے ایک یہودی نے یہ تحریر انہیں پڑھ کر سنائی، اس میں مرقوم تھا: "میں مکہ کا مالک ہوں، میں نے اسے

اس وقت پیدا کیا جب آسمانوں اور زمین اور شمس وقمر کو پیدا کیا گیا۔ میں نے مکہ کے اردگرد سات یکسو فرشتے مقرر کیے ہیں جو اس وقت تک مکہ کی حفاظت کرتے رہیں گے جب تک مکہ کے پہاڑ قائم ہیں، اہل مکہ کے لیے پانی اور دودھ میں برکت ہے۔"

(۱۰۹) اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ قریش کو مقام ابراہیم سے ایک کتبہ دستیاب ہوا جس پر یہ لکھا تھا: "یہ مکہ الحرام ہے، اس کا رزق تین راستوں سے آئے گا اس کے باشندوں کے لیے یہ زیبا نہیں کہ وہ پہلے خود ہی اس گھر کی حرمت کو پامال کریں۔

(۱۱۰) احمد نے یونس سے اور اس نے زکریا بن ابی زائدہ کے حوالہ سے عامر شعبی کی روایت نقل کی، اس نے کہا: مجھ سے اس شخص نے بیان کیا جس نے مقام ابراہیم کے نیچے یا بیت اللہ کی چھت پر ایک تختی پڑھی جس میں لکھا تھا: "میں مکہ کا مالک اللہ ہوں میں نے اسے پیدا کر کے سات یکسو فرشتے اس کے سامنے متعین کیۓ ہیں، میں نے یہاں کے باشندوں کے لیے گوشت اور پانی میں برکت رکھی ہے، میں نے اس کا انتظام کر دیا ہے کہ اس کا رزق تین راستوں سے آئے گا اس کے باشندوں کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ خود ہی پہلے اس کی حرمت کو پامال کریں۔"

(۱۱۱) احمد نے یونس سے اور اس نے منذر بن ثعلبہ کے حوالہ سے سعید بن حرب کی روایت نقل کی۔ سعید بن حرب نے کہا: میں عبداللہ بن زبیر کے پاس موجود تھا وہ بیت اللہ کی ان دیواروں کو گرا رہے تھے جنہیں حضرت ابراہیم نے تعمیر کیا تھا، یہاں تک کہ وہ حطیم میں ایک زرد مٹی والی قبر پر پہنچے۔ ابن زبیر نے کہا: یہ حضرت اسماعیل کی قبر ہے۔ پھر انہوں نے اسے ڈھانپ دیا۔

(۱۱۲) حجر اسود پر جھگڑا

احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی ہے۔ ابن اسحاق نے کہا: پھر قریش کے سارے قبیلوں نے تعمیر کعبہ کے لیے پتھر اکٹھے کیۓ۔ ہر قبیلہ نے علیحدہ علیحدہ پتھر جمع کیۓ اور تعمیر کا کام شروع کر دیا یہاں تک کہ اس مقام تک پہنچ گئے جہاں حجر اسود نصب کیا جانا تھا۔ چنانچہ حجر اسود اٹھانے کے متعلق ان میں جھگڑا پیدا ہو گیا۔ ہر قبیلہ چاہتا تھا کہ یہ شرف اسے حاصل ہو اور ہر قبیلہ نے یہ آواز بلند کر دی کہ "ہم اٹھائیں گے" اس طرح قریش گروہوں میں بٹ گئے۔ انہوں نے آپس میں قسمیں

کھائیں اور لڑائی کی تیاری کرلی۔ بنی عبدالدار ایک بڑا کاسہ لے آئے اسے خون سے لبالب بھردیا۔ انہوں نے اور بنی عدی بن کعب نے اس پیالے میں ہاتھ ڈالے اور خون آلود ہاتھوں کے ساتھ لڑنے مرنے کا معاہدہ کیا۔ اس بارے میں عکرمہ بن عامر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار نے اشعار کہے:

والله لا ناتی الذی قد اردتم

ونحن جمیع او نخضب بالدم

خدا کی قسم ہم اس کے پاس نہیں جائیں گے جس کے پاس تم جانا چاہتے ہو۔ ہم سب اکٹھے اور ہم اپنے ہاتھ خون سے رنگین کریں گے۔

ونحن ولاة البیت لا تنکرونه

وکیف علی علم البریة نظلم

ہم بیت اللہ کے متولی ہیں تم اس کا انکار نہیں کرسکتے۔ ہم اپنی تولیت کعبہ کے بارے میں لوگوں کے علم کو نہیں جھٹلائیں گے۔

لنبغی به الحمد الذی هو نافع

ونخشی عقاب الله فی کل محرم

ایسا کرنے سے ہمارا مقصود یہ ہے کہ ہم نفع دینے والی تعریف حاصل کریں اور ہم اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہیں جو نامناسب کاموں کے وبال کے طور پر آتا ہے۔

فکیف ترومونا وعز قناتنا

له مکسر صلب علی کل معلم

تم ہمارے مقابلے کا قصد کس طرح کرسکو گے جب کہ ہمارے نیزوں کی قوت ہر جادہ منزل میں ریڑھ کی ہڈیوں کو توڑنے والی ہے۔

فهیهات انی یقرب الرکن شاؤه

ونحن جمیع عند حین یقسم

حجر اسود دور ہو چکا ہے میں یقینا اس کو اس کے مقام پر نصب کروں گا۔ ہم قسم کھانے کے وقت سب کے سب اس کے پاس ہیں۔

فاما تخلونا وبيت حجا بنا

واما تنوؤوا ذلك الركن بالحرم

تم خواہ ہم سے علیحدگی اختیار کر لو اور بیت اللہ ہمارے درمیان حائل ہو جائے یا تم رکن اسود کو حرم میں اٹھانے کی قدرت نہ رکھو (لیکن میں تو اسے اٹھا کر اس کی جگہ پر رکھوں گا)

وہب بن عبد مناف نے جواباً یہ اشعار کہے:

ابلغ قريشا اذا ما جئت اكرمها

انا أبينا فلانؤتيكم غلبا

قریش کو یہ بات پہنچا دو کہ میں ان سب سے زیادہ بزرگی و شرافت کا حامل ہوں۔ ہم دوسروں کے غلبہ کے منکر ہیں، ہم کسی کو غالب نہیں ہونے دیں گے۔

انا ابينا الى الغصب ظاهرة

انا وحدك لانؤتيكم سلبا

ہم اپنا یہ حق کھلے بندوں کسی کو غصب نہیں کرنے دیں گے، ہم تو لاثانی ہیں ہمارا یہ مقام ہم سے کوئی سلب نہیں کر سکے گا۔

نحن الكرام فلاحى يقاربنا

نحن الملوك ونحن الاكرمون ابا

ہم شرافت و کرامت والے ہیں کوئی قبیلہ ہمارا ہم پلہ نہیں ہے۔ ہم بادشاہ ہیں اور آباء و اجداد سے لے کر ہم بزرگی کے حامل چلے آئے ہیں۔

وقد ارى محدثا فى حلفنا طهرا

كما ترى فى حجاب الملك محتجبا

میں نے دیکھا ہے کہ ہمارا حلف پاکیزگی پر مبنی ہے جس طرح تو دیکھتا ہے کہ بادشاہ کی پردہ داری میں بھی ایک راز پوشیدہ ہے۔

انا لنا عزنا ماذا ارادا بنا

قوم ارادو بنا فى حلفهم عجبا

بیشک ہمارے ساتھ ہماری قوت ہے۔ اس قوم کا کیا ارادہ ہے جس نے ہمارے ساتھ نیکی پر مبنی معاہدہ کیا ہے۔

قوم ارادوا بنا خسفا لنقبله

کلا وربك لانؤتيهم غضبا

وہ ایسی قوم ہے جو ہمارے ساتھ لڑائی میں رفاقت اختیار کیے ہوئے ہے تیرے رب کی قسم! ہم ہرگز اس سے ناراض نہیں ہونگے۔

(۱۱۳) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی ہے۔ ابن اسحاق نے کہا: قریش کے درمیان چار پانچ رات تک جھگڑا چلتا رہا۔ بالآخر وہ سب مسجد میں مشورہ اور فیصلہ کے لیے جمع ہوئے بعض اہل علم و روایت کا گمان ہے کہ ابو امیہ جو اس وقت سب سے زیادہ سن رسیدہ اور قریش کا بزرگ تھا اس نے کہا: "اے گروہ قریش! اپنے اس اختلاف کو رفع کرنے کے لیے اس بات پر متفق ہو جاؤ کہ سب سے پہلے جو شخص مسجد کے دروازے سے داخل ہو وہ اس نزاع کا فیصلہ کر دے۔" اس تجویز کو سب نے تسلیم کر لیا اور وہ سب کے سب اس پر راضی ہو گئے۔ کرشمہ خداوندی ملاحظہ ہو کہ سب سے پہلے داخل ہونے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ جب لوگوں نے آپ کو دیکھا تو کہا: "یہ امین ہیں جو فیصلہ بھی کریں گے ہم اس پر راضی ہیں۔" جب آپؐ ان کے پاس پہنچے تو لوگوں نے آپؐ کو یہ متفق علیہ بات بتائی۔ آپؐ نے فرمایا: "ایک کپڑا لاؤ۔" لوگ کپڑا لے آئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں سے حجر اسود اٹھا کر اس کپڑے پر رکھ دیا اور فرمایا: "ہر قبیلہ ایک ایک طرف سے اس کپڑے کو پکڑ لے اور سب مل کر حجر اسود اٹھائیں۔" سب نے اٹھایا جب پتھر اس مقام پر پہنچ گیا جہاں اسے نصب کرنا مقصود تھا تو آپؐ نے اپنے ہاتھ سے اسے وہاں رکھ دیا۔ پھر اس پر آگے تعمیر ہوئی۔ دور جاہلیت میں وحی نبوت سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگ "الامین" کے لقب سے پکارتے تھے۔

(۱۱۴) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: "میں ابو جعفر محمد بن علی کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ہمارے پاس سے عبدالرحمان اعرج جو ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کا آزاد کردہ غلام تھا، گزرا۔ ابو جعفر نے اسے بلایا۔ وہ آگیا۔ ابو جعفر نے اس سے پوچھا: "اے اعرج! وہ کون ہے جو یہ کہتا کہ عبدالمطلب نے حجر اسود کو اس کے مقام پر نصب کیا تھا؟" اس نے کہا: "اللہ

تعالیٰ آپ کو خوش رکھے۔مجھے اس شخص نے بتایا جس نے عمر بن عبدالعزیزؒ سے سنا تھا کہ انہوں نے حسان بن ثابتؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں کعبہ کی تعمیر کے وقت موجود تھا، میں دیکھ رہا تھا۔ عبدالمطلب ایک بوڑھے بزرگ دیوار پر بیٹھے تھے۔ دو دربانوں نے حجراسود چادر میں رکھ کر اوپر اٹھا کر انہیں دیا اور انہوں نے اپنے ہاتھوں سے اسے اس کی جگہ پر رکھ دیا۔" ابو جعفر نے اسے کہا:" جاؤ سیدھے چلے جاؤ۔" پھر ابو جعفر میری طرف متوجہ ہوئے اور کہا:" ہم نے ایسی بات کبھی نہیں سنی۔ حجراسود کو تو صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے رکھا تھا۔ قریش کے درمیان اس بارے میں اختلاف رونما تھا اور انہوں نے کہا کہ سب سے پہلے جو شخص مسجد کے دروازے سے داخل ہو کر ہمارے پاس آجائے وہی ہمارے درمیان فیصلہ کرے۔ چنانچہ قدرت خداوندی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ قریش نے کہا: یہ تو امین ہیں اور انہوں نے آپ کو حکم مقرر کر دیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: ایک کپڑا لاؤ۔ آپؐ نے اسے بچھا دیا، حجراسود اپنے ہاتھ سے پکڑ کر کپڑے پر رکھ دیا اور فرمایا کہ ہر قبیلہ ایک ایک طرف سے اسے پکڑ لے اور سب مل کر حجراسود کو اوپر اٹھائیں۔ ان سب نے اٹھایا، یہاں تک کہ جب پتھر اس مقام پر پہنچ گیا جہاں اسے نصب کرنا مقصود تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اٹھا کر اسے وہاں رکھ دیا۔ پھر اس پر آگے تعمیر ہوئی۔

(۱۱۵) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی ہے۔ ابن اسحاق نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر اس وقت ۳۵ سال کی تھی۔ اس واقعہ کے پانچ سال بعد آپؐ پر پہلی وحی نازل ہوئی اس وقت آپؐ کی عمر مبارک چالیس سال کی تھی۔ آنحضرتؐ مکہ میں ۱۳ سال مقیم رہے۔ اس کے بعد آپؐ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔

(۱۱۶) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: پھر کعبہ کی چھت بنائی گئی۔ یہ پہلا واقعہ ہے کہ کعبہ کو مسقف کیا گیا۔ جب لوگ تعمیر سے فارغ ہوئے اور انہوں نے منصوبہ کے مطابق خانہ کعبہ تعمیر کر دیا تو زبیر بن عبدالمطلب نے اس سانپ کے متعلق جس کی وجہ سے قریش کعبہ کی تعمیر نو سے ہیبت زدہ تھے، مندرجہ ذیل اشعار کہے:

عجبت لما تصوبت العقاب

الی الثعبان وھی لھا اضطراب

مجھے اس بات نے تعجب میں ڈال دیا کہ عقاب اس اژدہے پر کیوں جھپٹا حالانکہ اژدہا تو عقاب کے لیے گھبراہٹ اور اضطراب کا باعث ہوتا ہے۔

وقد کانت یکون لھا کشیش

واحیانا یکون لھا وثاب

اژدہا کی کینچلی کبھی تو ایک خاص قسم کی آواز دیتی تھی اور کبھی وہ حملہ آور بھی ہوتا تھا۔

اذا قمنا الی البنیان شدت

یھیبنا البناء وقد یھاب

جب ہم کعبہ کی تعمیر نو پر کمر بستہ ہوگئے تو وہ اژدہا عمارت پر سے حملہ آور ہوتا تھا جس سے ہم ڈر جاتے تھے اور وہ خود بھی ہیبت زدہ تھا۔

فلما ان خشینا الرجز جاء ت

عقاب قد یطل لھا انصباب

جب ہم اس نقصان سے ڈر گئے تو دفعتہ ایک عقاب نمودار ہوا جو صرف اسی اژدہا کو اچک لے جانے کے لیے آیا۔

فضمتھا الیھا ثم خلت

لنا البنیان لیس لہ حجاب

اس نے اس اژدہا کو اپنی طرف کھینچ لیا اور ہمارے لیے کعبہ کی تعمیر کے سلسلے میں کوئی رکاوٹ نہ رہی۔

فقمنا حاشدین علیٰ بناء

لنا منہ القواعد والتراب

ہم سب بالاتفاق کعبہ کی جلد تعمیر کے لیے مستعد ہوگئے اس کی دیواروں کی تعمیر اور مٹی کا کام ہمارے ذمہ تھا۔

غداۃ نرفع التاسیس منہ

ولیس علی مساوینا ثیاب

جس روز ہم اس کی بنیادیں اٹھانے کا کام کر رہے تھے ہمارے کارکن کپڑوں میں ملبوس نہ تھے (بلکہ ہم برہنہ جسم مستعدی کے ساتھ کام کر رہے تھے)

اعزبه الملیك بنی لؤی
فلیس لا صله منهم ذهاب

اللہ تعالیٰ جو بادشاہ حقیقی ہے اس نے بنی لوی کو یہ اعزاز بخشا ہے اور اس اعزاز کی اصل ان سے دور نہیں ہو سکتی۔

وقد حشدات هناك بنوعدی
ومرة قد تقدمها کلاب

اس کار خیر کے لیے بنی عدی اور بنی مرہ بھی جمع تھے اور بنی کلاب تو ان سے پیش پیش تھے۔

فبوآنا الملیك بذك عزا
وعند الله یلتمس الثواب

اس کام کے ذریعے اللہ تعالی نے ہمیں عزت کا مستحق ٹھہرایا ہے اور ثواب تو اللہ ہی سے طلب کیا جاتا ہے۔

اس موقع پر زبیر بن عبدالمطلب نے یہ اشعار بھی کہے:

لقد کان فی امر العقاب عجیبة
ومخطفها الثعبان حین تدلت

جب اژدہا دیواروں پر اوپر نیچے جا رہا تھا تو اس وقت عقاب کا اس کو اچک کر لے جانا ایک عجیب واقعہ ہے۔

فکان مدی الابصار آخر عهدنا
بها بعد ما باتت هناك وطلت

وہ اژدہا خانہ کعبہ کی تعمیر نو کے منصوبہ کی تیاری کے آخری مرحلہ تک ہماری نظروں کے سامنے وہاں رات دن آزادی کے ساتھ اچھلتا کودتا رہا۔

اذآ جاء قوم یرفعون عمادہ
من البیت شدت نحوھم واحزالت

جب لوگ خانہ کعبہ کی دیواروں کی تعمیر کے لیے آئے تو وہ سر اٹھا کر ان پر حملہ آور ہوا۔

فما برحت حتی ظننا جماعۃ
بان علینا لعنۃ اللہ حلت

وہ اسی طرح رہا یہاں تک کہ ہم نے من حیث المجموع یہ گمان کیا کہ ہم پر اللہ کی لعنت مسلط ہو چکی ہے۔

فقلنا جمیعا قد عملنا خطیئۃ
فتعسالنا والحلم منا اضلت

ہم سب نے کہا کہ ہم خطا کار ہیں، ہمارے لیے ذلت و خواری ہے اور ہم مغفرت و بخشش سے دور ہو چکے ہیں۔

ولید بن مغیرہ نے تعمیر کعبہ اور سانپ کے واقعہ کے بارے میں مندرجہ ذیل اشعار کہے:

لقد کان فی الثعبان یا قوم عبرۃ
ورای لم رام الامور علی ذعر

اے میری قوم! سانپ کے واقعہ میں ہمارے لیے عبرت ہے اور یہ واقعہ ہر اس شخص کو غور و فکر کی دعوت دیتا ہے جو کسی کام کو ڈرتا ہوا کرے۔

غداۃ ھوی النسر المحلق یرتمی
بہ غیر حمد منکم یا بنی فھر

اے بنی فہر! تمہاری دعا کے بغیر ہی صبح کے وقت گنجے عقاب کو یہ خواہش پیدا ہوئی کہ وہ اژدہا کو جھپٹ کر لے جائے۔

علی حین ما ضلت حلوم سراتکم
وخفتم بان لا ترفعوا آخر الدھر

یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب کہ تمہاری عقل کی پرواز گم ہو کر رہ گئی تھی اور تم ڈر رہے تھے کہ تم کبھی اس کو یہاں سے ہٹا نہ سکو گے۔

(۱۱۷) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی ابن اسحاق نے کہا کہ جب اللہ عزوجل نے اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو مضبوط کر دیا اور آپؐ کے لیے مناسک حج کو مقرر کر دیا تو یہ آیت نازل فرمائی۔

ثم افیضوا من حیث افاض الناس واستغفروا اللہ (البقرہ: ۱۹۹)

پھر جہاں سے اور سب لوگ پلٹتے ہیں تم بھی وہیں سے پلٹو اور اللہ سے معافی چاہو۔

یعنی قریش اور عام اہل عرب کے لیے حج کا طریقہ یہ ہے کہ وہ سب کے سب عرفات تک جائیں، وہاں وقوف کریں اور وہاں سے واپس آئیں۔ اس طرح قریش کی شان امتیاز اور ان کے فخر و غرور کے بت کو اس آیت میں توڑا گیا ہے۔

قریش نے لوگوں کو خانہ کعبہ کا برہنہ طواف کرنے پر مجبور کیا اور ان کے لیے ان کی خوراک و پوشاک کے استعمال کو حرام قرار دیا۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یابنی آدم خذوا زینتکم عند کل مسجد وکلوا واشربوا ولا تسرفوا انہ لا یحب المسرفین ○ قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق قل ھی للذین آمنوا فی الحیوۃ الدنیا خالصۃ یوم القیمۃ کذالک نفصل الآیت لقوم یعلمون ○ (الاعراف ۳۱-۳۲)

اے بنی آدم! ہر عبادت کے موقع پر اپنی زینت سے آراستہ رہو اور کھاؤ پیو اور حد سے تجاوز نہ کرو، اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اے محمدؐ! ان سے کہو کس نے اللہ کی اس زینت کو حرام کر دیا جسے اللہ نے اپنے بندوں کے لیے نکالا تھا اور کس نے خدا کی بخشی ہوئی پاک چیزیں ممنوع کر دیں۔ کہو یہ ساری چیزیں دنیا کی زندگی میں بھی ایمان لانے والوں کے لیے ہیں، اور قیامت کے روز تو خالصۃ انہی کے لیے ہوں گی۔ اس طرح ہم اپنی باتیں صاف صاف بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے لیے جو علم رکھنے والے ہیں۔

جب اللہ عزوجل نے اپنے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تو حمس کے رسم و رواج اور ان بدعات کو جنہیں قریش نے لوگوں کے لیے لازم قرار دے رکھا تھا دین اسلام کی تعلیمات کے ذریعہ ساقط کر دیا۔

(۱۱۸) احمد نے یونس کے حوالہ سے ابن اسحاق سے اور اس نے عبداللہ بن ابی بکر سے اور اس نے عثمان بن ابی سلیمان سے اور اس نے نافع بن جبیر بن مطعم کی وساطت سے اپنے باپ جبیر بن مطعم کی روایت نقل کی۔ جبیر بن مطعم نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھا کہ آپؐ اپنے اونٹ پر عرفات میں اپنے اعزہ واقرباء کے ساتھ ٹھہرے ہوئے تھے اور آپؐ اللہ عزوجل کی توفیق سے ان ہی کی معیت میں وہاں سے واپس تشریف لائے۔

(۱۱۹) تورات وانجیل میں اور عرب کاہنوں کے ہاں نبیؐ کا ذکر

احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا زمانہ قریب آیا تو یہود کے علماء، عیسائیوں کے راہب اور عرب کے کاہن آنحضرتؐ کی بعثت کے بارے میں خبریں بیان کرتے تھے۔ یہودی علماء اور عیسائی راہبوں کی معلومات کا ماخذ ان کے انبیاءؑ کی وہ کتابیں تھیں جن میں آنحضرتؐ کی صفات اور آپؐ کے زمانہ نبوت کے متعلق لکھا ہوا ان کے پاس موجود تھا اور جن کے متعلق ان کے انبیاء نے ان سے عہد کیا تھا۔ جہاں تک عرب کے کاہنوں کا تعلق ہے ان کے پاس شیاطین، جن خبریں چرا کر لاتے تھے۔ وہ ایسی صورت میں خبریں سن گن کر لاتے تھے جب انھیں تاروں سے مار کر خبریں اخذ کرنے سے روکا نہ جاتا تھا۔ عرب کے کاہن مرد اور کاہنہ عورتیں آپؐ کے متعلق بعض باتوں کا ذکر مسلسل کرتی رہتی تھیں لیکن اہل عرب ان باتوں کو کوئی وزن نہیں دیتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو مبعوث فرمایا اور کاہنوں کی مذکورہ باتوں نے واقعات کی شکل اختیار کرلی اور اس وقت لوگوں نے ان پیشگوئیوں کی حقیقت کو سمجھا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا زمانہ قریب آگیا اور آپؐ کو مبعوث فرمایا گیا تو شیاطین کو غیبی خبریں سننے سے روک دیا گیا، عالم بالا اور ان مقامات کے درمیان جہاں گھات میں بیٹھ کر وہ خبریں سنا کرتے تھے رکاوٹ پیدا کردی گئی اور اس کے بعد ان پر تاروں کی مار پڑتی تھی۔ چنانچہ جنوں نے بھی یہ محسوس کرلیا کہ اللہ عزوجل کے کسی خاص پروگرام کے تحت جو بندوں میں نافذ کیا گیا ہے یہ صورت حال پیدا ہوئی ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تو آپؐ کو بتایا گیا کہ جنوں کو غیب

کی خبریں سننے سے روک دیا گیا ہے۔ جنوں نے جانا جو کچھ کہ جانا اور جب انھوں نے دیکھا جو کچھ کہ دیکھا تو انہوں نے اس کا انکار نہ کیا۔

فرمان خداوندی ہے:

قل اوحی الی انه استمع نفر من الجن ...... الی قومه ام اراد بهم ربهم رشداo

(الجن: ۱ تا ۱۰)

اے نبیؐ! کہو، میری طرف وحی بھیجی گئی ہے کہ جنوں کے ایک گروہ نے غور سے سنا پھر (جا کر اپنی قوم کے لوگوں سے) کہا: "ہم نے ایک بڑا ہی عجیب قرآن سنا ہے جو راہ راست کی طرف رہنمائی کرتا ہے اس لیے ہم اس پر ایمان لے آئے ہیں اور اب ہم ہرگز اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔" اور یہ کہ "ہمارے رب کی شان بہت ارفع واعلیٰ ہے، اس نے کسی کو بیوی یا بیٹا نہیں بنایا ہے۔" اور یہ کہ "ہمارے نادان لوگ اللہ کے بارے میں بہت خلاف حق باتیں کہتے رہتے ہیں" اور یہ کہ "ہم نے سمجھا تھا کہ انسان اور جن کبھی خدا کے بارے میں جھوٹ نہیں بول سکتے۔" اور یہ کہ "انسانوں میں سے کچھ لوگ جنوں میں سے کچھ لوگوں کی پناہ مانگا کرتے تھے، اس طرح انہوں نے جنوں کا غرور اور زیادہ بڑھا دیا۔" اور یہ کہ "انسانوں نے بھی وہی گمان کیا جیسا کہ تمھارا گمان تھا کہ اللہ کسی کو رسول بنا کر نہ بھیجے گا۔" اور یہ کہ "ہم نے آسمان کو ٹٹولا تو دیکھا کہ وہ پہرے داروں سے پٹا پڑا ہے اور شہابوں کی بارش ہو رہی ہے۔" اور یہ کہ "پہلے ہم سن گن لینے کے لیے آسمان میں بیٹھنے کی جگہ پا لیتے تھے مگر اب جو چوری چھپے سننے کی کوشش کرتا ہے وہ اپنے لیے گھات میں ایک شہاب ثاقب لگا ہوا پاتا ہے۔" اور یہ کہ "ہماری سمجھ میں نہ آتا تھا کہ آیا زمین والوں کے ساتھ کوئی برا معاملہ کرنے کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کا رب انہیں راہ راست دکھانا چاہتا ہے۔"

جب جنوں نے قرآن سنا تو انہیں معلوم ہوا کہ انھیں اس وجہ سے آسمانی خبریں سننے سے روکا گیا ہے کہ کہیں وحی آسمانی مشتبہ نہ ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو احکام بصورت وحی اہل زمین کے پاس آئیں گے وہ مشکوک نہ ہو جائیں اور ہر قسم کا اشتباہ جاتا رہے۔ چنانچہ وہ وحی آسمانی پر ایمان لے آئے اور انہوں نے تصدیق کی۔ ارشاد ربانی ہے:

ولوا الی قومهم منذرین o قالوا یقومنا انا سمعنا کتبا انزل من بعد موسی مصدقا لما بین یدیه یهدی الی الحق والی صراط مستقیم o (الاحقاف: ۲۹-۳۰)

وہ خبردار کرنے والے بن کر اپنی قوم کی طرف پلٹے، انہوں نے جاکر کہا: اے ہماری قوم کے لوگو! ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے، تصدیق کرنے والی ہے اپنے سے پہلے آئی ہوئی کتابوں کی، رہنمائی کرتی ہے حق اور راہ راست کی طرف۔

اور جنوں نے یہ بات کہی:

وانه كان رجال من الانس يعوذون برجال من الجن فزادوهم رهقا○ (الجن: ٦)

اور یہ کہ انسانوں میں سے کچھ لوگ جنوں میں سے کچھ لوگوں کی پناہ مانگا کرتے تھے، اس طرح انہوں نے جنوں کا غرور اور زیادہ بڑھا دیا۔

اس کی صورت یہ تھی کہ جب اہل عرب قریش وغیرہم میں سے کوئی شخص مسافرت اختیار کرتا اور رات گزارنے کے لئے کسی وادی کے درمیان اترتا تو کہا کرتا تھا: ”میں آج رات اس وادی کے مالک جن کی پناہ لیتا ہوں اس شر سے جو اس وادی میں ہے۔“

(۱۲۰) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی، ابن اسحاق نے کہا: اہل علم میں سے ایک شخص نے مجھے بتایا کہ جاہلیت میں بنی سہم میں غیطلجہ نامی ایک عورت کاہنہ تھی۔ ایک عورت اس کا ساتھی جن اس کے پاس آکر نیچے گر پڑا اور اس نے کہا:

”اذن من اذن يوم عقر ونحر۔“

(سنا جس نے سنا کہ یہ تو زخمی کرنے اور گلے کاٹنے کا دن ہے۔)

جب قریش کو اس واقعہ کی خبر پہنچی تو انھوں نے پوچھا: ”اس کا مطلب کیا ہے؟“ اس کاہنہ کا ساتھی جن دوسری رات کو آکر پھر نیچے گر پڑا اور اس نے کہا:

”شعوب ما شعوب؟ تصرع فيه كعب لجنوب؟“

(گھاٹیاں، گھاٹیاں؟ جن میں کعب پہلوؤں کے بل پچھاڑے جائیں گے۔)

جب قریش نے یہ سنا تو انہوں نے کہا: ”اس کا مفہوم کیا ہے؟ بیشک یہ وقوع پذیر ہونے والا ہے۔ پس دیکھو کہ وہ ہے کیا؟“ لیکن وہ اس کلام کو سمجھ نہ سکے یہاں تک کہ گھاٹیوں میں بدر و احد کے واقعات پیش آئے اور انہیں اس وقت معلوم ہوا کہ وہی واقعات ہیں جن کی خبر کاہنہ کے ساتھی جن نے دی تھی۔

(۱۲۱) احمد نے ابی کے حوالہ سے جریر بن عبدالحمید سے اور اس نے منصور کی وساطت سے

ابراہیم کی روایت نقل کی۔ یہ روایت قرآن کریم کی درج ذیل آیت کے متعلق ہے:

وانہ کان رجال من الانس یعوذون برجال من الجن فزادوھم رھقاo (الجن: ٦)

اور یہ کہ انسانوں میں سے کچھ لوگ جنوں میں سے کچھ لوگوں کی پناہ مانگا کرتے تھے اس طرح انہوں نے جنوں کا غرور اور زیادہ بڑھا دیا۔

راوی کا بیان ہے کہ جب قریش کسی وادی میں اترتے تھے تو کہتے تھے: ہم اس وادی کے سردار کی پناہ مانگتے ہیں اس شر سے جو اس وادی میں ہے۔" اس کے جواب میں جن کہتے تھے: "تم ہماری پناہ طلب کرتے ہو حالانکہ ہمیں اپنے نفع و نقصان کا اختیار بھی حاصل نہیں ہے۔" راوی نے کہا کہ "فزادوھم رھقا" کا مفہوم یہ ہے کہ جب لوگ جنوں کی پناہ مانگنے لگے تو جنوں کا دماغ اور زیادہ خراب ہو گیا اور وہ گمراہی میں زیادہ جری ہو گئے۔

(۱۲۲) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: انصار کا یہ قبیلہ یہود سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر سنا کرتا تھا اور بعد ازاں آنحضرتؐ کے بارے میں یہی باتیں اس قبیلہ کی طرف سے بیان کی جاتی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل سب سے پہلے جو بات آنحضرتؐ کے متعلق پیش آئی وہ یہ تھی کہ فاطمہ ام نعمان بن عمرو (برادر قبیلہ بنی نجار) جاہلیت کے زمانہ میں ایک زانیہ عورت تھی اس کا ایک تابع جن تھا وہ بیان کیا کرتی تھی کہ جب اس کا تابع جن اس کے پاس آتا تھا تو اس کے گھر میں جو بھی موجود ہوتا اس پر وہ اچانک حملہ آور ہو جاتا تھا، یہاں تک کہ ایک دن وہ آیا اور ایک دیوار پر گر پڑا۔ اس دن اس نے اپنے معمول کا حملہ نہ کیا۔ فاطمہ نے اسے کہا: "آج تیرا کیا حال ہے؟" اس نے کہا: "ایک نبی مبعوث کیا گیا ہے جو زنا کو حرام قرار دے گا۔"

(۱۲۳) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے یعقوب بن عتبہ بن مغیرہ بن اخنس نے اور اس نے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود سے روایت کی۔ اس سے بیان کیا گیا کہ بنی ثقیف کا ایک آدمی جس کا نام عمرو بن امیہ تھا وہ معاشی امور کی سمجھ بوجھ کے لحاظ سے پورے عرب میں عقلمند ترین لوگوں میں شمار ہوتا تھا اور رائے کے اعتبار سے بہت دانا اور دور اندیش تھا۔ جب ٹوٹنے والے تاروں سے رمی کی گئی تو سب سے پہلے جس قبیلہ پر گھبراہٹ طاری ہوئی وہ ثقیف تھا۔ قبیلہ کے لوگ عمرو بن امیہ کے پاس آئے اور اس سے پوچھا: "کیا تم نے تاروں کے پھینکے جانے

کا یہ نیا واقعہ دیکھا ہے؟" اس نے کہا: "کیا واقعہ ہے؟" لوگوں نے بتایا کہ آسمان کے تاروں سے رمی کی جاتی ہے۔ اس نے جواب دیا: "تمہاری بد قسمتی! اب انتظار کرو۔ اگر یہ تارے وہی ہیں جن کے ذریعے بحر و بر میں جادہ و منزل کی رہنمائی حاصل ہوتی ہے اور موسم گرما و سرما کی پہچان کی جاتی ہے اور جن سے لوگ اپنی معیشت کے وسائل کی اصلاح کر لیتے ہیں تو یہ دنیا کی بربادی اور مخلوقات کی ہلاکت کا پیش خیمہ ہے اور اگر یہ تارے ان کے علاوہ ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ مخلوقات کے لیے اللہ تعالیٰ کا کوئی خاص پروگرام ہے، اب انتظار کرو اور دیکھو کہ مشیت ایزدی کیا ہے؟"

(۱۴۴) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی، ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے زہری نے اور اس نے علی بن حسین کی وساطت سے ابن عباس کی روایت نقل کی۔ ابن عباس نے کہا: مجھے انصار کے ایک قبیلہ نے بتلایا کہ ہم ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے ایک تارا دیکھا اور ہم سے پوچھا کہ ان تاروں کے متعلق جو پھینکے جاتے ہیں تمہاری کیا رائے ہے؟ ہم نے کہا: یہ کسی بچے کی پیدائش یا مرنے والے کی موت یا کسی بادشاہ کی حکومت کی نشان دہی کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسا نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ آسمانوں میں کسی بات کا فیصلہ کرتا ہے تو حاملان عرش اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں پھر ان سے نچلے طبقہ کے فرشتے بھی اس تسبیح میں شامل ہو جاتے ہیں اور یہ تسبیح کا سلسلہ نیچے آسمان دنیا تک آکر منتہی ہوتا ہے۔ آسمان دنیا پر متعین فرشتے اپنے سے اوپر والے فرشتوں سے اس تسبیح کے متعلق دریافت کرتے ہیں تو وہ جواب دیتے ہیں کہ ہمیں تو اس کے متعلق کچھ علم نہیں ہے، ہم نے اپنے سے اوپر والوں کو اللہ کی تسبیح کرتے سنا ہے اور ہم نے بھی ان کی پیروی میں اللہ کی تسبیح بیان کی۔ ہم اپنے سے اوپر والوں سے دریافت کریں گے۔ چنانچہ وہ ان سے پوچھتے ہیں اور وہ بھی یہی جواب دیتے ہیں یہاں تک کہ حاملان عرش سے سوال کیا جاتا ہے اور وہ جواب دیتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے اپنی مخلوقات کے بارے میں یہ فیصلہ صادر فرمایا ہے اور اس طرح آسمان دنیا پر متعین فرشتوں تک یہ خبر گردش کرتی ہوئی پہنچتی ہے اور وہاں سے جن چوری چھپے کچھ سن لیتے ہیں اور زمین پر اپنے ساتھی کہانت پیشہ انسانوں سے بیان کرتے ہیں، وہ اس میں اپنے توہمات کو شامل کر کے لوگوں سے بیان کرتے ہیں۔ ان میں سے بعض باتیں حقیقت پر مبنی ہوتی ہیں اور بعض میں وہ غلطی کر جاتے ہیں۔ جنوں کا یہ معمول جاری رہا یہاں تک کہ ان تاروں کی مار کے ذریعے جنوں کو عالم بالا کی خبریں

چرانے سے روک دیا گیا۔

(۱۲۵) احمد نے یونس بن بکیر کے حوالہ سے یونس بن عمر سے اور اس نے اپنے باپ سے اور اس نے سعید بن جبیر کی وساطت سے ابن عباسؓ کی یہ روایت نقل کی کہ شیاطین آسمان تک جاکر وحی کا کوئی کلمہ سن لیتے تھے اور پھر زمین پر آکر اس کے ساتھ نو حصے جھوٹ شامل کر لیتے تھے۔ اہل زمین یہ وحی کا کلمہ جس میں نو حصے جھوٹ شامل ہوتا تھا سنتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور شیاطین کو ان کے بیٹھنے کی جگھوں سے روک دیا۔ انھوں نے ابلیس سے اس کا تذکرہ کیا تو اس نے کہا: "زمین میں ایک اہم واقعہ رونما ہو چکا ہے۔" چنانچہ اس نے شیاطین کو بھیجا۔ انھوں نے کہا: واللہ! یہ بہت بڑی حقیقت ہے اس لیے ان پر تاروں کی مار پڑتی ہے۔" جب تارے تم سے پوشیدہ ہو جاتے ہیں تو وہ جنوں پر مارے جاتے ہیں اور انھیں ٹھیک ٹھیک ضرب لگاتے ہیں لیکن قتل نہیں کرتے بلکہ ان کے چہرے، پہلو اور ہاتھ جلا دیتے ہیں۔

(۱۲۶) نبیؐ کے متعلق ورقہ بن نوفل کا بیان

احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: ورقہ بن نوفل بن اسد حضرت خدیجہؓ بنت خویلد کا چچیرا بھائی تھا۔ وہ نصرانی تھا، اس نے علم حاصل کیا تھا اور وہ کتابوں کے احکام کی پیروی کرتا تھا۔ بحیرا راہب نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دو فرشتوں کو سایہ فگن دیکھا تو جو باتیں اس نے کہی تھیں ان کا ذکر میسرہ غلام نے حضرت خدیجہؓ سے کیا اور حضرت خدیجہؓ نے اس کا تذکرہ ورقہ بن نوفل سے کیا۔ ورقہ نے کہا: "اے خدا! اگر مذکورہ واقعہ سچا ہے تو محمدؐ اس امت کے نبی ہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ اس امت کے لیے ایک نبی مبعوث ہونے والا ہے جس کا انتظار کیا جا رہا ہے اور یہی اس کا زمانہ ہے۔ ورقہ نے اسی طرح کی بات کہی۔ ورقہ نے کچھ دیر کے بعد کہا: "کب ہوگا؟" لوگوں کا بیان ہے کہ ورقہ نے خدیجہؓ کی باتیں سن کر کچھ دیر توقف کیا اور پھر یہ اشعار کہے:

اتبکر ام انت العشیة رائح

وفی الصدر من اضمارك الحزن قادح

کیا تو صبح کے وقت یا رات کے وقت آنے والا ہے اور تمہارے انتظار میں پوشیدہ غم سینے کو گھن

کی طرح کھائے جارہا ہے۔

لفرقة قوم لا احب فراقهم
كانك عنهم بعد يومين نازح

ایک ایسی قوم کی جدائی کی وجہ سے جس کی جدائی مجھے پسند نہیں ہے گویا کہ تو دو دن کے بعد ان سے دور چلا جانے والا ہے۔

واخبار صدق خبرت عن محمد
يخبرها عنه اذا غاب ناصح

جب کوئی خیر خواہ (ناصح) نہیں رہے گا تو اس وقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی خبریں سنائی جائیں گی۔

فتاك الذى وجهت يا خير حرة
بغورى والنجدين حيث الصحاصح

میں نے اپنی تمام تر توجہ اسی کی طرف مبذول کر رکھی ہے جو پتھریلی زمین، نشیبی زمین، اونچی زمین اور ہموار میدانوں (یعنی کل روئے زمین) کے رہنے والوں میں سے بہترین ہے۔

الى سوق بصرى فى الركاب التى غدت
وهن من الاحمال قعص دوالح

وہ ایک قافلے کے ہمراہ بصریٰ کے بازار کی طرف گیا اس حال میں کہ بوجھ کی وجہ سے سواریوں کے سینے باہر کو اور پیٹھیں اندر کو جھکی ہوئی تھیں اور وہ پسینے میں شرابور تھیں۔

فخبرنا عن كل خبر بعلمه
وللحق ابواب لهن مفاتح

ہمیں اس کے علم کے بارے میں جو خبر بھی پہنچی وہ بھلائی پر مبنی تھی اور ظاہر ہے کہ حق کے متعدد دروازے ہیں اور ان کے کھولنے کے لیے چابیاں بھی ہیں۔

كان ابن عبد الله احمد مرسل
الى كل من ضمت عليه الاباطح

احمد بن عبداللہ پتھریلی زمین کی وادیوں کے جملہ رہنے والوں کی طرف اللہ کے رسول ہیں۔

وظنی به ان سوف یبعث صادقا
کما ارسل العبد ان هود و صالح

ان کے بارے میں میرا گمان یہ ہے کہ وہ عنقریب صداقت کے ساتھ مبعوث کیے جائیں گے جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے دو بندوں ہود اور صالح علیہما السلام کو مبعوث فرمایا۔

وموسی وابراهیم حتی یری له
بها ومنشور من الذکر واضح

اور جس طرح موسیٰ اور ابراہیم علیہما السلام کو مبعوث کیا گیا یہاں تک کہ اس کے محاسن اور محامد واضح ہو جائیں گے اور اس کے ذکر کا بول بالا ہو جائے گا۔

ویتبعه حیا لوی جماعة
شبابهم والاشیبون الجحاجح

اور قبیلہ لوی کے جوان اور بوڑھے سردار من حیث المجموع اس کا اتباع کریں گے۔

فان ابق حتی یدارك الناس دهره
فانی به مستبشر الود فارح

کاش! میں اس وقت زندہ رہوں جب لوگ اس کا زمانہ پائیں گے، میں اس کے لیے محبت کی بشارت دینے والا اور خوشی و خرمی کا پیغام رساں ہوں۔

والافانی یا خدیجة فاعلمی
عن ارضك فی الارض العریضة سائح

ورنہ اے خدیجہؓ! جان لے کہ میں تو (اب بوڑھا ہو چکا ہوں اور) تمھاری اس زمین سے آخرت کی طویل و عریض زمین کی طرف سفر کرنے والا ہوں۔

(۱۲۷) تعمیر نو کے بعد کعبہ کا حج

احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: جب قریش نے کعبہ کی دیواریں اونچی کر دیں اور اسے مسقف کر دیا تو وہ ہر سال حق کعبہ کی تعظیم کے پیش نظر اس پر

غلاف چڑھانے کے لیے باہم تعاون کرتے تھے۔ کعبہ کا طواف کرتے تھے اور وہاں اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کرتے تھے لیکن اس کے ساتھ ہی وہ بتوں کی تعظیم بھی بجالاتے تھے، ان کے نام کے جانور ذبح کرتے تھے اور دین میں شرک کا ارتکاب کرتے تھے۔ جب قریش ایک عید کے موقع پر اپنے ایک بت کے نام پر جانور ذبح کر رہے تھے تو قریش کا ایک گروہ مشتمل بر زید بن عمرو بن نفیل، ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ، عثمان بن حویرث بن اسد بن عبدالعزیٰ اور عبید اللہ بن جحش بن رئاب (جس کی ماں امیمہ بنت عبدالمطلب بن ہاشم (حلیف بنی امیہ) تھی) ان کے پاس موجود تھا۔ جب وہ اکٹھے ہوئے تو ان میں سے بعض نے بعض کو علیحدگی میں کہا: "ایک دوسرے کے ساتھ سچائی کا عہد کرو اور اس کی پاسداری کرو۔ تمہیں چاہیے کہ ایک دوسرے کا راز فاش نہ کرو۔" ان میں سے ایک نے کہا: "تم جانتے ہو کہ بخدا! تمہاری قوم کسی اصل پر قائم نہیں ہے، انھوں نے دین ابراہیم میں خرابیاں پیدا کر دی ہیں اور وہ دین کی مخالفت پر کمربستہ ہیں۔ جن بتوں کی پوجا کی جاتی ہے وہ نہ تو نقصان کر سکتے ہیں اور نہ ہی نفع پہنچا سکتے ہیں۔ پس تم اپنے لیے حق کی تلاش کرو۔" چنانچہ وہ حق کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ انھوں نے گھوم پھر کر اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) اور دیگر مذاہب کے حاملین سے دین ابراہیمؑ کی حنیفیت کے بارے میں دریافت کیا۔ ورقہ بن نوفل نے تو عیسائیت اختیار کر لی اور اس مذہب کا پختہ پیروکار بن گیا۔ اس نے اس مذہب کی کتابوں کا تتبع کیا یہاں تک کہ اہل کتاب سے اس نے کافی علم حاصل کر لیا۔ قریش کے اس گروہ میں سے زید بن عمرو بن نفیل سب سے زیادہ منصف مزاج اور راست باز تھا۔ اس نے بتوں کو چھوڑ دیا اور جملہ دیگر مذاہب کے طور طریقوں سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور صرف دین ابراہیم کی پیروی پر کمربستہ ہو گیا۔ وہ اللہ عزوجل کی توحید کا قائل تھا اور اللہ کے ماسوا ہر چیز سے اظہار بیزاری کرنے والا تھا۔ وہ اپنی قوم کا ذبیحہ نہیں کھاتا تھا، اس نے قوم کے مشرکانہ طور طریقوں کی وجہ سے ان سے علانیہ مفارقت اختیار کر لی۔

(۱۲۸) زید بن عمرو بن نفیل کا واقعہ

احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے ہشام بن عروہ اور اس سے اس کے باپ نے اسماء بنت ابی بکر کی روایت بیان کی۔ حضرت اسماءؓ نے فرمایا: میں نے زید بن عمرو بن نفیل کو اس حال میں دیکھا کہ وہ کعبہ کے ساتھ پشت لگا کر کہہ رہا تھا: "اے گروہ قریش!

اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں زید کی جان ہے، میرے سوا تم میں سے کوئی بھی دین ابراہیم پر کاربند نہیں ہے۔" پھر کہتا تھا: "اے اللہ! اگر میں جانتا کہ کون سا طریقہ تجھے زیادہ پسندیدہ ہے تو میں اس کے مطابق تیری عبادت کرتا لیکن میں اس طریقے کو نہیں جانتا۔" پھر وہ اپنی ہتھیلی پر سجدہ ریز ہو جاتا تھا۔

(۱۲۹) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: مجھے آل زید بن عمرو بن نفیل میں سے کسی نے بتلایا کہ زید کعبہ میں داخل ہوتا اور کھڑے ہو کر کہا کرتا تھا: "اے اللہ! میں سچائی کے ساتھ تیرے حضور حاضر ہوں، تیرا بندہ اور تیرا غلام ہوں، میں ہر اس چیز سے پناہ مانگتا ہوں جس سے ابراہیمؑ نے پناہ مانگی۔" اور اس نے کھڑے ہو کر کہا: "میری ناک تیرے لیے خاک آلود ہے، تو جس مصیبت میں مجھے مبتلا کرے میں اسے برداشت کرنے کے لیے تیار ہوں، میں نیکی کا طالب ہوں، فخر و تکبر مجھے مطلوب نہیں ہے اور حقیقت یہ ہے کہ نصف النہار کے وقت کڑاکے کی گرمی میں ہجرت کرنے والا قیلولہ کرنے والے کی طرح نہیں ہو سکتا۔

(۱۳۰) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے ہشام بن عروہ نے اور اس سے عروہ بن زبیر نے روایت بیان کی کہ زید بن عمرو بن نفیل نے یہ اشعار کہے:

اربا واحدا ام الف رب
ادین اذا تقسمت الامور

جب مختلف معاملات الجھ چکے ہوں تو ان کو سلجھانے کے لیے میں ایک رب کی عبادت کروں یا ایک ہزار کی۔

عزلت اللات والعزی جمیعا
کذلك یفعل الجلد الصبور

میں نے لات اور عزیٰ سب سے کنارہ کشی اختیار کر لی ہے۔ ایک باہمت اور صابر شخص اسی طرح کیا کرتا ہے۔

فلا عزی ادین ولا ابنتیها
ولا صنمی بنی عمرو ادیر

میں نہ عزیٰ کی اطاعت کرتا ہوں اور نہ اس کی دو بیٹیوں کی، اور نہ ہی بنی عمرو کے دو بتوں کا طواف کرتا ہوں۔

ولا غنما ادین و کان ربا

لنا فی الدھر اذ حلمی یسیر

اور نہ ہی میں غنم نامی بت کا پرستار ہوں۔ وہ اس زمانہ میں ہمارا پروردگار سمجھا جاتا تھا جب میری عقل ناپختہ تھی۔

عجبت و فی اللیالی معجبات

وفی الایام یعرفھا البصیر

میں متعجب ہوں اور حقیقت یہ ہے کہ لیل و نہار کی گردشیں نت نئی حیرت افزاء چیزیں ہمارے سامنے لاتی ہیں جن کی معرفت صرف دانشمندوں کو حاصل ہے۔

بان اللہ قد افنی رجالا

کثیرا کان شانھم الفجور

بیشک اللہ تعالیٰ نے ایسے بہت سے لوگوں کو فنا کے گھاٹ اتار دیا ہے جو فسق و فجور میں مبتلا تھے۔

وابقی آخرین ببر قوم

فیربل منھم الطفل الصغیر

اور دوسروں کو ان کی نیکی وجہ سے باقی رکھا۔ ان میں کے چھوٹے لڑکے نشو ونما پاتے ہیں اور ان کی افرادی قوت بڑھتی چلی جاتی ہے۔

وبیناء المرء یعثر ثاب یوما

کما یتروح الفصن النضیر

گردش زمانہ کے تحت آدمی کبھی کسی سختی میں مبتلا ہو جاتا ہے لیکن ایک دن اس کی حالت ایسی درست ہو جاتی ہے کہ وہ تروتازہ شاخ کی طرح ہو جاتا ہے جو پتے اور پھل لاتی ہے۔

(۱۳۱) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی کہ زید بن عمرو بن نفیل نے یہ اشعار بھی کہے:

اسلمت وجھی لمن اسلمت

له الارض تحمل صخرا ثقالا

میں نے اس ذات کے آگے سر تسلیم خم کردیا ہے جس کے آگے بھاری چٹانوں کو اٹھانے والی زمین سرنگوں ہے۔

واسلمت وجھی لمن اسلمت

له المزن تحمل عذبا زلالا

میں نے اس ذات کے آگے سر جھکادیا ہے جس کے حکم کے آگے صاف اور میٹھا پانی اٹھانے والے بادل بھی جھکے ہوئے ہیں۔

اذا ھی سیقت الی بلدۃ

اطاعت فصبت علیھا سجالا

جب ان بادلوں کو کسی بستی کی جانب ہانکا جاتا ہے وہ تعمیل کرتے ہیں اور اس بستی پر موسلا دھار مینہ برساتے ہیں۔

واسلمت وجھی لمن اسلمت

له الریح تصرف حالا فحالا

میں نے اس ذات کے آگے اپنا سر تسلیم خم کردیا ہے جس کے حکم سے ہوائیں وقتا فوقتا اپنا رخ بدلتی رہتی ہیں۔

(۱۳۲) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی کہ خطاب بن نفیل زید بن عمرو بن نفیل کو بہت ایذا دیتا تھا یہاں تک کہ زید مکہ کی بالائی جانب چلا گیا اور مکہ کے بالمقابل حراء میں پناہ گزیں ہوگیا۔ خطاب نے لیثی نوجوانوں میں سے کچھ نوجوان اور بیوقوفوں میں سے کچھ بیوقوف اس کے پیچھے لگادئے اور انھیں حکم دیا کہ اسے مکہ میں داخل نہ ہونے دیا جائے، چنانچہ زید ان سے چھپ کر ہی مکہ میں داخل ہوسکتا تھا۔ جب انھیں اس کے داخلہ کا علم ہوتا تو وہ خطاب کو اطلاع دیتے، اسے باہر نکال دیتے اور اسے اذیت پہنچاتے تاکہ وہ کہیں ان کے دین میں فساد نہ برپا کردے اور ان میں سے کوئی ان سے علیحدہ ہوکر اس کا پیروکار نہ بن جائے۔ خطاب زید کا چچا اور اس کا ماں جایا بھائی تھا۔ عمرو بن نفیل نے بعد میں خطاب کی

ماں سے نکاح کرلیا تھا اور اس کے بطن سے زید بن عمرو تولد ہوا تھا۔ اس طرح خطاب زید کا چچا اور اس کا ماں شریک بھائی تھا۔ زید نے اپنی قوم کے دین سے مفارقت اختیار کرلی تھی اس لیے خطاب اسے عتاب کا نشانہ بناتا تھا اور اسے ایذا دیتا تھا۔ زید نے خانہ کعبہ کی عظمت و حرمت بحال رکھی اور اس نے اپنی قوم کے ان لوگوں کے خلاف جنہوں نے کعبۃ اللہ کی حرمت کو پامال کیا یہ اشعار کہے:

لاھم انی محرم لاحله

وان بیتی اوسط المحله

عند الصفا لیس بذی مظله

اے اللہ! میں حرم کی حرمت کا پاسدار ہوں۔ اس کی حرمت کو توڑنے والا نہیں ہوں، میرا گھر محلے کے درمیان صفا کے پاس واقع ہے وہ کوئی غیر معروف اور گم گشتہ جگہ نہیں ہے۔

(۱۳۴) بعثت سے قبل نبیؐ کو زید کی طرف سے بتوں کا ذبیحہ کھانے کی ممانعت

احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: مجھے بتلایا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زید بن عمرو بن نفیل کے بارے میں فرما رہے تھے کہ یہ وہ شخص ہے جس نے سب سے پہلے میرے سامنے بتوں کی عیب چینی کی اور مجھے بتوں کے پاس جانے سے روکا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: "میں طائف سے آیا، میرے ساتھ زید بن حارثہ تھے، میں زید بن عمرو بن نفیل کے پاس سے گزرا وہ اس وقت مکہ کے بالائی علاقہ میں تھا۔ قریش نے اس کے متعلق مشہور کر رکھا تھا کہ اس نے قریش کا دین ترک کر دیا ہے۔ یہاں تک کہ وہ ان سے علیحدگی اختیار کر کے بالائی مکہ میں سکونت پذیر تھا۔ میں اس کے پاس بیٹھ گیا۔ میرے ساتھ توشہ دان تھا جس میں بتوں کے ذبیحہ کا گوشت تھا جو زید بن حارثہ کی تحویل میں تھا۔ میں اس وقت نوجوان لڑکا تھا۔ میں نے وہ توشہ دان زید کے آگے رکھ دیا اور کہا: "چچا جان! اس کھانے میں سے حسب ضرورت تناول کرو۔" اس نے کہا: "بھتیجے! شاید یہ تمہارے بتوں کے ذبیحہ کا گوشت ہے؟" میں نے کہا: "ہاں، ایسا ہی ہے۔" اس نے کہا: "بھتیجے! اگر تو عبدالمطلب کی بیٹیوں سے دریافت کرے تو وہ تجھے بتائیں گی کہ میں ان ذبائح کو نہیں کھاتا اور نہ مجھے اس کی ضرورت ہے۔" پھر اس نے میرے سامنے بتوں کی اور ان کی پرستش کرنے والوں کی عیب چینی کی اور کہا کہ یہ بت باطل ہیں۔ ہمارے نفع و نقصان

کے مالک نہیں ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس کے بعد میں نے کبھی کسی بت کو ہاتھ نہیں لگایا کیونکہ ان کے بارے میں مجھے معرفت حاصل ہوگئی اور نہ ہی میں نے کسی جانور کو کسی تھان پر ذبح کیا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی رسالت سے مشرف فرمایا۔ صلی اللہ علیہ وسلم

(۱۳۴) احمد نے یونس کے حوالہ سے مسعودی سے اور اس نے نفیل بن ہشام کی وساطت سے اس کے باپ ہشام کی روایت نقل کی۔ ہشام نے کہا کہ زید بن عمرو بن نفیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور زیدؓ بن حارثہ کے پاس سے گزرا، ان دونوں نے اسے اپنے توشہ دان پر مدعو کیا۔ زیدؓ نے کہا: "اے میرے بھتیجے! میں کسی تھان پر ذبح کیے گئے جانور کا گوشت نہیں کھاتا۔ راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی نہیں دیکھا گیا کہ آپؐ نے کوئی ایسی چیز کھائی ہو جو کسی تھان پر ذبح کی گئی ہو۔

(۱۳۵) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: زید بن عمرو نے مکہ سے نکلنے کا ارادہ اس لیے کیا تھا کہ وہ دین ابراہیم کی حنیفیت کی طلب میں دنیا کا سفر کرے۔ اس کی بیوی صفیہ بنت الحضرمی تھی جب کبھی وہ دیکھتی کہ زید سفر کے ارادہ سے نکلنے کو ہے تو وہ خطاب بن نفیل کو اس کی اطلاع دے دیتی۔ زید شام کی طرف دین ابراہیمؑ کی تلاش میں نکلا تاکہ اہل کتاب سے دین کے مبادیات کا علم حاصل کرے یہاں تک کہ وہ سرزمین بلقاء میں ایک کلیسا میں ایک راہب کے پاس پہنچا جس کے بارے میں لوگوں کا خیال تھا کہ اس کے پاس نصرانیت کا انتہائی علم تھا۔ زید نے اس سے دین ابراہیم کا طریقہ حنیفیہ دریافت کیا۔ راہب نے جواب دیا: "تو اس دین کے بارے میں سوال کر رہا ہے جس پر چلانے والا آج تجھے کوئی بھی نہیں ملے گا، اس کا علم ناپید ہو چکا ہے اور اس کی معرفت کے حامل لوگ اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں لیکن ایک نبی کی بعثت کا وقت قریب آ گیا ہے جسے اس سرزمین میں مبعوث کیا جائے گا جہاں سے تم آئے ہو۔ وہ نبی دین ابراہیم کی حنیفیت کا حامل ہوگا، پس حق تو اب تمہارے علاقہ میں ہے وہ نبی اب مبعوث ہونے والا ہے اور اس کا زمانہ یہی ہے۔ شام میں اس وقت یہودیت اور نصرانیت کا دور دورہ تھا۔ ان میں سے کوئی طریقہ بھی اسے پسند نہ آیا۔ اس راہب کا جواب سن کر وہ فوراً نکل کھڑا ہوا اور عازم مکہ ہوا۔ جب وہ بنی لخم کی سرزمین میں پہنچا تو انہوں نے اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر ڈالا۔ ورقہ بن نوفل بھی دین ابراہیم کی حنیفیت کی تلاش میں زید کے نقش قدم پر تھا لیکن اس نے زید کا سا طرز عمل اختیار نہ کیا۔ ورقہ بن نوفل نے زید کے قتل پر مرثیہ کے یہ اشعار کہے۔

رشدت وانعمت ابن عمرو وانما
تجنبت تنورا من النار حامیا

اے ابن عمرو! تو صراط مستقیم پر تھا۔ تجھ پر انعام کیا گیا اور تو نے جلانے والی آگ کے تنور سے اپنے آپ کو بچالیا۔

بدینك ربا لیس رب كمثله
وتركك اوثان الطواغی كما هیا

تو نے اپنے اس رب کا دین اختیار کیا جس کا کوئی ثانی نہیں ہے اور تو نے سرکشوں کی مورتیوں کو ان کی حالت پر چھوڑ دیا اور ان سے کنارہ کشی اختیار کرلی۔

وقد تدارك الانسان رحمة ربه
ولو كان تحت الارض ستين واديا

انسان کو اس کا رب اپنی رحمتوں سے نوازتا ہے خواہ انسان زمین کے نیچے ستر وادیوں کی مسافت پر ہو۔

(۱۳۶) احمد نے یونس کے حوالہ سے ابن اسحاق سے اور اس نے محمد بن جعفر بن زبیر یا محمد بن عبدالرحمان بن عبداللہ بن حصین سے روایت نقل کی کہ عمر بن خطاب اور سعید بن زید نے عرض کی: "یارسول اللہ! کیا ہم زید کے لیے مغفرت کی دعا مانگیں؟" آنحضرتؐ نے فرمایا: "ہاں، اس کے لیے مغفرت طلب کرو، اس لیے کہ وہ ایک امت کی حیثیت سے اٹھایا جائے گا۔"

(۱۳۷) احمد نے یونس کے حوالہ سے مسعودی سے اور اس نے نفیل بن ہشام کی وساطت سے اس کے باپ ہشام کی روایت نقل کی کہ اس کے دادا سعید بن زید نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے باپ زید بن عمرو کے بارے میں سوال کیا اور عرض کی: "یارسول اللہؐ! میرا باپ آپ نے دیکھا ہے اور جیسا بھی وہ تھا اس سے آپؐ باخبر ہیں۔ اگر وہ آپؐ کا زمانہ نبوت پاتا تو آپؐ پر ایمان لاتا، کیا آپؐ اس کے لیے مغفرت کی دعا فرمائیں گے؟" آنحضرتؐ نے فرمایا: "میں اس کے لیے مغفرت طلب کروں گا، وہ قیامت کے دن ایک امت کی شکل میں آئے گا۔" زید کے بارے میں یہ مذکور ہے کہ وہ دین کا طالب تھا اور اسی تلاش و جستجو میں اسے موت آئی۔

(۱۳۸) قریش کا طریقہ حج

احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شرف نبوت سے نوازنے اور آپؐ کے ذریعہ سے بندوں پر نزول رحمت اور حج کی فرضیت کا ارادہ فرمایا۔ اس وقت اہل عرب متفرق تھے اور مختلف ادیان کے پیرو تھے۔ اس کے بعد ایک چیز ان میں قدر مشترک تھی اور وہ حرم کی تعظیم، خانہ کعبہ کا حج اور دین ابراہیمؑ کے آثار کی پابندی تھی اور اس طرح وہ یہ گمان کرتے تھے کہ وہ ملت ابراہیم کے پیرو ہیں۔ وہ مناسک حج کے بارے میں اختلاف کے باوجود خانہ کعبہ کا حج کرتے تھے۔ قریش، بنی کنانہ، بنی خزاعہ اور دیگر تمام عرب جو قریش کے درمیان پیدا ہوں وہ سب کے سب حمس (یعنی اہل حرم) کہلاتے تھے، وہ حج کے لیے تلبیہ کہتے تھے اور اس میں اختلاف کرتے ہوئے یہ کہتے تھے:

لبيك لا شريك لك الا شريك هو لك تملكه وما ملك

میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، مگر وہ شریک جو تیرا مملوک ہے اور تو اس کا مالک ہے اور وہ شریک تیرا مالک نہیں ہے۔

اس تلبیہ میں توحید کا اقرار کیا جاتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کے ساتھ وہ اپنے بتوں کو بھی شریک کرتے تھے اور انھیں اللہ تعالیٰ کا مملوک قرار دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا:

وما يؤمن اكثرهم بالله الا وهم مشركون ○ (یوسف: ۱۰۶)

ان میں سے اکثر اللہ کو مانتے ہیں مگر اس طرح کہ اس کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں۔

وہ حدود حرم سے باہر نہیں جاتے تھے اور نہ مزدلفہ سے آگے بڑھتے تھے بلکہ یہ کہتے تھے کہ ہم اہل حرم ہیں، ہم حدود حرم سے باہر نہیں جائیں گے۔ احرام کی حالت میں وہ گھروں میں سکونت اختیار نہیں کرتے تھے اور اہل نجد میں سے قبیلہ مضر کے لوگ بیت اللہ کی طرف آتے ہوئے تلبیہ کہتے تھے اور وقوف عرفات کرتے تھے۔

(۱۳۹) آنحضرتؐ کے سچے خواب

احمد نے یونس کے حوالہ سے ابن اسحاق سے اور اس نے محمد بن مسلم بن شہاب زہری سے اور

اس نے عروہ کی وساطت سے حضرت عائشہؓ کی روایت نقل کی۔ ام المومنینؓ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو شرف نبوت سے نوازنے اور اپنے بندوں پر نزول رحمت کا ارادہ کیا تو سب سے پہلے حالت خواب میں آپؐ پر اسرار منکشف ہونے لگے۔ آپؐ خواب میں جو کچھ دیکھتے وہ ایسا ہوتا کہ جیسے آپؐ صبح کی روشنی میں دیکھ رہے ہیں اور بعینہ اسی طرح پیش آتا تھا۔ آپؐ کی یہ کیفیت اس وقت تک رہی جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ پھر آپؐ خلوت پسند ہوگئے اور آپؐ کے نزدیک کوئی چیز اس سے زیادہ پسندیدہ نہ تھی کہ آپؐ تنہائی اختیار کریں۔

(۱۴۰) غار حرا میں حضورؐ کا دور تحنث اور نزول وحی کی ابتداء

احمد نے یونس کے حوالہ سے ابن اسحاق سے اور اس نے عبدالملک بن عبداللہ بن ابی سفیان بن علاء بن جاریہ ثقفی سے جس کا حافظہ قابل اعتماد تھا بعض اہل علم کی یہ روایت نقل کی کہ جب اللہ عزوجل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شرافت و کرامت سے نوازنے اور آپؐ کی نبوت کی ابتداء کا ارادہ فرمایا تو اس وقت آپؐ جب کسی حجر و شجر کے پاس سے گزرتے تو وہ تسلیمات بجالاتے اور آنحضرتؐ ان کے سلام کو سنتے تھے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی توجہ اپنے پیچھے اور دائیں بائیں مبذول فرماتے لیکن درخت اور اس کے اردگرد پتھروں کے علاوہ کچھ نظر نہ آتا تھا۔ یہ درخت اور پتھر آپؐ کو نبوت کے حوالہ سے اس طرح سلام کہتے تھے:

"السلام علیك یا رسول اللّٰہ"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال ایک ماہ تک غار حرا میں رہ کر عبادت کرنے لگے۔ آپؐ کی عبادت میں یہ بھی شامل تھا کہ آپؐ کے پاس قریش کے جو مساکین آتے تھے آپؐ ان کو کھانا کھلاتے تھے۔ جب آپؐ غار کی خلوت گزینی سے فارغ ہوتے تو پھر واپس آکر سب سے پہلے کعبہ کا طواف کرتے۔ آپؐ کا یہ معمول چند سال تک جاری رہا یہاں تک کہ جس آخری سال میں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو بزرگی سے مشرف کرنے کا ارادہ کیا اور آپؐ کو مبعوث فرمایا وہ رمضان کا مہینہ تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسب معمول غار حرا میں خلوت گزینی کے لیے نکلے، آپؐ کے ہمراہ آپؐ کی اہلیہ بھی تھیں۔ جس رات کو اللہ عزوجل نے شرف رسالت سے نوازا اور آپؐ کے ذریعہ سے

بندوں پر رحمت نازل فرمائی تو جبریلؑ یکایک اللہ تعالیٰ کا حکم لے کر آپؐ کے پاس آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبریلؑ میرے پاس اس حال میں آئے کہ میں سو رہا تھا اور آکر کہا: "پڑھو۔" میں نے کہا: "میں کیا پڑھوں؟" اس پر جبریلؑ نے مجھے پکڑ کر اس قدر بھینچا کہ مجھے موت یاد آ گئی۔ پھر جبریلؑ نے اس خوف کو مجھ سے دور کر دیا اور کہا: "پڑھو۔" میں نے کہا: "کیا پڑھوں؟" جبریلؑ نے دوبارہ مجھے اسی طرح بھینچا، پھر چھوڑ دیا اور کہا: "پڑھو۔" میں نے کہا: "کیا پڑھوں؟" میں یہ بات صرف اس لیے کہہ رہا تھا کہ جبریلؑ سے نجات حاصل کر لوں کہیں وہ مجھے پھر بھینچنا شروع نہ کر دیں۔ جبریلؑ نے کہا:

اقرا باسم ربك الذی خلق ○ خلق الانسان من علق ○ اقرا وربك الاكرم ○ الذی علم بالقلم ○ علم الانسان مالم یعلم ○ (العلق: ۱۔۵)

پڑھو! (اے نبی) اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا، جمے ہوئے خون کے ایک لوتھڑے سے انسان کی تخلیق کی۔ پڑھو اور تمہارا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعہ سے علم سکھایا، انسان کو وہ علم دیا جسے وہ نہیں جانتا تھا۔

پھر جبریلؑ رک گئے اور مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔ میں اپنی نیند سے اس حال میں بیدار ہوا کہ میرے دل پر یہ الفاظ لکھے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے میرے نزدیک شاعر یا مجنون سے زیادہ کوئی شخص مبغوض نہ تھا۔ میں ان دونوں کو دیکھنے کا روادار نہ تھا۔ میں نے اپنے جی میں کہا: کیا میں شاعر ہوں یا مجنوں؟ میں نے پھر کہا کہ قریش مجھ سے یہ کلام سننا ہرگز برداشت نہیں کریں گے، میں ضرور کسی اونچے چٹیل پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا اور وہاں سے اپنے آپ کو گرا کر خودکشی کروں گا اور اس طرح اس بوجھ سے چھٹکارا حاصل ہو جائے گا۔ میں سخت تکلیف محسوس کر رہا تھا اور مجھے ایسا کرنے کے سوا کچھ سجھائی نہ دیتا تھا۔ جب میں نے اس اقدام کا قصد کیا تو میں نے آسمان سے ایک پکارنے والے کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا: "اے محمد! آپ یقیناً اللہ کے رسول ہیں اور میں جبریل ہوں۔" میں نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا تو دیکھا کہ جبریلؑ ایک آدمی کی شکل میں نمودار ہوئے، ان کے دونوں قدم ایک قطار میں آسمان کے افق پر تھے اور وہ کہہ رہے تھے: "اے محمد! آپ اللہ کے رسول ہیں اور میں جبریل ہوں۔" میں ان کی طرف دیکھتا رہا اور انہوں نے مجھے اس اقدام سے باز رکھا جس کا میں نے ارادہ کیا ہوا تھا۔ میں کھڑا تھا، مجھ میں آگے یا پیچھے جانے کی طاقت نہ تھی اور نہ ہی مجھ میں یہ سکت تھی کہ میں اس طرف سے اپنا منہ ہٹاؤں جدھر آسمان پر

میں جبریلؑ کو دیکھ رہا تھا۔

میں اسی حالت میں دم بخود کھڑا رہا یہاں تک کہ خدیجہؓ نے میری تلاش میں اپنے آدمی بھیجے اور وہ مکہ میں جاکر واپس چلے آئے۔ میں اسی حال میں تھا کہ رات اختتام کے قریب پہنچ گئی۔ پھر جبریلؑ چلے گئے اور میں اپنے گھر والوں کے پاس آگیا اور خدیجہؓ کے پاس آکر اس کی رانوں کے ساتھ جھک کر بیٹھ گیا۔ انھوں نے پوچھا: "اے ابوالقاسم! آپؐ کہاں تھے؟ بخدا میں نے تو آپؐ کی تلاش میں آدمی بھیجے جو مکہ میں جاکر واپس چلے آئے ہیں۔" میں نے کہا: "نہ معلوم میں شاعر ہوں یا مجنون۔" خدیجہؓ نے کہا: "اے ابوالقاسم! میں آپؐ کو اللہ کی پناہ میں دیتی ہوں، آپ یقیناً ایسے نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ آپؐ کے ساتھ ایسا سلوک ہرگز نہیں کرے گا کیونکہ میں جانتی ہوں کہ آپ سچ بولنے والے، انتہائی امانت دار، محاسن اخلاق کے حامل اور صلہ رحمی کرنے والے ہیں۔ اے میرے چچا کے بیٹے! کیا معاملہ ہے؟ کیا آپؐ نے کوئی چیز دیکھی ہے یا سنی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں نے خدیجہ کو سارا ماجرا سنایا۔" خدیجہؓ نے کہا: "اے میرے چچا کے بیٹے! آپؐ خوش ہو جائیے اور دلجمعی اختیار کیجیے۔ اس ذات کی قسم جس کی قسم آپؐ کھاتے ہیں، مجھے امید واثق ہے کہ آپؐ اس امت کے نبی ہیں۔" پھر خدیجہؓ اٹھیں، اپنا پورا لباس زیب تن کیا اور ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں جو ان کا چچیرا بھائی تھا اور کتابیں پڑھا ہوا تھا، اس نے نصرانیت اختیار کر رکھی تھی اور تورات وانجیل کی تعلیمات سے باخبر تھا، خدیجہؓ نے وہ سارا قصہ یعنی جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا یا سنا تھا ورقہ کو من وعن سنا دیا۔ ورقہ نے کہا: "قدوس، قدوس (پاک ہے، پاک ہے) قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں ورقہ کی جان ہے۔ اے خدیجہؓ! اگر آپ نے مجھ سے سچ کہا ہے تو وہ یقیناً اس امت کے نبی ہیں۔ ان کے پاس وہ ناموس اکبر آیا ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا کرتا تھا۔ آپ انہیں کہہ دیجئے کہ ثابت قدمی اختیار کریں۔" حضرت خدیجہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس آئیں اور جو کچھ ورقہ نے کہا تھا، آپؐ کو سنایا۔ اس سے آنحضرتؐ کا وہ بوجھ اور غم جو آپؐ پر طاری تھا کافی حد تک ہلکا ہو گیا۔ غار حرا میں اپنی خلوت گزینی کے خاتمہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے معمول کے مطابق پہلے خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ طواف کے دوران میں آپؐ کی ملاقات ورقہ سے ہو گئی اس نے آپؐ سے پوچھا: "آپ نے کیا دیکھا یا سنا؟ مجھے پورا واقعہ سنائیں۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنا سارا قصہ سنایا۔ ورقہ نے کہا: "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں ورقہ کی جان ہے، یہ وہی ناموس ہے جو موسیٰ علیہ السلام

کے پاس آیا کرتا تھا، آپ یقیناً اس امت کے نبی ہیں۔ آپؐ کو ایذا دی جائے گی اور جھٹلایا جائے گا۔ آپؐ سے قتال کیا جائے گا اور آپؐ کی امداد بھی ہوگی۔ اگر میں اس وقت تک زندہ رہا تو ان شاء اللہ میں آپؐ کی پرزور تائید کروں گا۔" پھر ورقہ نے اپنا سر جھکایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے وسط میں بوسہ دیا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر تشریف لے گئے۔ ورقہ کی باتوں کے ذریعہ سے اللہ عزوجل نے آنحضرتؐ کو دلجمعی عطا فرمائی اور آپؐ کے بوجھ اور غم کو ہلکا کر دیا۔

(۱۴۱) احمد نے یونس اور اس نے قرۃ بن خالد کی وساطت سے ابو رجاء عطاردی کی یہ روایت نقل کی کہ سب سے پہلی سورت جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تھی وہ اقرا باسم ربک الذی خلق تھی۔

(۱۴۲) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: لوگوں کا گمان ہے کہ جب خدیجہؓ نے ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزی بن قصی سے آنحضرتؐ کے بارے میں ذکر کیا تو ورقہ نے یہ اشعار کہے:

ان يك حقا يا خديجة فاعلمى

حديثك ايانا فاحمد مرسل

اے خدیجہؓ! اگر تمہاری وہ بات جو تم نے ہم سے بیان کی ہے سچی ہے تو جان لو کہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

وجبريل ياتيه و ميكال معهما

من الله وحى يشرح الصدر منزل

جبریلؑ اور میکائیلؑ ان کے پاس اللہ کی طرف سے وحی لے کر آتے ہیں جس سے شرح صدر حاصل ہوتا ہے۔

يفوز به من فاز فيها بتوبة

ويشفى به العاتى الغوى المضلل

جو شخص وحی کے ذریعہ سے گناہوں سے توبہ کرتا ہے وہ کامیابی سے ہمکنار ہوتا ہے اور سرکشی، گمراہی اور دجل و تلبیس کے وبال سے بچ کر شفا حاصل کرتا ہے۔

فريقان منهم فرقة في جنانه
واخرى باحوار الجحيم تغلل

لوگ دو گروہوں میں تقسیم ہوجائیں گے۔ ایک گروہ (جو وحی پر ایمان لائے گا وہ) باغوں میں داخل ہوگا اور دوسرے گروہ کو جہنم کی گہرائیوں میں بیڑیاں پہنائی جائیں گی۔

اذا ما دعوا بالويل فيها تتابعت
مقامع في هاماتهم ثم من عل

جب انھیں دوزخ میں عذاب کے لیے پکارا جائے گا تو ان کے سرداروں کو لوہے کے آنکسوں کے ساتھ ہانک کر لے جایا جائے گا اور پھر اوپر سے ضربیں لگائی جائیں گی۔

يسبحن من تهوى الرياح بامره
ومن هو في الايام ماشاء يفعل

وہ ضرور اس خدا کی تسبیح کرے گا جس کے حکم سے ہوائیں چلتی ہیں اور جو زمانے میں جو چاہے کرتا ہے۔

ومن عرشه فوق السماوات كلها
واقضاوه في خلقه لاتبدل

اور وہ خدا وہ ہے جس کا عرش سارے آسمانوں کے اوپر ہے اور جس کا فیصلہ اس کی مخلوقات میں ناقابل تغیر و تبدل ہے۔

ورقہ نے اس بارے میں یہ اشعار بھی کہے:

يال الرجال لصرف الدهر والقدر
وما لشئى قضاه الله من غير

زمانہ اور قضاو قدر کے انقلابات سے لوگ پریشان حال ہیں جس چیز کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کردیں اس کے خلاف نہیں ہوسکتا۔

حتى خديجة تدعوني لاخبرها
ومالها بخفى الغيب من خبر

خدیجہؓ مجھے پکارتی ہے کہ میں اسے خبردوں، اس کے پاس غیب کی خفیہ خبروں کا علم نہیں ہے۔

جاء ت لتسئلنی عنه لاخبرها

امرا اراه سیاتی الناس من اخر

وہ میرے پاس استفسار کے لیے آئی تاکہ میں اسے محمدؐ کی اس بات کے متعلق بتلاؤں جسے وہ بالآخر لوگوں کے سامنے پیش کریں گے۔

فخبرتنی بامر قد سمعت به

فیما مضی من قدیم الدهر والعصر

اس نے مجھے وہ بات بتلائی جو میں نے سن لی اور جو زمانہ قدیم سے تاریخ کے ہر دور میں چلی آرہی ہے۔

بان احمد یاتیه فیخبره

جبریل انك مبعوث الی البشر

یہ کہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبریلؑ آکر خبر دیں گے کہ آپؐ کو بنی نوع انسان کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔

فقلت عل الذی ترجین ینجزه

لك الاله فرجی الخیر وانتظری

میں نے اسے کہا کہ بھلائی کی امید رکھ اور انتظار کر۔ ہوسکتا ہے کہ وہ شخص جن کے متعلق تمھیں امید ہے اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ سے تمہاری حاجت پوری کردے۔

وارسلیه الینا کی نسائله

عن امره مایری فی النوم والسهر

انھیں ہمارے پاس بھیج دو تاکہ ہم ان سے اس واقعہ کے بارے میں پوچھیں جو انہوں نے خواب اور بیداری کی حالت میں دیکھا۔

فقال حین اتانا منطقا عجبا

یقف منه اعالی الجلد الشعر

جب وہ ہمارے پاس تشریف لائے تو انھوں نے عجب بات بتلائی جس سے جلد کا بالائی حصہ اور رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

انی رایت امین اللّٰہ واجھنی
فی صورۃ اکملت فی اھیب الصور

میں نے دیکھا کہ حضرت محمدؐ اللہ کے امین ہیں اور وہ انتہائی رعب والی صورتوں میں سے مکمل ترین شکل میں میرے سامنے موجود ہیں۔

ثم استمر فکاد الخوف یذعرنی
مما یسلم ماحولی من الشجر

وہ اسی حالت پر قایم رہا اور میں اس اندیشہ سے خوف زدہ ہوں کہ میرا ماحول مخالفتوں کی آماجگاہ ہے۔

فقلت ظنی وما ادری ایصدقنی
ان سوف یبعث یتلو منزل السور

میں نے اپنا گمان بیان کیا ہے اگر اسے مبعوث کیا گیا تو وہ نازل شدہ سورتیں تلاوت کرے گا اور میرے گمان کی تصدیق ہو جائے گی۔

وسوف ابلیك ان اعلنت
دعوتھم من الجھاد بلا من ولاکدار

اگر تو انھیں علانیہ تبلیغ کرے تو جہاد کے ذریعے تمہاری آزمائش کی جائے گی۔ اس ضمن میں احسان اور کدورت بے اثر ثابت ہوں گی۔

(۱۴۳) نظر لگنے کے بارے میں آنحضرتؐ کا معمول

احمد نے یونس بن بکیر کے حوالہ سے محمد بن اسحاق سے اور اس نے عبداللہ بن ابی بکر کی وساطت سے ابو جعفر کی روایت نقل کی۔ ابو جعفر نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں نزول وحی سے قبل اکثر نظر لگ جاتی تھی۔ خدیجہؓ بنت خویلد مکہ کی ایک بوڑھی عورت کو بلاتی تھیں اور وہ بڑھیا دعا

پڑھ کر آپؐ پر دم کرتی تھی۔ بعدازاں آنحضرتؐ پر قرآن نازل ہوا۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ آنحضرتؐ کو پہلے کی طرح نظر لگ گئی تو حضرت خدیجہؓ نے آپؐ سے عرض کی: "یارسول اللہ! کیا میں اس بڑھیا کو بلا بھیجوں تاکہ وہ آپؐ پر دم کرے۔" آنحضرتؐ نے فرمایا: "اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

(۱۴۴) انبیاء کا بکریاں چرانا

احمد نے یونس کے حوالہ سے ہشام بن عروہ سے اور اس نے اپنے باپ کی وساطت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت نقل کی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: "کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔" عرض کیا گیا: "یارسول اللہ! کیا آپؐ نے بھی؟" آنحضرتؐ نے فرمایا: "ہاں، میں نے بھی۔"

(۱۴۵) احمد نے یونس بن بکیر کے حوالہ سے یونس بن عمرو سے اور اس نے اپنے باپ کی وساطت سے عبیدہ نصری کی روایت نقل کی۔ عبیدہ نے کہا: ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں اونٹوں کے چرواہے اور بکریوں کے گڈریے اپنے اپنے مفاخر پر فخر کر رہے تھے۔ اس تفاخر میں اونٹوں کے چرواہوں نے بکریاں چرانے والوں پر برتری حاصل کرنے کے لیے انہیں کہا: "بکریاں چرانے والو! تمہاری حیثیت کیا ہے؟ تم دوڑنا چاہتے ہو یا شکار کرنا چاہتے ہو؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے، آپؐ نے فرمایا: "موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا حالانکہ وہ بکریاں چراتے تھے۔ داؤد علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا وہ بھی بکریاں چراتے تھے۔ مجھے مبعوث کیا گیا اور میں بھی اپنے خاندان کی بکریاں اجیاد میں چرایا کرتا تھا۔" اس طرح آنحضورؐ نے ان کو نیچا دکھایا۔

(۱۴۶) نبیوں کے وصی اور اسباط

احمد نے یونس کے حوالہ سے عبید بن عتیبہ عبدی سے اور اس نے وہب بن کعب بن عبداللہ بن سوّر ازدی کی وساطت سے سلمان فارسیؓ کی روایت نقل کی۔ سلمانؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: "یارسول اللہ! کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس کا ایک وصی اور دو سبط نہ ہوں۔ آپؐ کا وصی اور آپؐ کے سبطین کون ہیں؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی اختیار کی اور اس استفسار کے جواب میں کچھ نہ فرمایا۔ سلمانؓ اس حال میں چلے گئے کہ جب مسلمانوں میں سے کسی فرد مسلم سے ان کی

ملاقات ہوتی تو کہتے: "ہائے افسوس، ہائے افسوس!" لوگوں نے پوچھا: "اے سلمان الخیر! آپ کو کیا ہو گیا ہے؟
سلمان جواب دیتے: "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک چیز کے متعلق سوال کیا لیکن آنحضرتؐ نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا، مجھے خدشہ ہے کہ آنحضرتؐ نے ناراضی کی بناء پر یہ طرز عمل اختیار کیا ہے۔" جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز ادا کر چکے تو فرمایا: "سلمان! میرے قریب آؤ۔" سلمانؓ یہ الفاظ کہتے ہوئے آنحضرتؐ کے قریب آ گئے:

اعوذ باللّٰه من غضبه وغضب رسوله۔

میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی ناراضی سے اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: "تم نے مجھ سے ایک چیز کے متعلق سوال کیا تھا لیکن اس کے متعلق مجھے اللہ کی طرف سے کوئی حکم موصول نہیں ہوا تھا، اب اللہ کا پیغام آ چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے چار انبیاء مبعوث فرمائے جن کے چار ہزار وصی اور آٹھ ہزار سبط تھے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں سب نبیوں سے عالی مرتبت ہوں۔ میرا وصی سب اوصیاء سے اور میرے سبطین جملہ اسباط سے افضل ہیں۔

حصہ سوم

باب ۱۵

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت

(۱۴۷) سیدنا محمدؐ پر ایمان لانے اور آپؐ کی مدد کرنے کے لیے انبیاء کا عہد و پیمان

ابوالحسین احمد بن محمد بن النقور البزاز نے ابو طاہر محمد بن عبدالرحمان المخلص کی وساطت سے ابوالحسین رضوان بن احمد کی روایت نقل کی۔ ابوالحسین نے کہا کہ ابو عمر احمد بن عبدالجبار عطاردی نے یونس بن بکیر کے حوالہ سے ابن اسحاق کی یہ روایت بیان کی۔ ابن اسحاق نے کہا: پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا جہان کے لیے رحمت اور تمام لوگوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ سے قبل مبعوث کردہ ہر نبی سے آپؐ پر ایمان لانے، آپؐ کی تصدیق کرنے اور آپؐ کے مخالفین کے مقابلہ میں آپؐ کی مدد کرنے کا عہد لیا تھا، نیز ان سے یہ وعدہ بھی لیا تھا کہ جو لوگ ان پر ایمان لائیں اور ان کی تصدیق کریں ان تک بھی یہ عہد و پیمان پہنچا دیں۔ چنانچہ اس بارے میں ان کے ذمہ جو حق تھا وہ انھوں نے پہنچا دیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے:

واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتب وحکمۃ ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتومنن بہ ولتنصرنہ، قال ااقررتم واخذتم علی ذلکم اصری، قالوا اقررنا، قال فاشھدوا وانا معکم من الشھدین ۝ (آل عمران: ۸۱)

اور یاد کرو، اللہ نے پیغمبروں سے عہد لیا تھا کہ "آج ہم نے تمہیں کتاب اور حکمت و دانش سے نوازا ہے، کل اگر کوئی دوسرا رسول تمہارے پاس اسی تعلیم کی تصدیق کرتا ہوا آئے جو پہلے سے تمہارے پاس موجود ہے تو تم کو اس پر ایمان لانا ہوگا اور اس کی مدد کرنی ہوگی۔" یہ ارشاد فرما کر اللہ نے پوچھا: "کیا تم اس کا اقرار کرتے ہو اور اس پر میری طرف سے عہد کی بھاری ذمہ داری اٹھاتے ہو؟" انھوں نے کہا: ہاں ہم

اقرار کرتے ہیں۔ اللہ نے فرمایا: "اچھا تو گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔"

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے تمام پیغمبروں سے آپؐ کی تصدیق اور آپؐ کے مخالفوں کے مقابلہ میں آپؐ کی امداد کا وعدہ لیا تھا۔ پھر انہوں نے اس عہد کو ان لوگوں تک پہنچادیا جو ان دونوں کتابوں (توراۃ و انجیل) کے حاملین میں سے ان پیغمبروں پر ایمان لائے اور ان کی تصدیق کی۔

اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو کعبہ کی تعمیر جدید کے پانچ سال بعد مبعوث فرمایا، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر چالیس سال کی تھی۔

(۱۴۸) پہلی وحی کی تاریخ نزول

احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول وحی کی ابتدا ماہ رمضان میں ہوئی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا:

شهر رمضان الذين انزل فيه القران هدى للناس وبينت من الهدىٰ والفرقان۔

(البقرہ: ۱۸۵)

رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا، جو انسانوں کے لیے سراسر ہدایت ہے اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے جو راہ راست دکھانے والی اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

انا انزلناه فى ليلة القدر ○ ...... الخ (سورة القدر)

ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں نازل کیا اور تم کیا جانو کہ شب قدر کیا ہے؟ شب قدر ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے۔ فرشتے اور روح اس میں اپنے رب کے اذن پر حکم لے کر اترتے ہیں۔ وہ رات سراسر سلامتی ہے طلوع فجر تک۔

اور یہ بھی فرمایا:

حمٓ ○ والكتب المبين ○ انا انزلنه فى ليلة مبركة انا كنا منذرين ○

(الدخان: ۱-۳)

ح، میم۔ قسم ہے اس کتاب مبین کی کہ ہم نے اسے ایک بڑی خیر و برکت والی رات میں نازل کیا

ہے کیونکہ ہم لوگوں کو متنبہ کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔

نیز فرمایا:

ان کنتم امنتم باللہ وما انزلنا علی عبدنا یوم الفرقان یوم التقی الجمعن○

(الانفال: ۴۱)

اگر تم ایمان لائے ہو اللہ پر اور اس چیز پر جو فیصلے کے روز، یعنی دونوں فوجوں کی مڈبھیڑ کے دن، ہم نے اپنے بندے پر نازل کی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکین کے درمیان یہ مڈبھیڑ بدر کے مقام پر ہوئی۔

(۱۴۹) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: مجھے ابو جعفر محمد بن علی بن حسین نے بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکین کا مقابلہ جنگ بدر میں ماہ رمضان کی سترہ تاریخ کو جمعہ کی صبح کو ہوا تھا، آخر یونس نے اور اس نے اسباط بن نصر کے حوالہ سے اسماعیل بن عبدالرحمن سے روایت کی کہ جنگ بدر جمعہ کے دن سترہ ماہ رمضان کو ہوئی تھی۔

(۱۵۰) احمد نے یونس سے اور اس نے خالد سے روایت کی کہ میں نے عبدالرحمان بن قاسم سے لیلۃ القدر کے متعلق پوچھا۔ اس نے کہا کہ زید بن ثابتؓ سترہ تاریخ کی رات کو شب قدر قرار دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس تاریخ کو جنگ بدر ہوئی تھی۔

(۱۵۱) احمد نے یونس سے اور اس نے بسر بن ابی حفص کندی دمشقی کی وساطت سے مکحول کی یہ روایت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلالؓ کو فرمایا: "خبردار! پیر کے دن کا روزہ باقاعدگی سے رکھا کرو کیونکہ میری پیدائش پیر کو ہوئی، پیر کے دن مجھ پر وحی نازل کی گئی، میں نے پیر کے دن ہجرت اختیار کی اور پیر کو ہی میرا انتقال ہوگا۔

(۱۵۲) احمد بن عبدالجبار نے محمد بن فضیل کے حوالہ سے عاصم بن کلیب سے اور اس نے اپنے باپ کی وساطت سے عبداللہ بن عباسؓ کی روایت نقل کی۔ ابن عباسؓ نے فرمایا: "میں حضرت عمرؓ بن خطاب کے پاس تھا۔ آپ کے پاس آپ کے رفقاء بھی تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا: کیا آپ لوگوں نے شب قدر کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول دیکھا ہے:

التمسوھا فی العشر الاواخر وترا

یعنی شب قدر کو رمضان کی آخری دس راتوں میں سے طاق رات میں تلاش کرو۔

تمہارے خیال میں وہ کون سی رات ہے؟ ان میں سے بعض نے کہا کہ پہلی رات، بعض نے تیسری رات کے حق میں رائے دی، بعض نے پانچویں رات کو شب قدر قرار دیا اور بعض نے ساتویں کو۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ میں اس دوران میں سکوت اختیار کیے ہوئے تھا۔ حضرت عمرؓ نے مجھ سے پوچھا: "تم نے کیوں چپ سادھ رکھی ہے؟" میں نے کہا: "میری خاموشی آپ کے اس حکم کی وجہ سے ہے کہ میں اس وقت تک بات نہ کروں جب تک کہ یہ سب گفتگو نہ کرلیں۔" حضرت عمرؓ نے فرمایا: "میں نے تمہیں اسی لیے تو بلایا ہے کہ تم بھی اس مکالمہ میں شرکت اختیار کرو۔" حضرت ابن عباسؓ نے کہا: "میں نے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سات کا ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

اللہ الذی خلق سبع سموات ومن الارض مثلھن۔ (الطلاق: ۱۲)

اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور زمین کی قسم سے بھی انہی کے مانند۔

اللہ تعالیٰ نے تخلیق انسانی کی سات حالتیں بیان فرمائیں اور نباتات کی سات قسمیں پیدا کیں۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا: "یہ جو کچھ تم نے کہا ہے میرے علم میں ہے لیکن تمہارے اس قول کا مفہوم مجھے معلوم نہیں ہے کہ نباتات کی سات قسمیں پیدا کی گئی ہیں۔" حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ میں نے جواباً اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پیش کیا:

ثم شققنا الارض شقاo فانبتنا فیھا حباo وعنبا و قضباo وزیتونا و نخلاo وحدائق غلباo وفاکھۃ واباo (عبس: ۲۶۔۳۱)

پھر زمین کو عجیب طرح پھاڑا پھر اس کے اندر اگائے غلے اور انگور اور ترکاریاں اور زیتون اور کھجوریں اور گھنے باغ اور طرح طرح کے پھل اور چارے۔

(حضرت ابن عباس کے نزدیک "حدائق" ایسے باغوں کو کہتے ہیں جن کے اردگرد کھجوروں اور دوسرے درختوں کی ایک چاردیواری ہو۔ اور "اب" سے مراد وہ چارے ہیں جو جانور اور مویشی کھاتے ہیں اور انسان نہیں کھاتے۔)

اس کے بعد حضرت عمرؓ نے اپنے رفقاء سے فرمایا: "کیا تم وہ باتیں بتانے سے عاجز ہو جو اس لڑکے نے بیان کی ہیں جس کے سر کی ہڈیوں کے جوڑ ابھی مجتمع نہیں ہوئے۔ بخدا! میری رائے بھی اس

مسئلہ میں یہی ہے جس طرح ابن عباسؓ نے بیان کیا ہے۔

(۱۵۳) اولوالعزم رسول اور سیدنا یونس کا طرز عمل

احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی مسلسل آتی رہی۔ آنحضرتؐ کو اللہ تعالیٰ پر ایمان تھا اور آپؐ کے پاس جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے احکام آتے تھے آپؐ ان کی تصدیق کرتے تھے اور صدق دل سے ان کو قبول کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ پر جو بوجھ بھی ڈالا آپؐ نے اسے لوگوں کی خوشنودی اور ناراضی کے علی الرغم برداشت کیا۔ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ سے جو پیغام لے کر آتے ہیں اس کی تبلیغ کے رد عمل کے طور پر وہ لوگوں کے مظالم کا تختہ مشق بنتے ہیں۔ نبوت کے بارگراں کی ذمہ داری اس قسم کی ہے کہ صرف اولوالعزم رسول ہی اسے اٹھانے کی استطاعت رکھتے ہیں اور وہ بھی اللہ تعالیٰ کی امداد اور توفیق سے۔

(۱۵۴) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: مجھے ربیعہ بن ابی عبدالرحمن نے بتایا کہ اس نے ابن منبہ کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ ابن منبہ اس وقت منیٰ کی مسجد میں تھے۔ ابن منبہ کے سامنے حضرت یونسؑ کا ذکر کیا گیا تو اس نے کہا کہ یونسؑ اللہ تعالیٰ کے ایک صالح بندے تھے ان کا مزاج عاجزانہ تھا آپ پر بار نبوت ڈالا گیا۔ ظاہر ہے کہ نبوت کا بوجھ بہت بھاری ہوتا ہے۔ جب آپ پر نبوت کی ذمہ داری ڈالی گئی تو آپ اس کے نیچے دب گئے اور آپ کی کیفیت اس بوجھ اٹھانے والی لکڑی کی طرح ہوگئی جو بوجھ کی زیادتی کی وجہ سے ٹوٹ جانے والی ہو۔ چنانچہ انھوں نے اس بوجھ سے جلد چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش کی اور (وہ اس بستی سے جس کی اصلاح پر وہ مامور تھے اللہ تعالیٰ کے حکم ثانی کا انتظار کیے بغیر) بھاگ نکلے۔

(۱۵۵) حضرت خدیجہؓ، پہلی مومنہ خاتون

احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا کہ حضرت خدیجہؓ پہلی خاتون ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں اور جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی تصدیق کی۔ حضرت خدیجہؓ ہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپؐ

کے کام میں آسانی پیدا کر دی۔ جب مخالفین کی تکذیب اور ان کی طرف سے مکروہ باتیں سننے کی وجہ سے آپؐ رنجیدہ خاطر ہوتے تو اللہ تعالیٰ اس رنج والم کو خدیجہؓ ہی کے ذریعہ رفع کرتا تھا۔ جب آپؐ خدیجہؓ کے پاس تشریف لاتے تو وہ آپؐ کو دلجمعی عطا کرتیں، آپؐ کا بوجھ ہلکا کر دیتیں، آپؐ کی تصدیق کرتیں اور اس طرح لوگوں کی بدسلوکی کے باعث آپؐ کو جو پریشانی لاحق ہوتی وہ دور ہو جاتی۔ اللہ تعالیٰ حضرت خدیجہؓ پر رحم فرمائیں۔

(۱۵۶) سچے خواب

احمد نے یونس سے اور اس نے ابن اسحاق کے حوالہ سے زہری سے اور اس نے عروہ کی وساطت سے حضرت عائشہؓ کی روایت نقل کی۔ ام المومنین نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو شرف نبوت سے نوازنے اور اپنے بندوں پر نزول رحمت کا ارادہ کیا تو سب سے پہلے خواب کی حالت میں آپؐ پر اسرار منکشف ہونے لگے۔ آپؐ خواب میں جو کچھ دیکھتے وہ ایسا ہوتا جیسے آپؐ صبح کی روشنی میں دیکھ رہے ہیں اور بعینہ اسی طرح پیش آتا تھا۔ آپؐ کی یہ کیفیت اس وقت تک برقرار رہی جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ پھر آپؐ خلوت پسند ہو گئے اور آپؐ کے نزدیک کوئی چیز اس سے زیادہ پسندیدہ نہ تھی کہ آپؐ تنہائی اختیار کریں۔

(۱۵۷) ورقہ بن نوفل سے ملاقات

احمد نے یونس بن بکیر سے اور اس نے یونس بن عمرو کے حوالہ سے ابی میسرہ عمرو بن شرحبیل کی یہ روایت نقل کی: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدیجہؓ کو بتلایا کہ "جب میں اکیلا ہوتا ہوں تو میں ایک ندا سنتا ہوں۔ بخدا! مجھے ڈر ہے کہ مجھ پر کوئی مصیبت آنے والی ہے۔" خدیجہؓ نے کہا: "خدا کی پناہ! اللہ تعالیٰ کبھی آپؐ کو رنج میں مبتلا نہ کرے گا۔ بخدا! آپؐ امانتیں ادا کرتے ہیں، رشتہ داروں سے نیک سلوک کرتے ہیں اور سچ بولتے ہیں۔"

جب ابو بکرؓ آپؐ کے ہاں تشریف لائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت گھر پر موجود نہ تھے، حضرت خدیجہؓ نے ابو بکرؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ماجرا سنایا اور انہیں کہا: "اے عتیق!

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ورقہ کے پاس لے جاؤ۔" جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے تو ابو بکرؓ نے آپؐ کے دست مبارک کو تھاما اور کہا: "چلو، ورقہ کے پاس چلیں۔" آنحضرتؐ نے پوچھا: "تمہیں کس نے بتایا ہے؟" ابو بکرؓ نے جواب دیا: "خدیجہ نے۔" چنانچہ دونوں حضرات ورقہ کے پاس گئے اور اسے سارا قصہ سنایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بتلایا کہ جب میں اکیلا رہتا ہوں تو میں اپنے پیچھے یہ آواز سنتا ہوں "یا محمد، یا محمد!" اور میں بھاگ جاتا ہوں۔ ورقہ نے کہا: "آپؐ ایسا نہ کریں بلکہ جب آپؐ کو پکارا جائے تو ثابت قدمی اختیار کر کے اس پیغام کو سنیں اور پھر آکر مجھے بتلائیں۔" اس کے بعد جب آپؐ تنہائی میں تھے تو جبریلؑ نے آپؐ کو آواز دی: "یا محمد! یا محمد! کہو:

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم ، الحمد للّٰہ رب العلمین ○ الرحمن الرحیم ○ ملك یوم الدین ○ ایاك نعبد وایاك نستعین ○ اھدنا الصراط المستقیم ○ صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین ○ (الفاتحہ)

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے۔ تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام کائنات کا رب ہے، رحمان اور رحیم ہے، روز جزا کا مالک ہے۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔ ہمیں سیدھا راستہ دکھا، ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا، جو معتوب نہیں ہوئے، جو بھٹکے ہوئے نہیں ہیں۔

پھر کہا: "کہو: لا الہ الا اللہ" (اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں ہے)

آنحضرتؐ ورقہ کے پاس تشریف لائے اور اسے سارا ماجرا سنایا۔ ورقہ نے آپؐ سے کہا: "خوش ہو جائیے، آپؐ کو بشارت ہو، آپؐ وہی رسول ہیں جن کی بشارت ابن مریمؑ نے دی تھی اور آپؐ وہ رسول ہیں جو موسیٰؑ کے پاس آیا تھا۔ آپؐ نبی مرسل ہیں۔ آپؐ کو عنقریب جہاد کا حکم دیا جائے گا۔ اگر میری عمر نے اس وقت تک وفا کی تو میں آپؐ کی پر زور مدد کروں گا۔" جب ورقہ کا انتقال ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں نے ایک نصرانی عالم کو جنت میں دیکھا ہے جو ریشم کا لباس زیب تن کیے ہوئے ہے کیونکہ وہ مجھ پر ایمان لایا تھا اور اس نے میری تصدیق کی تھی۔" آنحضرتؐ کا یہ اشارہ ورقہ کی جانب تھا۔

(۱۵۸) یونس نے ہشام بن عروہ کے حوالہ سے اس کے باپ عروہ کی روایت نقل کی۔ عروہ نے

کہا کہ ورقہ کے ایک بھائی نے ورقہ کی بے عزتی کی۔ اس آدمی نے ورقہ کو پکڑ لیا اور اسے گالیاں دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپؐ نے ورقہ کے بھائی کو کہا: "کیا تم جانتے ہو کہ میں نے ورقہ کے لیے ایک باغ یا دو باغ دیکھے ہیں؟" پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ ورقہ کو سب وشتم کیا جائے۔

(۱۵۹) حضرت خدیجہؓ کا جبریلؑ کو شیطان سے ممیز کرنا

احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: مجھے اسماعیل بن ابی حکیم مولی زبیر نے بتلایا کہ اس سے خدیجہؓ کی یہ روایت بیان کی گئی: جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شرف نبوت سے نوازا تو خدیجہؓ نے آنحضرتؐ کی دلجمعی کی خاطر آپؐ کو کہا: "اے میرے چچا کے بیٹے! آپؐ کے وہ ساتھی جو آپؐ کے پاس آتے ہیں کیا ان کی آمد پر آپؐ مجھے بتلائیں گے؟" آنحضرتؐ نے فرمایا: "ہاں!" حضرت خدیجہؓ نے عرض کی: "جب وہ آئیں تو آپ مجھے اطلاع دیں۔" ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تھے کہ یکایک جبریلؑ تشریف لے آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں دیکھا تو فرمایا: "خدیجہؓ! یہ جبریلؑ میرے پاس آئے ہیں۔" خدیجہؓ نے پوچھا: "کیا آپؐ انھیں دیکھ رہے ہیں؟" آنحضرتؐ نے فرمایا: "ہاں۔" خدیجہؓ نے عرض کی: "آپؐ میری بائیں جانب تشریف لے آئیں۔" آپؐ بائیں جانب آکر بیٹھ گئے۔ حضرت خدیجہؓ نے پوچھا: "کیا آپؐ اب بھی انھیں دیکھ رہے ہیں؟" آنحضرتؐ نے فرمایا: "ہاں۔" خدیجہ نے عرض کی: "آپؐ میری دائیں جانب تشریف لے آئیں۔" آپؐ اٹھے اور خدیجہؓ کے دائیں جانب آکر بیٹھ گئے۔ خدیجہ نے دریافت کیا: "کیا آپؐ انھیں دیکھ رہے ہیں؟" آنحضرتؐ نے فرمایا: "ہاں۔" حضرت خدیجہؓ نے پھر عرض کی: "آپؐ آکر میری گود میں بیٹھ جائیں۔" رسول اللہؐ گود میں بیٹھ گئے تو حضرت خدیجہؓ نے پوچھا: "کیا آپؐ اب بھی انھیں دیکھ رہے ہیں؟" آنحضرتؐ نے فرمایا: "ہاں۔" پھر حضرت خدیجہؓ نے اپنا چہرہ کھول دیا اور اپنی اوڑھنی اتار دی، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی گود میں بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت خدیجہؓ نے پوچھا: "کیا آپؐ انھیں دیکھ رہے ہیں؟" آنحضرتؐ نے فرمایا: "نہیں۔" حضرت خدیجہؓ نے کہا: "اے میرے چچا کے بیٹے! یہ شیطان نہیں بلکہ فرشتہ ہیں، آپؐ دلجمعی اختیار کریں، آپؐ کو بشارت ہو۔" پھر خدیجہؓ ایمان لائیں اور

انھوں نے گواہی دی کہ آپؐ کے پاس جبریلؑ جو کچھ لائے ہیں وہ برحق ہے۔

(۱۶۰) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی، ابن اسحاق نے کہا: میں نے یہ حدیث عبداللہ بن حسین سے بیان کی تو انھوں نے کہا کہ میں نے اپنی ماں فاطمہ بنت حسین کو حضرت خدیجہؓ سے یہ روایت کرتے ہوئے سنا، اس میں صرف یہ اختلاف تھا میں نے انھیں کہتے ہوئے سنا کہ حضرت خدیجہؓ نے آنحضرتؐ کو اپنے کرتے کے اندر داخل کرلیا اور اس وقت جبریلؑ چلے گئے۔ چنانچہ خدیجہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: "یقیناً یہ فرشتہ ہے، شیطان نہیں۔"

(۱۶۱) تخلیق آدم اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت

یونس نے زکریا بن ابی زائدہ کی وساطت سے عامر شعبی کی روایت نقل کی۔ عامر نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: "آپؐ نے نبوت کب حاصل کی؟" آنحضرتؐ نے جواب دیا: "جب آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا اور ان میں روح پھونکی گئی۔"

(۱۶۲) بعثت کے بعد آنحضرتؐ کے مکہ اور مدینہ میں قیام کی مدت

یونس نے ابراہیم بن اسماعیل بن مجمع انصاری سے اور اس نے ایک شخص کی وساطت سے سعید بن مسیب کی روایت نقل کی۔ سعید نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی اس وقت آپؐ کی عمر تینتالیس سال کی تھی۔ اس کے بعد آپؐ نے دس سال مکہ میں قیام فرمایا اور دس سال مدینہ میں۔

(۱۶۳) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی اس وقت آپؐ کی عمر چالیس سال کی تھی۔ بعد ازاں آپؐ نے دس سال مکہ میں قیام فرمایا اور دس سال مدینہ میں۔

(۱۶۴) طریق تبلیغ و دعوت

احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنی رسالت کے معاملہ میں صبر سے کام لیں اور جو کچھ آپؐ کو حکم دیا جائے اس کی تبلیغ کرتے جائیں۔

(۱۶۵) یونس نے عیسیٰ بن عبداللہ تمیمی سے اور اس نے ربیع بن انس سے ابوالعالیہ کی یہ روایت نقل کی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فاصبر کما صبر اولوا العزم من الرسل۔ (الاحقاف: ۳۵)

پس اے نبیؐ! صبر کرو، جس طرح اولوا العزم رسولوں نے صبر کیا ہے۔

یہ اولوا العزم رسول حضرات نوح، ہود اور ابراہیم علیہم السلام ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ وہ اس طرح صبر کریں جس طرح رسولوں نے صبر کیا۔ یہ تین تھے اور چوتھے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام نے کہا:

یقوم ان کان کبر علیکم مقامی و تذکیری بایت اللہ فعلی اللہ توکلت فاجمعوا امرکم وشرکاءکم ثم لایکن امرکم علیکم غمۃ ثم اقضوا الی ولا تنظرون○ (یونس: ۷۱)

اے برادران قوم! اگر میرا تمہارے درمیان رہنا اور اللہ کی آیات سنا سنا کر تمہیں غفلت سے بیدار کرنا تمہارے لیے ناقابل برداشت ہو گیا ہے تو میرا بھروسا اللہ پر ہے۔ تم اپنے ٹھہرائے ہوئے شریکوں کو ساتھ لے کر ایک متفقہ فیصلہ کر لو اور جو منصوبہ تمہارے پیش نظر ہو اس کو خوب سوچ سمجھ لو تاکہ اس کا کوئی پہلو تمہاری نگاہ سے پوشیدہ نہ رہے۔ پھر میرے خلاف اس کو عمل میں لے آؤ اور مجھے ہرگز مہلت نہ دو۔

اس طرح حضرت نوحؑ نے اپنی قوم سے جدائی کا اظہار برملا کر دیا۔

عاد نے ہودؑ کا انکار کیا اور کہا:

ان نقول الا اعترک بعض الھتنا بسوء۔ (ھود: ۵٤)

ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ تیرے اوپر ہمارے معبودوں میں سے کسی کی مار پڑ گئی ہے۔

اس کے جواب میں حضرت ہودؑ نے فرمایا:

قال انی اشھد اللہ واشھدوا انی بری مما تشرکون○ (ھود: ٥٤)

ہود نے کہا: "میں اللہ کی شہادت پیش کرتا ہوں اور تم گواہ رہو کہ یہ جو اللہ کے سوا دوسروں کو تم

نے خدائی میں شریک ٹھہرا رکھا ہے اس سے میں بیزار ہوں۔

اس طرح حضرت ہودؑ نے بھی اپنی قوم سے جدائی کا اظہار کر دیا۔

ابراہیمؑ کے متعلق ارشاد خداوندی ہے:

قد کانت لکم اسوة حسنة فی ابراهیم والذین معه او قالوا لقومهم انا بزء منکم ومما تعبدون من دون الله کفرنا بکم وبدا بیننا وبینکم العداوة والبغضاء ابدا حتی تومنوا بالله وحده۔ (الممتحنه: ٤)

تم لوگوں کے لیے ابراہیم اور اس کے ساتھیوں میں ایک اچھا نمونہ ہے کہ انھوں نے اپنی قوم سے صاف کہہ دیا "ہم تم سے اور تمہارے ان معبودوں سے جن کو تم خدا کو چھوڑ کر پوجتے ہو قطعی بیزار ہیں، ہم نے تم سے کفر کیا اور ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لیے عداوت ہو گئی اور بیر پڑ گیا جب تک کہ تم اللہ واحد پر ایمان نہ لاؤ۔"

یہ ابراہیمؑ اور ان کی قوم کے درمیان اظہار مفارقت ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انی نهیت ان اعبد الذین تدعون من دون الله۔ (الانعام: ٥٦، المومن: ٦٦)

مجھے تو ان ہستیوں کی عبادت سے منع کر دیا گیا ہے جنھیں تم اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کے پاس کھڑے ہو کر مشرکین کو یہ آیت سنائی اور ان سے کھلم کھلا اظہار مفارقت کیا۔

(۱۶۶) نزول وحی کے بعد وقفہ

احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: پھر کچھ مدت تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے نزول کا سلسلہ بند رہا جس سے حضورؐ سخت پریشان اور غمگیں ہو گئے اور حالت یہاں تک پہنچ گئی کہ آپؐ نے اپنے جی میں کہا: مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں میرا رب مجھ سے ناراض ہو گیا ہے اور اس نے مجھے چھوڑ دیا ہے۔ اس وقت جبریلؑ سورۃ الضحیٰ لے کر تشریف لائے جس میں دن کی روشنی کی قسم کھائی گئی ہے۔ جبریلؑ نے یہ کہہ کر آپؐ کو تسلی دی کہ آپؐ کے رب نے آپؐ کو ہرگز نہیں چھوڑا

اور نہ وہ ناراض ہوا۔ فرمایا:

والضحی ○ والیل اذا سجیٰ ○ ماودعك ربك وما قلی ○ وللاخرة خیر لك من الاولیٰ ○ ولسوف یعطیك ربك فترضیٰ ○ الم یجدك یتیما فاوی ○ ووجدك ضالا فهدیٰ ○ ووجدك عائلا فاغنیٰ ○ فاما الیتیم فلا تقهر ○ واما السائل فلا تنهر ○ واما بنعمة ربك فحدث ○

قسم ہے روز روشن کی اور رات کی جبکہ وہ سکون کے ساتھ طاری ہو جائے۔ (اے نبیؐ!) تمہارے رب نے تم کو ہرگز نہیں چھوڑا اور نہ وہ ناراض ہوا (یعنی وہ آپؐ سے کبھی ناراض نہیں ہوا) تمہارے لیے بعد کا دور پہلے سے بہتر ہے (یعنی آخرت میں میرے ہاں واپسی پر جو مرتبہ آپؐ کو ملے گا وہ اس بزرگی سے بڑھ کر ہے جو میں نے آپؐ کو اس دنیا میں عطا کی ہے) اور عنقریب تمہارا رب تم کو اتنا دے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے (یعنی دنیا میں فتح و کامرانی اور آخرت میں ثواب عظیم) کیا اس نے تم کو یتیم نہیں پایا اور پھر ٹھکانا فراہم کیا؟ اور تمہیں ناواقف راہ پایا اور پھر ہدایت بخشی اور تمہیں نادار پایا اور پھر مالدار کر دیا (یعنی اللہ تعالیٰ آپؐ کو یاد دلاتا ہے کہ اس نے کس طرح اس دنیا میں آپؐ پر یتیمی، ناداری اور ناواقفی کی حالت میں احسانات کئے اور بہترین طریقے سے آپؐ کی دستگیری کر کے آپؐ کی حالت کو سدھار دیا) لہذا یتیم پر سختی نہ کرو اور سائل کو نہ جھڑکو (یعنی آپؐ کو چاہیے کہ آپؐ متکبر اور جبار نہ ہوں اور نہ ہی اللہ کے کمزور بندوں کے ساتھ بخل اور بدمزاجی کا مظاہرہ کریں) اور اپنے رب کی نعمت کا اظہار کرو (یعنی اللہ کی طرف سے آپؐ کو جو بزرگی اور نبوت کی نعمت عطا کی گئی ہے اس کا اظہار کرو اور تبلیغ و دعوت کا حق ادا کرو اور لوگوں کو بتاؤ کہ نبوت کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر اور بندوں پر کتنا عظیم احسان کیا ہے۔)

(۱۶۷) احمد نے یونس کے حوالہ سے ہشام بن عروہ سے اور اس نے اپنے باپ کی وساطت سے حضرت خدیجہؓ کی روایت نقل کی۔ خدیجہؓ نے فرمایا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول وحی میں تاخیر ہوئی تو آپؐ سخت غمگین ہو گئے۔ جب میں نے آپؐ کا یہ غم و حزن دیکھا تو میں نے کہا کہ آپ کی غمگینی سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپؐ کا رب آپؐ سے ناراض ہو گیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

ماودعك ربك وما قلیٰ ○

(اے نبیؐ!) تمھارے رب نے تم کو ہرگز نہیں چھوڑا اور نہ وہ ناراض ہوا۔

(۱۶۸) یونس نے عمرو بن ذر کے حوالہ سے اپنے باپ سے اور اس نے سعید بن جبیر کی وساطت سے ابن عباسؓ کی یہ روایت نقل کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریلؑ سے یہ آرزو ظاہر فرمائی کہ آپؑ ہمارے پاس ذرا زیادہ آیا کریں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جس میں جبریلؑ کی طرف سے آنحضرتؐ کی فرمائش کا جواب دیا گیا ہے:

وما نتنزل الا بامر ربک لہ ما بین ایدینا وما خلفنا وما بین ذلک وما کان ربک نسیا○ (مریم: ۶۴)

اے محمدؐ! ہم تمھارے رب کے حکم کے بغیر نہیں اترا کرتے، جو کچھ ہمارے آگے ہے اور جو کچھ پیچھے ہے اور جو کچھ اس کے درمیان ہے۔ ہر چیز کا مالک وہی ہے اور تمھارا رب بھولنے والا نہیں ہے۔

(۱۶۹) وضو اور نماز کی تعلیم

احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز فرض ہوئی تو جبریلؑ آنحضرتؐ کے پاس آئے انھوں نے وادی کے کنارے کو ایڑی سے ٹھوکر لگائی جس سے پانی کا ایک چشمہ ابل پڑا۔ جبریلؑ نے وضو کیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف دیکھتے رہے۔ پھر آپؑ نے اپنا منہ دھویا، کلی کی اور ناک جھاڑی، سر اور دونوں کانوں کا مسح کیا۔ اور دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھوئے اور خوب پانی چھڑکا۔ پھر اٹھ کر دو رکعت نماز پڑھی اور چار سجدے کیے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم واپس آئے، اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی آنکھوں کو ٹھنڈک اور جی کو خوشی عطا کی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپؐ کو وہ کچھ حاصل ہوا جو آپؐ کو محبوب تھا پھر آپؐ خدیجہؓ کو لے کر چشمے پر آئے اسی طرح وضو کیا جس طرح جبریلؑ نے وضو کیا تھا۔ پھر آپؐ نے اور خدیجہؓ نے دو رکوع اور چار سجدے کیے۔ اس کے بعد آنحضرتؐ اور خدیجہؓ اسی طرح چھپ کر نماز ادا کرتے رہے۔

(۱۷۰) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے صالح بن کیسان نے، اس نے عروہ بن زبیر سے اور اس نے عائشہؓ سے بیان کیا کہ جب پہلے پہل نماز فرض ہوئی تو دو رکعتیں فرض کی گئیں پھر حضر میں انھیں پورا کر کے چار رکعتیں کر دیا گیا اور مسافر کے لیے ان کی ابتدائی فرضیت یعنی دو رکعت بحال رکھی گئی۔ راوی نے کہا کہ میں نے یہ بات عمر بن عبدالعزیزؒ سے

بیان کی اور انھوں نے عروہ سے کہا: "تم نے مجھے یہ بات بتائی تھی کہ حضرت عائشہؓ سفر میں چار رکعت پڑھا کرتی تھیں۔" جب عروہ آیا تو میں نے اپنے دل میں یہ خیال کیا کہ یہ وہ شخص نہیں ہوگا جس سے میں نے یہ بات دریافت کی تھی۔ عروہ نے پھر وہی بات بتائی۔ عمرؓ نے فرمایا: "میں نہیں جانتا کہ تمہاری یہ باتیں کیا ہیں!" پھر انھوں نے پہلو بدلا، اپنی مسند سے اترے اور اندر چلے گئے۔

(۱۷۱) یونس نے ہشام بن عروہ سے اور اس نے اپنے باپ کی وساطت سے حضرت عائشہؓ کی روایت نقل کی۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: "جب ابتداء میں نماز فرض ہوئی تو دو رکعتیں فرض کی گئیں۔ بعد ازاں مسافر کے لیے ان کی ابتدائی فرضیت یعنی دو رکعت بحال رکھی گئی اور مقیم کے لیے انھیں پورا کر کے چار رکعت کر دیا گیا۔

(۱۷۲) یونس نے سالم مولیٰ ابی المہاجر سے روایت نقل کی۔ سالم نے کہا کہ میں نے میمون بن مہران کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ پہلے پہل نماز دو رکعت تھی بعد ازاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار رکعتیں پڑھیں اور یہی سنت ثابتہ ہے اور دو رکعتیں مسافر کے لیے برقرار رکھی گئیں اور اس کے لیے یہی پوری نماز ہے۔

باب ۱۶

حضرت علیؓ بن ابی طالب کا اسلام لانا

(۱۷۳) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: پھر اس کے دو دن بعد حضرت علیؓ بن ابی طالب آئے۔ انھوں نے ان دونوں (نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت خدیجہؓ) کو حالت نماز میں دیکھ لیا اور پوچھا: "اے محمدؐ! یہ کیا ہے؟" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ اللہ کا دین ہے جسے اس نے اپنے لیے پسند کیا ہے اور جس کے ساتھ اس نے اپنے رسول مبعوث فرمائے ہیں۔ پس میں تمھیں بھی ایک خدا پر ایمان لانے اور اس کی عبادت کرنے اور لات و عزیٰ کا انکار کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔" حضرت علیؓ نے عرض کیا: "یہ ایسی بات ہے جو آج سے پہلے میں نے کبھی نہ سنی تھی میں اس بات کا فیصلہ نہیں کر سکتا جب تک (اپنے باپ) ابو طالب سے نہ پوچھ لوں۔" حضورؐ کو یہ بات ناپسند تھی کہ اسلام کے استعلاء سے قبل ہی آپؐ کا راز فاش ہو جائے۔ اس لیے آنحضرتؐ نے فرمایا: "اے علیؓ! اگر تم قبول نہیں کرتے تو اس بات کو مخفی رکھو۔" حضرت علیؓ نے اس رات توقف کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیا اور انہوں نے صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا: "اے محمدؐ! کل آپؐ نے میرے سامنے کیا بات پیش کی تھی؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، وہ یکتا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے، نیز تمھیں چاہیے کہ تم لات اور عزی کا انکار کرو اور اللہ کے سوا دوسرے شریکوں سے قطع تعلق کر لو۔" حضرت علیؓ نے تعمیل کی اور اسلام قبول کر لیا لیکن ابو طالب کے خوف سے اپنا اسلام مخفی رکھا اور اس کا اظہار نہ کیا۔ زیدؓ بن حارثہ نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ تقریباً ایک ماہ تک ان دونوں کا اسلام مخفی رہا۔ حضرت علیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں اکثر آتے جاتے تھے اور حضرت علیؓ کو اللہ تعالیٰ نے جن انعامات سے نوازا ان میں سے ایک انعام یہ بھی تھا کہ وہ اسلام سے قبل ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوش

تربیت میں تھے۔

(۱۷۴) احمد نے یونس کے حوالہ سے ابن اسحاق سے اور اس نے عبداللہ بن ابی نجیح کی وساطت سے مجاہد کی روایت نقل کی۔ مجاہد نے کہا: جب حضرت علیؓ نے اسلام قبول کیا تو وہ دس سال کے تھے۔

(۱۷۵) احمد نے یونس کے حوالہ سے ابن اسحاق سے، اس نے یحیی بن ابی اشعث کندی (از اہل کوفہ) سے، اس نے اسماعیل بن ایاس بن عفیف سے اور اس نے اپنے باپ کی وساطت سے اپنے دادا عفیف کی روایت نقل کی۔ عفیف نے کہا: میں ایک تجارت پیشہ شخص تھا، میں حج کے موسم میں منیٰ آیا، حضرت عباس بن عبدالمطلب بھی تجارت کا کاروبار کرتے تھے، میں ان کے پاس خرید و فروخت کے لیے گیا۔ اسی دوران میں ایک شخص ایک چھوٹے خیمے سے نکلا اور کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز کے لیے کھڑا ہو گیا۔ اس کے بعد ایک عورت آئی وہ بھی اس کے ساتھ نماز کے لیے کھڑی ہو گئی پھر ایک لڑکا آیا وہ بھی ان کے ساتھ نماز پڑھنے کھڑا ہو گیا۔ میں نے پوچھا: "اے عباس! یہ کیا دین ہے، اسے تو میں نہیں جانتا۔" عباس نے کہا: "یہ محمد بن عبداللہ ہیں ان کا دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے اور یہ کہ قیصرو کسریٰ کے خزانے عنقریب ان کے لیے فتح ہو جائیں گے، یہ ان کی بیوی خدیجہ بنت خویلد ہیں جوان پر ایمان لائی ہیں اور لڑکا ان کا بھتیجا علی بن ابی طالب ہے جو ان پر ایمان لایا ہے۔" عفیف نے کہا: "کاش! میں اس وقت ایمان لاتا اور حضرت علی بن ابی طالب کے بعد دوسرا مومن مرد ہوتا۔"

(۱۷۶) یونس نے یوسف بن صہیب کی وساطت سے عبداللہ بن بریدہ کی یہ روایت نقل کی کہ مردوں میں سب سے پہلے حضرت علیؓ بن ابی طالب نے اسلام قبول کیا اور ان کے بعد تین اشخاص ابوذر، بریدہ اور ابوذر کے ایک چچیرے بھائی نے اسلام قبول کیا۔

باب ۱۷

حضرت ابو بکر صدیقؓ کا اسلام لانا

(۱۷۷) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: پھر ابو بکرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی اور پوچھا: "اے محمدؐ! کیا قریش کی یہ بات سچی ہے کہ آپؐ نے ہمارے معبودوں کو چھوڑ دیا ہے اور یہ کہ آپ ہمیں بے وقوف اور ہمارے آباء واجداد کو کافر قرار دیتے ہیں؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے ابو بکر! بیشک میں اللہ کا رسول اور اس کا نبی ہوں تاکہ اس کا پیغام پہنچاؤں، میں تمہیں بھی اللہ کی طرف سچائی کے ساتھ دعوت دیتا ہوں۔ بخدا! یہ دعوت بر حق ہے۔ اے ابو بکر! میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ تم ایک خدا کو مانو جس کا کوئی شریک نہیں ہے، اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے سلسلے میں اہل اطاعت کی امداد کرو۔" آنحضرتؐ نے حضرت ابو بکر کو قرآن بھی پڑھ کر سنایا۔ حضرت ابو بکرؓ نے تردد کیا نہ انکار بلکہ فوراً اسلام قبول کر لیا، بتوں کا انکار کیا اور اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے شریکوں سے قطع تعلق کر لیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے اسلام کی حقانیت کو تسلیم کر لیا اور اس حال میں واپس گئے کہ وہ سچے مومن تھے۔

(۱۷۸) احمد نے یونس سے اور اس نے ابن اسحاق کی وساطت سے محمد بن عبدالرحمان بن عبداللہ بن حصین تمیمی کی یہ روایت نقل کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے جس کے سامنے بھی اسلام پیش کیا اس نے کچھ نہ کچھ تردد کیا اور انحراف کی روش اختیار کر کے سوچا مگر جونہی میں نے ابو بکر کے سامنے اسلام کا ذکر کیا انھوں نے کوئی تردد نہ کیا اور فوراً قبول کر لیا۔

(۱۷۹) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: "پھر ابو بکر نے اپنے کام کا آغاز کر دیا۔ اپنے اسلام کا اظہار کیا اور لوگوں کو دین اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ حضرت علیؓ اور زیدؓ بن حارثہ نے بھی اپنے اسلام کو ظاہر کیا۔ قریش کے لیے یہ چیز ناقابل برداشت ہو گئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع سب سے پہلے جس نے کیا وہ آنحضرتؐ کی بیوی خدیجہؓ بنت خویلد تھیں۔ مردوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت علیؓ تھے جن کی عمر اس وقت دس سال کی تھی۔ پھر زیدؓ بن حارثہ ایمان لائے اور پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لائے۔ ابوبکرؓ نے اسلام قبول کر کے اس کا اظہار کیا اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوگوں کو دعوت دینا شروع کر دی۔ ابوبکرؓ اپنی قوم میں انتہائی خوش اخلاق اور ملنسار تھے اور لوگ ان سے محبت کرتے تھے۔ وہ قریش میں علم انساب کے سب سے زیادہ ماہر تھے اور ان سے زیادہ کوئی دوسرا یہ نہ جانتا تھا کہ قریش میں اچھے کون ہیں اور برے کون ہیں۔ آپ ایک خلیق اور نیکوکار تاجر تھے۔ آپ کی قوم کے لوگ ان کے علم و فضل، ان کی تاجرانہ حیثیت اور ان کے حسن سلوک کی وجہ سے بکثرت ان سے ملتے اور ان کے پاس آکر بیٹھتے تھے۔ آپ نے اپنے ملنے والوں اور اپنے ہم نشینوں میں سے جن جن کو قابل اعتماد سمجھا ان تک اسلام کی دعوت پہنچائی۔ راوی کا بیان ہے کہ میری معلومات کے مطابق آپ کی تبلیغ سے متاثر ہو کر حضرات زبیر بن عوامؓ، عثمانؓ بن عفان، طلحہؓ بن عبید اللہ، سعد بن ابی وقاصؓ اور عبدالرحمنؓ بن عوف نے اسلام قبول کیا۔ یہ سب حضرات حضرت ابوبکرؓ کی معیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے۔ آنحضرتؐ نے انھیں قرآن سنایا اور اسلام کی حقیقت سے روشناس کیا نیز اللہ کی طرف سے نوازشات کے وعدوں کی بشارت دی۔ چنانچہ وہ ایمان لے آئے اور اسلام کی حقانیت کا اقرار کرنے والے بن گئے۔ یہ آٹھ اشخاص وہ ہیں جنھوں نے دعوت اسلام پر لبیک کہنے میں سبقت کی اور نماز پڑھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی اور آنحضرتؐ کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ آیا اس پر ایمان لے آئے۔

باب ۱۸

حضرت ابوذرؓ کا اسلام لانا

(۱۸۰) یونس نے یوسف بن صہیب کی وساطت سے عبداللہ بن بریدہ کی روایت نقل کی۔
حضرت ابوذر، بریدہ اور ابوذر کا ایک چچیرا بھائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں نکلے۔ آنحضرتؐ اس وقت مکہ کے ایک گروہ سے علیحدگی اختیار کر کے پہاڑ میں چھپے ہوئے تھے۔ جب یہ تینوں آپؐ کے پاس پہنچے تو آپؐ اس وقت پہاڑ میں سوئے ہوئے تھے۔ آپؐ نے اپنے اوپر چادر اوڑھی ہوئی تھی لیکن آپؐ کے دونوں پاؤں چادر سے باہر نکلے ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں سب لوگوں سے زیادہ حسین تھے۔ ابوذرؓ نے کہا: "اگر اس علاقے میں کوئی نبی ہے تو وہ یہی سونے والا ہو سکتا ہے۔" چنانچہ وہ آنحضرتؐ کے پاس جا کر کھڑے ہو گئے۔ ابوذرؓ کے پاس ایک لاٹھی تھی جس پر وہ ٹیک لگا کر چلتے تھے۔ ابوذر نے آواز دی: "اے سونے والے مرد!" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوئے ہوئے تھے اس لیے آپؐ نے جواب نہ دیا۔ ابوذر نے پھر آواز دی: "اے سونے والے مرد!" لیکن آپ نے جواب نہ دیا۔ ابوذر نے تیسری دفعہ یہ آواز دی: "اے سونے والے مرد!" اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں کے تلوے کو لاٹھی سے ذرا دبایا۔ آپؐ جاگ کر بیٹھ گئے۔ ابوذرؓ نے کہا: "اے محمدؐ! ہم آپ کے پاس یہ سننے کے لیے آئے ہیں کہ آپؐ کیا کہتے ہیں اور آپ کی دعوت کیا ہے؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: "میں کہتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اس کا رسول ہوں۔" یہ سن کر ابوذر اور آپ کے دونوں ساتھی ایمان لے آئے۔ اس وقت حضرت علیؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کسی ضروری کام کے لیے بھیجا ہوا تھا اور وہ اس میں مصروف تھے۔

(۱۸۱) گزشتہ امتوں کی تعداد

یونس بن جعفر بن حیان کے حوالہ سے حسن کی یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا: "تمہیں شامل کر کے امتوں کا شمار کیا جائے تو ستر کی گنتی پوری ہو جاتی ہے۔ اللہ کے نزدیک تم سب امتوں سے بہترین اور اشرف ہو۔"

(۱۸۲) توراۃ میں نبی موعود کی صفت

احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق سے اور اس نے محمد بن ثابت بن شرجبیل کے حوالہ سے ام درداء کی روایت نقل کی۔ ام درداء نے کہا: میں نے کعب حبر سے پوچھا کہ "تم توراۃ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا صفات دیکھتے ہو؟" کعب نے جواب دیا: "وہاں آپؐ کا نام محمد رسول اللہ ہے۔ آپؐ اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرنے والے ہیں۔ تند خو، سنگدل اور بازاروں میں شور و غل کرنے والے نہیں۔ آپؐ کو فتوحات عطا کی جائیں گی اور سب سے پہلے جنت کا دروازہ آپؐ ہی کے لیے کھولا جائے گا، نیز آپؐ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اندھی آنکھوں کو دکھلائے گا، بہرے کانوں کو سنوائے گا اور ٹیڑھی زبانوں کو سیدھا کرے گا یہاں تک کہ وہ گواہی دیں گی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور یہ کہ وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ آنحضرتؐ مظلوم کی مدد اور اس کی حفاظت کریں گے۔

(۱۸۳) نبیؐ کے اسماء مبارکہ

یونس نے عبدالرحمان بن عبداللہ بن مرہ کے حوالہ سے ابی عبیدہ سے اور اس نے ابو موسیٰ سے روایت نقل کی، ابو موسیٰ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اپنے کئی نام بتائے جن میں سے ہم نے بعض کو یاد کرلیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا:

"انا محمد و احمد والمقفی والحاشر و نبی التوبة والملحمة"

یعنی میرے اسماء یہ ہیں:

- ★ محمد (بہت تعریف کیا ہوا)
- ★ احمد (بہت سراہا ہوا)
- ★ مقفی (تمام پیغمبروں سے پیچھے آنے والا، خاتم النبیین)
- ★ حاشر (لوگوں کو قیامت کے دن اکٹھا کرنے والا)

★ نبی توبۃ (بہت زیادہ استغفار کرنے والا)

★ نبی ملحمہ (امت کی خیر و صلاح کا ضامن، خواہ یہ بھلائی اور استواری احوال کفار کے ساتھ ناگزیر قتال کے ذریعہ سے حاصل کرنا پڑے۔)

(۱۸۴) یونس بن بکیر نے یونس بن عمرو سے اور اس نے عیزار بن حریث کی وساطت سے حضرت عائشہؓ کی روایت نقل کی۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق انجیل میں لکھا ہوا ہے کہ آپؐ تند خو، سنگدل اور بازاروں میں شور مچانے والے نہیں ہوں گے۔ وہ برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی سے نہیں لیں گے بلکہ عفو و درگذر سے کام لیں گے۔

(۱۸۵) یونس نے عبدالرحمان بن عبیداللہ بن زیاد مولیٰ مصعب کی وساطت سے حسن کی یہ روایت نقل کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہتر امتیں گزر چکی ہیں اور تمہیں شامل کر کے ستر کی گنتی پوری ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم سب امتوں سے بہترین اور اشرف امت ہو۔

(۱۸۶) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا کہ مجھ سے زہری نے محمد بن جبیر بن مطعم کے حوالہ سے اپنے باپ جبیر کی روایت بیان کی۔ جبیر بن مطعم نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ذکر فرماتے ہوئے سنا کہ میرے یہ پانچ اسماء ہیں:

میں محمد اور احمد ہوں۔ میں ماحی (مٹانے والا) ہوں جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کفر کو ملیامیٹ کرے گا۔ میں عاقب (سب سے پیچھے آنے والا یعنی خاتم النبیین) ہوں اور میں حاشر (جمع کرنے والا) ہوں یعنی جب قیامت قائم ہو گی تو میں میدان حشر میں آؤں گا اور میرے پیچھے سب لوگ وہاں اکٹھے ہو جائیں گے۔

باب ۱۹

مہاجرینؓ کا اسلام لانا

(۱۸۷) اہل مکہ کا اسلام لانا

احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا کہ ابو عبیدہؓ بن حارث، ابو سلمہؓ بن عبدالاسد، عبداللہؓ بن ارقم مخزومی اور عثمانؓ بن مظعون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آنحضرتؐ نے ان کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی اور قرآن کی تلاوت فرمائی۔ انھوں نے اسلام قبول کرلیا اور گواہی دی کہ آپؐ ہدایت اور روشنی کے جادہ مستقیم پر ہیں۔

پھر قبائل عرب میں سے مندرجہ ذیل حضرات ایمان لائے:

سعید بن زید بن عمرو بن نفیل (برادر بنی عدی بن کعب)، ان کی زوجہ فاطمہؓ بنت خطاب بن نفیل بن عبدالعزی (ہمشیرہ عمر بن خطابؓ)، اسماء بنت ابی بکرؓ، عائشہؓ بنت ابی بکرؓ (جو اس وقت کم عمر تھیں)، قدامہ بن مظعونؓ (جمحی)، عبداللہ بن مظعونؓ (جمحی)، خباب بن ارتؓ (حلیف بنی زہرہ)، عمیر بن ابی وقاص زہریؓ، عبداللہ بن مسعودؓ (حلیف بنی زہرہ)، مسعودؓ بن فاری، سلیطؓ بن عمرو (برادر بنی عامر بن لوی)، عیاشؓ بن ابی ربیعہ مخزومی، ان کی زوجہ اسماءؓ بنت سلامۃ بن مخزمہ تمیمی۔ خنیسؓ بن حذافہ سہمی، عامرؓ بن ربیعہ (حلیف بنی عدی بن کعب)، عبداللہؓ بن جحش اسدی، ابو احمدؓ بن جحش۔ جعفرؓ بن ابی طالب، ان کی زوجہ اسماءؓ بنت عمیس، حاطبؓ بن حارث (جمحی)، ان کی زوجہ اسماءؓ (۱) بنت مجلل (خواہر بنی عامر بن لوی)، خطابؓ بن حارث، ان کی زوجہ فکیہہؓ بنت یسار، معمرؓ بن حارث بن معمر (جمحی)، سائبؓ بن عثمان بن مظعون، مطالبؓ (۲) بن ازہر بن عبد عوف زہری، ان کی زوجہ رملہؓ بنت ابی

---

(۱) ابن ہشام نے ان کا نام فاطمہ لکھا ہے۔

(۲) ابن ہشام کے نزدیک ان کا نام مطلب ہے۔

عوف بن صبیر(۱) بن سعد(۲)، نعیمؓ بن عبداللہ (برادر بنی عدی بن کعب، نعیمؓ کا لقب نحام ہے)، عامرؓ بن فہیرہ مولی ابی بکر صدیق، خالدؓ بن سعید بن عاص، ان کی زوجہ امینہ بنت خلف بن اسعد بن عامر بن بیاضہ (خزاعی)، حاطبؓ بن عمرو بن عبد شمس (برادر بنی عامر بن لوی)، ابو حذیفہؓ بن عتبہ بن ربیعہ، واقد بن قائد بن عبداللہ بن عزیز(۳) بن ثعلبہ تمیمی (حلیف بنی عدی بن کعب) خالدؓ بن بکیر، عامرؓ بن بکیر، عاقلؓ بن بکیر، ایاسؓ بن بکیر بن عبداللہ(۴) بن ناشب (بنی سعد بن لیث، حلفائے بنی عدی بن کعب)، عمارؓ بن یاسر (حلیف بنی مخزوم)، صہیبؓ بن سنان (حلیف بنی تمیم)۔

ان کے بعد عورتوں اور مردوں نے اکا دکا اسلام قبول کرنا شروع کیا، یہاں تک کہ اس کا چرچا ہونے لگا اور اسلام کی دعوت آشکار ہوگئی۔ جب یہ حضرات اسلام لائے اور اسلام کی دعوت پھیلنا شروع ہوگئی تو قریش مکہ کو یہ چیز ناگوار گزری۔ آنحضرتؐ کے خلاف ان کا غیض و غضب بھڑک اٹھا اور ان کے دلوں میں رسول اللہؐ کے متعلق بغاوت اور حسد کے جذبات امڈ آئے۔ اسلام کے خلاف قریش کا یہ عمومی ردعمل تھا لیکن ان میں بالخصوص کچھ ایسے لوگ بھی تھے جنھوں نے آپؐ کے ساتھ کھلم کھلا عداوت اور مخاصمت کا رویہ اختیار کیا۔ ان کھلے دشمنوں کے نام یہ ہیں:

ابو جہل بن ہشام اور اس کے رفقاء، ابولہب، عبید بن عبد یغوث، عمرو بن طلاطلہ، ولید بن مغیرہ، عاصی بن وائل، امیہ بن خلف، ابی بن خلف (اس نے مکہ میں آنحضرتؐ کے چہرہ مبارک کو ضرر پہنچایا۔) ابو قیس بن فاکہ بن مغیرہ، ابو قیس بن اسلت، حصین یا حصن بن حارث بن سعید بن حجاج (جو زہیر بن ابی امیہ بن مغیرہ ہے)، سائب بن صیفی بن عابد، اسود بن عبدالاسد، عاص بن سعید، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابو سفیان بن حرب، ابوالعاص بن ہشام، عقبہ بن ابی معیط، ابوالاصدا ہذلی (اروی نے اسے دھکا مارا وہ گر پڑا اور ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا)، حکم بن ابی العاص، عدی بن جبر ثقفی، رمعہ بن اسود، ان میں سے جو لوگ آنحضرتؐ کو ایذا رسانی کرتے وہ ابولہب، عقبہ بن ابی معیط، حکم بن ابی العاص اور عدی بن حمراء ثقفی تھے اور ایک اور شخص بھی تھا۔

(۱۸۸) ارشاد ربانی انذر عشیرتک الاقربین (اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو ڈراؤ)

---

(۱) صیرہ بحوالہ ابن ہشام۔ (۲) سعید بحوالہ ابن ہشام

(۳) ابن ہشام کے نزدیک یہ نام غرین ہے۔ (۴) ابن ہشام نے یہ نام عبد یالیل لکھا ہے۔

احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بزرگی سے نوازا تو جس شخص نے آنحضرتؐ کے ساتھ سب سے زیادہ اور مسلسل و پیہم عداوت اور حسد و ظلم کا رویہ اختیار کیا وہ ابو جہل تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ جو تعلیم آپؐ کو دی گئی ہے اسے صاف صاف سنا دیں، اللہ تعالیٰ کا حکم لوگوں تک پہنچائیں اور لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعثت کے بعد ابتدائی تین سال تک خفیہ طریقے سے اسلام کی تبلیغ کرتے رہے۔ اس کے بعد علانیہ دعوت کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو یہ احکام دیے:

(۱) فاصدع بما تومر واعرض عن المشركين ○ (الحجر : ۹٤)

پس اے نبی! جس چیز کا تمہیں حکم دیا جا رہا ہے اسے ہانکے پکارے کہہ دو اور شرک کرنے والوں کی ذرا پروا نہ کرو۔

(ب) وانذر عشيرتك الاقربين ○ واخفض جناحك لمن اتباعك من المومنين ○ (الشعراء: ۲۱٤-۲۱۵)

اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو ڈراؤ، اور ایمان لانے والوں میں سے جو لوگ تمہاری پیروی اختیار کریں ان کے ساتھ تواضع سے پیش آؤ۔

(ج) قل انى انا النذير المبين ○ (الحجر : ۸۹)

کہہ دو کہ میں تو صاف صاف تنبیہ کر دینے والا ہوں۔

(۱۸۹) احمد نے یونس کے حوالہ سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ اس نے کہا: مجھے اس شخص نے بتایا جس نے عبداللہ بن حارث بن نوفل سے سنا اور مجھ سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ میں اس کا نام پوشیدہ رکھوں اور عبداللہ بن حارث نے حضرت ابن عباسؓ کی وساطت سے حضرت علیؓ بن ابی طالب کی یہ روایت نقل کی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت "وانذر عشيرتك الاقربين ○ واخفض جناحك لمن اتبعك من المومنين ○" نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے خیال کیا کہ اگر میں نے اپنی دعوت کو علانیہ پیش کرنے کا قصد کیا تو مجھے قوم کی طرف سے ناروا سلوک سے دوچار ہونا پڑے گا، اس لیے میں نے توقف کیا۔ یکایک میرے پاس جبریلؑ آ گئے اور انہوں

نے کہا کہ "اے محمدؐ! اگر آپؐ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل نہ کی تو آپؐ کا رب آپ کو عذاب دے گا۔" حضرت علیؓ نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا اور بتلایا: "اے علی! مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ میں اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو ڈراؤں۔ لیکن میں نے سمجھا کہ اگر میں نے ان کے سامنے اپنی دعوت علانیہ پیش کی تو وہ میرے ساتھ ناپسندیدہ سلوک کریں گے اس لیے میں ایسا کرنے سے باز رہا یہاں تک کہ میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی عدم تعمیل کی صورت میں عذاب کی وعید سنائی اس لیے اے علی! ہمارے لیے ایک صاع کھانا تیار کراؤ اور اس پر سالم بکری کا پکا ہوا گوشت رکھ دو، نیز دودھ کا ایک لگن مہیا کرو اور بنی عبدالمطلب کو بلا بھیجو۔" حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ میں نے اس ارشاد کی تعمیل کی۔ بنی عبدالمطلب اکٹھے ہوگئے۔ وہ اس وقت تقریباً چالیس مرد تھے جن میں آنحضرتؐ کے چچا ابو طالب، حمزہؓ، عباسؓ اور (خبیث کافر) ابولہب بھی تھے۔ میں نے کھانے کا وہ بڑا برتن ان کے سامنے رکھ دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے ایک ٹکڑا لیا اور اسے دانتوں سے کاٹ کر ملاحظہ فرمایا، پھر وہ برتن سب حاضرین کے سامنے کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ کا نام لے کر کھاؤ۔ سب لوگوں نے پیٹ بھر کر کھایا اور برتن کو خالی کر دیا یہاں تک کہ کھانے کے نشانات صرف ان کی انگلیوں اور زبانوں پر تھے۔ ان میں سے ہر ایک نے اسی طرح کھایا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے علیؓ! اب مشروب سے ان کی تواضع کرو۔" میں دودھ والا برتن بھی لے آیا۔ ان سب نے سیر ہو کر پیا۔ بخدا! ان میں سے ہر ایک نے اسی طرح پیٹ بھر کر پیا لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بات کہنے کا ارادہ کیا تو ابولہب جلدی سے بول اٹھا: "تمہارے اس ساتھی کا جادو کہیں تم پر نہ چل جائے۔" اس طرح ابولہب نے یہ مجلس خراب کر دی اور سب لوگ منتشر ہوگئے۔ آنحضرتؐ اپنی دعوت پیش نہ کر سکے۔ اگلے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے علی! کل کی طرح آج دوبارہ اکل و شرب کی دعوت کا انتظام کرو۔ یہ شخص میرے بات کرنے سے قبل ہی بول پڑا تھا اور تم نے سن لیا ہے جو اس نے کہا۔ اس کو میں اپنی دعوت پیش نہیں کر سکا۔" حضرت علیؓ نے کہا کہ میں نے آنحضرتؐ کے ارشاد کی تعمیل کی اور بنی عبدالمطلب کو اکٹھا کیا۔ آنحضرتؐ نے حسب سابق ان کے سامنے ماحضر پیش کیا، سب نے خوب سیر ہو کر تناول کیا۔ پھر میں نے ان کے سامنے مشروب پیش کیا۔ سب نے سیر ہو کر پیا۔ بخدا! سب لوگوں نے اسی طرح کھایا اور پیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اے بنی عبدالمطلب! مجھے کسی ایسے

عرب جوان کے بارے میں معلوم نہیں جو اپنی قوم کے پاس میری لائی ہوئی دعوت سے بہتر لائحہ عمل لایا ہو، میں تمہارے لیے دنیا و آخرت میں کامیابی کے حصول کا پروگرام لایا ہوں۔"

(۱۹۰) یونس نے ہشام بن عروہ سے اور اس نے اپنے باپ کی وساطت سے عائشہؓ کی روایت پیش کی۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ حارث بن ہشام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: "آپؐ پر وحی کس طرح نازل ہوتی ہے؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میرے پاس فرشتہ یکایک وحی لے آتا ہے اور یہ گھنٹی کی آواز کی طرح ہوتی ہے۔ وحی اخذ کرنے کا یہ تجربہ میرے لیے بڑا اعصاب شکن ہوتا ہے۔ بہرحال جب فرشتہ مجھ سے جدا ہوتا ہے تو وحی میرے سینے میں محفوظ ہوتی ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ فرشتہ میرے پاس انسانی شکل میں آکر ہمکلام ہوتا ہے اور میں اس کی باتوں کو محفوظ کر لیتا ہوں۔"

(۱۹۲) نزول وحی کے بعد آنحضرتؐ کا معمول

یونس نے عمر بن ذر کی وساطت سے مجاہد کی یہ روایت نقل کی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کا نزول ہوتا تو آپؐ پہلے اسے مردوں کے سامنے تلاوت کرتے پھر عورتوں کے سامنے۔

(۱۹۳) یونس نے ابی معشر سے اور اس نے سعید مقبری کی وساطت سے ابوہریرہؓ کی یہ روایت نقل کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اولاد عبد مناف! اے اولاد عبدالمطلب! اے فاطمہ محمد کی بیٹی! اے صفیہ رسول اللہؐ کی پھوپھی! تم لوگ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے بچاؤ کیونکہ میں اللہ کی گرفت سے تم کو بچانے کا کوئی اختیار نہیں رکھتا، البتہ میرے مال میں سے تم جو چاہو مجھ سے مانگ سکتے ہو۔ جان لو کہ قیامت کے روز سب سے پہلے متقی لوگ آئیں گے۔ اگر تم میری قرابت کے ساتھ تقویٰ اختیار کرو گے تو یہ تمہارے لیے اور میرے لیے کامیابی ہوگی۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ دوسرے لوگ اعمال لے کر آئیں اور تم دنیا کو اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے آؤ۔ ایسی صورت میں تم سے کنارہ کشی اختیار کروں گا۔ تم مجھے پکارو گے۔ یا محمدؐ! اور میں اس طرح کروں گا۔" اس پر آنحضرتؐ نے اپنا منہ پھیر لیا اور فرمایا: "تم پھر کہو گے اے محمدؐ! اور میں اس کا جواب اس طرح دوں گا۔" اور آنحضرتؐ نے اپنا رخ دوسری طرف پھیر لیا۔

(۱۹۴) مشرکین کی عداوت

احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ نماز پڑھنے کے لیے گھاٹیوں میں چلے جاتے تھے اور اپنی قوم کے لوگوں سے چھپ کر نماز پڑھتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ مکہ کی گھاٹیوں میں سے کسی گھاٹی میں نماز ادا کر رہے تھے، اس دوران میں مشرکین کا ایک گروہ ان کے پاس چلا گیا ان کے ساتھ مقابلے پر اتر آیا اور ان کی نماز کو برا بھلا کہا یہاں تک کہ مشرکین لڑائی پر آمادہ ہوگئے اور مسلمانوں کو بھی اپنا دفاع کرنا پڑا۔ سعد بن ابی وقاصؓ نے مشرکین کے ایک آدمی کے سر پر اونٹ کے جبڑے کی ہڈی دے ماری اور اس کا سر پھوڑ دیا۔ یہ پہلا خون تھا جو اسلام کے بارے میں بہایا گیا۔

جب قریش نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان باتوں سے باز نہیں آتے جو انہیں سخت ناپسند ہیں اور ان کے معبودوں کی عیب چینی کرتے رہتے ہیں اور آپؐ کے چچا ابو طالب آپؐ کے ساتھ شفقت کرتے ہیں اور آپؐ کی حمایت پر کمربستہ ہیں اور آپؐ کو ان کے حوالے کرنے کے لیے تیار نہیں تو قریش کے قابل ذکر سرداروں میں سے مندرجہ ذیل اشخاص ابو طالب کے پاس گئے:

عتبہ بن ربیعہ، شیبہ، ابوسفیان، ابوالبختری، اسود بن مطلب، ولید بن مغیرہ، ابو جہل، عاصی بن وائل، منبہ و نبیہ پسران حجاج۔

ان کے ہمراہ شاید اور شخص بھی تھے۔ انھوں نے کہا: "اے ابو طالب! آپ کے بھتیجے نے ہمارے معبودوں کی برائی کی، ہمارے دین کی عیب چینی کی، ہماری عقلوں کو حماقت قرار دیا اور ہمارے باپ دادا کو گمراہ ٹھہرایا، لہذا اب یا تو اسے ان باتوں سے باز رکھیں یا ہمارے اور اس کے درمیان سے ہٹ جائیں۔ ہم اس سے نمٹ لیں گے کیونکہ آپ خود بھی تو ہماری طرح اس کے لائے ہوئے دین کے خلاف ہیں۔ ابو طالب نے اس کے ساتھ نرم باتیں کیں اور انھیں اچھے طریقے سے ٹھنڈا کیا اور وہ واپس چلے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب معمول دین کی تبلیغ جاری رکھی اور آپ لوگوں کو دین کی طرف دعوت دیتے رہے۔

پھر قریش نے باہم مشورہ کیا کہ جس جس قبیلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ

نے اسلام قبول کیا ہے وہ قبیلہ ان مسلمانوں کو اذیت پہنچائے۔ چنانچہ ہر قبیلہ اپنے میں کے مسلمان پر ٹوٹ پڑا۔ انھیں تعذیب کا نشانہ بنایا اور فتنہ میں مبتلا کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت و حفاظت آنحضرتؐ کے چچا ابو طالب نے کی۔ جب انہوں نے بنی ہاشم اور بنی مطلب کے بارے میں قریش کا طرز عمل دیکھا تو انہوں نے بنی ہاشم اور بنی مطلب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت و حفاظت کے لیے آمادہ کیا۔ وہ سب اکٹھے ہو گئے۔ انہوں نے ابو طالب کا ساتھ دیا اور ابو طالب کی اس پکار پر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت کی جائے لبیک کہا، ماسوائے ابولہب کے جس نے اس معاملہ میں بنی ہاشم کا ساتھ نہ دیا۔ بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب بھی ایک معاہدہ کے ذریعہ سے ایک دوسرے کے حلیف تھے دیگر بنی عبد مناف اس معاہدہ میں شریک نہ تھے۔ ابو طالب نے اس موقعہ پر یہ اشعار کہے:

حتی متی نحن علی فتنة

یا هاشم والقوم فی محفل

اے بنی ہاشم! ہم کب تک فتنے کا شکار رہیں گے جبکہ قوم من حیث المجموع ہمارے خلاف متحد ہے۔

یدعون بالخیل علی رقبة

منا لدی الخوف وفی معزل

وہ خوف کے مارے ایک کنارے پر کھڑے ہو کر سواروں کو نگہبانی اور حفاظت کے لیے بلا رہے ہیں۔

کالرحبة السوداء یعلو بها

سرعانها فی سبب مجفل

ان کی مثال ایسی ہے کہ جب وہ وسیع اور کشادہ سبزہ زار میں ہوتے ہیں تو ان کے تیز سوار ابھرتے ہیں لیکن کھلے مقابلہ کے میدان میں راہ فرار اختیار کرتے ہیں۔

علیهم الترك علی رعلة

مثل القطا الشارب المهمل

انھیں لازم ہے کہ وہ جنگ میں خواہ مخواہ بڑھ چڑھ کر حصہ نہ لیں اور ان کا طرز عمل قطا پرندہ (بھٹ تیتر) کی طرح نہ ہونا چاہیے جو بے مقصد ایک طرف کو نکل جاتا ہے۔

یا قوم ذودوا عن حماکم

بکُل مفصال علیٰ مسبل

اے قوم! اپنی چراگاہ کی حفاظت کرو اور شمشیر براں کے ساتھ ہر متکبر کے سر کو کچل کر رکھ دو۔

وقد شهدت العرب فی

فتیة عند الوغاء فی عثیر القسطل

عرب یہ دیکھیں گے کہ گرد و غبار کی دھول میں ہمارے نوجوان معرکہ کارزار میں بر سرپیکار ہوکر جرات و مردانگی کے جوہر دکھائیں گے۔

جب بنو ہاشم اکٹھے ہوگئے اور بنو مطلب بھی ان کے ساتھ شامل ہوگئے اور ابو طالب نے دیکھا کہ بنو مطلب کی شمولیت کے باعث بنو ہاشم طاقتور ہوچکے ہیں اور یہ کہ دیگر قریش ان کی عداوت پر کمربستہ ہیں تو ابو طالب نے قوم کی دشمنی کو الم نشرح کردیا اور ان کے ساتھ جنگ کی طرح ڈال دی۔ اس موقعہ پر ابو طالب نے یہ اشعار کہے:

منعت الرسول رسول الملیك

ببیض تلالا کلمع البریق

میں نے اس رسولؐ کی حفاظت کی جو خدا کا رسول ہے۔ یہ کاروائی میں نے سفید تلواروں کے ساتھ کی جو بجلی کی طرح چمکتی ہیں۔

بضرب یزبر دون التهاب

جذار البوادر کالجنفقیق

میں ان پر مضبوط اور کاری ضرب غصہ کے بغیر سنجیدگی کے ساتھ لگاتا ہوں اور یہ ضرب تلوار کی تیزی کے باعث شانوں کو کاٹ دیتی ہے۔

اذب داحمی رسول الملیك

حمایة یحام علیه شفیق

میں خدا کے رسول کی بکثرت زیارت کرتا ہوں اور ان کی حفاظت کرتا ہوں۔ میں یہ حفاظت مسلسل اور پیہم کرتا ہوں جس طرح ایک مشفق کیا کرتا ہے۔

وما ان ادب لا لاعدائه

ربيب البكار حذار الفنيق

اگر میں آنحضرتؐ کے دشمنوں کے لیے آہستہ چال چلوں تو میں ان جوان اونٹوں کی چال نہیں چلتا جو اصیل نسل کشی کے سانڈ اونٹوں سے بچتے ہوئے چلتے ہیں۔

ولكن ازير لهم ساميا

كما زاد ليث بغيل مضيق

بلکہ میں ان کے مقابلے میں سر کو اونچا کر کے اس طرح دھاڑتا ہوں جس طرح تنگ کرنے والا شیر نر دھاڑتا ہے۔

جب ابوطالب نے بنی ہاشم اور بنی مطلب کی یہ حالت دیکھی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں آپؐ کے ساتھ کوشاں ہیں اور آپ کے ساتھ شفقت کا سلوک کرتے ہیں تو وہ اس سے خوش ہوئے اور انہوں نے ان کی تعریف کی اور انھیں پرانے واقعات یاد دلائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت اور مرتبے کا ذکر کیا تاکہ آپؐ کے بارے میں ان کی رائے پختہ ہو جائے اور وہ آپؐ سے مشفقانہ سلوک کریں۔ چنانچہ ابوطالب نے یہ اشعار کہے:

اذا اجتمعت قريش لمفخر

فعبد مناف سرها وصميمها

جب قریش کسی قابل افتخار کارنامہ کے لیے اکٹھے ہوئے تو اس مہم میں بنی عبد مناف نے اپنے آپ کو قریش کی روح رواں ثابت کیا۔

وان حصلت اشراف عبد منافها

ففى هاشم اشرافها وقديمها

پھر جب ان میں سے بنی عبد مناف کے شرفاء کا انتخاب کیا گیا تو یہ شرفاء اور سردار بنی ہاشم کے گھرانے میں پائے گئے۔

وان فخرت يوما فان محمدا

هو المصطفى من سرها وكريمها

اگر کسی دن بنی ہاشم نے فخر کیا تو ان میں سے محمد مصطفیٰ ہی ان کی جان اور صاحب شرافت ثابت ہوئے۔

تداعت قريش غثها وسمينها

علينا فلم تظفروا طاشت حلومها

قریش کے چھوٹے بڑے تمام لوگوں نے ہمارے خلاف متحدہ محاذ بنالیا، لیکن ان کی کوشش کامیاب نہ ہوئی بلکہ ان کی عقل ماری گئی اور ان کے منصوبے ناکام ہوگئے۔

وكنا قديما لا نقر ظلامة

اذا ما ثنوا صعرا لخدود نقيمها

ہمارا یہ طریقہ ہمیشہ سے چلا آرہا ہے کہ ہم ظلم کو قائم نہیں رہنے دیتے اور جب لوگ تکبرو غرور سے اپنے رخساروں کو ٹیڑھا کرتے ہیں تو ہم انھیں سیدھا کر دیتے ہیں۔

ونحمي حماها كل يوم كريهة

ونضرب عن اعجازها من يرومها

ہر مکروہ جنگ کے موقعہ پر ہم اس کی چراگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں اور جو کوئی اس کے استیصال کا ارادہ کرتا ہے ہم اس کو ضربیں رسید کرتے ہیں۔

(۱۹۵) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا کہ جب بنوہاشم نے ابولہب کے معاندانہ طرز عمل کے خلاف محاذ بنالیا اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت میں دیگر قریش کا ساتھ دیا تو ابو طالب نے کھل کر اس کی ہجو کی۔ ابولہب کی ماں کا نام لبنیٰ بنت حاجر تھا اور وہ خزاعیہ تھی۔ اور ابو طالب، عبداللہ (والد ماجد رسول اللہؐ) اور زبیر کی ماں کا نام فاطمہ بنت عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم تھا۔ ابو طالب نے ابولہب کی ماں کے حوالہ سے اس کی طرف اشارہ کیا۔ اس کی ماں کو سماحیج کہا جاتا تھا۔ ابو طالب نے اس کے خلاف یہ سخت اشعار کہے:

مستعرض الاقوام بخبرهم

عذری وما ان جئت من غدار

میں لوگوں کو ان کے بارے میں خبر دے کر معذرت پیش کرتا ہوں اور ایسا کر کے میں نے کسی

بد عہدی کا ارتکاب نہیں کیا۔

فاجعل فلانة وابنها عوضا

لکرائم الاکفا والصهر

فلاں عورت اور اس کے بیٹے کو شریف میل کے رشتوں اور سسرالی رشتوں کی ضد سمجھو۔

واسمع نوادر من حديث صادق

تهوين مثل جنادل الصخر

ایک سچے شخص کے واقعہ کے بارے میں ان سے عجیب و غریب باتیں سنو یعنی یہ کہ چٹان کے ان پتھروں کو کمزور قرار دیا جا رہا ہے۔

انا بنوام الزبير و فحلها

حملت بنا للطيب (....۱) والظهر

ہم ام زبیر اور اس کے اصیل خاوند کی اولاد ہیں۔ ہم اصیلوں کے صلب سے ہیں اور ہماری مائیں پاکدامن ہیں۔

فحرمت منا صاحبا ومؤازرا

واخا على السراء والضر

ہم سے ہمارے ایک ساتھی، مددگار اور بھائی کو ہم سے خوشحالی اور بدحالی میں ہم سے جدا کر دیا گیا ہے۔

ابن اسحاق نے کہا کہ جب ابو طالب نے اپنی قوم کی مخالفت کے علی الرغم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید کا فیصلہ کر لیا اور وہ اس پر مضبوطی سے کاربند ہو گئے اور قوم آنحضرتؐ کی عداوت اور مخالفت پر کمربستہ ہو گئی تو ابو طالب نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

ما ان جنينا من قريش عظيمة

سوى ان منعنا خير من وطی التربا

اگر ہم قریش کی طرف سے سخت مصیبت میں مبتلا کیے گئے ہیں تو یہ صرف اس وجہ سے ہے کہ ہم

---

(۱) اصل متن جس سے یہ نسخہ مرتب کیا گیا ہے، اس میں یہاں خلا ہے۔

نے اس شخص کی حفاظت کا بیڑا اٹھایا ہے جو زمین پر چلنے والوں میں سے بہترین ہے۔

اخا ثقة للنائبات مرزا

کریما منساہ لا لئیما ولا زربا

وہ قابل اعتماد بھائی ہے، مصیبتوں میں جس کی پناہ لی جاتی ہے، وہ نجیب الطرفین ہے، ملامت زدہ ہے اور جی حضوری نہیں ہے۔

فیال اخوینا عبد شمس و نوفلا

فیا کما ان تسعرا بیننا حربا

اے ہمارے دو بھائیو! یعنی بنی عبد شمس اور بنی نوفل! تمہیں یہ چیز زیب نہیں دیتی کہ تم ہمارے درمیان جنگ کی آگ بھڑکاؤ۔

وان تصبحوا من بعد ود و الفة

احا بیش فیها کلکم یشتکی النکبا

اگر تم محبت و الفت کے بعد احابیش کا کردار ادا کرو تو تم میں سے ہر ایک مصیبت و نکبت کی شکایت کرے گا۔

الم تعلموا ما کان فی حرب داحس

ورھط ابی یکسوم اذ ملؤا الشعبا

کیا تم نہیں جانتے کہ حرب داحس میں کیا ہوا اور ابو یکسوم (ابرہہ) کے لشکر کے ساتھ کیا پیش آیا جبکہ انھوں نے گھاٹیوں کو بھر دیا تھا۔

فو اللہ لولا اللہ لا شی غیرہ

لاصبحتم لا تملکون لنا سربا

بخدا! اگر اللہ نہ ہوتا تو کچھ بھی نہ ہوتا (یعنی ہم سب ناپید ہوتے) اور تمہاری یہ حالت ہوتی کہ تمہارے پاس کوئی رستہ نہ ہوتا جس پر چل کر ہم تمہارے پاس آتے۔

(۱۹۶) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق سے اور اس نے محمد بن ابی محمد سے اور اس نے سعید بن جبیر یا عکرمہ کے حوالہ سے ابن عباسؓ کی یہ روایت نقل کی کہ قریش کے کچھ لوگ ولید بن مغیرہ

کے ہاں اکٹھے ہوئے، وہ ان سب سے زیادہ عمر رسیدہ تھا۔ حج کا موسم آچکا تھا۔ ولید بن مغیرہ نے حاضرین سے کہا: "حج کا زمانہ آگیا ہے اس موقعہ پر حاجیوں کے وفود تمام عرب سے تمہارے پاس آئیں گے۔ انہوں نے تمہارے اس رفیق (حضرت محمدؐ) کا حال تو سن ہی لیا ہے، اس لیے ان کے متعلق کوئی ایک بات طے کرلی جائے ایسا نہ ہو کہ تم ان کے خلاف مختلف الزام عائد کرو اور اس طرح خود ہی ایک دوسرے کو جھٹلاؤ اور ایک دوسرے کی تردید کرتے جاؤ۔" انہوں نے کہا: "اے ابو عبد شمس! آپ ہی ان کے بارے میں کوئی رائے تجویز کریں ہم سب اس کی تعمیل کریں گے۔" ولید نے کہا: "تم لوگ اپنی تجاویز پیش کرو، میں سنتا ہوں۔" کچھ لوگوں نے کہا: "ہم محمدؐ کو کاہن کہیں گے۔" ولید نے کہا: وہ کاہن تو نہیں ہے، میں نے کاہنوں کو دیکھا ہے۔ یہ قرآن کاہنوں کی گنگناہٹ اور ان کے مسجع فقرات کی طرح نہیں ہے۔" انھوں نے کہا: "ہم انھیں مجنون کہیں گے۔" ولید نے کہا: "وہ مجنون نہیں ہے۔ ہم نے پاگلوں کو دیکھا ہے اور ان کے حالات سے ہم باخبر ہیں۔ تمہارا یہ رفیق نہ بہکی بہکی باتیں کرتا ہے نہ الٹی سیدھی حرکات کرتا ہے اور نہ وسوسوں کا شکار ہے۔" انھوں نے کہا: "ہم انھیں شاعر کہیں گے۔" ولید نے کہا: "وہ شاعر بھی نہیں ہیں ہم جملہ اصناف سخن رجز، ہزج، قریض، مقبوض اور مبسوط سے واقف ہیں۔ ان کے کلام پر شاعری کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔" انہوں نے کہا: "ہم انھیں ساحر کہیں گے۔" ولید نے کہا: "وہ ساحر بھی نہیں ہیں، جادوگروں اور ان کے طور طریقوں سے ہم واقف ہیں لیکن یہ تو گرہوں میں پھونکنے کا عمل نہیں کرتے اور یہ بات بھی ان پر چسپاں نہیں ہوتی۔" پھر انھوں نے کہا: "اے ابو عبد شمس! پھر تم ہی بتاؤ کہ ہم ان کے متعلق کیا پروپیگنڈہ کریں؟" ولید نے کہا: "بخدا! ان کے کلام میں شیرینی ہے۔ اس کلام کی جڑیں پھیلی ہوئی اور مستحکم ہیں اور اس کی شاخیں ثمردار ہیں۔ اپنی تجاویز کے مطابق تم جو بات بھی کروگے میں سمجھتا ہوں کہ وہ باطل قرار دی جائے گی۔ قریب ترین بات جو کہی جاسکتی ہے وہ یہ ہے کہ تم ان کے بارے میں کہو کہ یہ شخص جادوگر ہے جو آدمی کو اس کے باپ، بھائی، بیوی اور اہل خاندان سے جدا کر دیتا ہے۔" ولید کی یہ بات سن کر سب حاضرین منتشر ہوگئے۔ انہوں نے حاجیوں کے وفود کے پاس جانا شروع کیا اور زائرین میں سے جس کے ساتھ ملاقات ہوتی اسے آپ سے ڈراتے اور حاجیوں کو آپؐ کے بارے میں بتلا کر انھیں ہوشیار رہنے کی تلقین کرتے۔ ولید بن مغیرہ کی اس شرانگیزی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے سورہ مدثر میں اس کے متعلق فرمایا:

"ذرنی ومن خلقت وحیداo سے لے کر ساصلیه سقر" تک۔

جس کا ترجمہ درج ذیل ہے:

"چھوڑ دو مجھے اور اس شخص کو جسے میں نے اکیلا پیدا کیا، بہت سا مال اس کو دیا، اس کے ساتھ حاضر رہنے والے بیٹے دئے، اور اس کے لیے ریاست کی راہ ہموار کی، پھر وہ طمع رکھتا ہے کہ اسے میں اور زیادہ دوں۔ ہرگز نہیں، وہ ہماری آیات سے عناد رکھتا ہے، میں تو اسے عنقریب ایک کٹھن چڑھائی چڑھواؤں گا۔ اس نے سوچا اور کچھ بات بنانے کی کوشش کی، تو خدا کی مار اس پر، کیسی بات بنانے کی کوشش کی۔ ہاں، خدا کی مار اس پر، کیسی بات بنانے کی کوشش کی۔ پھر (لوگوں کی طرف) دیکھا۔ پھر پیشانی سکیڑی اور منہ بنایا۔ پھر پلٹا اور تکبر میں پڑ گیا۔ آخر کار بولا کہ یہ کچھ نہیں ہے مگر ایک جادو جو پہلے سے چلا آ رہا ہے۔ یہ تو ایک انسانی کلام ہے، عنقریب میں اسے دوزخ میں جھونک دوں گا۔"

وہ لوگ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ پر نازل شدہ پیغام کے بارے میں مختلف باتیں بتاتے تھے، ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

الذین جعلوا القرآن عضینo فوربك لنسئلنهم اجمعینo (الحجر: ۹۱۔ ۹۲)

جنھوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا ہے تو قسم ہے تیرے رب کی، ہم ان سب سے ضرور پوچھیں گے۔

یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق لوگوں سے اسی قسم کا پروپیگنڈہ کرتے اور جس سے بھی ملتے اسے آنحضرتؐ سے برگشتہ کرنے کی کوشش کرتے۔ چنانچہ حج سے واپسی پر لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ خبریں اپنے علاقوں میں لے گئے اس طرح آنحضرتؐ کا ذکر عرب کے تمام شہروں میں پھیل گیا اور آپؐ کا چرچا ہونے لگا۔

(۱۹۷) یونس نے ابی معشر کی وساطت سے اللہ تعالیٰ کے فرمان ـــ وقالوا قلوبنا فی اکنه(۱) ـــ کے متعلق محمد بن قیس کی یہ روایت نقل کی کہ قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا: "آپ جو کچھ کہتے ہیں وہ برحق نہیں ہے۔ بخدا! جس چیز کی طرف آپؐ ہمیں بلا رہے ہیں اس کے لیے ہمارے دلوں پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں، ہمارے کان بہرے ہو گئے ہیں اور ہمارے اور آپؐ کے درمیان ایک حجاب

(۱) اور کہنے لگے کہ جس چیز کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو اس سے ہمارے دل پردوں میں ہیں۔ (حم السجدہ: ۵)

حائل ہوگیا ہے۔(۱) آپؐ کی باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں۔"

(۱۹۸) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا کہ جب قریش نے دیکھا کہ ابو طالب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر ان کے سپرد کرنے اور اس جھگڑے کو سمیٹنے پر کسی طرح راضی نہیں ہوتے اور وہ قوم سے جدائی اور اس سے جدائی تک آنحضرتؐ کی خاطر مول لینے پر تیار ہیں تو وہ عمارہ بن ولید بن مغیرہ کو لے کر ان کے پاس گئے اور حسب روایت ان سے کہا: "اے ابو طالب! ہم آپؐ کے پاس یہ قریش کا ایک خوبصورت اور بہادر نوجوان عمارہ بن ولید لائے ہیں اسے لے لیجئے اس کی ساری کارگذاری آپ سے متعلق رہے گی، آپ اسے لے کر بیٹا بنالیں یہ آپ ہی کا ہے اور اس کے بدلے اپنے اس بھتیجے کو ہمارے حوالے کردو جس نے آپ کے اور آپ کے آباء واجداد کے دین کی مخالفت کی، آپ کی قوم میں پھوٹ ڈال دی اور سب لوگوں کی عقل کو حماقت سے تعبیر کیا۔ ہم ایک آدمی دے کر دوسرا لیتے ہیں تاکہ اسے قتل کردیں۔ اس طرح قوم میں پھوٹ نہیں پڑے گی اور انجام کار بھی ایسا کرنا بہتر رہے گا۔" ابو طالب نے ان سے کہا: "بخدا! تم نے میرے ساتھ انصاف نہیں کیا، تم مجھے اپنا بیٹا دیتے ہو کہ میں اسے پالوں اور میرا بھتیجا مجھ سے مانگتے ہو کہ تم اسے قتل کرڈالو۔ خدا کی قسم! یہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔ کیا تم یہ نہیں جانتے کہ جب کسی اونٹنی کا بچہ گم ہوجائے تو اس کی مامتا کی تسکین کسی دوسرے بچے کے ذریعے سے نہیں ہوسکتی۔" مطعم بن عدی بن نوفل (برادر ہاشم) بن عبد مناف نے اس سے کہا: "اے ابو طالب! تمہاری قوم نے تمہارے ساتھ انصاف کیا ہے مگر میں دیکھتا ہوں کہ تم ان کی کوئی بات قبول نہیں کرتے۔" ابو طالب نے مطعم بن عدی کو جواب دیا: "بخدا! تم لوگوں نے مجھ سے انصاف نہیں کیا اور تم مجھے چھوڑ کر میرے خلاف لوگوں کا ساتھ دے رہے ہو، اچھا کرو جو تمہارا جی چاہے۔" (ابو طالب نے اسی قسم کا جواب دیا) اس پر بات بڑھ گئی اور لڑائی ٹھن گئی۔ لوگوں نے ایک دوسرے کو پکارا اور ایک دوسرے کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ چنانچہ اس موقع پر ابو طالب نے مطعم اور بنی عبد مناف میں سے علیحدگی اختیار کرنے والوں اور دیگر قبائل قریش میں سے دشمنی کرنے والوں پر تعریض کی اور یہ اشعار کہے۔

(۱) یعنی آپ کی اس تبلیغ نے ہمارے اور آپ کے درمیان افتراق پیدا کردیا ہے اور یہ ایک ایسی رکاوٹ ہے کہ اس کی موجودگی میں ہمارا اور آپ کا ملاپ نہیں ہوسکتا۔

الاقل لعمرو والولید و مطعم
الا لیت حظی من حیاطتکم بکر

خبردار! عمرو اور ولید اور مطعم سے کہہ دو۔ وہ بھی سن لیں کہ کاش تمہاری نگہداشت میں کا ایک جوان اونٹ مجھے مل جائے۔

من الخور حبحاب کثیر رغاؤه
یرش علی الساقین من بوله قطر

جو نحافت اور لاغری کے باعث پست قد اور بد شکل ہو چکا ہو اور بہت بلبلاتا ہو اور اس کے بول کے قطرے اس کی دونوں پنڈلیوں پر ٹپکے پڑتے ہوں۔

تخلف خلف الورد لیس بلاحق
اذا ما علی الفیفاء وتحسبه وبر

پانی پینے کے لیے جانے والے اونٹوں سے پیچھے رہ جاتا ہو اور ان سے مل نہ سکتا ہو جب کسی فراخ بیابان میں چلا جائے تو تو اسے گربہ نما ایک چھوٹا سا جانور سمجھے۔

اری اخوینا من ابینا وامنا
اذا سئلا قال الی غیرنا الامر

میں اپنے دو بھائیوں کو دیکھتا ہوں جو ہمارے باپ اور ہماری ماں سے ہیں کہ جب ان سے کوئی سوال کیا جاتا ہے تو وہ دونوں کہتے ہیں کہ یہ معاملہ دوسروں کے اختیار میں ہے۔

یلی لهما امر ولکن تجر جما کما جرجمت
من راس ذی العلق الصخر

معاملہ تو ان کے اختیار میں ہے لیکن وہ اپنے مقام و مرتبہ سے گر کر شکستہ ہو چکے ہیں اور ان کی حالت اس پتھر کی سی ہے جو ذی علق پہاڑ کی چوٹی سے گر کر شکست و ریخت کا سامان ہو جائے۔

هما اغمز اللقوم فی اخویهما
وقد اصبحا منهم اکفهما صفر

انھوں نے قوم کے روبرو اپنے بھائیوں کی عیب چینی کی اور ان کی شان گھٹائی اور اب یہ حالت ہے کہ ان دونوں کی ہتھیلیاں بھائیوں سے خالی ہو گئی ہیں۔

اخص خصوصا عبد شمس و نوفلا
هما نبذانا مثل ما نبذ الجمر

بالخصوص میری مراد بنی عبد شمس اور بنی نوفل سے ہے ان دونوں نے ہمیں اس طرح اپنے سے جدا کر دیا ہے جس طرح آگ کی چنگاری کو پھینک دیا جاتا ہے۔

فاقسمت لا ینفك منهم مجاور
یجاورنا مادام من نسلنا شفر

میں نے قسم کھالی ہے کہ ان میں کا کوئی آدمی ہمارے پڑوس میں نہیں رہ سکتا جب تک ہماری نسل میں سے ایک آدمی بھی زندہ باقی ہے۔

هما اشرکا فی المجد من لا اخاله
من الناس الا ان یرس له ذکر

ان دونوں نے لوگوں میں سے ایسے شخص کو بزرگی میں شریک کر لیا ہے جس کی کوئی برادری نہیں ہے لیکن اس کی ذات کی حد تک اس کی تھوڑی سی شہرت ہو تو ہو۔

ولیدا ابوه کان عبدا لجدانا
الی علجة زرقاء جاش بها البحر

انہوں نے ولید کے ساتھ اشتراک کر لیا ہے جس کا باپ ہمارے دادا کا غلام تھا اور سب نیلے گدھے اکٹھے ہو گئے ہیں جن کی وجہ سے سمندر جوش میں آ گیا ہے یعنی جنگ کی آگ بھڑک اٹھی ہے۔

وتیم و مخزوم وزهرة منهم
وکانوا لنا مولی اذا ابتغی النصر

بنی تیم اور بنی مخزوم اور بنی زہرہ نے بھی ان ہی کی رفاقت اختیار کر لی حالانکہ جب امداد طلب کی گئی تو وہ ہمارے حامی تھے۔

فقد سفهت احلامهم وعقولهم
وکانوا کجفر شرها جهلت جفر

وہ احمق قرار پائے اور ان کی عقلیں ماری گئیں۔ وہ جفر کی طرح ہو گئے بلکہ ان کے شر نے جفر کو بھی بھلا دیا۔

باب ۲۰

مسلمانوں پر ظلم و ستم اور تشدد

(۱۹۹) پھر قریش کے سردار ایک دوسرا وفد لے کر ابو طالب کے پاس گئے اور کہا: "اے ابو طالب! آپ ہمارے درمیان عمر رسیدہ بزرگ ہیں اور شرافت اور قدر و منزلت کے مالک ہیں۔ ہم نے آپ سے گزارش کی تھی کہ آپ اپنے بھتیجے کی حمایت ترک کر دیں تاکہ ہم اسے قتل کر دیں یا وہ ہمارے معبودوں کو گالیاں دینے، ہمارے باپ دادا کی برائی اور ہمارے دین کی عیب چینی سے باز آجائے۔ اب یا تو آپ اسے روکیں یا ہماری اور آپ کی جنگ ہوگی۔ ہم نے آپ سے معذرت طلب کی تھی اور ہماری خواہش تھی کہ ہمیں آپ کی دشمنی اور آپ سے محاذ آرائی سے نجات حاصل ہو جائے گی۔ ہمارے خیال میں اس معاملے کا یہی حل ہے۔ آپ اس بارے میں سوچیں اور ہمیں اپنے فیصلہ سے مطلع فرمائیں۔"

(۲۰۰) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: یعقوب بن عتبہ بن مغیرہ بن اخنس نے مجھے بتایا کہ جب قریش نے ابو طالب کو یہ الٹی میٹم دیا تو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا بھیجا اور آپؐ سے کہا: "بھتیجے! آپؐ کی قوم نے آکر مجھ سے یہ یہ باتیں کہی ہیں اور ان کی باتوں سے ظاہر ہوگیا ہے کہ انھوں نے میرے خلاف اعلان جنگ کر دیا ہے۔ آپؐ میرے لیے بھی اور اپنے لیے بھی جینے کی کچھ گنجائش باقی رہنے دیں اور آپؐ مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈالیں کہ نہ میں اسے اٹھا سکوں اور نہ آپؐ اٹھا سکیں۔ اس لیے آپؐ اپنی قوم سے ایسی باتیں کہنا چھوڑ دیں جو انہیں ناگوار ہیں اور جن کی وجہ سے ہمارے اور ان کے درمیان تفریق واقع ہوگئی ہے۔" اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گمان کیا کہ میرے چچا کی پوزیشن نازک ہوگئی ہے ان کے لیے میری حمایت کرنا مشکل ہوگیا ہے اور وہ اس سے دست بردار ہونے اور مجھے میرے حال پر چھوڑ دینے کے لیے مجبور ہو چکے ہیں اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "چچا جان! اگر میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی

رکھ دیا جائے پھر بھی میں یہ کام نہیں چھوڑوں گا۔ یہاں تک کہ یا تو اللہ تعالیٰ اسے کامیاب فرمادے یا میں اپنے مقصد کے حصول میں ہلاک ہو جاؤں۔" پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں فرط جذبات کے باعث آنسو امڈ آئے اور آپؐ رو دیے۔ جب آپؐ جانے لگے تو ابو طالب نے یہ دیکھ کر کہ حضورؐ پر اس بات کا کیسا ناگوار اثر ہوا ہے، آنحضرتؐ کو پکارا: "بھتیجے! واپس آؤ۔" آنحضرتؐ واپس آگئے تو ابو طالب نے کہا: "آپؐ اپنا مشن جاری رکھیں اور جو کچھ کرنا چاہیں کریں۔ بخدا! میں کسی چیز کی وجہ سے آپؐ کو دشمنوں کے حوالے نہ کروں گا۔"

(۲۰۱) یونس نے طلحہ بن یحییٰ بن طلحہ بن عبیداللہ کی وساطت سے موسیٰ بن طلحہ کی روایت نقل کی۔ موسیٰ نے کہا: مجھے عقیل بن ابی طالب نے خبر دی کہ قریش ابو طالب کے پاس آئے اور انہیں کہا: "تمہارا یہ بھتیجا ہماری مجلسوں میں اور ہماری مسجد میں (یعنی ہر جگہ) ہماری ایذا رسانی کے درپے ہے آپ اسے روکیں۔" ابو طالب نے کہا: "اے عقیل! جاؤ اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بلا لاؤ۔" چنانچہ میں گیا اور آپؐ کو ایک چھوٹے سے مکان سے نکال کر لے آیا۔ راوی کا بیان ہے کہ یہ سخت گرمی کا موسم تھا اور دوپہر کا وقت تھا۔ آنحضرتؐ گرمی کی شدت سے بچاؤ کے لیے سایہ میں چلنے کی کوشش کرتے تھے، جب آنحضرتؐ تشریف لائے تو ابو طالب نے آپؐ سے کہا: "آپؐ کے ان چچیرے بھائیوں کا گمان ہے کہ آپؐ مجلس و مسجد میں ان کی ایذا رسانی کے درپے ہیں، آپؐ کو چاہیے کہ آپؐ ان کے لیے اذیت کا باعث نہ بنیں۔" آپؐ نے اپنی نگاہ آسمان کی جانب اٹھائی اور فرمایا: "کیا تم اس سورج کو دیکھتے ہو؟" انہوں نے کہا: "ہاں۔" پھر آپؐ نے فرمایا: "میں تمہاری وجہ سے اپنے اس کام کو چھوڑنے کی قدرت نہیں رکھتا جس طرح تم اس سورج سے شعلہ حاصل کرنے پر قادر نہیں ہو۔" اس پر ابو طالب نے قریش کے وفد کو کہا: "بخدا! میرے بھتیجے نے ہمارے ساتھ کبھی جھوٹی بات نہیں کہی، اس لیے تم چلے جاؤ اور مجھے معذور سمجھو۔"

(۲۰۲) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی یہ روایت نقل کی کہ جب ابو طالب نے رسول اللہ صلی اللہ علی وسلم کی حمایت و نصرت اور قوم کی عداوت و مفارقت کے برخلاف آنحضرتؐ کے دفاع کا فیصلہ کر لیا تو یہ اشعار کہے:

والله لن يصلوا اليه بجمعهم

حتى اوسد فى التراب دفينا

بخدا! قریش اپنی جمعیت کے باوجود (آنحضرتؐ کو نقصان پہنچانے کے لیے) آپؐ کے قریب ہرگز نہیں پہنچ سکیں گے جب تک کہ میں مٹی میں دفن ہوکر لیٹ نہ جاؤں۔

امض لامرك ما عليك غضاضة

والبشر وقر بذاك منك عيونا

آپؐ اپنے کام کو جاری رکھیں ذلت و منقصت آپؐ کو چھو نہ سکے گی۔ آپؐ خوش ہوجائیں اور اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کریں۔

ودعوتنی وعلمت انك ناصح

فلقد صدقت و كنت قد ما امينا

اور آپؐ نے مجھے دعوت دی اور میں نے جان لیا کہ آپؐ ناصح و خیرخواہ ہیں اور پہلے سے ہی صادق و امین تھے۔

وعرضت دينا قد عرفت انه

خير اديان البريه دينا

آپؐ نے اپنا دین پیش کیا اور مجھے معرفت حاصل ہوگئی کہ یہ دین دنیا کے جملہ ادیان سے بہتر ہے۔

لولا الملامة وحذاری سبة

لوجدتنی سمحا لذاك مبينا

اگر مجھے (قوم کی) ملامت اور سب و شتم کا خوف لاحق نہ ہوتا تو آپؐ مجھے دیکھتے کہ میں جوانمردی کے ساتھ علانیہ اس دین کی پیروی اختیار کرتا۔

جب قریش نے یہ کہا کہ آپؐ نے ہماری عقلوں کو بے عقلی قرار دیا ہے، ہمارے دین کی برائی کی ہے اور ہمارے باپ دادا کو گالیاں دی ہیں۔ بخدا! ہم اس توہین کو ہرگز برداشت نہیں کریں گے۔ اس وقت ابوطالب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہوئے کیونکہ حضورؐ آپ کو سب لوگوں سے زیادہ محبوب تھے اور آپؐ کی شان میں فورا ایک قصیدہ کہا اور اس کے آخر میں اپنی قوم سے خطاب کرتے ہوئے انہیں آنحضرتؐ کو اذیت پہنچانے سے باز رہنے کی تلقین کی۔ قصیدہ مذکور کے چند اشعار یہ ہیں:

لما رایت القوم لا ود بینھم

وقد قطعوا کل العری والوسائل

جب میں نے قوم کو دیکھا کہ وہ محبت و مودت سے عاری ہو چکے ہیں اور انہوں نے تمام مضبوط رشتوں اور تعلقات کو منقطع کر دیا ہے۔

وقد صارحونا بالعداوۃ والاذی

وقد طاوعوا امرا لعدا والمزایل

وہ عداوت و ایذا رسانی کے لیے کھل کر ہمارے سامنے آ گئے ہیں اور انہوں نے ہماری گھات میں بیٹھے ہوئے دشمن کے ساتھ موافقت اختیار کر لی ہے۔

وقد حالفوا قوما علینا اظنۃ

یعضون غیظا خلفنا بالانامل

انہوں نے ہماری مخالفت میں تہمت زدہ لوگوں کو اپنا حلیف بنالیا ہے اور وہ سب غیظ و غضب کے باعث ہمارے پیچھے اپنی انگلیاں کاٹتے ہیں۔

صبرت لھم نفسی بصفراء سمحۃ

وابیض عضب من سیوف المقاول

میں ان کے سامنے چٹان کی طرح ڈٹ گیا اور میرے پاس ایک لچکدار کمان اور معاہد کی تلواروں میں سے ایک تلوار تھی۔

واحضرت عند البیت رھطی واسرتی

وامسکت من اثوابہ بالوصائل

میں نے بیت اللہ کے پاس اپنی برادری اور اہل خاندان کو حاضر کیا اور میں نے بیت اللہ کی دھاری دار چادروں کے غلاف کو پکڑ لیا۔

عکوفا معا مستقبلین وتارہ

لدی حیث یقضی حلفہ کل نافل

میں دوسرے قبلہ رخ کھڑا ہونے والوں کے ساتھ وہاں پر کھڑا ہو گیا جہاں ہر قسم اٹھانے والا کھڑا

ہو کر قسم اٹھاتا ہے۔

وحیث ینیخ الاشعرون رکابھم
بمفضی السیول بین ساف و نائل

جہاں یمن کے قبیلہ اشعر کے لوگ آکر اپنے اونٹ بٹھاتے ہیں۔ یہ جگہ سیلابوں کی زد میں ہے اور اساف اور نائلہ بتوں کے درمیان واقع ہے۔

(۲۰۳) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی یہ روایت نقل کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دین کی تبلیغ جاری رکھی اور بنی ہاشم اور بنی مطلب نے آپؐ کی حمایت کا بیڑا اٹھایا اور انہوں نے آپؐ کو کفار کے سپرد کر دینے سے انکار کر دیا حالانکہ وہ بھی دیگر کفار قریش کی طرح آپؐ کے دین کے مخالف تھے لیکن وہ اس حرکت کو ذلت آمیز سمجھتے تھے کہ وہ اپنی برداری کے آدمی کو دشمنوں کے حوالے کر دیں۔ جب بنی ہاشم اور بنی مطلب نے یہ طرز عمل اختیار کیا اور قریش نے دیکھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کا بس نہیں چلتا تو انہوں نے برافروختہ ہو کر یہ طے کیا کہ بنی ہاشم اور بنی مطلب کے خلاف ایک دستاویز لکھی جائے کہ ان کے ساتھ شادی بیاہ اور خرید و فروخت کے تعلقات نہ رکھے جائیں۔ چنانچہ اس بار۔ بس انہوں نے ایک دستاویز تیار کی، اس دستاویز کا کاتب منصور بن عکرمہ بن عامر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار تھا۔ انہوں نے اس دستاویز کو خانہ کعبہ کے ساتھ لٹکا دیا۔ پھر وہ مسلمانوں کے ساتھ کھلی دشمنی پر اتر آئے انہیں پابند کر دیا اور اذیت پہنچائی۔ قریش کا یہ محاصرہ مسلمانوں کے لیے بلاء عظیم ثابت ہوا اور وہ بری طرح ہلا دیئے گئے۔

دشمن خدا ابولہب (بن عبدالمطلب) نے اپنے خاندان سے علیحدگی اختیار کر کے قریش کا ساتھ دیا اور کہا: "اے گروہ قریش! میں لات اور عزیٰ کا حامی ہوں۔" چنانچہ اللہ عزوجل نے اس کے بارے میں یہ سورۃ اللھب نازل فرمائی:

تبت یدآ ابی لھب و تب ○ ما اغنیٰ عنه ماله وماکسب ○ سیصلی نارا ذات لھب ○ وامراته حمالة الحطب ○ فی جیدھا حبل من مسد ○

ٹوٹ گئے ابولہب کے ہاتھ اور نامراد ہو گیا وہ۔ اس کا مال اور جو کچھ اس نے کمایا وہ اس کے کسی کام نہ آیا۔ ضرور وہ شعلہ زن آگ میں ڈالا جائے گا اور (اس کے ساتھ) اس کی جورو بھی، لگائی بجھائی کرنے

والی، اس کی گردن میں مونج کی رسی ہوگی۔

(۲۰۴) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی کہ صفیہ بنت عبدالمطلب نے یہ اشعار کہے:

الا من مبلغ عنی قریشا
ففیم الامر فینا والامار

خبردار! قریش کو میری طرف سے کون یہ بات پہنچانے والا ہے کہ ہمارے درمیان کیا معاملہ رونما ہوا ہے۔

لنا الامر المقدام قد علمتم
ولم توقد لنا بالغدر نار

تم جانتے ہو کہ ہماری بات مقدم ہے اور ہمارے لیے جنگ کی آگ غداری کر کے نہیں بھڑکائی جاسکتی۔

مجازیل العطا اذا وھبنا
والیسار اذا ابتغی الیسار

جب ہم ہبہ کرتے ہیں تو بہت زیادہ عطا کرتے ہیں اور جب آسانی کا مطالبہ کیا جائے تو ہم وہ بھی عطا کرتے ہیں۔

وکل مناقب الخیرات فینا
وبعض الامر منقصة وعار

جملہ مناقب خیر ہم میں موجود ہیں اور بعض امور ذلت و منقصت اور عار کا باعث ہوتے ہیں۔

فلا مو العادیات غداۃ جمع
بایدیھا اذا سطع الغبار

جب غبار اڑکر بلند ہوا تو لوگوں نے اس جماعت کی ملامت کی جنہوں نے علی الصبح قتل و قتال کے لیے فضا کو تیار کیا۔

لنصطبرن لامر اللہ حتی
یبین ربنا این القرار؟

ہم اللہ کے فیصلے کو صبر کے ساتھ برداشت کریں گے یہاں تک کہ ہمارا پروردگار ہمارے لیے واضح کردے کہ کہاں جاکر ٹھہرنا ہے؟

اور ابو طالب نے یہ اشعار کہے:

الا ابلغا عنی علی ذات نایها
لؤیا وخصا من لؤی بن کعب

خبردار! تم دونوں میری طرف سے بنی لوی اور بالخصوص بنی لوی میں سے بنی کعب کو وہ بات پہنچادو جو ظاہر ہو چکی۔

الم تعلموا انا وجدنا محمدا
نبیا کموسیٰ خط فی اول الکتب

کیا تم نہیں جانتے کہ ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو موسیٰ جیسا نبی پایا ہے جن کا ذکر پہلی کتابوں میں لکھا ہوا موجود ہے۔

وان علیه فی العباد محبة
ولا خیر فیمن خصه الله بالخب

اللہ کے بندے محبت کے ساتھ آپؐ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور جس کسی کو اللہ تعالیٰ نے فریب کاری اور خیانت کے لیے مخصوص کر دیا ہو اس میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔

وان الذی اضفتم فی کتابکم
لکم کائن نحسا کراغیة السقب

جو کچھ تم نے اپنی دستاویز میں قلم بند کیا ہے اونٹنی کے نوزائیدہ بچے کی آواز کی طرح اس کی نحوست کا وبال تمہیں پر پڑے گا۔

افیقوا افیقوا ان یحفر الثری
ویصبح من لم یجن ذنبا کذی الذنب

نیند سے بیدار ہو جاؤ اور ہوش میں آؤ قبل اس کے کہ قبر کھودی جائے اور جس نے کوئی گناہ نہیں کیا اس کو بھی گناہ گاروں کی طرح حساب دینا پڑے۔

ولا تتبعوا امرا لغواة و تقطعوا
ایا صرنا بعد المودة والقرب

گمراہوں کی باتوں کا اتباع نہ کرو اور مودت اور قربت کے بعد ہمارے معاہدوں کو نہ توڑو۔

وتستجلبوا حربا عوانا وربما

امر علی من ذاقه حلب الحرب

جنگ کو دعوت نہ دو اور زور آزمائی کے مواقع پے در پے پیدا نہ کرو، کیونکہ اکثر ایسا ہوا ہے کہ جنگ کا دودھ جس شخص نے بھی چکھا ہے اس نے اسے کڑوا محسوس کیا ہے۔

ولسنا ورب البیت نسلم احمدا

علی امحال عن عض الزمان ولا کرب

رب البیت کی قسم! ہم وہ لوگ نہیں ہیں کہ شدائد زمانہ اور کرب و بلا کی وجہ سے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حالات کے سپرد کردیں۔

الیس ابونا ھاشم شد ازرہ

واوصی بنیه بالطعان وبالضرب؟

کیا ہمارے باپ ہاشم نے اپنی قوت کو مستحکم نہیں کیا تھا اور اپنے بیٹوں کو یہ وصیت نہیں کی تھی کہ وہ نیزے اور تلوار کے استعمال میں مہارت حاصل کریں؟

ولسنا نمل الحرب حتی تملنا

ولا نشتکی ما ینوب من النکب

ہم جنگ آزمائی سے اکتانے والے نہیں ہیں یہاں تک کہ خود جنگ ہی ہم سے اکتا جائے اور ہم پر جو نکبت و مصیبت بھی آئے ہم اس کے بارے میں شکایت کرنے والے نہیں ہیں۔

ولکننا اصل الحفاظ ذو والنہی

اذا طار ارواح الکماۃ من الرعب

جب زرہ پوش جنگی بہادروں کی روحیں رعب اور خوف سے اڑی جاتی ہیں ہم اس وقت بھی اپنے حواس نہیں کھوتے بلکہ محافظت اختیار کرتے ہیں اور عقل سے کام لیتے ہیں۔

ابو طالب نے یہ اشعار بھی کہے:

الا ابلغا عنی لؤیا رسالة

بحق وماتغنی رسالة مرسل

خبردار! تم دونوں میری طرف سے بنی لوی کو یہ پیغام پہنچادو جو حقیقت پر مبنی ہے حالانکہ پیغام بھیجنے والے کا پیغام فائدہ مند ثابت نہیں ہوگا۔

بنی عمنا الادنین تیما نخصهم

واخوتنا من عبد شمس ونوفل

یہ پیغام ہمارے قریبی چچا کے بیٹوں بنی تیم اور بالخصوص ہمارے بھائیوں بنی عبد شمس اور بنی نوفل کے لیے ہے۔

أظاهرتم قوما علینا ولایة

وامر غوی من غواة وجهل؟

کیا تم ہمارے خلاف ایسی قوم کی مدد کرتے ہو اور گمراہوں اور جاہلوں کے ہتھکنڈوں میں آچکے ہو؟

یقولون انا قد قتلنا محمدا

اقرت نواصی هاشم بالتذلل

جو یہ کہتے ہیں ہم نے محمدؐ کو قتل کر دیا ہے اور بنی ہاشم کی پیشانیوں کو ذلت کے ساتھ جھکا دیا ہے۔

کذبتم ورب الهدی تدمی نحورها

بمكة والركن العتيق المقبل

رب ہدایت کی قسم! تم جھوٹ کہتے ہو مکہ میں اور رکن عتیق جسے بوسہ دیا جاتا ہے اس کے پاس ان کے گلے کاٹے جائیں گے اور خون بہے گا۔

تنالونه او تبطلون لقتله

صوارم تفری کل عظم و مفصل

تم آنحضرتؐ کو حاصل کر لوگے یا آپؐ کے قتل کا ابطال کروگے اور کاٹنے والی تلواریں ہڈیوں اور اعضاء کے جوڑوں کو کاٹ کر رکھ دیں گی۔

وتدعوا بویل انتم ان ظلمتم

مقالیه فی یوم اغر محجل

اگر تم نے آپؐ کے گھروں پر ظلم کیا تو تم برے ناموں سے پکارے جاؤ گے، اس دن جبکہ کچھ

چہرے چمکتے ہوں گے۔

فمهلا ولما تنتج الحرب بكرها

ويأتي تماما اواخر معجل

پس نرم رویہ اختیار کرو۔ جنگ پینترے بدل بدل کر لڑی جانے کے بعد باالآخر جلد ہی ختم ہوجائے گی۔

وانا متى ما نمرها بسيوفنا

تجلجل وتعرك من منساء تكلكل

ہم کب تک اپنی تلواروں کو حرکت دیتے رہیں گے اور معرکہ آرائی کر کے گلے کاٹتے رہیں گے۔

ويعلو ربيع الابطحين محمد

علىٰ ربوة من راس عنقاء عيطل

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سختیاں اور مصائب برداشت کر کے وادی بطحا کے موسم بہار میں ایک ٹیلہ پر چڑھ جائیں گے۔

ويأوى اليها هاشم ان هاشما

عرانين كعب آخرا بعد اول

اور بنی ہاشم اس کے پاس پناہ حاصل کریں گے اور بنی ہاشم اول سے لے کر آخر تک سب کے سب سردار اور اشراف ہیں۔

فان كنتم ترجون قتل محمد

فروموا بما جمعتم نقل يذبل

اگر تم محمدؐ کو قتل کرنا چاہتے ہو تو سب کے سب اکٹھے ہوکر ضرورت سے زیادہ کوشش کرتے رہو تمہاری کوشش بے فائدہ ثابت ہوگی۔

فانا سنمنعه بكل طمرة

وذى ميعة نهد المواكل هيكل

ہم لمبی ٹانگوں والے عمدہ، مضبوط اور تنومند اور تیز رفتار گھوڑوں کے ساتھ آپؐ کا دفاع کرتے

رہیں گے۔

وکل ردینی ظما کعوبه

وغضب کایماض الغمامة یفصل

ہر نیزے کا بھالا بلند ہوگا اور شعلہ زن ہوگا جس طرح سفید بادل چمکتا ہے اور نیزوں کے بھالے ٹکڑے ٹکڑے کرتے چلے جائیں گے۔

بایمان شم من ذؤابة هاشم

مغاویر الابطال فی کل محفل

یہ کارروائی ہاشمی سرداروں کے ہاتھوں عمل میں لائی جائے گی جو ہر محفل میں بہادروں پر غارت ڈالتے ہیں۔

(۲۰۵) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی یہ روایت نقل کی کہ جب قریش نے ابو طالب کا یہ کلام سنا اور دیکھ لیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت پر کس طرح کمربستہ ہیں تو وہ ان سے مایوس ہوگئے تو انھوں نے بنی عبدالمطلب کو مظالم کا تختۂ مشق بنانے کی ٹھان لی۔ ابو طالب ان کو لے کر آئے اور وہ سب کعبہ کے پردوں کے درمیان کھڑے ہوگئے اور انہوں نے اپنی قوم کے مظالم قطع رحمی، جنگ آزمائی اور خونریزی کے خلاف اللہ تعالیٰ سے دعا کی، ابو طالب نے یہ دعائیہ کلمات کہے: ”اے اللہ! ہماری قوم ہم سے برگشتہ ہو چکی ہے اور ان سب نے ہمارے خلاف متحدہ محاذ بنالیا ہے، تو ہماری جلد امداد فرما اور ان کے اور میرے بھتیجے کے درمیان حائل ہو جا۔“ پھر انہوں نے اپنا رخ قریش کی طرف پھیرا جو ان کو اور ان کے ساتھیوں کو دیکھ رہے تھے۔ ابو طالب نے ان کو اس طرح خطاب کیا: ”ہم اس گھر کے مالک کے حضور قطع رحمی کرنے والے اور رشتہ داروں سے بدسلوکی کرنے والے کے خلاف بددعا کرتے ہیں۔ بخدا! تمہیں چاہیے کہ اپنے برے ارادوں سے باز آجاؤ ورنہ ہماری قطع رحمی کے سبب اللہ تعالیٰ تم پر مکروہ عذاب نازل کرے گا۔“ قریش نے اس کا یہ جواب دیا: ”اے بنی عبدالمطلب! ہمارے اور تمہارے درمیان مصالحت اور صلہ رحمی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جب تک کہ (خاکم بدہن) اس بیوقوف لڑکے کو قتل نہ کر دیا جائے۔“

ابو طالب اپنے موقف پر ڈٹ گئے، وہ اپنے بھتیجے اور بھائیوں کو گھاٹی میں لے گئے اور ان کے علاوہ

دوسرے ایسے لوگوں کو بھی گھاٹی میں داخل کیا جو مومنوں میں سے تھے اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت وامداد پر کمربستہ تھے یا مشرک ہونے کے باوجود آنحضرتؐ کے حامی تھے۔ یہ سب کے سب اس گھاٹی میں داخل ہوگئے جو مکہ کے نواح میں شعب ابی طالب کے نام سے موسوم تھی۔

جب عمرو یعنی عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ قریش کے پاس واپس آئے اور انہوں نے انہیں وہ باتیں بتائیں جو نجاشی (شاہ حبشہ) نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہیں تو قریش بہت چیں بجبیں ہوئے، انہوں نے آنحضرتؐ اور آپؐ کے ساتھیوں کو سخت اذیت پہنچانا شروع کی۔ وہ انہیں ہر راستہ پر مارتے تھے اس طرح انہیں گھاٹی میں محصور کر دیا گیا اور ان کی ایسی ناکہ بندی کی گئی کہ ان کو بازار کی اشیاء پہنچنے کے تمام راستے بند ہوگئے۔ کفار کسی شخص کو بھی ان کے پاس جانے کی اجازت نہیں دیتے تھے جو ان کے پاس کھانے پینے کی چیزیں یا دوسری ضروری اشیاء لے جانا چاہتا ہو۔ محصورین صرف حج کے موسم میں گھاٹی سے نکل سکتے تھے اس موقع پر بھی قریش کے لوگ جلدی کر کے بازاروں کا مال خرید لیتے تھے اور محصورین سے زیادہ قیمت مانگی جاتی تھی تاکہ مال خریدنے سے محروم رہیں۔ ولید بن مغیرہ کا منادی قریش کے درمیان یہ ندا کرتا پھرتا تھا کہ محصورین میں سے جس آدمی کو تم کھانے کی چیزیں خریدتے ہوئے دیکھو تو تاجر کو اس سے زیادہ قیمت دے کر وہ چیزیں خرید لو اور محصورین کو محروم کر دو۔

(۲۰۶) یونس نے عیسیٰ بن عبداللہ تمیمی کے حوالہ سے ربیع بن انس کی یہ روایت نقل کی کہ ولید بن مغیرہ کی بدخلقی اور سفاکی کے باعث اس کے متعلق قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی:

عتل بعد ذلك زنيم ○ (القلم : ۱۳)

وہ جفاکار ہے اور ان سب عیوب کے ساتھ بداصل ہے۔

(۲۰۷) شعب ابی طالب کی محصوری اور بائیکاٹ کی دستاویز

احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی وہ روایت نقل کی جو اس نے ولید کی منادی کے بارے میں بیان کی۔ ولید کا منادی یہ ندا کرتا پھرتا تھا کہ "محصورین میں سے کسی کو تم دیکھو کہ وہ کوئی کھانے کی چیز خرید رہا ہے تو تم اس سے زیادہ قیمت دے کر وہ چیز خرید لو اور تاجروں اور ان کے درمیان حائل ہو جاؤ اور جس کے پاس نقدی نہ ہو اسے چاہئے کہ وہ خرید لے نقدی کی ادائیگی میرے ذمے ہوگی۔" وہ متواتر

تین سال تک ایسا کرتے رہے یہاں تک کہ محصورین کی حالت انتہائی کربناک ہوگئی اور ان کے بھوکے بچوں کے رونے بلکنے کی آوازیں شعب ابی طالب سے باہر سنی جانے لگیں۔ بنو ہاشم کے اس ابتلاء کو مشرکین ناپسندیدہ سمجھنے لگے۔ یہاں تک کہ عام قریش بھی بنی ہاشم کی اس مصیبت کو کراہت کی نظر سے دیکھنے لگے۔

انہوں نے بائیکاٹ کی اس ظالمانہ دستاویز پر جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے خاندان کے برخلاف تحریر کی گئی تھی ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور ان میں سے کچھ آدمی اس بات پر آمادہ ہوگئے کہ اس دستاویز سے اعلان براءت کردیں۔ اس دوران میں ابو طالب ڈرتے تھے کہ کہیں کفار قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کے وقت یا خفیہ طریقے سے قتل نہ کردیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیٹتے یا سوجاتے تو اسی خوف کے باعث ابو طالب آپؐ کو جگا کر اپنے اور اپنے بیٹوں کے درمیان سلاتے۔

قریش رات کے وقت بنی ہاشم کے بھوکے بچوں کے رونے کی آوازیں گھاٹی میں سنتے۔ جب صبح کے وقت اٹھ کر وہ اپنی مجلسوں میں کعبہ کے پاس بیٹھتے تو ایک دوسرے سے سوال کرتے۔ ایک آدمی اپنے رفیق سے پوچھتا: "تمہارے اہل و عیال نے گزشتہ رات کیسے گزاری؟" وہ جواب دیتا: "خیریت سے۔" پہلا آدمی کہتا: "لیکن تمہارے یہ بھائی جو گھاٹی میں محصور ہیں انہوں نے اس حال میں رات بسر کی کہ ان کے بچے صبح تک بھوک سے بلکتے رہے۔" قریش کے کچھ لوگ ایسے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے خاندان کی یہ حالت دیکھ کر خوش ہوتے تھے اور کچھ ایسے بھی تھے جو اس صورت حال کو دیکھ کر کراہت محسوس کرتے تھے۔ اس موقع پر ابو طالب نے یہ اشعار کہے جن میں انہوں نے ذکر کیا کہ کفار قریش حضرت محمدؐ کے بارے میں کیا مطالبہ کرتے تھے اور وہ ہر موسم حج میں کس طرح اکٹھے ہو کر ہمیں اپنی ضروریات کی اشیاء خریدنے سے محروم رکھتے تھے۔ اشعار درج ذیل ہیں:

الا من لهم آخر الليل معنم

طواني واخرى النجم لم يتقحم

ان لوگوں سے آگاہ رہو، جو آخر شب اپنے ہاتھ خون سے رنگین کرنا چاہتے ہیں انہوں نے مجھ پر زیادتی کی ہے اور ابھی تو آخری ستارہ بھی غروب نہیں ہوا۔

طوانی وقد نامت عیون کثیرۃ

وسائر اخری ساھر لم ینوم

وہ میرے ساتھ زیادتی کا ارتکاب کر رہے ہیں اور اس وقت بہت سی آنکھیں سوئی ہوئی ہیں اور دوسری کچھ آنکھیں جاگ رہی ہیں اور انہیں نیند نہیں آتی۔

لاحلام اقوام أرادوا محمدا

بسوء ومن لا یتقی الظلم یظلم

ان آنکھوں کی بیداری ان لوگوں کی عقلوں کے باعث ہے جو حضرت محمدؐ کے خلاف برے منصوبے تیار کرتے ہیں اور جو شخص ظلم سے باز نہیں آتا اس کے ساتھ بھی ظلم کیا جاتا ہے۔

سعوا سفھا واقتادھم سورا

یھم علی قلیل من رایھم غیرمحکم

ان کی تمام تر کوششیں احمقانہ ہیں۔ حماقت ہی انہیں باہر کھینچ لائی ہے اور ان کی یہی بیوقوفی ان کی غیر محکم رائے پر مسلط ہو کر برائی کے لیے کوشاں ہے۔

رجاء امور لم یسالوا نظامھا

وان حشدوا فی کل نفرو موسم

وہ ایسے امور کے طلب گار ہیں جن کی سچائی و پختگی سے وہ ناواقف ہیں اگرچہ ان میں کا ہر گروہ ہر موسم میں ان امور کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔

یرجون ان نسخی بقتل محمد

ولم تختضب سمر العوالی من الدم

ان کا مطالبہ یہ ہے کہ ہم محمدؐ کے قتل کو گوارا کرلیں اور نیزوں کے سروں کو اور حجاز، نجد اور تہامہ کی سرزمین کو خون سے رنگین نہ کریں۔

یرجون منا خطۃ دون نیلھا

اضراب وطعن بالوشیح المقوم

وہ ہم سے ایسا غیر معقول مطالبہ کر رہے ہیں جس کو حاصل کرنے کے لیے نیزوں کا نشانہ بننا پڑتا

ہے اور سیدھے رکھنے والی تلواروں کی ضربیں کھانا پڑتی ہیں۔

كذبتم وبيت الله لا تقتلونه

جماجم تلق بالحطيم وزمزم

بیت اللہ کی قسم! تم جھوٹے ہو تم آنحضرتؐ کو قتل نہیں کر سکو گے۔ یقینا سروں کی کھوپڑیاں حطیم اور زمزم کے پاس کاٹ کر پھینکی جائیں گی۔

وتقطع ارحام وتنسى حليله

خليلا وتغشى محرما بعد محرم

خونی رشتے منقطع ہو جائیں گے۔ مصاہرت اور دوستی اور ہمسایگی کے تعلقات فراموش کر دیئے جائیں گے اور حرم کعبہ میں آنے والے ہر شخص کو پردہ پوش کر دیا جائے گا۔

وينهض قوم فى الدروع اليكم

يذبون عن احسابهم كل مجرم

ایک قوم زرہ پوش ہو کر تیزی کے ساتھ تم پر حملہ آور ہوگی اور ہر مجرم کو اس کے خاندانی محاسن و مفاخر سے محروم کر کے کیفر کردار تک پہنچائے گی۔

(۲۰۸) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی یہ روایت نقل کی کہ بنی ہاشم اور بنی مطلب کے خلاف قریش کے مقاطعہ کی کاروائی دو یا تین سال تک جاری رہی یہاں تک کہ بنی ہاشم اور بنی مطلب انتہائی ظلم و تشدد کا شکار ہو گئے۔ قریش کے جو لوگ ان کے ساتھ صلہ رحمی کا سلوک کرنا چاہتے وہ ان کے پاس کوئی چیز علانیہ نہیں بھجوا سکتے تھے بلکہ پوشیدہ طریقے سے ہی ان سے احسان کر سکتے تھے۔ راوی کا بیان ہے: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ ایک دن حکیم بن حزام نکلا اس کے ہمراہ ایک شخص اس کی پھوپھی بنت خویلد کے لیے کھانا اٹھائے جا رہا تھا (حضرت خدیجہؓ زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آنحضرتؐ کے ساتھ شعب میں محصور تھیں) اس دوران میں حکیم کی ملاقات ابو جہل سے ہو گئی۔ ابو جہل پکار اٹھا: "تم یہ کھانا بنی ہاشم کے لیے لے جا رہے ہو؟ بخدا تمہارا کھانا اور تم آگے نہیں جا سکتے جب تک کہ میں تمہیں قریش کے درمیان رسوا نہ کر دوں۔ ابو البختری بن ہاشم بن حارث بن اسد نے ابو جہل سے کہا: "یہ حکیم کی پھوپھی کا کھانا ہے جو حکیم کے پاس تھا اور اب وہ پھوپھی کے پاس بھیجنا چاہتا ہے کیا تم اسے ایسا کرنے سے باز

رکھنا چاہتے ہو؟" لیکن ابو جہل نے اسے چھوڑنے سے انکار کر دیا۔ ابوالبختری نے اونٹ کی پنڈلی کی ہڈی اس کے سر پر دے ماری اور اسے زخمی کر دیا اور پاؤں کے ساتھ اسے کچل کر اس کی خوب مرمت کی۔ حمزہ بن عبدالمطلب قریب ہی یہ سب ماجرا دیکھ رہے تھے اور کفار یہ نہ چاہتے تھے کہ اس واقعہ کی اطلاع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچے، ایسا نہ ہو کہ وہ کفار کی باہمی آویزش سے خوش ہوں۔ ابوالبختری نے اس موقع پر یہ اشعار کہے:

ذق یا ابا جهل لقیت غما
کذالك الجهل یکون ذما

اے ابو جہل! اپنی غمزدگی کا مزہ چکھو، اس طرح جہالت اور سخت کلامی مذمت کا باعث بنتی ہے۔

سوف تری عودی ان الما
کذالك اللوم یعود ذما

تو دیکھے گا کہ میں جلد لوٹ کر آؤں گا۔ اسی طرح سرزنش اور دھمکی لوٹ کر مذمت بن جاتی ہے۔

تعلم انا نفرج المهما
ویمنع الا بلج ان یطما

تو جانتا ہے کہ ہم مہمات امور کو سر کرتے ہیں اور کشادہ رو اور ہشاش بشاش آدمی مغلوب نہیں کیا جاسکتا۔

(۲۰۹) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: پھر اللہ تعالیٰ نے اس دستاویز پر جو قریش نے بنی ہاشم کو مغلوب کرنے کے لیے تحریر کی اپنی رحمت سے دیمک کو مسلط کر دیا اور اس میں جہاں اللہ کا نام تھا اس جگہ کو دیمک نے چاٹ لیا اور صرف ظلم اور قطع رحمی اور بہتان طرازی کا مضمون(۱) باقی رہ گیا۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی اور آنحضرتؐ نے اس کی خبر ابو طالب کو دی۔ انہوں نے آپؐ سے پوچھا: بھتیجے! یہ بات

---

(۱) اس کے برعکس ابن ہشام نے ایک روایت نقل کی ہے جس کے مطابق مقاطعہ کی دستاویز میں جور و ظلم اور قطع رحمی کا جو مضمون لکھا گیا تھا اس کو دیمک چاٹ گئی اور صرف اللہ کا نام باقی رہ گیا۔ یہی مضمون اس کتاب کے آیندہ پیراگراف ۲۱۰ کے اواخر میں بیان ہوا ہے اور یہی بات قابل قبول اور صحیح معلوم ہوتی ہے۔ مترجم

آپ کو کس نے بتائی ہے؟ نہ ہمارے پاس کوئی آدمی آتا ہے اور نہ آپ کسی آدمی کے پاس جاتے ہیں اور نہ ہی آپ نے کبھی کوئی جھوٹ بات کہی ہے۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مجھے میرے رب نے خبر دی ہے۔" آپؐ کے چچا نے کہا: "آپ کا رب سچا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ بھی صادق ہیں۔" ابو طالب نے اپنے آدمیوں کو اکٹھا کیا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خبر انہیں بتائی تھی وہ انہوں نے اپنے آدمیوں سے صیغہ راز میں رکھی تاکہ خبر پھیل کر مشرکین تک نہ پہنچ جائے اور اس دستاویز کے بارے میں کوئی خبیث حیلہ اور مکر تیار نہ کرلیں۔

ابو طالب اپنے آدمیوں کو لے کر مسجد حرام میں آگئے۔ مشرکین اس وقت کعبہ کے سائے میں بیٹھے تھے۔ جب انہوں نے ان محصورین کو آتے ہوئے دیکھا تو خوش ہوئے اور انہوں نے گمان کیا کہ وہ محصوری اور ابتلا سے تنگ آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کے لیے ان کے حوالے کرنے پر مجبور ہوگئے ہیں۔ جب ابو طالب اپنے ہمراہیوں کو لے کر کفار کے پاس پہنچے تو انہوں نے "خوش آمدید" سے ان کا استقبال کیا اور کہا: "تم لوگوں کو چاہیے کہ تم اپنے اس آدمی کے قتل پر راضی ہو جاؤ جس کے قتل میں تمہارے لیے خیر و صلاح ہے اور جس کے زندہ رہنے سے تمہیں قوم کا مقاطعہ اور فساد برداشت کرنا پڑ رہا ہے۔" ابو طالب نے کہا: "میں تمہارے پاس ایک بات لے کر آیا ہوں شاید اس کے ذریعے سب کا بھلا ہو جائے۔ آپ لوگ میری اس پیشکش کو تسلیم کرلیں اور وہ دستاویز لائیں جس کی رو سے آپ لوگوں نے ہمیں مغلوب کر رکھا ہے۔" وہ لوگ دستاویز لے آئے تو ابو طالب نے کہا: "میرے بھتیجے نے اس کے متعلق مجھے خبر دی ہے کہ اللہ عزوجل نے اس دستاویز پر دیمک کو مسلط کر دیا ہے اور اس میں جہاں اللہ کا نام تھا اس کو دیمک نے چاٹ لیا اور صرف ظلم و قطع رحمی اور بہتان طرازی کا مضمون باقی رہ گیا ہے میرے بھتیجے نے مجھ سے کبھی جھوٹ نہیں بولا ہے۔ اگر میرا بھتیجا جھوٹا ثابت ہو جائے تو تمہارا یہ حق بنتا ہے کہ میں اسے تمہارے حوالے کر دوں اور تم اسے قتل کر دو اور اگر وہ سچا ہے تو تمہیں اپنی اس قطع رحمی کی روش سے باز آجانا چاہیے۔" قریش نے اس پیشکش کو قبول کرلیا اور فریقین کی طرف سے اس کے مطابق عہد و پیمان ہوگیا۔ جب دستاویز کو کھولا گیا تو اس کی حالت ویسی ہی تھی جیسی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلائی تھی، اس طرح وہ بے وفائی کے مرتکب قرار پائے، ابو طالب اور ان کے ساتھی خوش ہوگئے اور انہوں نے کہا کہ ہمارے ساتھ یہ فریب کاری، قطع رحمی اور بہتان بازی کب تک روا رکھی جائے گی؟ اس موقع پر مطعم

بن عدی بن نوفل بن عبد مناف اور ہشام بن عمرو برادر عامر بن لوی بن حارثہ اٹھے اور انہوں نے کہا: "ہم قطع رحمی، عداوت اور ظلم پر مبنی اس دستاویز سے اعلان برات کرتے ہیں۔ ہم اپنے خلاف اور اپنے شرفا کے خلاف فساد انگیزی میں کسی سے تعاون نہیں کریں گے۔ قریش کے کچھ دیگر لوگوں نے بھی یہی طرز عمل اختیار کیا۔ اس طرح بنی ہاشم اور دیگر محصورین گھاٹی سے باہر آگئے۔ وہ شدید مصائب میں مبتلا کئے گئے تھے۔ ابو طالب نے حضرت محمدؐ اور آنحضرتؐ کے خلاف کفار کے ارادہ قتل کے بارے میں یہ اشعار کہے:

تطاول لیلی بھم وصب

ودمع کسح السقاء السرب

میری رات غم واندوہ اور قلت خوراک اور گریہ وزاری کے باعث طویل ہوگئی ہے جس طرح کسی سرنگ میں اگر پانی بہایا جائے تو وہ دور تک چلا جاتا ہے۔

للعب قصی یا حلامھا

وھل یرجع الحلم بعد اللعب

بنی قصی اپنی عقلوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں اور کیا کھیل کے بعد معقولیت واپس آجاتی ہے؟

ونفی قصی بنی ھا شم

کنفی الطھاۃ لطاف الحطب

بنی قصی نے بنی ہاشم کو دور کر دیا ہے جس طرح باورچی ایندھن کی باریک لکڑیوں کو دور پھینک دیتے ہیں۔

وقول لاحمد انت امرؤ

خلوف الحدیث ضعیف النسب

احمدؐ کو وہ یہ کہتے ہیں کہ آپؐ کی باتیں احمقانہ ہیں اور آپؐ کمزور نسب کے آدمی ہیں۔

وان کان احمد قد جاء ھم

بحق ولم یاتھم بالکذب

اگرچہ احمدؐ ان کے پاس حق وصداقت کا پیغام لے کر آئے ہیں۔ اور جھوٹ لے کر نہیں آئے۔

علی ان اخوتنا وازروا

بنی ہاشم وبنی المطلب

بے شک ہمارے بھائیوں نے بنی ہاشم اور بنی مطلب پر بھاری بوجھ ڈال دیا ہے۔

ھما اخوان کعظم الیمین

امر علینا کعقد الکرب

اس ضمن میں وہ دونوں بھائی باہم گر اس طرح اکٹھے ہیں جس طرح دائیں ہاتھ کی ہڈیاں مربوط ہوتی ہیں اور ہمارے خلاف رنج و محن کا ایک سلسلہ پھیلا دیا گیا ہے۔

فیال خی لم تخبروا

بما قد مضی من شؤون العرب

اے میرے بھائیو! تمہیں خبر نہیں ہے کہ عرب کن حالات سے دوچار ہیں۔

فلا تمسکن بایدیھم

بعد الانوف بعجب الذنب

اپنے سرداروں کو چھوڑ کر کم مرتبہ لوگوں کے گرویدہ نہ ہو جاؤ اور ان کے ساتھ تعلقات استوار نہ کرو۔

علام علام تلافیتم بامر

مراح وحلم عزب

تم مہلک کاموں، بے فائدہ سوچ و بچار اور احمقانہ منصوبوں کے ذریعہ سے کیا حاصل کرو گے؟

ورمتم باحمد مارمتم

علی الاصرات وقرب النسب

تم نے رشتہ داری کے تعلقات اور نسبی قرابت کے باوجود احمد صلی اللہ علیہ وسلم کو طرح طرح سے مطعون کیا۔

فانا فما حج من راکب

لکعبة مکة ذات الحجب

تم نے ہمیں مطعون کیا اور مکہ کا یہ کعبہ جو غلافوں میں لپٹا ہوا ہے اس کے حج کے لیے سوار ہو کر

آنے والے ہر شخص کو تم نے مطعون کیا۔

تنالون احمد او تصطلوا

طبات الرماح وحد القضب

تم احمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل کرنا چاہتے ہو حالانکہ تمہیں نیزوں کی مار اور کاٹنے والی تلواروں کی دھار کا سامنا کرنا پڑے گا۔

وتعترفوا بين ابياتكم

صدور العوالی وحبا عصب

تم اپنے گھروں میں نیزوں کی بارش اور بدن کے پٹھوں کی تھکاوٹ کا اعتراف کرو گے۔

تراهن من بين صافي السبيب

قصير الحزام طويل اللبب

ہر قسم کے گھوڑے یعنی یال اور دم کٹے، چھوٹی تنگ والے، بڑی تنگ والے اور باریک کمر والے جو تیز رفتاری میں پرندوں کی طرح ہیں۔

وجردا كالطير سمحوجة

طواها المقانع بعد الحلب

یہ عمال کے طور پر پیش کئے جائیں گے اور مغلوب کرنے والا انہیں سیاہی مائل سرخ رنگ کے گھوڑوں کے بعد گرفتار کرلے گا۔

عليها صناديد من هاشم

هم الانجبون مع المنتجب

ان مفتوحہ گھوڑوں پر ہاشمی سردار سوار ہوں گے جو خاندانی شرفاء میں سے اشرف ہیں۔

جب قوم نے دستاویز کا مشاہدہ کرلیا اور انہیں اس کے بارے میں معلومات حاصل ہوگئیں لیکن وہ پھر بھی اپنی روش سے باز نہ آئے اس پر ابو طالب نے یہ اشعار کہے۔

الا من لهم آخر الليل منصب

وشعب العصا من قومك المتشعب

خبردار! جن کی پچھلی رات کو رنج و تکلیف کا سامنا ہے اور جو ایسا خانوادہ اور گروہ ہے جسے تیری قوم نے دور کر دیا ہے۔

وحرب ابینا من لؤی بن غالب
متی ما تزاحمها الصحیفة تخرب

ہم نے لوی بن غالب کے ساتھ جنگ آزمائی کو مکروہ جانا جب تک کہ اس دستاویز نے اسے روکا جواب خراب ہو چکی ہے۔

اذا ما نشیر قام فیها بخطة
الذوابة ذنبا ولیس بمذنب

جب ہم اپنے کسی ماتحت کو اشارہ کرتے ہیں تو وہ بھی سرداروں کی طرح معرکہ آرائی کے لیے اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور در حقیقت وہ کم مرتبہ نہیں ہوتا۔

وما ذنب من یدعوا الی البرو التقی
ولم یستطع ان یارب الشعب یارب

اے قبیلوں کے مالک اور اے میرے پروردگار! وہ شخص کمینہ اور رذیل نہیں ہے جو نیکی اور تقوی کی دعوت دے خواہ اس کے پاس کوئی قوت نہ ہو۔

وقد جربوا فیما مضی غب امرهم
وما عالم امراکمن لم یجرب

انہوں نے اپنے پوشیدہ معاملے کا مشاہدہ کر لیا ہے اور کسی کام کو جاننے والا اس شخص کی طرح نہیں ہو سکتا جس نے تجربہ نہ کیا ہو۔

وقد کان فی امر الصحیفة عبرة
متی یخبر غائب القوم یعجب

دستاویز کے معاملہ میں عبرت کا سامان تھا جب کسی قوم کا کوئی غائب شخص کوئی سچی خبر دے تو وہ خوش کن ہوتی ہے۔

محی اللہ منہا کفرھم وعقوقھم

وما نقموا من باطل الحق معرب

اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر اور قطع رحمی اور باطل کے ہاتھوں حق کی علانیہ ایذا رسانی کو محو کر دیا۔

فاصبح ما قالوا من الامر باطلا

ومن یختلق ما لیس بالحق یکذب

انہوں نے جو کچھ کہا وہ باطل قرار پایا اور جو شخص ناحق دروغ بافی کرتا ہے وہ جھوٹا ہے۔

وامسی ابن عبداللہ فینا مصدقا

علی سخط من قومنا غیر معتب

محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں تصدیق کرنے والے ہیں اور قوم کی خشم گیری کے باوجود سرزنش اور عتاب کرنے والے نہیں ہیں۔

فلا تحسبوا یا مسلمین محمدا

لذی غربه منا ولا متغرب

اے مسلمانو! حضرت محمدؐ کو غریب الدیار اور وطن سے نکلا ہوا نہ سمجھو۔

ستمنعه منا ید ھاشمیه

مرکبها فی الناس خیر مرکب

ہم ہاشمیوں کے ہاتھ اس کی حفاظت وحمایت کریں گے ہم نسبی شرافت کے لحاظ سے لوگوں میں بہترین نسب کے حامل ہیں۔

جب ابو طالب نے ان کی دشمنی کو ظاہر کر دیا اور وہ ان کے ساتھ علی الاعلان لڑائی کے لیے آمادہ ہو گئے تو قریش نے ہر ایسے شخص کو جو اسلام قبول کرتا تھا ظلم کا نشانہ بنایا اور گرفتار کیا اور وہ مسلمانوں کی اذیت کے درپے ہو گئے۔ مسلمانوں کے خلاف ان کی بلا خیزی اور فتنہ انگیزی شدید سے شدید تر ہوتی گئی اور وہ بری طرح ہلا مارے گئے۔ بنو جمح نے عثمان بن مظعون پر ظلم کیا۔ ابو سلمہ بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم بھاگ کر ابو طالب کے پاس آئے اور پناہ کے طالب ہوئے۔ وہ ابو سلمہ کے ماموں

تھے۔ بنی مخزوم ابو سلمہ کو پکڑنے کے لیے آئے۔ ابو طالب نے انہیں روکا۔ انہوں نے کہا: "اے ابو طالب! تم نے اپنے بھتیجے کو ہمارے مقابلے میں پناہ دی، کیا اب ہمارے بھتیجے کو بھی ہمارے خلاف پناہ دیتے ہو؟" ابو طالب نے کہا: "میں جس طرح اپنے بھتیجے کی حمایت کرتا ہوں اسی طرح اپنے بھانجے کی بھی حمایت کروں گا۔" ابو لہب بھی بول اٹھا: "ابو طالب ٹھیک کہتا ہے وہ ابو سلمہ کو تمہارے سپرد نہیں کرے گا۔" ابو لہب نے اس سے زیادہ بہتر بات کبھی نہیں کہی تھی۔ جب ابو طالب نے ابولہب کی یہ بات سنی تو وہ اس کے بارے میں کچھ پر امید ہوئے اور اس خواہش کا اظہار کیا کہ ابو لہب ان کی امداد اور حمایت کرے گا۔ چنانچہ ابو طالب نے اس کی دلجوئی اور تالیف قلب کے لیے یہ اشعار کہے:

وان امرأ ابوعتيبه عمه
لفی روضة من ان يسام المظالما

جس شخص کا چچا ابو عتبہ ہے وہ یقیناً ایسے باغ میں ہے جسے ظلم کا نشانہ بنا کر نیست و نابود نہیں کیا جا سکتا۔

اقول له واين منى نصيحتى
ابا معتب ثبت سوادك قائما

میں اس سے کہتا ہوں: "اے ابو معتب! اپنی جماعت کو مضبوطی اور ثبات مہیا کرو۔" لیکن میری یہ نصیحت اس تک کب پہنچ سکے گی؟

ولا تقبلن الدهر ما عشت خطة
تسب بها اما هبطت المواسما

جب تک تو زندہ ہے کسی ایسی چیز کو ہرگز قبول نہ کر جس کی وجہ سے تجھے قومی تقریبات میں شمولیت کے لیے مواقع پر طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا جائے۔

وحارب فان الحرب نصف ولن ترى
اخا الحرب يعطى الضيم الا يسالما

جنگجوئی اختیار کر کیوں کہ جنگ ہی تجھے انصاف مہیا کرتی ہے تو کبھی نہیں دیکھے گا کہ (اپنے حقوق کے لیے) لڑنے والے کے ساتھ ظلم کیا جاتا ہے بلکہ اس کے برعکس اس کے ساتھ مصالحت اختیار کی جاتی ہے۔

ودلی سبیل العجز غیرک منھم

فانک لن تلحق علی العجز لازما

ان میں سے تیرے علاوہ دوسرے لوگ عاجزی کا راستہ اختیار کریں تو کریں۔ یقینا تجھے ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ تو عاجزی سے الحاق کرے۔

(۲۱۰) مقاطعہ کی دستاویز کا خاتمہ

احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: مقاطعہ کی وہ دستاویز جو قریش نے بنی ہاشم اور بنی مطلب کے خلاف قلم بند کی تھی اسے کالعدم قرار دینے کے لیے قریش ہی کے چند آدمی آمادہ ہوگئے۔ اس ضمن میں ہشام بن عمرو بن ربیعہ بن حارث بن خبیب بن خزیمہ بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی نے جس طرح کا بہترین کردار ادا کیا اس طرح کی کوشش کسی دوسرے نے نہیں کی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ شخص نضلہ بن ہاشم بن عبد مناف کے ماں جائے بھائی کا بیٹا تھا اور عمرو اور نضلہ اخیافی بھائی تھے اور ہشام کا بنی ہاشم کے ساتھ میل ملاپ تھا۔ علاوہ ازیں وہ اپنی قوم میں شرافت و مرتبت کا حامل تھا۔

ابن اسحاق نے کہا: مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ہشام بن عمرو بنی مغیرہ، بنی ہاشم اور بنی مطلب کے پاس رات کے وقت اونٹ پر خوراک دلا کر لاتا جب گھاٹی کے دہانے پر پہنچتا تو اونٹ کی مہار کھول دیتا اور اس کے پہلو پر ضرب رسید کرتا۔ اونٹ گھاٹی میں داخل ہوکر بنی ہاشم کے پاس پہنچ جاتا۔ پھر اسی طرح وہ گیہوں یا پارچات اونٹ پر لاد کر لاتا اور اسی طرح اسے گھاٹی میں پہنچا دیتا۔

پھر ہشام بن عمرو، زہیر بن ابی امیہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم کے پاس گیا اور اسے کہا: "کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ تم کھانا کھاؤ، کپڑے پہنو اور عورتوں سے نکاح کرو لیکن تمہارے ننھیال جیسا کہ تم جانتے ہو نہ خرید و فروخت کر سکیں نہ ان کے ساتھ رشتہ مناکحت استوار کیا جاسکے۔ نہ وہ کسی کو امان دے سکیں اور نہ کوئی دوسرا انہیں امان دے سکے۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر معاملہ ابوالحکم بن ہشام کے ننھیال کا ہوتا اور تم اسے اس کی ننھیال کے ساتھ وہ معاملہ کرنے کی دعوت دیتے جو اس نے تمہاری ننھیال کے ساتھ کرنے کی دعوت دی ہے تو وہ کبھی اس دعوت کو قبول نہ کرتا۔" اس نے کہا:

"ہائے افسوس! میں اکیلا کیا کر سکتا ہوں؟" ہشام نے کہا: "ایک شخص تو تیرے پاس موجود ہے۔" اس نے کہا: "وہ کون ہے؟" ہشام نے کہا: "میں تیرا ساتھ دوں گا۔" زہیر نے اسے کہا: "ہمیں تیسرے ساتھی کی تلاش بھی کرنی چاہیے۔"

پھر ہشام، مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف کے پاس گیا اور اس نے کہا: "اے مطعم! کیا تم اس بات پر رضا مند ہو کہ بنی عبد مناف کا ایک خانوادہ تمہاری آنکھوں کے سامنے ہلاک ہو جائے اور تم مقاطعہ کرنے والوں کے ساتھ موافقت اختیار کرو۔ بخدا اگر تم نے قریش کو اس طرح بنو ہاشم کا خاتمہ کرنے کی کھلی چھٹی دے دی تو تم یقیناً دیکھو گے کہ یہی سلوک عنقریب تمہارے ساتھ روا رکھا جائے گا۔" اس نے کہا: "ہائے افسوس! میں کیا کر سکتا ہوں؟ میں تو اکیلا ہوں۔" ہشام نے کہا: "تمہارے ساتھ دوسرا بھی ہے۔" مطعم نے پوچھا: "وہ کون ہے؟" ہشام نے کہا: "میں ہوں۔" معظم نے کہا: "ہمیں تیسرے ساتھی کی تلاش کرنی چاہیے۔" ہشام نے کہا: "وہ میں نے تلاش کر لیا ہے۔" مطعم نے کہا: و"وہ کون ہے؟" ہشام نے کہا: "وہ زہیر بن امیہ ہے۔" مطعم نے کہا: "ہمیں چوتھا ساتھی بھی ڈھونڈنا چاہیے جو ہمارا ہمنوا ہو۔"

ہشام اس کے بعد ابوالبختری کے پاس گیا اور اس کے ساتھ محصورین کی قرابت اور حقوق کا ذکر کیا۔ اس نے پوچھا: "کیا کوئی اور بھی اس معاملہ میں ہماری امداد کرنے والا ہے؟" ہشام نے کہا: "مطعم بن عدی اور زہیر بن امیہ بھی ہمارے ساتھی ہیں۔" ابوالبختری نے کہا: "ہمیں پانچواں آدمی بھی ساتھ ملانا چاہیے۔"

پھر ہشام زمعہ بن اسود بن مطلب بن اسد کے پاس گیا اور اس سے بات کی اور اس کے ساتھ بھی محصورین کی قرابت اور حقوق کا ذکر کیا۔ زمعہ نے پوچھا: "جس بات کی تم مجھے دعوت دے رہے ہو کیا اس معاملہ میں کوئی اور شخص بھی تمہارا ساتھی ہے؟" ہشام نے کہا: "ہاں۔" پھر ہشام نے اسے دیگر ساتھیوں کے نام بتلائے۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ رات کے وقت مکہ کی بالائی سمت میں واقع حجون پہاڑ کے اس مقام پر ملاقات کریں جہاں سے وہ پہاڑ ٹوٹا ہوا تھا اور اس کی شکل سونڈ کی سی ہو گئی تھی۔ انہوں نے باہم سوچ بچار کر کے طے کیا کہ مقاطعہ کی دستاویز کو کس طرح ختم کیا جائے۔ زہیر نے کہا: "میں بات کی ابتداء کروں گا، تم لوگ میری تائید کرنا۔"

جب صبح ہوئی تو یہ لوگ قریش کی مجالس کی طرف گئے۔ زہیر بن امیہ نیا لباس پہن کر گیا۔ اس نے

بیت اللہ کے گرد سات چکر لگائے پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر اس طرح خطاب کیا: "اے اہل مکہ! کیا ہم کھانا کھائیں، مشروبات پئیں اور کپڑے پہنیں اس حال میں کہ بنی ہاشم اور بنی مطلب ہلاک ہو رہے ہیں؟ نہ وہ کسی سے کچھ خرید سکتے ہیں اور نہ ان سے کچھ خریدا جاتا ہے اور نہ ہی ان سے ازدواجی رشتے استوار کیے جاتے ہیں۔ خدا کی قسم! میں اس وقت نہ کھاؤں گا اور نہ پیوں گا جب تک کہ یہ ظالمانہ اور قطع رحمی پر مبنی تحریر پھاڑ نہ دی جائے۔ ابو جہل اس وقت مسجد کے ایک کونے میں تھا وہ پکار اٹھا: "تم جھوٹ کہتے ہو، یہ دستاویز ہرگز نہ پھاڑی جائے گی۔" زمعہ بن اسود نے ابو جہل کو کہا: "تم سب سے زیادہ جھوٹے ہو۔ جب یہ تحریر لکھی گئی ہم اس وقت بھی اس پر راضی نہیں تھے۔" ابوالبختری نے کہا: "زمعہ بن اسود سچ کہتا ہے۔ اس دستاویز میں جو کچھ لکھا ہوا ہے ہم اس پر راضی نہیں ہیں اور نہ اس کا اقرار کرتے ہیں۔" مطعم بن عدی نے تائیداً کہا: "تم دونوں سچ کہتے ہو اور جھوٹا وہ ہے جو اس کے علاوہ کچھ کہتا ہے۔ ہم اللہ کے حضور اس دستاویز سے اور اس میں تحریر کردہ مضمون سے براءت کا اعلان کرتے ہیں۔" ان سب لوگوں نے اس دستاویز کی تردید کی اور اس کو پھاڑنے کے لیے جو موقف اختیار کیا ہشام بن عمرو نے بھی اس کی تائید کی۔ ابو جہل نے کہا: "یہ تو ایسا منصوبہ ہے جو رات کو کسی اور جگہ بیٹھ کر تیار کیا گیا ہے۔" اس موقع پر ابو طالب بھی مسجد میں ایک طرف بیٹھے ہوئے تھے اور لوگ جو کچھ کر رہے تھے اسے دیکھ رہے تھے۔ پھر مطعم بن عدی نے اٹھ کر اس دستاویز کو چاک کر دیا اور معلوم ہوا کہ "باسمک اللھم" کے الفاظ کے سوا دیمک سارے مضمون کو چاٹ گئی تھی۔ یہ دستاویز منصور بن عکرمہ بن ہشام بن عبد مناف بن عبدالدار نے تحریر کی تھی۔ لوگوں کا گمان ہے کہ اس کا ہاتھ شل ہو گیا تھا۔ واللہ اعلم۔ جب یہ دستاویز پھٹ گئی اور جو کچھ اس میں لکھا گیا تھا باطل قرار پایا تو جن لوگوں نے اس معاہدے کو توڑنے کا کارنامہ سرانجام دیا ان کے متعلق ابو طالب نے یہ اشعار کہے:

الا هل اتى الاعداء كافة ربنا
على نايهم والله بالناس ارود

خبردار، کیا سب دشمنوں کو یہ بات پہنچ گئی ہے کہ ہمارا پروردگار ان سے دور ہے باوجودیکہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر بڑا مہربان ہے۔

فیخبرهم ان الصحیفة مزقت

وان کل مالم یرضه الله مفسد

(کوئی ہے جو) ان کو خبر دے کہ دستاویز چاک کردی گئی ہے اور جس چیز میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی نہیں وہ برباد ہونے والی ہے۔

تراوحها افك و سحر مجمع

ولم یلف سحرا آخر الدهر یصعد

اس دستاویز کو بہتان طرازی اور مجموعی فریب کاری نے تقویت پہنچائی اور کوئی فریب کاری بھی زیادہ عرصہ تک ترقی کرتی ہوئی نہیں پائی گئی۔

تداعی لها من لیس فیها بقربة

فطائرها فی وسطها یتردد

اس دستاویز کے معاملہ میں وہ لوگ بھی اکٹھے ہوگئے جن کا اس سے کوئی قریبی تعلق نہیں تھا اور اس دستاویز کی نحوست اس کے بین السطور میں پھڑپھڑا رہی تھی۔

الم تك حقا وقعة صیلمیة

لیقطع فیها ساعد ومقلد

یہ واقعہ ایسا تھا کہ اس کے نتیجے میں بیخ و بن سے اکھاڑ دینے والی جنگ برپا کی جاتی جس میں ہاتھ اور گردنیں کاٹی جاتیں۔

ویظعن اهل ماکثون فیهربوا

فرائصهم من خشیة الموت ترعد

مکہ کے مکین کوچ کیے جارہے ہیں اور افراتفری میں اس حال میں بھاگ رہے ہیں کہ ان کے شانے موت کے خوف سے کانپ رہے ہیں۔

(۲۱۱) عمارہ بن ولید اور عمرو بن عاص حبشہ میں

احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد قریش عمارہ بن ولید کو لے کر ابو طالب کے پاس گئے تھے (جس کا ذکر پیراگراف ۱۹۸ میں ہے۔) اس واقعہ کے بعد عمارہ بن ولید اور عمرو بن عاص دونوں تجارت کی غرض سے سرزمین حبشہ کی طرف گئے جو قریش کے لیے جائے پناہ تھی اور وہ بالعموم وہاں جاتے تھے۔ یہ دونوں اس وقت مشرک تھے، شاعر بھی تھے، دلیر تھے لیکن نفسانی خواہشات سے مغلوب تھے۔ عمارہ بڑا حسین و جمیل تھا۔ عورتیں اس کی گرویدہ تھیں وہ خوش گفتار اور خوش پوشاک تھا۔ عمرو بن عاص کے ساتھ اس کی بیوی بھی شریک سفر تھی۔ اس کے پاس شراب تھی۔ کچھ راتوں تک سمندر کا سفر کرنے کے بعد انہوں نے شراب نوشی کی۔ جب عمارہ بن ولید نشہ سے مخمور ہوگیا تو اس نے عمرو بن عاص کی بیوی کو کہا: "مجھے چوم لو۔" عمرو نے اپنی بیوی سے کہا: "اپنے چچا کے بیٹے کو چوم لو۔" اس نے عمارہ کو چوم لیا۔ عمارہ نے اسے نیچے گرا کر اپنی ہوس رانی کا نشانہ بنانے کا ارادہ کیا تو اس عورت نے اسے پیچھے ہٹا دیا۔ پھر عمرو نے سفینہ کے کنارے کے اوپر اونچی جگہ پر بیٹھ کر پیشاب کرنا شروع کیا۔ عمارہ نے اسے سمندر میں دھکیل دیا اس نے تیرنا شروع کیا یہاں تک کہ اسے پکڑ کر نکال لیا گیا۔ عمارہ نے اسے کہا: "واللہ! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تو تیرا کی جانتا ہے تو میں تجھے نہ پھینکتا۔ میرا گمان تھا کہ تو اچھا تیراک نہیں ہے۔" جب عمارہ نے عمرو سے یہ کہا تو اس کے دل میں عمارہ کے متعلق کینہ پیدا ہوگیا اور اس نے جان لیا کہ عمارہ اسے قتل کرنا چاہتا ہے۔

ان دونوں نے اکٹھا سفر کیا اور حبشہ پہنچ گئے عمرو بن عاص (۱) نے اپنے باپ عاصی بن وائل کو لکھا کہ مجھے عاق کر دیا جائے اور میرے جرائم کے متعلق بنی مغیرہ اور جملہ بنی مخزوم کے سامنے بریت کا اعلان کر دیا جائے۔ کیوں کہ عمرو کو اپنے باپ کے بارے میں یہ خوف لاحق تھا کہ عمرو کے جرائم کے متعلق اس کے باپ عاص کا تعاقب کیا جائے گا۔ جب یہ مکتوب عاصی کو ملا تو وہ بنی مخزوم اور بنی مغیرہ کے لوگوں کے پاس گیا اور کہا: "تم جانتے ہو کہ یہ دونوں جوان یہاں سے چلے گئے ہیں وہ دونوں جانباز اور شریر ہیں نیز جذباتی ہیں اور انہیں اپنے آپ پر قابو نہیں ہے مجھے معلوم نہیں کہ کیا واقعہ پیش آجائے اس لیے میں تمہارے روبرو عمرو اور اس کے کرتوتوں سے اعلان براءت کرتا ہوں میں نے اسے عاق کر دیا ہے۔" بنی مغیرہ اور بنی مخزوم کے لوگوں نے اسے کہا: "تمہیں عمارہ کے بارے میں خدشہ ہے ہم نے عمارہ کو عاق کر دیا ہے اور ہم تمہارے لیے اس کے جرائم سے اعلان براءت کرتے ہیں۔" ان دونوں کو کھلا چھوڑ دیا گیا۔ عمرو

(۱) متن میں عاص اور عاصی دونوں طرح لکھا ہوا ہے۔ (ادارہ)

بن عاص نے کہا: میں نے یہ کیا۔ قبیلوں نے دونوں کو عاق کر دیا اور ہر قبیلہ نے اپنے آدمی کے جرائم سے اعلان براءت کر دیا۔

جب وہ دونوں حبشہ میں اطمینان سے رہنے لگے زیادہ عرصہ نہ گزرا کہ عمارہ نے نجاشی کے حرم میں ایک عورت کے ساتھ ناجائز تعلقات خفیہ طور پر قائم کر لیے وہ حسین و جمیل آدمی تھا۔ عورت نے اسے اپنے پاس بلانا شروع کر دیا تو وہ اکثر اس کے پاس جاتا رہتا اور واپس آکر عمرو کو خلوت کی باتیں سناتا تھا۔ عمرو اسے کہتا: میں یہ نہیں مانتا کہ تو ایسا بھی کر سکتا ہے کیونکہ اس عورت کا مرتبہ اس سے بہت بلند و بالا ہے۔ لیکن جب عمارہ نے یہ باتیں کثرت سے شروع کر دیں اور عمرو کو معلوم ہو گیا کہ وہ واقعی نجاشی کی ایک عورت کے پاس جاتا ہے کیوں کہ اس کی ہیئت ہی بدل چکی ہے وہ شام کے وقت اس کے پاس جاتا اور سحر کو واپس آجاتا تھا۔

عمرو اور عمارہ دونوں اکٹھے رہتے تھے۔ عمرو یہ چاہتا تھا کہ عمارہ اس کے پاس اس عورت کی کوئی ایسی چیز لائے جو وہ واپس نہ کر سکے۔ چنانچہ جب عمارہ نے عمرو کے ساتھ عورت کی باتیں کیں تو عمرو نے اسے کہا: "عورت کو کہنا کہ وہ تمہیں نجاشی کا تیل لگائے جو دوسرا کوئی بھی نہیں لگا سکتا، میں اسے پہچانتا ہوں اور اس تیل میں سے تھوڑا سا مجھے لا کر دو تاکہ میں تصدیق کر سکوں کہ تم سچ کہتے ہو۔" عمارہ نے کہا: "میں ایسا کروں گا۔" عمرو کا بیان ہے کہ وہ عورت کے پاس گیا اس نے اسے وہ تیل لگایا اور ایک شیشی میں تھوڑا سا تیل دے بھی دیا۔ جب عمرو نے اسے سونگھا تو پہچان لیا اور عمارہ کو کہا: "میں گواہی دیتا ہوں کہ تو سچ کہتا ہے۔ تو نے تو وہ چیز حاصل کر لی جو کسی عرب کو حاصل نہیں ہوئی، بادشاہ کی بیوی! ہم نے تو ایسا کبھی نہیں سنا تھا۔ وہ اہل جاہلیت تھے۔ ان کے نزدیک یہ بہت بڑی فضیلت تھی جو کسی کو حاصل ہو۔

پھر عمرو نے سکوت اختیار کر لیا یہاں تک کہ جب وہ مطمئن ہو گیا تو عمرو نجاشی کے پاس گیا اور کہا: "اے بادشاہ! میرے ساتھ قریش کے احمقوں میں ایک احمق ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ اس کے معاملہ کو آپ کی طرف منسوب کیا جائے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کے حالات آپ تک پہنچا دوں۔ میں یہ بات ایک ثابت شدہ حقیقت کے طور پر بتا رہا ہوں کہ وہ آپ کی بیویوں میں سے کسی کے پاس جاتا ہے اور یہ وہ تیل جو اس عورت نے اسے دیا ہے اور جسے اس نے استعمال کیا ہے۔" جب نجاشی نے تیل کو سونگھا تو اس نے کہا: "تو نے سچ کہا ہے یہ وہ تیل ہے جو میری عورت کے سوا کسی کے پاس نہیں ہے۔" پھر نجاشی نے عمارہ کو بلایا

اور جادوگروں کو بلا بھیجا۔ عمارہ کے کپڑے اتروا دیئے گئے۔ بادشاہ نے جادوگروں کو حکم دیا کہ اس پر عمل کیا جائے۔ جادوگروں نے عمارہ کے جسم کے مخصوص حصہ پر پھونکیں ماریں، وہ پاگلوں کی طرح بھاگتا ہوا برہنہ ہی جنگلوں کی طرف نکل گیا اور اسی حالت میں حبشہ کی سرزمین میں رہا یہاں تک کہ عمرؓ بن خطاب کی خلافت کا دور آ گیا۔ بنی مغیرہ کے کئی آدمی اس کے پاس گئے۔ ان میں عبداللہ بن ابی ربیعہ بن مغیرہ بھی تھا۔ اسلام سے قبل عبداللہ کا نام "بجیر" تھا جب اس نے اسلام قبول کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام عبداللہ رکھ دیا۔ اس نے سرزمین حبشہ میں عمارہ کی تلاش شروع کی۔ لوگوں نے بتایا کہ وہ جنگلی گدھوں کے ساتھ آتا ہے اور ان ہی کے ساتھ واپس چلا جاتا ہے، اگر اسے انسان کی آہٹ محسوس ہو تو وہ بھاگ جاتا ہے۔ جب پیاس محسوس کرتا ہے تو سیر ہو کر پانی پی لیتا ہے۔" بنی مغیرہ کے لوگ اس کی تلاش میں نکلے۔ عبداللہ بن ابی ربیعہ کا بیان ہے کہ میں نے آگے بڑھ کر اسے پکڑ لیا اس نے بار بار کہا: "اے بجیر! مجھے چھوڑ دو اگر تو نے مجھے اسی طرح پکڑ رکھا تو میں مر جاؤں گا۔" عبداللہ نے کہا: "میں نے اسے مضبوطی سے پکڑ لیا اور وہ اسی جگہ میرے ہاتھوں میں فوت ہو گیا۔ میں نے اسے دفن کر دیا۔ پھر ہم واپس چلے گئے۔" لوگوں کا بیان ہے کہ اس کے بال اتنے زیادہ تھے کہ اس کا سارا بدن بالوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ عمرو نے اس کے بارے میں یہ اشعار کہے جن میں یہ بیان کیا کہ عمارہ نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا اور وہ عمرو کی عورت کے ساتھ کیا کرنا چاہتا تھا۔

تعلم عمار ان من شر شيمة

لمثلك ان يدعا ابن عم له ابنما

عمارہ کو یہ بتلا دو کہ تیری طرح بد اخلاقی کا مظاہرہ کرنے پر تیرے بھائی کے بیٹے سے پوچھا جاتا ہے کہ وہ کس کا بیٹا ہے؟

أ ان كنت ذابردين احوى مرجلا

فلست تراى لابن عمك محرما

اگر تمہارے پاس دو چادریں ہیں تم سیاہی مائل سرخ ہو، بالوں کو کنگھی کئے ہوئے ہو، تو اپنے چچا کے بیٹے کو صلح جوئی کی حالت میں دیکھنے کے روادار کیوں نہیں ہو؟

اذا المرء لم یترک طعاما یحبه

ولم ینه قلبا غاویا حیث یمما

جب آدمی اپنے پسندیدہ اور محبوب کھانے کو ترک نہ کرے اور اپنے گمراہ دل کو برے ارادوں سے باز نہ رکھے۔

قضی وطرا منها یسیرا فاصبحت

اذا ذکرت امثاله تملاء الفما

تو وہ آسانی کے ساتھ اپنی حاجت پوری کر لیتا ہے پھر اس کی حالت یہ ہوتی ہے کہ اس کی باتیں ضرب المثل کے طور پر زبان زد خاص و عام ہو جاتی ہیں۔

اصبت من الامر الدقیق جلیله

وعیشا اذا لاقیت من قد تلوما

تو تھوڑے کام سے بڑی مصیبت میں گرفتار ہوا اور ایسی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو گیا جو قابل مذمت ہے۔

الی ملجأ ربع عن مطامع خشیة

وعالج امرا لمجد لا یتندما

ڈر کی خواہشات چھوڑ کر آسائش و فراخی کی پناہ گاہ تلاش کر، بزرگی کے کام کرتا رہ تاکہ ندامت و پشیمانی سے بچ جائے۔

فلیس الفتی وان انمت عروقه

بذی کرم الا بان یتکرما

اگر آدمی کی رگیں اور ریشے نشوونما پا جائیں تو وہ صاحب شرافت آدمی نہیں بن جاتا جب تک کہ فی الواقع وہ شرافت حاصل نہ کرے۔

باب ۲۱

حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب کا اسلام لانا

(۲۱۲) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے بنی اسلم کے ایک فقیہ اور سمجھدار شخص نے بیان کیا کہ ابو جہل صفا کے قریب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا۔ اس نے آنحضرتؐ کو ایذا پہنچائی اور بے تحاشا گالیاں دیں۔ آپؐ کے دین کی عیب چینی کی اور آپؐ کو کمزور کرنے کی کوشش کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بد سلوکی کو مکروہ جانا مگر آپؐ نے اس کی کسی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ عبداللہ بن جدعان تیمی کی آزاد کردہ لونڈی صفا کے اوپر اپنے گھر میں یہ سب کچھ سن رہی تھی۔ پھر ابو جہل چلا گیا اور جا کر کعبہ کے پاس قریش کی ایک مجلس میں ان کے پاس بیٹھ گیا۔ اتنے میں حمزہؓ بن عبدالمطلب اپنی کمان کو گلے میں لٹکائے ہوئے شکار سے واپسی پر وہاں پہنچ گئے۔ آپ شکاری تھے تیر سے شکار کیا کرتے تھے اور عموماً شکار کو نکل جایا کرتے تھے۔ ان کا معمول یہ تھا کہ شکار سے واپسی پر آپ سیدھے گھر نہیں جاتے تھے بلکہ خانہ کعبہ کا طواف کرتے تھے پھر قریش کی مجلس کے پاس سے گزرتے تو وہاں ٹھہر جاتے تسلیمات بجالاتے اور گفت و شنید کے بعد اپنے گھر جاتے تھے۔ آپ قریش کے نہایت طاقتور، بہادر اور غیرت مند آدمی تھے وہ اس وقت تک اپنی قوم کے دین پر تھے اور مشرک تھے۔ جب حمزہؓ اس لونڈی کے پاس سے گزرے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک اپنے گھر جا چکے تھے) تو لونڈی نے حضرت حمزہؓ کو کہا: "اے ابو عمارہ! کاش، آپ اس مصیبت کو دیکھتے جو ابوالحکم نے آپؐ کے بھتیجے (حضرت محمدؐ) پر نازل کی۔ اس نے آپؐ کو یہاں دیکھا تو آپ کو اذیت پہنچائی، گالیاں دیں اور آپؐ کے ساتھ ناپسندیدہ سلوک کیا اور چلا گیا لیکن محمدؐ نے اس کی کسی بات کا جواب نہ دیا۔ حضرت حمزہؓ غصے سے بھر گئے اور اللہ تعالیٰ اسی طرح آپ کو شرافت سے نوازنا چاہتا تھا آپ تیزی سے چلے اور خلاف معمول کسی کے پاس نہ ٹھہرے۔ وہ طواف کرنا چاہتے تھے تاکہ ابو جہل کے ساتھ مقابلہ کے لیے

تیار ہو جائیں۔ جب مسجد میں داخل ہوئے تو آپ نے ابو جہل کو لوگوں کے پاس بیٹھا ہوا دیکھا آپ سیدھے اس کی طرف گئے اور اس کے سر پر کھڑے ہوئے اور کمان اٹھا کر اس زور سے اس کے سر پر دے ماری کہ اس کا سر پھٹ گیا۔ اس پر قریش میں سے بنی مخزوم کے کچھ لوگ ابو جہل کی حمایت کے لیے اٹھے اور انہوں نے کہا: "اے حمزہؓ" کیا تم بھی اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ گئے ہو؟" حضرت حمزہؓ نے کہا: "میرے لیے کون سی چیز رکاوٹ ہے جب کہ حقیقت مجھ پر واضح ہو چکی ہے اور میں شہادت دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسولؐ ہیں اور جو کچھ آپؐ کہتے ہیں وہ سچ ہے۔ بخدا میں اس دین کو نہیں چھوڑوں گا مجھے اس سے روک لو اگر تم سچے ہو۔" ابو جہل نے کہا: "ابو عمارہ کو چھوڑ دو۔ میں نے واقعی اس کے بھتیجے کو بری گالیاں دی تھیں۔" بالآخر حضرت حمزہ اپنے اسلام پر ڈٹ گئے اور اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ آپ کو فرمایا آپ ہمیشہ اس پر قائم رہے۔ جب حضرت حمزہؓ نے اسلام قبول کر لیا تو قریش کو معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قوت اور حفاظت و حمایت حاصل ہو گئی ہے اب حمزہؓ آپؐ کی حمایت کریں گے اس لیے موقع پانے کے باوجود آپؐ کو اذیت پہنچانے سے باز آ گئے۔ جب حضرت حمزہؓ نے ابو جہل کو مارا اور اسلام قبول کیا تو اس وقت یہ اشعار کہے:

ذق یا ابا جهل ما عسیت
من امرك الظالم اذا مشیت

اے ابو جہل! اپنی سخت مزاجی کا مزہ چکھو، تو نے ظالمانہ کاروائی کی تھی اس کا نتیجہ بھگتو۔

عزامرك الظالم اذا عنیت
لو كنت ترجو ا الله ما شقیت

جب تو نے زبردستی کی تو تیری ظالمانہ کاروائی سخت ہو گئی۔ اگر تو اللہ سے امید رکھے تو تو بدبختی اور شقاوت سے بچ جائے۔

ستسعط الرغم بماا تیت
توذی رسول الله اذ نهیت

تیرے کرتوتوں کی وجہ سے تیری ناک خاک آلود ہو گی۔ تجھے روکا گیا ہے لیکن تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دیتا ہے۔

ولا ترکت الحق اذ دعیت

ولا ھویت بعد ما ھویت

جب مجھے دعوت دی گئی تو میں نے حق سے روگردانی نہیں کی اور میں خواہشات نفس کا غلام نہیں بنا جبکہ تو راہ حق سے ہٹ چکا ہے۔

حتی تذوق الخوی قد لقیت

فقد شفیت النفس واشفیت

حتی کہ تو نے سر کی چوٹ کا مزہ چکھا جس کی وجہ سے تیرا سر خون سے خالی ہوگیا۔ تو نے صحت طلب کی لیکن صحت نہ پائی۔

(۲۱۳) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: پھر حمزہؓ اپنے گھر تشریف لے گئے۔ شیطان نے وسوسہ اندازی کی اور کہا: "تو قریش کا سردار ہے دین سے پھرے ہوئے اس شخص کی پیروی اختیار کرلی ہے اور اپنے آباء واجداد کے دین کو ترک کردیا ہے ایسا کرنے سے تو تیرے لیے مرجانا بہتر ہے۔" حضرت حمزہؓ پر اس کی وجہ سے سخت غم اور پراگندگی طاری ہوگئی۔ حضرت حمزہؓ نے اللہ تعالی سے دعا کی: "اے اللہ! جو کچھ میں نے کیا ہے اگر یہ صحیح ہے تو اس کی تصدیق میرے دل میں ڈال دے وگرنہ میرے لیے اس گراوٹ سے نکلنے کا کوئی راستہ پیدا کردے۔" شیطانی مکروفریب اور وسوسہ کی وجہ سے حضرت حمزہؓ خلاف معمول طور پر رات بھر سخت بے چین رہے یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔ آپ علی الصبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: بھتیجے! میں ایک مخمصہ میں پھنس گیا ہوں جس سے نکلنے کی کوئی صورت مجھے نظر نہیں آتی اور مجھ جیسے آدمی کا کسی ایسی چیز پر قائم رہنا جس کے بارے میں میں نہیں جانتا کہ وہ ہدایت ہے یا گمراہی، ایک شدید بات ہے۔ تم میری رہنمائی کرو۔ میری انتہائی خواہش ہے کہ اس مخمصہ سے نکلنے کے لیے تم مجھے کوئی رستہ سمجھاؤ۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بات سن کر انہیں سمجھایا، نصیحت کی، خدا کا خوف دلایا اور ایمان لانے پر بشارت دی۔ راوی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فہمائش سے اللہ عزوجل نے ان کے دل میں ایمان ڈال دیا اور انہوں نے کہا: میں شہادت دیتا ہوں کہ آپؐ صادق ہیں۔ یہ سچی شہادت ہے جو ایک عارف نے دی ہے۔ میرے بھتیجے! میں آپؐ کے دین کا اظہار کروں گا۔ بخدا! میں یہ پسند نہیں کرتا کہ آسمان کے نیچے

جو کچھ ہے وہ مجھے مل جائے اور میں اپنے پہلے مشرکانہ دین پر قائم رہوں۔"

حضرت حمزہؓ ان لوگوں میں سے ہیں جن کے ذریعہ سے اللہ تعالی نے دین کو قوت وشوکت عطا فرمائی۔

(۲۱۴) احمد نے یونس کے حوالہ سے ابن اسحاق کی یہ روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: حمزہؓ بن عبدالمطلب نے یہ اشعار کہے:

حمدت الله حین هدی فوادی

الی الاسلام والدین الحنیف

میں اللہ کی تعریف کرتا ہوں جب کہ اس نے میرے دل کو اسلام اور دین حنیف کی رہنمائی عطا فرمائی۔

للدین جاء من رب عزیز

خبیر بالعباد بهم لطیف

یہ دین قادر مطلق رب کی طرف سے آیا ہے جو اپنے بندوں سے باخبر اور ان پر بہت مہربان ہے۔

اذا تلیت رسائله علینا

تحدارد مع ذی اللب الحصیف

جب اللہ کے پیغامات ہمارے سامنے تلاوت کئے جاتے ہیں تو وہ فہیم اور عقلمند آدمی کے دل ودماغ کو اپیل کرتے ہیں۔

رسائل جاء احمد من هداها

بایات مبینات الحروف

یہ وہ پیغامات ہیں جو احمدؐ لے کر آئے ہیں وہ سراسر ہدایت ہیں اور واضح مضامین کی آیات پر مشتمل ہیں۔

واحمد مصطفی فینا مطاع

فلا تغشوه بالقول العنیف

احمد مصطفی ہمارے مطاع ہیں۔ آپؐ کے ساتھ سخت کلامی کر کے آپؐ کو رنجیدہ خاطر نہ کرو۔

فلا واللّٰہ نسلمه لقوم
ولما نقض فيهم بالسيوف

بخدا! ہم آپؐ کو قوم کے سپرد نہیں کریں گے جب تک کہ تلواروں کے ساتھ ان کا فیصلہ نہ چکا دیں۔

ونترك منهم قتلى بقاع
عليها الطير كالورد العكوف

ہم ان میں سے ان جگہوں کے مقتولوں کو چھوڑ دیں گے جن کے ارد گرد پرندے منڈلاتے ہیں جس طرح پنگھٹ پر پانی پینے کے لیے اونٹ اور آدمی ہمیشہ آتے رہتے ہیں۔

وقد خبرت ماصنعت ثقيف
به فجبرى القبائل من ثقيف

ثقیف نے آپؐ کے ساتھ جو کچھ کیا وہ معلوم ہو چکا ہے اللہ تعالیٰ (جو انسانوں کا بادشاہ ہے) قبائل ثقیف کو بدترین جزا دے۔

اله الناس شر جزاء قوم
ولا اسقاهم صوب الخريف(۱)

جو کسی قوم کو دی جاتی ہے اور انہیں فصل خریف کی باران رحمت سے سیراب نہ کرے۔

---

(۱) ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب نے علامہ عبدالرحمان سہیلی کے حوالہ سے حاشیہ پر لکھا ہے کہ نہ معلوم یہ کس واقعہ سے متعلق ہے، بنی ثقیف طائف میں آباد تھے۔ اگر یہ اشعار آنحضرتؐ کے سفر طائف کے بارے میں ہیں تو وہ سفر آپؐ نے شوال ۱۰ نبوت میں کیا تھا جبکہ مشہور ترین قول کے مطابق حضرت حمزہؓ ۲ نبوت بعد بعثت میں مشرف باسلام ہوئے تھے۔ بہرحال اس منظوم کلام کا یہ آخری حصہ غیر واضح ہے۔ (مترجم)

باب ۲۲

اصحاب رسولؐ کی ہجرت حبشہ

(۲۱۵) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی، ابن اسحاق نے کہا: اللہ عزوجل نے ابو طالب کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کا انتظام فرمادیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ آپؐ کے اصحاب کو آزمائشوں اور سختیوں میں مبتلا کیا جاتا ہے اور آپؐ خود اللہ تعالی کی خصوصی رحمت کے طفیل ان مصائب سے محفوظ ہیں۔ آنحضرتؐ نے یہ بھی محسوس کیا آپؐ بذات خود اپنے اصحابؓ کو کفار کی دست درازیوں سے بچانے کے قابل نہیں ہیں اور نہ ہی ابو طالب جیسا کوئی اور آدمی ہے جو ان کی حمایت کا بیڑا اٹھائے تو حضورؐ نے اپنے اصحابؓ کو سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم دے دیا اور فرمایا: "وہاں ایک ایسا بادشاہ ہے جس کے ہاں لوگوں پر ظلم نہیں ہوتا۔ وہ بھلائی اور سچائی کی سرزمین ہے تم لوگ وہاں ٹھہرے رہو یہاں تک کہ اللہ تعالی تمہارے لیے آسائش مہیا کردے اور میرے لیے اور تمہارے لیے ان مصائب کو رفع کرنے کی کوئی صورت پیدا کردے۔" اس ارشاد کے مطابق آپؐ کے اصحابؓ میں سے کچھ لوگوں نے فتنہ کے ڈر سے سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کی اور وہ اپنے دین کو بچاتے ہوئے اللہ عزوجل کی طرف چلے گئے اور باقی ماندہ مسلمانوں نے اپنے اسلام کو مخفی رکھا۔

(۲۱۶) یونس نے عیسی بن عبداللہ تمیمی سے اور اس نے ربیع بن انس کی وساطت سے قرآن کریم کی آیت "وعداللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنھم ..." کے متعلق ابو العالیہ کی یہ روایت نقل کی: نزول وحی کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں دس سال اس حال میں گزارے کہ آنحضرتؐ اور آپؐ کے اصحاب خوف وہراس میں رہے اور اللہ عزوجل سے خفیہ اور علانیہ دعائیں مانگتے رہے پھر انہیں حکم دیا گیا کہ وہ مدینہ کی طرف ہجرت کر جائیں۔ وہاں پر بھی وہ خوف زدہ اور صبح وشام مسلح رہتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ میں ایک شخص نے آپؐ سے پوچھا

"یا رسولؐ اللہ! ہم پر وہ زمانہ کب آئے گا جب ہمیں امن نصیب ہوگا اور ہم اسلحہ اتار دیں گے؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم صرف تھوڑا عرصہ غمزدہ رہو گے یہاں تک کہ تم میں کا آدمی عالم عظیم میں بیٹھے گا جہاں لوہا یعنی ہتھیار نہیں ہوں گے۔" پس اللہ تعالیٰ نے اس صحابیؓ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی:

وعد الله الذين آمنوا منكم وعملوا الصلحت ليستخلفنهم في الارض كما استخلف الذين من قبلهم وليمكنن لهم دينهم الذى ارتضى لهم وليبدلنهم من بعد خوفهم امنا يعبدوننى لا يشركون بى شيأ ومن كفر بعد ذالك فاولئك هم الفسقون ○

(النور۔ ۵۵)

اللہ نے وعدہ فرمایا ہے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں کہ وہ ان کو اسی طرح سرزمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو بنا چکا ہے، ان کے لیے ان کے اس دین کو مضبوط بنیادوں پر قائم کردے گا جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں پسند کیا ہے، اور ان کی (موجودہ) حالت خوف کو امن سے بدل دے گا، بس وہ میری بندگی کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں، اور جو اس کے بعد کفر کرے تو ایسے ہی لوگ فاسق ہیں۔

آیت استخلاف کے آخری حصہ " ومن كفر بعد ذلك فاولئك هم الفاسقون " میں راوی کے بیان کے مطابق "فمن كفرا بهذه النعمة" مراد ہے یعنی جو اس کے بعد اس نعمت کا کفران کرے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے " من كفر بالله یعنی جو اللہ کا انکار کرے" نہیں فرمایا۔ چنانچہ غلبہ اسلام کے بعد مسلمان مامون ہوگئے اور ان کی یہ حالت برقرار رہی یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کو پیارے ہوگئے پھر ان کی یہی حالت حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے ادوار خلافت میں قائم رہی اس کے بعد کفران نعمت کے نتیجہ کے طور پر اللہ تعالیٰ نے ان پر وہی خوف طاری کردیا جو ان سے ہٹا دیا گیا تھا۔

(۲۱۷) یونس نے ہشام بن سعید کے حوالہ سے زید بن اسلم کی یہ روایت نقل کی: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں تین قسم کے لوگ تھے۔ ان میں سے ایک گروہ تو مدینہ میں تھا اور دو قسم کے لوگ مکہ میں تھے۔ مکہ میں ایک گروہ ایسے صحابہؓ کا تھا جو دس سال تک ظلم وستم کا نشانہ بنائے گئے

لیکن انہوں نے مشرکین کو معاف کر دیا اور دوسرا گروہ ایسے صحابہؓ پر مشتمل تھا کہ جب انہیں ایذا پہنچائی جاتی تو وہ اس کا بدلہ لیتے تھے۔ ان سب اصحابؓ کے متعلق اللہ عزوجل نے فرمایا:

والذین یجتنبون کبائر الاثم والفواحش ○

جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے پرہیز کرتے ہیں۔ بڑے گناہوں سے مراد "شرک" اور فواحش سے مراد "زنا" ہے۔

اس کے بعد فرمایا:

واذا ما غضبوا ھم یغفرون ○ (الشوری-۳۷)

اور اگر غصہ آجائے تو درگذر کر جاتے ہیں۔

یہ وہ لوگ ہیں جو مشرکین سے بدلہ نہیں لیتے۔

پھر فرمایا:

والذین استجابو لربھم واقاموا الصلوۃ وامرھم شوری بینھم ومما رزقنھم ینفقون ○ (الشوری-۳۸)

جو اپنے رب کا حکم مانتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، اپنے معاملات آپس کے مشورے سے چلاتے ہیں، ہم نے جو کچھ بھی رزق انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

جو لوگ مدینہ میں تھے ان کا کوئی امیر نہیں تھا اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تھے اور وہ مدینہ میں تھے وہ اپنے معاملات میں مشاورت کیا کرتے تھے۔

اس کے بعد فرمایا گیا:

والذین اذا اصابھم البغی ھم ینتصرون ○ (الشوری-۳۹)

اور جب ان پر زیادتی کی جاتی ہے تو وہ برابر کا بدلہ لیتے ہیں۔

یہ بدلہ لینے والے ہیں۔

پھر فرمایا گیا:

وجزاء سیئۃ مثلھا فمن عفا و اصلح فاجرہ علی اللہ انہ لا یحب الظلمین ○

(الشوری-۴۰)

برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے پھر جو کوئی معاف کردے اور اصلاح کرے اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے۔ اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا ہے۔

یہ معاف کرنے والے صحابہؓ ہیں۔

اس کے بعد فرمایا گیا:

ولمن انتصر بعد ظلمه فاولئك ما عليهم من سبيل ○ انما السبيل على الذين يظلمون الناس ويبغون في الارض بغير الحق اولئك لهم عذاب اليم ○ (الشورى-٤١-٤٢)

اور جو لوگ ظلم ہونے کے بعد بدلہ لیں ان کو ملامت نہیں کی جاسکتی۔ ملامت کے مستحق تو وہ ہیں جو دوسروں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق زیادتیاں کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

وہ مشرکین جو مسلمانوں پر ظلم کرتے تھے ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

باب ۲۳

اسمائے گرامی مہاجرین حبشہ
پہلا مرحلہ

(۲۱۸) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: حضرت جعفرؓ اور آپ کے ساتھیوں سے قبل مندرجہ ذیل صحابہ کرامؓ نے مکہ سے سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کی:

بنی امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف میں سے:

(۱) عثمانؓ بن عفان اور ان کے ہمراہ ان کی بیوی (۲) رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بنی عبد شمس بن عبد مناف میں سے:

(۳) ابو حذیفہؓ بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس اور ان کے ہمراہ ان کی بیوی۔

(۴) سہلہؓ بنت سہیل بن عمرو بن عبد شمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل۔

ان کے ہاں سرزمین حبشہ میں محمدؓ بن ابی حذیفہ پیدا ہوئے۔

حلفائے بنی امیہ میں سے:

(۵) عبد اللہؓ بن جحش بن رئاب

حلفائے بنی نوفل بن عبد مناف میں سے:

(۶) عتبہؓ بن غزوان بن جابر (یہ بنی قیس عیلان میں سے تھے)

بنی اسد بن عبد العزیٰ بن قصی میں سے:

(۷) زبیرؓ بن العوام بن خویلد بن اسد

بنی عبدالدار بن قصی میں سے:

(۸) مصعبؓ بن عمیر بن عامر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار

بنی عبد بن قصی میں سے:

(۹) طلیبؓ بن عمیر بن وہب بن ابی کثیر بن عبد بن قصی

بنی زہرہ بن کلاب میں سے:

(۱۰) عبدالرحمانؓ بن عوف بن عبد عوف بن عبد بن حارث بن زہرہ

حلفائے بنی زھرہ میں سے:

(۱۱) عبداللہؓ بن مسعود اور (۱۲) مقدادؓ

بنی مخزوم بن یقظہ بن مرہ میں سے:

(۱۳) ابو سلمہؓ بن عبدالاسد اور ان کے ہمراہ ان کی بیوی (۱۴) ام سلمہؓ بنت ابی امیہ

(۱۵) سلمہؓ بن ہشام بن مغیرہ۔ بعد ازاں انہیں مکہ میں گرفتار کرلیا گیا اور بدر، احد اور خندق کے غزوات کے بعد مدینہ تشریف لائے۔ (۱۶) عیاشؓ بن ابی ربیعہ بن مغیرہ انہوں نے بعد ازاں مدینہ کی طرف ہجرت کی اور حارث بن ہشام جو ان کے ماں جائے بھائی تھے وہ انہیں مکہ واپس لے گئے اور قید کر دیا، غزوات بدر، احد اور خندق کے بعد رہائی ملی۔

حلفاء بنی مخزوم میں سے:

(۱۷) عمارؓ بن یاسر۔ ان کے بارے میں شک ہے کہ انہوں نے ہجرت حبشہ کی یا نہیں۔

(۱۸) معتب بن عوف بن عامر (یہ بنی خزاعہ میں سے تھے)

حلفائے بنی عدی بن کعب بن لوی میں سے:

(۱۹) عامر بن ربیعہ اور ان کی بیوی۔ (۲۰) لیلی بنت ابی حثمہ بن غانم

بنی جمح بن عمرو بن ہصیص میں سے:

(۲۱) عثمانؓ بن مظعون بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح اور ان کے بیٹے۔

(۲۲) سائب بن عثمانؓ۔

(۲۳) قدامہؓ بن مظعون۔

بنی سہم بن عمرو بن ہصیص میں سے:

(۲۴) خنیسؓ بن حذافہ بن قیس بن عدی۔

(۲۵) ہشام بن عاصی بن وائل

بنی عامر بن لوی میں سے:

(۲۶) حاطبؓ بن عمرو بن عبد شمس (کہا جاتا ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے ہجرت کی)

(۲۷) سلیط بن عمرو بن عبد شمس اور ان کے ہمراہ ان کی بیوی۔

(۲۸) ام یقظہؓ بنت علقمہ۔ ان کے ہاں ایک لڑکا (؟) پیدا ہوا۔

(۲۹) سلیطؓ بن سلیط

(۳۰) سکرانؓ بن عمرو بن عبد شمس اور ان کے ساتھ ان کی بیوی۔

(۳۱) سودہ بنت زمعہ بن قیس۔ سکرانؓ ہجرت مدینہ سے قبل مکہ ہی میں فوت ہو گئے اور ان کی بیوہ سودہ بنت زمعہ کو ام المومنین بننے کا شرف حاصل ہوا جو حرم نبوت میں داخل ہو گئیں۔

حلفائے بنی عامر بن لوی میں سے:

(۳۲) سعدؓ بن خولہ

بنی حارث بن فہر بن مالک میں سے:

(۳۳) ابو عبیدہؓ بن الجراح

(۳۴) سہیل بن بیضاء

(۳۵) عمرو بن ابی شریح بن ربیعہ اور

(۳۶) عمرو بن حارث بن زہیر بن ابی شداد۔

(۲۱۹) قصہ غرانیق

احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: مہاجرین حبشہ میں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ انہیں خبر پہنچی کہ اہل مکہ مسلمان ہو گئے ہیں اور انہوں نے سجدہ کیا ہے۔ واقعہ یہ تھا کہ سورۃ النجم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ آپؐ نے اس کی تلاوت فرمائی۔ مسلمانوں اور

مشرکوں سب نے کان لگا کر سنا، جب آپؐ "افرأیتم اللات والعزی" پر پہنچے تو سب کے کان کھڑے ہوگئے۔ مومنوں نے خیرات دی اور جب لوگوں نے اس کے بعد شیطان کی طرف الحاقی مسجع فقرے سنے تو وہ مرتد ہوگئے اور انہوں نے کہا: بخدا! ہم ان کی عبادت کریں گے تاکہ وہ اللہ تک ہماری رسائی کرادیں۔" شیطان نے وہ دو آیتیں ہر مشرک کو سکھادیں اور وہ ان کی زبانوں پر جاری ہوگئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سخت غمزدہ ہوئے یہاں تک کہ جبریل علیہ السلام آئے۔ آنحضرتؐ نے ان دو فقروں کے بارے میں شکایت کی جو لوگوں کی طرف سے ملا لیے گئے تھے۔ جبریل علیہ السلام نے ان دونوں فقروں سے بیزاری کا اظہار کیا اور کہا: "آپؐ نے لوگوں کے سامنے وہ تلاوت کیا جو میں آپؐ کے اللہ عزوجل کی طرف سے نہیں لایا اور آپؐ نے وہ کچھ کہا جو آپؐ کو نہیں کہا گیا۔" اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شدید رنج و غم محسوس کیا اور آپؐ خوفزدہ ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی دلجوئی کے لیے یہ آیت نازل فرمائی:

وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبي الا اذا تمنى القى الشيطن في امنيته فينسخ الله ما يلقى الشيطن ثم يحكم الله آيته والله عليم حكيم ○ (الحج۔ ۵۲) (۱)

اور اے نبی! تم سے پہلے ہم نے نہ کوئی رسول ایسا بھیجا ہے نہ نبی (جس کے ساتھ یہ معاملہ پیش نہ آیا ہو کہ) جب اس نے تمنا کی، شیطان اس کی تمنا میں خلل انداز ہوگیا۔ اس طرح جو کچھ بھی شیطان خلل اندازیاں کرتا ہے اللہ ان کو مٹا دیتا ہے اور اپنی آیات کو پختہ کر دیتا ہے۔ اللہ علیم ہے اور حکیم۔

(۲۲۰) حبشہ سے واپس آنے والے مسلمانوں پر کیا گزری؟

احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: وہ مسلمان جو حبشہ میں مقیم تھے جب انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اہل مکہ کے سجدہ ریز ہونے کی خبر پہنچی تو وہ سب کے سب یا ان میں سے بعض مکہ کو واپس چل پڑے۔ ان کا خیال تھا کہ اہل مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت اختیار کرلی ہے۔ جب وہ مکہ کے قریب پہنچے تو انہیں حقیت حال معلوم ہوئی۔ اب ان کے لیے واپس حبشہ جانا بڑا کٹھن کام تھا لیکن کسی کی پناہ کے بغیر وہ مکہ میں داخل

---

(۱) یہ امر قابل ملاحظہ ہے کہ سورۃ النجم مکی دور کی ابتدائی سورتوں میں سے ہے اور سورۃ الحج مدنی دور کی آخری سورتوں میں سے ہے، ان دونوں میں سبب اور مسبب کا جوڑ لگانا بعید از قیاس ہے۔ (محمد حمید اللہ)

ہوتے ہوئے بھی ڈرتے تھے۔ وہ کچھ وقت تک اسی حیص بیص میں رہے اس کے بعد ان میں سے ہر ایک اہل مکہ میں سے کسی نہ کسی کی پناہ لے کر شہر میں داخل ہوگیا۔ عثمانؓ بن مظعون نے ولید بن مغیرہ کی پناہ حاصل کی اور ابو سلمہؓ بن عبدالاسد نے اپنے ماموں ابو طالب کی پناہ لی۔ ابو سلمہ کی والدہ کا نام برہ بنت عبدالمطلب تھا۔

یونس بن بکیر نے محمد بن اسحاق کے حوالہ سے صالح سے اور اس نے ابراہیم بن عبدالرحمان بن عوف کی وساطت سے ایک دوسرے راوی سے عثمانؓ بن مظعون کے متعلق یہ روایت نقل کی: جب عثمانؓ بن مظعون نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر صحابہ کرامؓ کو اذیت دی جارہی ہے اور وہ صبح وشام ولید بن مغیرہ کی پناہ میں آرام سے چل پھر رہے ہیں۔ اس پر عثمان نے اپنے دل میں سوچا کہ میرا ایک مشرک کی پناہ میں صبح ومسا امن سے گزر بسر کرنا جب کہ میرے دیگر رفقاء اور گھر والے اذیت ومصیبت میں مبتلا ہیں، میرے نفس کی بہت بڑی کمزوری ہے اس لیے وہ ولید بن مغیرہ کے پاس گئے جو اس وقت مسجد میں تھا اور اسے کہا: "اے ابو عبد شمس! آپ کی ذمہ داری پوری ہوگئی۔ میں اب تک آپ کی پناہ میں تھا، میں چاہتا ہوں کہ آپ کی پناہ سے نکل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ حاصل کروں۔ میرے لیے آنحضرتؐ اور آپؐ کے اصحاب نمونہ ہیں۔" ولید نے کہا: "بھتیجے! کیا کسی نے تجھے اذیت پہنچائی ہے یا تمہارے ساتھ بدسلوکی ہوئی ہے؟" عثمانؓ نے کہا: "کوئی شکایت نہیں ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالی کی پناہ حاصل کروں۔ اس کے سوا کسی دوسرے کی پناہ میں رہنا مجھے پسند نہیں ہے۔" ولید نے کہا: "پھر حرم میں چلو اور وہاں اسی طرح علانیہ میری پناہ کو رد کر دو جس طرح میں نے علانیہ تمہیں پناہ دی تھی۔" راوی کا بیان ہے کہ وہ دونوں مسجد میں پہنچے۔ ولید نے کہا: "یہ عثمانؓ بن مظعون ہیں جو اس لیے آئے ہیں کہ میری پناہ کو لوٹا دیں۔" عثمانؓ نے کہا: "یہ سچ کہتے ہیں میں نے ان کی پناہ کو ایک باوفا اور شریف آدمی کی پناہ پایا ہے اب میں چاہتا ہوں کہ میں اللہ تعالی کی پناہ کے سوا کسی کی پناہ میں نہ رہوں، اس لیے میں نے ان کی پناہ واپس کر دی ہے۔" اس کے بعد عثمانؓ بن مظعون چلے گئے۔

ایک دن لبید بن ربیعہ بن جعفر بن کلاب قیسی قریش کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا، عثمانؓ بھی ان کے ساتھ بیٹھ گئے۔ لبید نے اپنے اشعار سناتے ہوئے یہ مصرع پڑھا:

الا کل شئی ماخلا اللّٰہ باطل

خبردار! اللہ کے سوا ہر چیز باطل ہے

عثمانؓ نے کہا: "تم نے بڑی سچی بات کہی ہے۔" اس کے بعد لبید نے یہ دوسرا مصرع پڑھا:

وکل نعیم لا محالۃ زائل

اور ہر نعمت لا محالہ زائل ہونے والی ہے

اس پر عثمانؓ نے کہا: "یہ جھوٹی بات ہے۔" لوگ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور انہوں نے لبید کو یہ شعر مکرر پڑھنے کی فرمائش کی لبید نے دوبارہ پڑھا۔ عثمانؓ نے پھر پہلے مصرع پر اس کی تصدیق کی اور دوسرے مصرع پر تکذیب کی۔ جب عثمانؓ نے دوسرے مصرع کی تکذیب کی تو اس کا مطلب یہ تھا کہ جنت کی نعمتیں زائل ہونے والی نہیں ہیں۔ لبید نے کہا: "اے گروہ قریش! بخدا، تمہاری یہ مجلسیں کیسی ہوگئی ہیں؟" اس پر قریش میں سے ایک احمق اٹھا اور اس نے عثمانؓ کی آنکھ پر ایک تھپڑ دے مارا جس سے ان کی آنکھ نیلی ہوگئی۔ ادھر ادھر بیٹھے ہوئے لوگوں نے عثمانؓ سے کہا: "بخدا اے عثمانؓ! اس سے قبل تو محفوظ پناہ میں تھا اگر تو اسی پناہ میں رہتا تو تیری آنکھ کو یہ چوٹ نہیں آسکتی تھی۔" عثمانؓ نے کہا: "اللہ کی پناہ سب سے زیادہ امن دینے والی اور سب پر غالب ہے۔ میری دوسری آنکھ بھی اسی طرح کی ضرب کی محتاج ہے جو اس کی ساتھی کو لگی ہے، اور میرے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحابؓ کا نمونہ بہترین لائحہ عمل ہے۔" ولید نے کہا: "کیا تم دوبارہ میری پناہ میں آنا چاہتے ہو۔" عثمانؓ نے جواب دیا: "میں اللہ کی پناہ کے سوا کسی دوسرے کی پناہ تلاش نہ کروں گا۔ پھر عثمان نے اس بارہ میں یہ اشعار کہے:

لا ارب لی یابن المغیرہ فی الذی

تقول ولکننی با حمد واثق

اے ابن مغیرہ! جو کچھ تم کہہ رہے ہو مجھے اس کی خواہش نہیں ہے میں نے تو حضرت احمدؐ کا دامن مضبوطی سے تھام لیا ہے۔

رسول عظیم الشان یتلو کتابہ

لہ کل من یبغی التلاوۃ وامق

آنحضرتؐ عظیم الشان رسول ہیں اور ہر وہ شخص جو تلاوت کا خواہش مند ہے وہ آپؐ سے بہت زیادہ محبت کرنے والا ہے۔

محب علیه کل یوم حلاوة
وان قال قولا فالذی قال صادق

وہ تو آپؐ کی شیریں کلامی کی وجہ سے آپؐ کا عاشق ہے اور آپؐ جو بات بھی فرماتے ہیں وہ سچائی پر مبنی ہوتی ہے۔

فیا رب انی مومن لمحمد
وجبریل اذ جبریل بالوحی طارق

اے میرے پروردگار! میں حضرت محمدؐ اور جبریل پر ایمان لانے والا ہوں جبکہ جبریلؑ وحی لانے والے ہیں۔

وما نزل الرحمن من کل آیة
لها کل قلب حین یذکر خافق

اللہ تعالیٰ نے جو آیت بھی نازل فرمائی اس کے لیے ہر ذکر کرنے والا دل خوف سے دھڑکتا ہے۔

من الخوف مماینذر اللہ خلقه
اذا صدعن آیات ذی العرش وامق

کیوں کہ لوگ جب صاحب عرش خدا کی آیات سے روکے جائیں تو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو ڈراتا ہے اور وہ بہت زیادہ محبت کرنے والا ہے۔

تری الناس ضلا لا وقد ضل سعیه
وبالخیر مغبون وبالشر سابق

تو دیکھے گا کہ لوگ گم کردہ راہ ہیں اور ان کی کوشش رائیگاں ہے۔ وہ بھلائی کرنے میں سست رفتار ہیں اور برائی کی طرف سبقت لے جانے والے ہیں۔

باب ۲۴

حضرت عمرؓ کا اسلام لانا

(۲۲۱) احمد نے یونس کی وساطت سے محمد بن اسحاق کی یہ روایت نقل کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اصحابؓ کی سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کے بعد حضرت عمرؓ بن خطاب مشرف بہ اسلام ہوئے۔

(۲۲۲) احمد نے یونس سے اور اس نے عبداللہ بن عامر بن ربیعہ کی وساطت سے اپنی ماں لیلیٰؓ کی روایت نقل کی کہ حضرت عمرؓ ہمارے اسلام کی وجہ سے ہم پر ظلم وستم کرنے میں پیش پیش تھے۔ جب ہم نے سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کی تیاری کر لی تو عمرؓ بن خطاب میرے پاس آئے میں اس وقت اپنے اونٹ پر تھی اور ہم سفر پر جانے والے تھے۔ حضرت عمرؓ مجھ سے کہنے لگے: "اے ام عبداللہ! کہاں جارہی ہو؟" میں نے آپ کو کہا: "جب تم لوگوں نے ہمیں بہت ستایا تو اب ہم خدا کی زمین میں کہیں نکل جائیں گے جہاں ہم اللہ کی عبادت بلا روک ٹوک کر سکیں۔" اس پر حضرت عمرؓ نے کہا: "اللہ تمہارا ساتھ دے۔" اس کے بعد عمرؓ چلے گئے۔ پھر میرے شوہر عامرؓ بن ربیعہ آئے تو میں نے ان سے عمرؓ کی رقت کے بارے میں بیان کیا۔ انہوں نے کہا: "کیا تمہیں ان کے اسلام لانے کی امید ہو گئی ہے؟" میں نے کہا: "ہاں" انہوں نے کہا: "وہ اس وقت تک مسلمان نہ ہوں گے جب تک خطاب کا گدھا مسلمان نہ ہو جائے۔"

(۲۲۳) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: پھر قریش نے عمر بن خطاب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں بھیجا۔ عمرؓ بن خطاب اس وقت شرک پر قائم تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفا پہاڑی کے قریب ہی ایک مکان میں تھے۔ راستے میں حضرت عمرؓ بن خطاب کو النحام (نعیمؓ بن عبداللہ بن اسد برادر بنی عدی) مل گئے جو قبل ازیں مسلمان ہو چکے تھے۔ حضرت عمرؓ اپنی تلوار گلے میں لٹکائے ہوئے تھے۔ نعیمؓ نے ان سے پوچھا: "اے عمرؓ کدھر!

کا ارادہ ہے؟" انہوں نے جواب دیا: "میں اس محمدؐ کا کام تمام کر دینا چاہتا ہوں جس نے ہمیں بے وقوف قرار دیا ہے، ہمارے خداؤں کی عیب چینی کی ہے اور ہماری جماعت میں تفرقہ ڈال دیا ہے۔" نعیمؓ نے ان سے کہا: "بخدا! اے عمرؓ آپ نے یہ اچھا راستہ اختیار نہیں کیا۔ آپ بھٹک چکے ہیں اور آپ بنی عدی بن کعب کی ہلاکت کا سامان مہیا کر رہے ہیں کیا تم سمجھتے ہو کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قتل کے بعد بنی ہاشم اور بنی زہرہ آپ کو چلنے پھرنے کے لیے چھوڑ دیں گے؟" اس مکالمہ کے دوران میں ان دونوں کی آوازیں بلند ہو گئیں۔ حضرت عمرؓ نے حضرت نعیمؓ سے کہا: "میں گمان کرتا ہوں کہ تم بھی آبائی دین چھوڑ چکے ہو۔ اگر مجھے اس کا علم ہوتا تو سب سے پہلے میں تمہاری خبر لیتا۔" جب حضرت نعیمؓ نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ اپنے منصوبہ کو ترک کرنے پر آمادہ نہیں ہیں تو انہوں نے کہا: "میں آپ کو خبر دیتا ہوں کہ آپ کے اپنے گھر والے اور آپ کے بہنوئی کے اہل خانہ مسلمان ہو چکے ہیں، اور انہوں نے آپ کو آپ کی گمراہی کے مسلک کو چھوڑ دیا ہے۔" جب حضرت عمرؓ نے یہ بات سنی تو پوچھا کہ وہ کون لوگ ہیں؟ حضرت نعیمؓ نے کہا: "آپ کا بہنوئی اور چچازاد بھائی اور آپ کی بہن۔" حضرت عمرؓ پلٹ کر سیدھے بہن کے گھر گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ جب آپؐ کے پاس محتاج صحابہؓ میں سے کوئی آتا تو آپؐ اپنے آسودہ حال صحابہؓ کی جانب نظر دوڑاتے اور انہیں فرماتے کہ تمہارے پاس فلاں حاجت مند صحابیؓ گزر بسر کرے گا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کے چچازاد بھائی اور ان کے بہنوئی سعید بن زید بن عمرو بن نفیل کو پابند کیا اور خبابؓ بن الارت مولی ثابت بن ام انمار (حلیف بنی زہرہ) کو ان کے سپرد کر دیا۔ اس وقت سورہ طٰہٰ اللہ عزوجل کی طرف سے نازل ہو چکی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پنج شنبہ کی رات کو اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ اے اللہ! عمرؓ بن خطاب یا ابوالحکم بن ہشام کے ذریعہ سے اسلام کی تائید فرما۔ حضرت عمرؓ کے چچازاد بھائی اور آپؐ کی بہن نے کہا: "ہمیں امید ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کا مصداق حضرت عمرؓ قرار پائیں گے" چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

حضرت عمرؓ اپنی بہن کے گھر پہنچے تاکہ انہیں اسلام سے برگشتہ کریں۔ اس وقت خبابؓ بن الارت انہیں سورہ طٰہٰ اور سورہ التکویر کا درس دے رہے تھے۔ مشرکین اس درس کو ہیمنہ یا گنگناہٹ کہا کرتے تھے حضرت عمرؓ اندر داخل ہوئے۔ آپؓ کی بہن آپ کی ترش روئی کو بھانپ گئیں اور صحیفہ کو چھپا دیا اور خبابؓ بن ارت گھر کے ایک حصہ میں چھپ گئے۔ حضرت عمرؓ نے اپنی بہن کو کہا: "یہ تمہارے گھر

میں کیسی گنگناہٹ تھی؟" بہن نے کہا: "ہم آپس میں باتیں کر رہے تھے اس کے سوا کچھ نہیں تھا۔" حضرت عمرؓ نے بہن کو ملامت کی اور کہا کہ میں اس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تک تم اپنی پوزیشن واضح نہیں کرو گی۔ ان کے بہنوئی سعید بن زید بن عمرو بن نفیل نے کہا: "اے عمرؓ! آپ سب لوگوں کو اپنی ہمنوائی پر مجبور نہیں کر سکتے جبکہ حق آپ کے مشرب کے علاوہ ہے۔" حضرت عمرؓ نے اپنے بہنوئی کو پکڑ لیا اور انہیں نیچے گرا کر خوب پیٹا۔ حضرت عمرؓ اس وقت غضب ناک تھے۔ آپ کی بہن اپنے شوہر کو بچانے کے لیے آگے بڑھیں حضرت عمرؓ نے انہیں بھی اپنے ہاتھ سے مارا اور وہ زخمی ہو گئیں اور جب انہوں نے اپنا خون بہتا ہوا دیکھا تو کہا: "اے عمرؓ! کیا تم سن رہے ہو؟ تمہیں یہ جو خبر پہنچی ہے کہ میں نے تمہارے خداؤں کو چھوڑ دیا ہے اور لات وعزیٰ کی خدائی سے انکار کر دیا ہے یہ خبر سچی ہے میں شہادت دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اب سوچ سمجھ کر جو بھی کرنا چاہو کر لو۔" جب عمرؓ نے یہ دیکھا تو ندامت محسوس کی اور بہن کو کہا: "وہ صحیفہ مجھے دکھاؤ جو تم لوگ پڑھ رہے تھے اور میں اللہ کے نام سے تمہارے ساتھ عہد و پیمان کرتا ہوں کہ میں اسے ضائع نہیں کروں گا بلکہ تمہیں واپس کر دوں گا۔ اور ہم اس معاملے میں تمہیں سرزنش نہیں کریں گے۔" جب آپؓ کی بہن نے یہ دیکھا کہ عمرؓ صحیفہ پڑھنے کے خواہش مند ہیں تو امید بندھی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا مصداق ثابت ہوں گے۔ چنانچہ بہن نے کہا: "آپؓ ناپاک ہیں۔۔۔ اور اس صحیفے کو صرف پاک آدمی ہی ہاتھ لگا سکتے ہیں۔ آپ غسل جنابت کریں اور مجھے عہد و پیمان دیں۔" حضرت عمر نے تعمیل کی اور آپ کی بہن نے انہیں صحیفہ دیا۔

حضرت عمرؓ پڑھے لکھے آدمی تھے انہوں نے سورہ طٰہٰ پڑھی اور درج ذیل آیات تک پہنچے:

ان الساعة آتية اكاد اخفيها لتجزى كل نفس بما تسعى ○ فلا يصدنك عنها من لايومن بها واتبع هواه فتردى ○ (طه ۔۱۵۔۱۶)

قیامت کی گھڑی ضرور آنے والی ہے میں اس کا وقت مخفی رکھنا چاہتا ہوں تاکہ ہر متنفس اپنی سعی کے مطابق بدلہ پائے۔ پس کوئی ایسا شخص جو اس پر ایمان نہیں لاتا اور اپنی خواہش نفس کا بندہ بن گیا ہے تجھ کو اس گھڑی کی فکر سے نہ روک دے، ورنہ تو ہلاکت میں پڑ جائے گا۔

پھر حضرت عمرؓ نے سورۃ التکویر پڑھی اور اس آیت تک پہنچے:

علمت نفس ما احضرت ○ (التکویر۔١٤)

اس وقت ہر شخص کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ کیا لے کر آیا ہے۔

اس کلام پاک کی تاثیر سے حضرت عمرؓ نے سر تسلیم خم کر دیا اور پوچھا: "دین اسلام کس طرح قبول کیا جاتا ہے؟" آپ کی بہن اور بہنوئی نے کہا: "آپ یہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور یہ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ آپ نے اللہ کے ساتھ جو شریک بنا رکھے ہیں ان کو چھوڑ دیں اور لات اور عزیٰ کا انکار کریں۔" حضرت عمرؓ نے تعمیل کی۔ اس موقع پر خباب بن الارت بھی نکل آئے وہ گھر کے ایک حصہ میں چھپے ہوئے تھے، انہوں نے تکبیر بلند کی اور کہا: "اے عمرؓ! آپ کو بشارت ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسلام سے مشرف فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے لیے دعا فرمائی تھی کہ اللہ تعالیٰ آپؓ کے ذریعہ سے اسلام کی تائید فرمائے۔" عمرؓ نے فرمایا: "مجھے بتاؤ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں؟" خبابؓ بن الارت نے کہا: "میں آپ کو بتاتا ہوں۔" چنانچہ انہوں نے حضرت عمرؓ کو بتایا کہ آنحضورؐ کوہ صفا کے قریب ایک مکان میں ہیں۔ حضرت عمرؓ تشریف لے چلے کیوں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے متمنی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچ چکی تھی کہ حضرت عمرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے درپے ہیں۔ لیکن آنحضرتؐ کو ان کے مسلمان ہونے کی اطلاع نہیں پہنچی تھی۔ جب عمرؓ اس مکان تک پہنچے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقیم تھے تو انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ نے حضرت عمرؓ کو گلے میں تلوار لٹکائے ہوئے دیکھا تو وہ ڈر گئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے خوف وہراس کو دیکھا تو فرمایا: "دروازہ کھول دو، اگر اللہ تعالیٰ کو عمرؓ کی بھلائی مطلوب ہے تو عمرؓ اسلام کا اتباع اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کریں گے۔ اور اگر عمرؓ کسی اور ارادے سے آئے ہیں تو ان کا قتل ہمارے لیے مشکل ہو جائے گا۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ میں سے کچھ لوگ آگے بڑھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرؓ کی جانب اشارہ کیا اور جب آنحضرتؐ نے عمرؓ کی آواز سنی تو آپؐ باہر نکل آئے۔ اس وقت آنحضرت پر کوئی چادر نہیں تھی آپ نے عمرؓ کی قمیص اور چادر کو اکٹھا پکڑ لیا اور فرمایا: "اے عمر! تم باز نہیں آؤ گے جب تک کہ اللہ تم پر کوئی آفت نازل نہ کر دے جس طرح ولید بن مغیرہ پر عذاب نازل ہوا۔" آنحضرت نے پھر

فرمایا: "اے اللہ! عمرؓ کو ہدایت نصیب فرما۔" حضرت عمرؓ ہنس پڑے اور کہا: "اے اللہ کے نبی! میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔" اس پر اہل اسلام نے بیک آواز تکبیر بلند کی جسے مکان سے باہر لوگوں نے بھی سنا۔ اس وقت مسلمان چالیس سے کچھ زیادہ مرد تھے اور گیارہ مسلمان عورتیں تھیں۔

(۲۲۴) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی یہ روایت نقل کی کہ جب حضرت عمرؓ اسلام لائے تو انہوں نے یہ اشعار کہے:

الحمد لله ذی المن الذی وجبت

له علینا ایادما لها غیر

تعریف اس خدائے ذوالمنن ہی کے لیے ہے جس کی پناہ کے ہم متلاشی ہیں اور اس کی پناہ کے سوا ہمارے لیے کوئی پناہ گاہ نہیں ہے۔

وقد بدانا فکذبنا فقال لنا

صدق الحدیث نبی عنده الخبر

اسی نے ہمیں پیدا کیا ہے لیکن ہم نے اس کی تکذیب کی۔ پھر ایک نبیؐ نے جس کے پاس سچی خبریں آتی ہیں ہمیں سچائی کی تعلیم دی۔

وقد ظلمت ابنة الخطاب ثم هدی

ربی عشیة قالوا قد صبا عمر

میں نے خطاب کی بیٹی (یعنی اپنی بہن) پر ظلم کیا پھر دن کے آخری حصہ میں میرے رب نے مجھے ہدایت سے نوازا لیکن لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ عمر دین سے منحرف ہو گیا ہے۔

وقد ندمت علی ما کان من زلل

بظلمها حین تتلی عندها السور

میں اس ظالمانہ کارروائی پر نادم ہوا جو میں نے اپنی بہن کے گھر میں روا رکھی جب کہ وہاں قرآن کی سورتیں تلاوت کی جا رہی تھیں۔

لما دعت ربها ذاالعرش جاهدة

والدمع من عينها عجلان يبتدر

جب اس نے انتہائی آزردگی کے عالم میں صاحب عرش خدا سے دعا مانگی اس حال میں کہ اس کی آنکھیں پیہم اشکبار تھیں۔

ايقنت ان الذى تدعوه خالقها

فكاد يسبقنى من عبرة درر

اسے یقین تھا کہ وہ جس کو پکار رہی ہے وہ اس کا خالق ہے۔اس کے بعد میری آنکھوں میں بھی موتیوں جیسے آنسو ڈبڈبا آئے۔

فقلت اشهد ان الله خالقنا

وان احمد فينا اليوم مشتهر

پس میں نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ہمارا خالق ہے اور یہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم آج ہم میں ظاہر ہوئے ہیں۔

بنى صدق اتى بالحق من ثقة

وافى الامانة ما فى عوده خور

ایک سچے نبیؐ کی حیثیت سے آپؐ حق لے کر آئے ہیں جبریل امینؑ کی طرف سے جو قابل اعتماد امانت دار ہیں اور جن کے بار بار آنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔

(۲۲۵) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی یہ روایت نقل کی: حضرت عمرؓ نے قبول اسلام کے وقت کہا: بخدا! کفر کی بہ نسبت ہم زیادہ حقدار ہیں کہ اسلام کی تبلیغ کریں۔ اللہ کے دین کا اظہار مکہ میں ہوکر رہے گا۔اگر ہماری قوم نے ہم پر زیادتی کی تو ہم ان کا مقابلہ کریں گے اور اگر ہماری قوم نے ہمارے ساتھ انصاف کا سلوک کیا تو یہ ہمارے لیے قابل قبول ہوگا۔ حضرت عمرؓ اور آپ کے دوسرے ساتھی نکلے اور مسجد میں جاکر بیٹھ گئے۔ جب قریش نے حضرت عمرؓ کا اسلام دیکھا تو ان کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔

(۲۲۶) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا کہ مجھ

سے نافع نے ابن عمرؓ کی روایت بیان کی۔ حضرت ابن عمرؓ نے کہا کہ قبول اسلام کے بعد حضرت عمرؓ نے پوچھا: "اہل مکہ میں کون شخص سب سے زیادہ خبریں پھیلانے والا ہے؟" لوگوں نے بتایا: "جمیل بن معمر جمحی۔" حضرت عمرؓ اس کی تلاش میں نکلے اور میں ان کے پیچھے ہولیا۔ اس وقت میں اس عمر کا لڑکا تھا کہ جو کچھ دیکھتا تھا اسے سمجھ سکتا تھا۔ حضرت عمرؓ جمیل کے پاس آئے اور اسے کہا: "اے جمیل! کیا تم جانتے ہو کہ میں نے اسلام قبول کرلیا ہے؟" بخدا! اس نے کوئی جواب نہ دیا بلکہ اپنی چادر گھسیٹتا ہوا اسی وقت نکل کھڑا ہوا۔ حضرت عمرؓ اس کے ساتھ چلے اور میں ان کے ساتھ جب وہ مسجد حرام کے دروازے پر پہنچا تو بلند ترین آواز سے چیخا: "اے گروہ قریش! عمر دین سے پھر گیا ہے۔" حضرت عمرؓ نے فرمایا: "تو جھوٹ کہتا ہے، میں مسلمان ہوا ہوں۔" وہ سب لوگ حضرت عمر کی طرف لپکے اور انہیں مارنے لگے۔ وہ بھی انہیں مارنے لگے، یہاں تک کہ سورج سروں پر آگیا۔ حضرت عمرؓ نڈھال ہوکر بیٹھ گئے۔ لوگ آپ کے اردگرد کھڑے ہوگئے اور حضرت عمرؓ کہہ رہے تھے کہ "تم جو چاہو کرلو، میں قسم کھاکر کہتا ہوں کہ اگر ہم تین سو آدمی ہوجائیں تو پھر کیفیت یہ ہوجائے گی کہ یا تم مکہ کو ہمارے لیے چھوڑ دو گے یا ہم تمہارے لیے مکہ کو چھوڑ دیں گے۔" لوگ اسی حالت میں تھے کہ قریش کا ایک شیخ آگے بڑھا وہ یمنی دوشالہ اور قیمتی قمیص پہنے ہوئے تھا اس نے کہا: "ٹھہرو کیا معاملہ ہے؟" لوگوں نے کہا: "عمر دین سے برگشتہ ہوگیا ہے۔" اس نے کہا: "ان کو چھوڑ دو، ایک آدمی نے اپنے لیے ایک دین کو پسند کرلیا ہے، کیا تم سمجھتے ہو کہ بنی عدی اپنے آدمی کو اسی طرح تمہارے سپرد کردیں گے؟" بخدا! اس پر لوگ اس طرح چھٹ گئے جس طرح کسی پر سے کپڑے کو کھینچ کر اتار لیا جائے۔ جب ہم مدینہ آگئے تو میں نے پوچھا: "ابا جان! وہ دوشالہ پوش آدمی کون تھا جس نے آپ سے لوگوں کو ہٹایا تھا؟" حضرت عمرؓ نے فرمایا: "وہ عاصی بن وائل سہمی تھا۔"

(۲۲۷) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا مجھے منکدر نے بتایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر ایک بدو کو پہنچی اور آپؐ کی بعثت اور ظہور کا چرچا عام ہونے لگا اور آپؐ کے بارے میں لوگوں کے درمیان اختلاف رونما ہوا تو اس بدو نے پوچھا کہ اس کش مکش میں اس شخص کا کردار کیا ہے جس کے سر کے اگلے حصہ کے بال گر گئے اور جو دراز قامت اور بائیں ہاتھ سے کام کرنے والا ہے؟ وہ کون سے گروہ کے ساتھ ہے؟ بخدا وہ شخص ..... خیر یا شر..... جس گروہ کے ساتھ ہوگا اسے کل کو ضرور غالب کردے گا۔" اس گفتگو میں اس بدو کا اشارہ عمرؓ بن خطاب کی

طرف تھا۔

(۲۲۸) یونس نے نضر ابی عمر سے اور اس نے عکرمہ کی وساطت سے ابن عباسؓ کی روایت نقل کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگی: "اے اللہ! ابی جہل بن ہشام یا عمرؓ بن خطاب کے ذریعہ سے اسلام کی تائید فرما۔" چنانچہ حضرت عمرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، اسلام قبول کیا اور پھر باہر نکل کر مسجد میں علانیہ نماز ادا کی۔

(۲۲۹) یونس نے عبدالرحمان بن عبداللہ سے اور اس نے قاسم کی وساطت سے عبداللہؓ بن مسعود کی روایت نقل کی۔ عبداللہؓ بن مسعود نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ بن خطاب کا حلقہ بگوش اسلام ہونا اسلام کی فتح تھی۔ آپ کی ہجرت تائید ایزدی تھی اور آپ کی امارت اللہ کی رحمت تھی۔ ہم کعبہ کے پاس علانیہ نماز نہیں پڑھ سکتے تھے یہاں تک کہ عمرؓ اسلام لائے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو آپ پر۔

باب ۲۵

مکہ مکرمہ میں قرآن کریم کی جہری تلاوت کی ابتداء

(۲۳۰) یونس نے محمد بن اسحاق سے اور اس نے یحیی بن عروہ بن زبیر بن العوام کی وساطت سے یحیی کے باپ عروہ کی روایت نقل کی۔ عروہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد عبداللہؓ بن مسعود پہلے صحابی ہیں جنہوں نے مکہ مکرمہ میں ہانکے پکارے قرآن کی تلاوت کی۔ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ اکٹھے ہوئے اور انہوں نے آپس میں کہا: "بخدا! قریش نے کبھی کسی کو علانیہ بلند آواز کے ساتھ قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے نہیں سنا، ہم میں سے کون آدمی انہیں قرآن سنائے گا؟" عبداللہؓ بن مسعود نے کہا: "میں سناؤں گا۔" صحابہ نے کہا: "ہم آپ کے بارے میں خائف ہیں۔ ہمارا ارادہ ہے کہ ہم میں سے ایسے شخص کو یہ کام کرنا چاہئے جس کا قبیلہ طاقتور ہو تاکہ قوم اگر اس پر دست درازی تو اس کا قبیلہ اس کی حمایت کرے۔ حضرت عبداللہؓ بن مسعود نے فرمایا: "مجھے میرے حال پر چھوڑ دو، اللہ عزوجل میری حفاظت فرمائے گا۔" پھر وہ دن چڑھے چاشت کے وقت مقام ابراہیم پر پہنچے جبکہ قریش اپنی مجلسوں میں بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت عبداللہؓ بن مسعود مقام ابراہیم پر کھڑے ہوگئے اور بلند آوازی کے ساتھ پڑھنا شروع کیا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○ الرحمن ○ علم القرآن ○ (سورہ الرحمن ۱-۲)
اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے۔ رحمن نے اس قرآن کی تعلیم دی ہے۔

حضرت عبداللہؓ بن مسعود قریش کی طرف منہ کر کے پڑھتے رہے۔ قریش کے لوگ سوچتے رہے اور ایک دوسرے سے پوچھنا شروع کیا کہ ابن ام عبد کیا کہہ رہا ہے؟ (ابن ام عبد سے مراد عبداللہؓ بن

مسعود ہیں)۔ لوگوں نے کہا: یہ وہ کلام ہے جو (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لائے ہیں۔ وہ عبداللہؓ بن مسعود پر ٹوٹ پڑے اور ان کے چہرہ مبارک پر تھپڑ مارنے لگے۔ اس پر بھی حضرت عبداللہ بن مسعود پڑھنے سے باز نہ آئے بلکہ پٹتے جاتے تھے اور تلاوت کرتے جاتے تھے اور جتنی تلاوت اللہ تعالیٰ کو منظور تھی اتنی انہوں نے کر دی۔ پھر چہرے پر ضربوں کے نشانات لیے ہوئے صحابہؓ کے پاس واپس آئے تو انہوں نے فرمایا: "ہمیں آپ کے بارے میں یہی خوف لاحق تھا۔" حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: "آج سے بڑھ کر یہ دشمنان خدا میرے لیے کبھی ہلکے نہ تھے اگر تم چاہو تو میں کل پھر اسی طرح انہیں قرآن سناؤں۔" انہوں نے کہا: "اسی قدر کافی ہے۔ آپ نے انہیں وہ کچھ سنا دیا جس کو سننے کے وہ روادار نہیں تھے۔"

(۲۳۱) یونس نے عبدالرحمن بن عبداللہ کی وساطت سے قاسم کی روایت نقل کی۔ قاسم نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے پہلے جس شخص نے مکہ مکرمہ میں لوگوں کو علانیہ قرآن سنایا وہ حضرت عبداللہؓ بن مسعود تھے۔

حصہ چہارم

باب ۲۶

تعذیب اہل ایمان

(۲۳۲) شیخ ابو الحسین احمد بن محمد بن نقور البزاز نے ابو طاہر محمد بن عبدالرحمن کی وساطت سے ابو الحسین رضوان بن احمد کی روایت نقل کی۔ ابو الحسین نے کہا کہ ابو عمر احمد بن عبدالجبار عطاردی نے یونس بن بکیر کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت بیان کی۔ ابن اسحاق نے کہا: ہم سے زہری نے بیان کیا کہ مجھے بتایا گیا کہ ابو جہل اور ابو سفیان اور اخنس بن شریق کسی رات کو علیحدہ علیحدہ نکلے تاکہ رات کی نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر پر جو قرآن پڑھتے ہیں وہ سنیں۔ ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے ٹھکانے پر بیٹھ گیا اور تینوں کو ایک دوسرے کی خبر نہ تھی اور وہ رات بھر قرآن سنتے رہے۔ جب فجر طلوع ہوئی اور علی الصبح یہ تینوں علیحدہ علیحدہ چل دیے لیکن رستہ میں اکٹھے ہو گئے اور انہوں نے ایک دوسرے کو ملامت کی اور آپس میں ایک دوسرے کو کہا کہ ہمیں دوبارہ ایسا نہیں کرنا چاہیے کیوں کہ بیوقوف لوگوں میں سے کسی نے اگر ہمیں ایسا کرتے ہوئے دیکھ لیا تو یہ بات اس کے دل میں جاگزیں ہو جائے گی۔ اس کے بعد وہ چلے گئے۔ دوسرے روز ان تینوں میں سے ہر ایک دوبارہ رات کے وقت جاکر اپنے اپنے ٹھکانے پر جا بیٹھا اور انہوں نے پھر اسی طرح قرآن سنتے ہوئے رات بسر کی۔ جب فجر طلوع ہوئی تو وہ تینوں الگ الگ چل دیئے لیکن رستہ میں ان کی ملاقات ہو گئی اور انہوں نے ایک دوسرے کو اسی طرح کہا جس طرح پہلی دفعہ کہا تھا۔ پھر وہ چلے گئے۔ تیسری رات کو بھی ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے ٹھکانے پر جا بیٹھا اور قرآن سننے میں رات گزار دی۔ جب صبح کے وقت وہ واپس ہوئے تو راستہ میں اکٹھے ہو گئے اس پر انہوں نے ایک دوسرے کو کہا کہ ہم یہاں سے ہرگز نہ جائیں گے جب تک کہ ایسا نہ کرنے کا باہم معاہدہ نہ کر لیں۔ چنانچہ انہوں نے اس بات پر عہد کر لیا اور پھر منتشر ہو گئے۔ بعد ازاں اخنس بن شریق اپنی لاٹھی لے کر پہلے

ابو سفیان کے گھر گیا اور اسے کہا: "اے ابو حنظلہ! مجھے بتاؤ کہ محمدؐ سے جو کچھ تم نے سنا ہے اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟" اس نے کہا: "اے ابو ثعلبہ! بخدا میں نے وہ باتیں سنی ہیں جنہیں میں سمجھتا ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ ان کی مراد کیا ہے؟ اور بعض باتیں ایسی ہیں جن کے مفہوم اور مراد کو میں نہیں سمجھتا۔" اخنس نے کہا: "میں حلفیہ کہتا ہوں کہ میرا بھی یہی حال ہے۔" پھر وہاں سے نکل کر وہ ابو جہل کے ہاں گیا اور اس کے مکان کے اندر جا کر پوچھا: "اے ابوالحکم! جو کچھ تم نے محمدؐ سے سنا ہے اس کلام کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟" اس نے کہا: "سنا کیا ہے، ہم میں اور بنو عبد مناف میں شرافت و بزرگی کے بارے میں جھگڑا پیدا ہوا۔ چنانچہ انہوں نے بھی کھانے کھلائے اور ہم نے بھی۔ انہوں نے بھی ذمہ داریوں کے بوجھ اٹھائے اور ہم نے بھی۔ انہوں نے بھی لوگوں کو عطیات دیے اور ہم نے بھی۔ یہاں تک کہ جب ہم اور وہ برابر کی ٹکر کے ہو گئے اور ہماری ان کی حالت شرط کے دو گھوڑوں کی سی ہو گئی تو وہ کہنے لگے: "ہم میں ایک نبی ہے جس کے پاس آسمان سے وحی آتی ہے اب یہ چیز کہاں سے حاصل ہو سکتی ہے؟ بخدا! ہم اس پر کبھی ایمان نہیں لائیں گے اور نہ اس کی تصدیق کریں گے۔" اس کے بعد اخنس بن شریق ابو جہل کے پاس سے اٹھ کر چلا آیا۔

(۲۳۳) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: پھر کفار نے ان صحابہؓ کو جنہوں نے اسلام قبول کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اختیار کیا مظالم کا تختۂ مشق بنایا۔ ہر قبیلہ اپنے میں سے مسلمانوں پر جھپٹ پڑا اور انہیں تعذیب کا نشانہ بنایا۔

(۲۳۴) احمد نے یونس سے اور اس نے ہشام بن عروہ کی وساطت سے اس کے باپ عروہ کی روایت نقل کی۔ عروہ نے کہا: ورقہ بن نوفل حضرت بلالؓ کے پاس سے گزرتے اس حال میں کہ انھیں اسلام قبول کرنے پر طرح طرح کے عذاب میں مبتلا کیا جاتا تھا اور وہ احد احد ہی کہے چلے جاتے تھے۔ ورقہ کہتا: "بخدا! اے بلالؓ! وہ ایک ہی ہے، وہ یکتا ہے۔ تو غلامی سے چھٹکارا حاصل نہیں کر سکے گا۔" پھر ورقہ بن نوفل امیہ اور بنی جمح کے ان لوگوں کی جانب متوجہ ہوتا جنہوں نے حضرت بلالؓ کے ساتھ یہ سلوک روا رکھا تھا اور ان سے کہتا: "بخدا! اگر تم لوگوں نے اس کو اسی طرح قتل کر دیا تو میں اس کے فراق میں نوحہ کرتا رہوں گا۔"

(۲۳۵) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: مجھے یہ

خبر پہنچی کہ حضرت عمارؓ بن یاسر نے حضرت بلالؓ بن رباح، ان کی والدہ حمامہ اور ان کے ساتھیوں کی تکالیف و مصائب اور حضرت ابوبکرؓ کے انہیں رہا کرانے کے بارے میں یہ اشعار کہے۔

جزی اللہ خیرا عن بلال وصحبه

عتیقا واخزی فاکھا واباجھل

اللہ تعالیٰ حضرت بلالؓ اور ان کے ساتھیوں کی طرف سے حضرت ابوبکر عتیقؓ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور فاکہ اور ابوجہل کو رسوا کرے۔

عشیة هما فی بلال بسو

ولم یحذروا ما یحذ المرء ذو العقل

ان دونوں نے ظہر کے وقت حضرت بلالؓ کے ساتھ برائی کا قصد کیا اور انہیں مبتلائے عذاب کرنے میں پرہیز نہ کیا جس طرح ایک عقلمند آدمی پرہیز کیا کرتا ہے۔

بتوحیدہ رب الانام وقوله

شھدت بان اللہ ربی علی مھل

یہ عذاب انہیں اس وجہ سے دیا جاتا ہے کہ وہ مخلوقات کے رب کی وحدانیت کے قائل ہیں اور نرمی و آہستگی کے ساتھ یہ کہتے ہیں کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ میرا رب ہے۔

فان تقتلونی تقتلونی ولم اکن

لاشرك بالرحمن من خیفة القتل

اور یہ کہ اگر تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو تو قتل کر دو لیکن میں قتل کے خوف سے رحمان کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناؤں گا۔

فیا رب ابراھیم والعبد یونس

و موسیٰ و عیسیٰ نجنی ثم لاتملی

اور یہ کہ اے اپنے بندگان۔۔ ابراہیمؑ، یونسؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰ۔۔ کے رب! مجھے ان ظالم کفار کے مظالم سے نجات عطا فرما اور پھر مہلت نہ دے۔

لمن ظل یھوی الغی من آل غالب

علیٰ غیر برکان منہ ولا عدل

آل غالب کے ان لوگوں کو جو ضلالت و گمراہی کے دلدادہ ہیں اور نیکی و انصاف کی روش پر کاربند نہیں ہیں۔

(۲۳۶) یونس نے ہشام بن عروہ کی وساطت سے اس کے باپ عروہ کی یہ روایت نقل کی کہ حضرت ابو بکرؓ نے ان اشخاص میں سے جنہیں اللہ تعالیٰ کا دین قبول کرنے کی وجہ سے تعذیب کا نشانہ بنایا گیا تھا، ان سات مسلمانوں کو آزاد کرا دیا: (۱) بلالؓ (۲) عامرؓ بن فہیرہ (۳) زنیرہؓ (۴) بنی عمرو بن مومل کی لونڈی (جن کا نام لبینہؓ یا لبیبہؓ تھا) (۵) نھدیہؓ اور (۶) ان کی بیٹی اور (۷) ام عبیسؓ۔

یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نھدیہؓ کے پاس سے گزرے۔ ان کی مالکہ ان پر ظلم کر رہی تھی اور کہہ رہی تھی: "بخدا! میں تجھے اس وقت تک آزاد نہیں کروں گی جب تک کہ تیرے ہم مذہب تجھے آزاد نہ کرالیں۔" ابو بکرؓ نے فرمایا: "اے ام فلاں! ہمیں منظور ہے۔" اس عورت نے کہا: "تو پھر اسے آزاد کرالو کیونکہ وہ تمہارے دین کی پیروکار ہے۔" ابو بکرؓ نے قیمت پوچھی۔ اس عورت نے کہا: "اتنی قیمت ہے۔" ابو بکرؓ نے فرمایا: "میں نے خرید لیا اور انہیں آزاد کر دیا۔" پھر نھدیہؓ سے فرمایا کہ اپنی سابقہ مالکہ کا غلہ اسے واپس کر دو۔ نھدیہؓ نے فرمایا: "میں اس کا غلہ پیس کر اسے دے دیتی ہوں۔"

(۲۳۷) یونس نے ہشام بن عروہ کی وساطت سے اس کے باپ عروہ کی یہ روایت نقل کی کہ زنیرہؓ کی بینائی جاتی رہی، یہ ان لوگوں میں سے تھیں جنہیں اللہ تعالیٰ کا دین قبول کرنے کی وجہ سے تعذیب کا تختہ مشق بنایا گیا۔ انہوں نے ہر چیز کو خیرباد کہہ دیا لیکن اسلام سے منہ نہ موڑا۔ مشرکین نے کہنا شروع کر دیا کہ اسے لات وعزیٰ نے اندھا کر دیا ہے۔ زنیرہؓ نے فرمایا: "بخدا! ایسا ہرگز نہیں ہے۔" چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی بینائی بحال کر دی۔

(۲۳۸) احمد نے یونس سے اور اس نے ابن اسحاق کے حوالہ سے ابن عبداللہ سے اور اس نے ابن عتیق کی وساطت سے عامر بن عبداللہ بن زبیر کی روایت نقل کی۔ عامر نے کہا کہ جب حضرت ابو بکرؓ مکہ میں ان کمزور غلاموں اور لونڈیوں کو آزاد کراتے تھے تو ان کے والد ابو قحافہ نے کہا: "بیٹا! اگر ان کمزوروں کی بجائے تم مضبوط جوانوں کو آزاد کرواتے تو وہ تمہارے لیے قوت بازو بنتے اور تمہاری پشت

پناہی کرتے۔" حضرت ابو بکرؓ نے جواب دیا: "ابا جان! میں تو وہ اجر چاہتا ہوں جو اللہ کے ہاں ہے۔"
بیان کیا جاتا ہے کہ سورہ لیل کی یہ آیات حضرت ابو بکرؓ کے بارے میں نازل ہوئیں:

فاما من اعطیٰ واتقیٰ ○ وصدق بالحسنیٰ ○ فسنیسرہ للیسریٰ ○ (الیل ۔۵ تا ۷)

تو جس نے (راہ خدا میں) مال دیا اور خدا کی نافرمانی سے پرہیز کیا اور بھلائی کو سچ مانا اس کو ہم آسان راستے کی سہولت دیں گے۔

وسیجنّبھا الاتقیٰ ○ الذی یؤتی مالہ یتزکّیٰ ○ وما لاحد من نعمۃ تجزیٰ ○ الا ابتغآء وجہ ربہ الاعلیٰ ولسوف یرضیٰ ○ (الیل ۔۱۷۔۲۱)

اور اس سے دور رکھا جائے گا وہ نہایت پرہیزگار جو پاکیزہ ہونے کی خاطر اپنا مال دیتا ہے۔ اس پر کسی کا کوئی احسان نہیں ہے جس کا اسے بدلہ دینا ہو۔ وہ تو اپنے رب برتر کی رضا جوئی کے لیے یہ کام کرتا ہے اور ضرور وہ (اس سے) خوش ہوگا۔

(۲۳۹) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: مجھے عمارؓ بن یاسرؓ کے خاندان کے کچھ آدمیوں نے بتایا کہ حضرت سمیہؓ ام عمار کے اسلام قبول کرنے کی وجہ سے بنی مغیرہ بن عبداللہ بن مخزوم کا قبیلہ ان پر دردناک مظالم توڑتا تھا یہاں تک کہ انہوں نے آپ کو قتل کر دیا لیکن وہ بھی اسلام کے ماسوا ہربات سے منکر تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمارؓ اور ان کی والدہ کے پاس سے گزرتے تھے اس حال میں کہ انہیں مکہ کی پتھریلی وادی میں تپتی ہوئی زمین پر عذاب دیا جاتا تھا تو آنحضرتؐ فرماتے تھے: "اے آل یاسر! صبر کرو، تمہارے لیے جنت کا وعدہ ہے۔"

(۲۴۰) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی یہ روایت نقل کی کہ یاسرؓ بنی بکر کے غلام تھے جو بنی اشجع بن لیث کی شاخ تھی۔ بن اشجع نے ان کو خرید لیا اور سمیہؓ ام عمار سے ان کا نکاح کر دیا۔ ان کے ہاں حضرت عمارؓ پیدا ہوئے حضرت سمیہؓ ان کی لونڈی تھیں۔ چنانچہ انہوں نے سمیہؓ، عمارؓ اور یاسرؓ تینوں کو آزاد کر دیا۔

(۲۴۱) یونس نے عبداللہ بن عون کی وساطت سے محمد سیرین کی یہ روایت نقل کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمارؓ بن یاسرؓ کے پاس سے گزرے اور وہ اپنے حال پر رو رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: "تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ تمہیں کفار نے پکڑ لیا اور پانی میں غوطے دئے۔

پھر تو نے ایسا ویسا کہہ دیا اگر وہ تمہارے ساتھ اسی طرح ظلم کریں تو پھر یہی کچھ کہہ دینا۔"

(۲۴۲) احمد نے یونس کے حوالہ سے ابن اسحاق سے اور اس نے حکیم بن جبیر کی وساطت سے سعید بن جبیر کی روایت نقل کی۔ سعید بن جبیر نے کہا: "میں نے ابن عباسؓ سے پوچھا: اے ابن عباسؓ! کیا مشرکین مسلمانوں کی ایذا رسانی میں اس حد تک پہنچ چکے تھے کہ مسلمان اپنا دین چھوڑ دینے کے معاملہ میں معذور سمجھے جاسکتے تھے۔" آپ نے فرمایا: "ہاں، بخدا! ان میں سے کسی کو مارتے تھے، بھوکا اور پیاسا رکھتے تھے اور وہ اس مصیبت کی شدت کے باعث سیدھا بیٹھ بھی نہ سکتا تھا اور اس حالت میں وہ جو چاہتے تھے جبرا اس سے کہلوا لیتے تھے، کفار یہاں تک کہتے کہ لات اور عزی اللہ کے سوا تیرے معبود ہیں اور وہ "ہاں" کہہ دیتا۔ تشدد اور جبر اس حد تک تھا کہ گوبر کا کیڑا ان کے پاس سے گزرتا اور وہ اس مجبور مسلمان سے کہتے: کیا اللہ کے سوا یہ تیرا خدا ہے؟ تو وہ ان کے جبر و اکراہ سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے "ہاں" کہہ دیتا تھا۔

(۲۴۳) مکہ کے بتوں کے متعلق حضرت خالدؓ بن ولید کی رائے

یونس نے عیزار بن حریث کی یہ روایت نقل کی کہ حضرت خالدؓ بن ولید لات اور عزیٰ کے پاس سے گزرے اور فرمایا: "میں تمہارا انکار کرتا ہوں اور تمہیں پاک نہیں گردانتا۔ بیشک میں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ذلیل کر دیا ہے۔" اور پھر آگے چلے گئے۔

(۲۴۴) مشرکین سرداروں کو دھوکا سے قتل کرنے کا قصد

یونس نے جبیب اسدی کی وساطت سے مسلم بن صبیح کی روایت نقل کی۔ مسلم نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا: ہماری تعداد اچھی خاصی ہو چکی ہے۔ اگر آپؐ ہم میں سے دس دس کے جتھے کو حکم دیں کہ وہ سرداران قریش میں سے ایک ایک آدمی کو راتوں رات لے آئیں اور پکڑ کر قتل کر دیں تو اس طرح دشمنوں کا صفایا ہو جائے گا اور صبح تک شہر میں ہمارا غلبہ ہو جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ تجویز خوش کن تھی اور خوشی کے آثار آپؐ کے چہرہ پر بھی ہویدا ہوئے۔ اس دوران میں حضرت عثمانؓ بن عفان اٹھے اور انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! یہ سرداران قریش ہمارے بیٹے، ہمارے باپ اور ہمارے بھائی بند ہیں۔" حضرت عثمانؓ اس فقرے کو لگاتار دہراتے رہے

یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی تجویز کو برا جانا اور اس ناراضی کے آثار آپؐ کے چہرہ انور پر نمودار ہوئے۔ پھر حضرت عثمانؓ نے یہ بات چھوڑ دی۔ وقت گزرنے پر مشرکین نے ہمیں تعذیب کا نشانہ بنایا اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کوئی ایسا نہ تھا جسے فتنوں میں مبتلا کر کے مجبور نہ کر دیا گیا ہو اور حضرت بلالؓ تو مجبوری کے عالم میں بھی اَحد اَحد پکارتے تھے۔

(۲۴۵) مسلمانوں پر ظلم و ستم

احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق سے اور اس نے صالح بن کیسان کے حوالہ سے آل سعد بن ابی وقاص کے کسی شخص کی روایت بیان کی۔ راوی نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ میں نامساعد حالات میں زندگی گزارتے تھے اور مظالم وشدائد کا شکار تھے۔ جب ہم پر کوئی آزمائش آتی تو ہم اسے برداشت کرتے تھے اور اس کے مقابلہ میں صبر و استقامت کی روش اختیار کرتے تھے۔ حضرت مصعبؓ بن عمیر مکہ میں ناز و نعمت میں پلے ہوئے نوجوان تھے اور اپنے والدین کے ہاں نہایت قیمتی لباس پہنا کرتے تھے لیکن میں نے دیکھا کہ انہیں اسلام کی خاطر سخت ترین آزمائشوں سے گزرنا پڑا اور ان کے جسم کی کھال کھردری ہو گئی اور اکھڑ کر گرتی جاتی تھی جس طرح سانپ کی کینچلی اترتی ہے۔ ان کی حالت اس قدر دگرگوں تھی کہ اگر ان کی تکالیف ہماری سنگ دلی کے باوجود ہمارے سامنے پیش کی جاتیں تو ہم بھی شدت احساس کی وجہ سے اسی طرح کی مصیبت میں مبتلا ہو جاتے اور اس طرح جو تکلیف ہمیں پہنچتی وہ ان کی تکلیف سے کسی طرح کم نہ ہوتی۔

(۲۴۶) احمد نے یونس سے اور اس نے ابن اسحاق سے اور اس نے یزید بن زیادہ کی وساطت سے محمد بن کعب قرظی کی روایت نقل کی۔ محمد بن کعب نے کہا: مجھے اس شخص نے بتایا جس نے حضرت علیؓ بن ابی طالب کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مسجد میں بیٹھا ہوا تھا اتنے میں حضرت مصعبؓ بن عمیر ہم لوگوں کے پاس آ گئے۔ انہوں نے صرف ایک چادر اوڑھی ہوئی تھی جس پر پوستین کے پیوند لگے ہوئے تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو آپؐ رو پڑے کیوں کہ آپؐ ان کی سابقہ ناز و نعمت کی زندگی سے باخبر تھے اور یہ موجودہ خستہ حالی آپؐ کے سامنے تھی۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمہارا کیا حال ہو گا جب تم میں سے ہر ایک صبح

کو ایک جوڑا پہنے گا اور شام کو دوسرا لباس زیب تن کرے گا، اور تمہارے سامنے ایک بڑا پیالہ صبح کو پیش کیا جائے گا اور ایک بڑا پیالہ شام کو حاضر کیا جائے گا۔ اور تم اپنے گھروں کی دیواروں پر اس طرح پردے لٹکاؤ گے جس طرح کعبہ پر غلاف پڑا رہتا ہے!" لوگوں نے کہا: "یا رسولؐ اللہ! اس وقت ہم آج کے مقابلہ میں بڑی خیریت کے ساتھ ہوں گے ہم عبادت گزاری کے لیے فارغ ہوں گے اور محنت و مشقت سے بچائے جائیں گے۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نہیں، بلکہ تم آج اس زمانے سے بہتر ہو۔"

(۲۴۷) احمد نے یونس سے اور اس نے ابن اسحاق کے حوالہ سے صالح بن کیسان سے اور اس نے آل سعد میں سے ایک شخص کی وساطت سے سعدؓ بن ابی وقاص کی روایت نقل کی۔ حضرت سعدؓ نے فرمایا: "تو نے دیکھا ہے کہ میں مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا۔ ایک رات میں پیشاب کرنے کے لیے باہر نکلا۔ جب میں پیشاب کر رہا تھا تو میں نے نیچے کھڑکھڑاہٹ کی آواز سنی۔ میں نے غور سے دیکھا تو اونٹ کی کھال کا ایک ٹکڑا پڑا ہوا تھا۔ میں نے اٹھا کر دھویا، اس کے بعد اسے جلایا اور پھر دو پتھروں کے درمیان رکھ کر اسے کوٹا اور سفوف بنا لیا۔ اس سفوف کو منہ میں ڈال کر اوپر سے پانی پی لیا اور اس طرح تین دن تک میری قوت بحال رہی۔

(۲۴۸) حضرت علیؓ کے مدنی دور کا ایک واقعہ

احمد نے یونس کے حوالہ سے ابن اسحاق سے اور اس نے یزید بن زیاد کی وساطت سے محمد بن کعب قرظی کی روایت بیان کی۔ محمد بن کعب نے کہا: مجھے اس شخص نے بتایا جس نے حضرت علیؓ بن ابی طالب کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں سردی کے موسم میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے نکلا۔ میں نے کٹا ہوا ایک کچا چمڑا لیا، اس کے درمیان شگاف کر کے اسے اپنی گردن میں ڈال لیا اور اپنی کمر اور چمڑے کے سرے کو کھجور کے پتوں سے باندھ لیا۔ مجھے سخت بھوک لگی ہوئی تھی۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں کھانے کی کوئی چیز ہوتی تو میں کھا لیتا (لیکن وہاں کوئی ایسی چیز نہ تھی) اس لیے میں خوراک کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا اور ایک یہودی کے پاس سے گزرا جو اپنے ڈیرے پر چرخی کے ذریعہ کنوئیں سے پانی کھینچ رہا تھا، میں نے اسے دیوار کے ایک سوراخ میں سے اپنی آمد کی اطلاع دی۔ اس نے پوچھا: "اے عربی! کیا چاہتے ہو؟ کیا تم ایک کھجور کے عوض ایک ڈول پانی نکال دو گے؟" میں

نے کہا: "ہاں، دروازہ کھولو تاکہ میں اندر آجاؤں۔" اس نے دروازہ کھولا اور میں اندر چلا گیا اور اس نے مجھے ڈول دے دیا۔ جب میں نے ایک ڈول پانی کھینچا تو اس نے مجھے ایک کھجور دی۔ میں اسی طرح ڈول کھینچتا رہا اور ایک ایک کھجور حاصل کرتا رہا، یہاں تک کہ میرے پاس مٹھی بھر کھجوریں ہو گئیں۔ اس کے بعد میں نے ڈول رکھ دیا اور اپنے جی میں کہا کہ میرے لیے یہ خوراک کافی ہے۔ میں نے کھجوریں کھائیں، پانی پیا اور مسجد میں آگیا، وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے۔

(۲۴۹) نبی اکرمؐ کی مدنی زندگی

یونس نے ہشام بن عروہ سے اور اس نے اپنے باپ کی وساطت سے حضرت عائشہؓ کی روایت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس توشک پر سوتے تھے وہ چمڑے کی تھی اور اس کے اندر کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔

(۲۵۰) احمد نے یونس سے اور اس نے ابن اسحاق کے حوالہ سے زہری سے اور اس نے عبید اللہ بن ابی ثور کی وساطت سے عمرؓ بن خطاب کی روایت نقل کی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، آنحضرتؐ پہلو کے بل ایک کھجور کے بوریے پر لیٹے ہوئے تھے، آپؐ کے وجود کا کچھ حصہ مٹی پر تھا۔ آپؐ ایک تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے جو چمڑے کا تھا اور جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ آپؐ کے سر کے اوپر بالاخانہ کی چھت میں چمڑے کی ایک کھال لٹکی ہوئی تھی جس کے بال صاف کر لیے گئے تھے اور اس کھال کے ایک کونہ میں ایک چیز ا بھری ہوئی تھی۔

(۲۵۱) یونس نے ابو معشر مدنی کے حوالہ سے سعید مقبری کی یہ روایت نقل کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چٹائی تھی جسے دن کے وقت آپؐ نیچے بچھا لیتے تھے اور جب رات ہوتی تو اسی سے مسجد میں ایک چھوٹا سا حجرہ بنا لیتے اور اس میں نماز پڑھتے۔

(۲۵۲) یونس نے مسعودی سے اور اس نے عمرو بن مرہ کے حوالہ سے ادھم سے اور اس نے علقمہ کی وساطت سے عبداللہ سے یہ روایت نقل کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چٹائی پر لیٹے، جب اٹھے تو بدن مبارک پر چٹائی کے نشانات تھے۔ راوی کا بیان ہے کہ جب آپؐ بیدار ہوئے تو میں آپؐ کے جسم پر ہاتھ ملتا رہا اور میں نے عرض کیا کہ آپؐ ہمیں اجازت مرحمت فرمائیں کہ ہم آپؐ کی چٹائی پر

کوئی ایسی چیز بچھادیں جس کی وجہ سے آپؐ کا جسم چٹائی سے متاثر نہ ہو۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میرا اور دنیا کا آپس میں کیا تعلق ہے؟ میرا اور دنیا کا آپس میں کیا جوڑ ہے؟ میری مثال تو ایک سوار کی سی ہے جو آرام کرنے کے لیے تھوڑی دیر کسی درخت کے سایہ میں بیٹھ جاتا ہے اور پھر کوچ کر جاتا ہے۔

(۲۵۳) اراشی اور ابو جہل کا واقعہ

احمد نے یونس سے اور اس نے ابن اسحاق کی وساطت سے عبدالملک بن ابی سفیان ثقفی کی یہ روایت نقل کی کہ اراش کا ایک شخص اپنے کچھ اونٹ لے کر مکہ آیا۔ ابو جہل نے وہ اونٹ اس سے خرید لیے لیکن قیمت کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنے لگا۔ اراشی حرم میں جاکر قریش کی مجلس میں کھڑا ہو گیا اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام کے ایک کونے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اراشی نے بلند آواز سے یہ فریاد شروع کر دی: "اے گروہ قریش! کون شخص ابوالحکم بن ہشام سے مجھے میری رقم دلوائے گا، میں غریب الوطن مسافر ہوں، اس نے میرا حق غصب کر لیا ہے حالانکہ میں غریب الدیار ہوں اور مسافر ہوں۔" اہل مجلس نے اس سے کہا: "تم اس گوشہ گیر آدمی کو دیکھتے ہو، اس کے پاس جاؤ، وہ تمہاری رقم اس سے دلوا دے گا۔" انھوں نے یہ اشارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بطور تمسخر کیا کیونکہ آپؐ کے ساتھ ابو جہل کی عداوت سے سب باخبر تھے۔ اراشی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاکر کھڑا ہو گیا اور کہا: "اے اللہ کے بندے! بیشک ابوالحکم بن ہشام نے میرا حق غصب کر لیا ہے حالانکہ میں ایک غریب الوطن مسافر ہوں۔ میں نے ان لوگوں سے فریاد کی تھی کہ کوئی شخص اس سے میرا حق دلوا دے انہوں نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے، آپؐ اس سے میرا حق دلوا دیں، اللہ تعالیٰ آپؐ پر رحم کرے گا۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت اٹھ کھڑے ہوئے اور اسے ساتھ لے کر ابو جہل کے مکان کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب ان تماش بینوں نے دیکھا کہ آپؐ اس کے ساتھ جارہے ہیں تو انہوں نے اپنے میں سے ایک آدمی کو آپؐ کے پیچھے لگا دیا تاکہ وہ سارا ماجرا دیکھتا رہے۔ راوی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدھے ابو جہل کے گھر گئے اور جاکر دروازہ کھٹکھٹایا۔ ابو جہل نے پوچھا: "کون ہے؟" آنحضرتؐ نے فرمایا: "میں محمد ہوں، باہر آؤ۔" ابو جہل باہر نکل آیا اس حال میں کہ اس کے چہرے پر کوئی رونق نہ تھی بلکہ اس کا رنگ متغیر

تھا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: "اس شخص کا حق ادا کر دو۔" اس نے بلا چون و چرا اس شخص کی رقم ادا کر دی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلے گئے اور اراشی سے فرمایا: "تیرا حق تجھے وصول ہو گیا۔" قیمت وصول کرنے کے بعد اراشی قریش کی مجلس میں آیا اور کہا: "اللہ تعالیٰ اس شخص کو جزائے خیر عطا کرے جس نے میرا حق مجھے دلوایا ہے۔" سرداران قریش نے جو مخبر بھیجا تھا جب وہ آیا تو اس سے پوچھا: "وائے افسوس، تم نے کیا معاملہ دیکھا ہے؟" اس نے کہا: "بخدا! میں نے تو انتہائی عجیب واقعہ دیکھا ہے۔ محمدؐ نے ابو جہل کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ جب ابو جہل باہر نکلا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کے جسم میں جان ہی نہیں ہے۔ محمدؐ نے اسے کہا کہ اس شخص کا حق ادا کر دو۔ ابو جہل نے کہا: "ہاں، میں ابھی اس کا حق ادا کر دیتا ہوں۔" چنانچہ وہ اندر گیا اور اس کے اونٹوں کی قیمت لا کر اسی وقت اس کو ادا کر دی۔

تھوڑی دیر کے بعد ابو جہل بھی مجلس میں آ گیا۔ لوگوں نے پوچھا: "تجھ پر افسوس ہے، تجھے کیا ہو گیا؟ تو نے تو انتہائی کمزوری کا مظاہرہ کیا۔ بخدا! ہم نے تو ایسا کبھی نہیں دیکھا۔" ابو جہل نے جواب دیا: "وائے افسوس! بخدا! معاملہ اس طرح ہوا کہ محمدؐ نے میرا دروازہ کھٹکھٹایا، میں نے اس کی آواز سنی اور مرعوب ہو گیا۔ جب میں باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میرے سر کے اوپر ایک سانڈ اونٹ ہے۔ اس جیسے سر، اور دانتوں والے نر اونٹ کو میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ بخدا! اگر میں انکار کرتا تو وہ اونٹ مجھے کھا جاتا۔"

باب ۲۷

رسول اللہؐ کے ساتھ مشرکین کی مخاصمت

(۲۵۴) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: چالیس سال سے زیادہ عرصہ گزرا کہ مجھ سے قدیم مکہ کے ایک بوڑھے شخص نے عکرمہؓ کے حوالے سے ابن عباسؓ کی روایت بیان کی۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ عتبہ اور شیبہ پسران ربیعہ، ابوسفیان بن حرب، نضر بن حارث (برادر بنی عبدالدار)، ابوالبختری (برادر بنی اسد)، اسود بن مطلب بن اسد، زمعہ بن اسود، ولید بن مغیرہ، ابوجہل بن ہشام، عبداللہ بن ابی امیہ، امیہ بن خلف، عاص بن وائل اور نبیہ اور منبہ پسران حجاج (سہمی) سب کے سب یا ان میں سے بعض ایک رات غروب آفتاب کے بعد کعبہ کی پچھلی جانب اکٹھے ہوئے۔ انہوں نے آپس میں ایک دوسرے کو کہا: ہمیں چاہیۓ کہ ہم محمدؐ کو بلائیں اور ان سے بات کریں اور اس کے بعد اگر ہم جھگڑا کریں تو ہم معذور سمجھے جائیں گے۔ چنانچہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یہ پیغام بھیجا کہ آپؐ کی قوم کے اشراف اکٹھے ہوئے ہیں تاکہ آپؐ سے بات کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت جلدی سے تشریف لے آئے کیونکہ آپؐ کا گمان تھا کہ شاید مشرکین آپؐ کے دین کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں، آپؐ کی یہ انتہائی خواہش تھی کہ مشرکین راہ راست پر آجائیں اور ان کی نافرمانی آپؐ پر شاق گزرتی تھی۔ چنانچہ آنحضرتؐ تشریف لاکر ان کے پاس بیٹھ گئے۔

مشرکین نے آپؐ سے کہا: بخدا! ہم جانتے ہیں کہ آپؐ نے اپنی قوم کو جس قدر مصیبت میں مبتلا کیا ہے اس قدر کسی دوسرے شخص نے پورے عرب میں اپنی قوم کو پریشان نہیں کیا۔ آپ نے ہمارے آباء واجداد کو گالیاں دیں، ہمارے دین کی عیب چینی کی، ہمارے عقل مندوں کو بیوقوف ٹھہرایا اور جماعت میں تفرقہ ڈال دیا اور کوئی ایسی خرابی نہیں ہے جو ہمارے درمیان آپؐ کی وجہ سے پیدا نہ ہوئی ہو۔

یہ کام جو آپؐ نے شروع کر رکھا ہے اس سے آپؐ کی غرض اگر مال کا حصول ہے تو ہم سب آپؐ کو اتنا مال جمع کر کے دئے دیتے ہیں کہ آپ ہم سب سے زیادہ مالدار ہو جائیں۔ اگر آپؐ اس طرح اپنی بڑائی کے طلبگار ہیں تو ہم آپؐ کو اپنا سردار بنالیتے ہیں۔ اگر آپؐ کو بادشاہی مطلوب ہے تو ہم آپؐ کو اپنا بادشاہ بنالیتے ہیں۔ اگر آپؐ کے پاس کوئی جن آتا ہے جسے آپؐ دیکھتے ہیں اور جس نے آپؐ کو مغلوب کر رکھا ہے تو ہم اپنا مال خرچ کر کے آپؐ کا علاج کراتے ہیں تاکہ ہم آپؐ کو اس سے نجات دلائیں یا آپؐ سے معذرت خواہی کریں۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں نہیں جانتا تم کیا کہتے ہو۔ میں جو پیغام لایا ہوں اس سے میرا مقصود طلب مال اور حصول جاہ اور بادشاہی حاصل کرنا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمھاری طرف رسول بناکر بھیجا ہے، مجھ پر کتاب نازل کی ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں بشارت دوں اور خبردار کروں، پس میں نے تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچادیا اور تمھاری خیر خواہی کی۔ اگر تم اس پیغام کو قبول کرو جو میں اللہ کی طرف سے تمہارے پاس لایا ہوں تو یہ تمہارے لیے دنیا و آخرت میں خوش نصیبی ہے اور اگر تم اسے رد کر دو تو میں صبر کے ساتھ اللہ کے حکم کا انتظار کرتا رہوں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کر دے۔ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا یا جیسا کچھ فرمایا) مشرکین نے کہا: "اے محمدؐ! اگر ہماری یہ عرضداشت آپؐ کے لیے قابل قبول نہیں ہے تو آپؐ اس بات کو تو جانتے ہیں کہ ہمارا شہر سب لوگوں سے تنگ آبادی والا شہر ہے، یہاں پانی کی قلت دوسری جگھوں سے زیادہ ہے اور ہماری گزر اوقات بھی دوسروں کی بہ نسبت مشکل ہے اس لیے اپنے پروردگار سے جس نے آپ کو مبعوث کیا ہے خواہ جو احکام بھی دئے ہوں آپؐ ہمارے لیے یہ دعا مانگیں کہ وہ ان پہاڑوں کو جنھوں نے ہم پر تنگی مسلط کر رکھی ہے دور ہٹادے اور ہمارے لیے فراخی اور آسانی مہیا کر دے اور شام و عراق کے دریاؤں کی طرح یہاں بھی دریا جاری کر دے اور ہمارے اسلاف کو ہمارے لیے دوبارہ زندہ کرے اور شام و عراق کے دریاؤں کی طرح یہاں بھی دریا جاری کر دے اور ہمارے اسلاف کو ہمارے لیے دوبارہ زندہ کر دے۔ ان اسلاف میں بالخصوص قصی بن کلاب ہونا چاہئے جو ایک سچا بزرگ تھا۔ ہم ان سے دریافت کریں گے کہ آپؐ جو کچھ کہتے ہیں وہ حق ہے یا باطل۔ اگر آپؐ نے ہماری اس فرمائش کی تعمیل کی اور ہمارے اسلاف نے آپؐ کی تصدیق کر دی تو ہم بھی آپؐ کی تصدیق کریں گے اور جان لیں گے کہ اللہ کے ہاں آپؐ کی قدر و منزلت بہت زیادہ ہے اور یہ کہ اللہ نے آپؐ کو رسول مبعوث فرمایا ہے جیسا کہ آپؐ کا

دعویٰ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں ان کاموں کے لیے تمہارے پاس نہیں بھیجا گیا ہوں۔ میں تو تمہارے پاس صرف وہ پیغام لایا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا ہے اور میں نے وہ باتیں تمہارے سامنے پیش کر دی ہیں جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث کیا ہے۔ اگر تم اس پیغام کو قبول کر لو جو میں تمہارے پاس لایا ہوں تو وہ تمہارے لیے دنیا و آخرت میں خوش بختی ہے اور اگر تم اسے رد کرتے ہو تو میں اللہ کے حکم کا صبر کے ساتھ انتظار کرتا رہوں گا یہاں تک کہ اللہ میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ فرمادے۔"

مشرکین نے کہا: "اگر آپؐ ہمارے اس مطالبے کو پورا نہیں کرتے تو کم از کم اپنے لیے ہی دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کے ہمراہ کوئی فرشتہ بھیج دے جو آپؐ کے پیغام کی تصدیق کرتا رہے اور تمہاری تائید میں وہ ہم سے مراجعت کرے، اور اپنے رب سے یہ دعا بھی مانگو کہ وہ آپ کے لیے باغات اور سونے چاندی کے خزانے اور محلات مہیا کر دے تاکہ آپؐ ان چیزوں سے بے نیاز ہو جائیں جن کی تلاش میں آپؐ بازاروں کے چکر کاٹتے ہیں اور روزی کی تلاش میں ہماری طرح سرگرداں رہتے ہیں یہاں تک کہ عربوں کو معلوم ہو جائے کہ آپؐ کے رب کے ہاں آپؐ کی بڑی قدر و منزلت ہے، اگر آپؐ رسول ہیں جیسا کہ آپؐ کا گمان ہے تو آپؐ اپنے لیے یہ ضرور کریں گے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں ایسا نہیں کروں گا۔ میں اپنے پروردگار سے اس طرح کے سوال کرنے والا نہیں ہوں، اور نہ میں ان کاموں کے لیے تمہاری طرف مبعوث کیا گیا ہوں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بشیر (ایمان لانے پر بشارت دینے والا) اور نذیر (ایمان نہ لانے پر ڈرانے والا) بنا کر بھیجا گیا ہے۔ اگر تم اس چیز کو قبول کر لو جو میں تمہارے پاس لے کر آیا ہوں تو یہ تمہارے لیے دنیا و آخرت میں خوش نصیبی ہے اور اگر تم اسے رد کرتے ہو تو میں اللہ کے حکم پر صبر کروں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کر دے۔"

مشرکین نے کہا: "آپؐ آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہمارے اوپر گرا دیں جیسا کہ آپؐ کا دعویٰ ہے کہ آپؐ کا رب اگر چاہے تو ایسا کر دے۔ ہم تو آپؐ پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ آپؐ ایسا نہ کر دیں۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایسا کرنا یا نہ کرنا تو اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے، اگر تمہارا پروردگار چاہے تو ایسا کر دے۔"

مشرکین نے کہا: "اے محمدؐ! کیا آپؐ کے پروردگار کو اس بات کا علم نہ تھا کہ ہم آپؐ کے پاس بیٹھیں گے اور آپؐ سے وہ سوالات کریں گے جو ہم نے کیے ہیں اور ہم آپؐ سے وہ فرمائشیں کریں گے جو ہم نے کی ہیں۔ اگر اسے علم ہوتا تو وہ اس سے پہلے ہی آپ کے پاس آجاتا اور آپؐ کو ان سوالوں کے جوابات بتلا دیتا جو ہم نے آپؐ سے کیے ہیں۔ اور آپؐ کو یہ بھی بتلا دیتا کہ وہ ہمارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہے جب تک ہم آپؐ کی باتوں کو ماننے کے لیے آمادہ نہیں ہیں۔ ہمیں تو یہ خبر پہنچی ہے کہ آپؐ کو ان باتوں کی تعلیم یمامہ کا ایک آدمی دیتا ہے جس کا نام رحمان ہے۔ بخدا! ہم تو ہرگز رحمان پر ایمان نہیں لائیں گے۔ اے محمدؐ! ہم نے آپؐ کے سامنے معذرت پیش کردی ہے، بخدا! ہم آپؐ کو اور آپؐ کی ان کارروائیوں کو جو آپؐ ہمارے درمیان کر رہے ہیں یونہی نہیں چھوڑیں گے جب تک کہ ہم آپؐ کو ختم نہ کردیں گے یا آپؐ ہمیں ختم نہ کردیں گے۔"

ان میں سے کسی کہنے والے نے کہا: "ہم فرشتوں کی عبادت کرتے ہیں اور وہ اللہ کی بیٹیاں ہیں اور ہم آپؐ پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ آپؐ خدا اور فرشتوں کو رو در رو ہمارے سامنے نہ لے آئیں۔"

جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ باتیں کیں تو آپؐ ان کے پاس سے اٹھ کھڑے ہوئے اور آپؐ کے ساتھ عبداللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم، جو آپؐ کی پھوپھی عاتکہ بنت عبدالمطلب کا بیٹا تھا، بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: "اے محمدؐ! آپؐ کی قوم نے آپؐ کے سامنے کچھ مطالبے رکھے لیکن آپؐ نے انہیں ٹھکرا دیا۔ پھر انہوں نے کہا کہ آپؐ اپنی ذات کے لیے ہی کچھ کریں تاکہ انھیں معلوم ہو کہ اللہ کے ہاں آپؐ کا مرتبہ کیا ہے۔ لیکن آپؐ نے اس پیشکش کو بھی رد کر دیا۔ پھر انہوں نے مطالبہ کیا کہ جس عذاب سے آپؐ انہیں ڈراتے ہیں وہ جلدی ہی بھجوا دیں (لیکن آپؐ سے یہ بھی نہ ہوسکا)۔ بخدا! میں آپؐ پر کبھی ایمان نہیں لاؤں گا جب تک کہ آپؐ آسمان کی طرف کوئی سیڑھی نہ لگائیں پھر اس پر چڑھتے ہوئے آسمان پر پہنچ جائیں اور میں دیکھتا رہوں۔ اور اپنے ساتھ ایک کھلی دستاویز لائیں اور چار فرشتے بھی آپؐ کے ساتھ آکر یہ شہادت دیں کہ آپؐ کا

دعویٰ سچا ہے۔ خدا کی قسم! اگر آپؐ ایسا کر دیں تو بھی میرا گمان ہے کہ میں آپؐ کی تصدیق نہ کروں گا۔" یہ کہہ کر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے چلا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے گھر تشریف لے آئے اور آپؐ غمناک اور آزردہ تھے کیونکہ اپنی قوم کے بارے میں آپؐ کی خواہش پوری نہ ہوئی اور آپؐ نے دیکھا کہ قوم پہلے سے بھی دور چلی گئی ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے اٹھے تھے تو ابو جہل نے کہا: "اے گروہ قریش! محمدؐ نے ہماری پیشکش کو ٹھکرا دیا ہے بلکہ تم دیکھتے ہو کہ ہمارے دین کی عیب چینی ہو رہی ہے، ہمارے آباء واجداد اور ہمارے معبودوں کو گالیاں دی جا رہی ہیں اور ہمارے عقلمندوں کو احمق قرار دیا جاتا ہے، اس لیے میں اللہ کے ساتھ عہد کرتا ہوں کہ کل ایک بڑا پتھر جسے میں اٹھا سکا، لے کر بیٹھ جاؤں گا اور جب وہ (یعنی محمدؐ) نماز کے سجدے میں ہوگا تو میں اس پتھر سے اس کا سر کچل دوں گا۔ پھر اس کے بعد بنو عبد مناف جو چاہیں کر لیں۔"

حاضرین نے کہا: "بخدا! ہم تمہاری حمایت سے ہرگز کسی قیمت پر دست بردار نہیں ہوں گے تم اپنے منصوبے کے مطابق جس طرح چاہو کرو۔"

جب صبح ہوئی تو ابو جہل نے اپنے منصوبے کے مطابق ایک بڑا پتھر لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتظار میں بیٹھ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی حسب معمول تشریف لے آئے۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تھے اور آپؐ کا قبلہ شام کی طرف تھا۔ جب آپؐ نماز پڑھتے تو رکن اسود اور رکن یمانی کے درمیان کھڑے ہوتے اور شام کی طرف رخ کرتے اور اس طرح کعبہ درمیان میں آ جاتا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ صلیہ وسلم نماز کے لیے کھڑے ہوئے۔ قریش بھی اپنی مجالس میں آکر بیٹھ گئے اور انتظار کرنے لگے کہ ابو جہل کیا گل کھلاتا ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ ریز ہوئے تو ابو جہل نے پتھر اٹھایا اور آنحضرتؐ کی طرف چلا۔ جب آپؐ کے قریب پہنچا تو ہیبت زدہ ہو کر اس حال میں لوٹا کہ اس کے اعضاء ٹوٹ چکے تھے۔ مرعوبیت اور خوف کے باعث اس کے چہرہ کا رنگ متغیر ہو چکا تھا اور اس کے دونوں ہاتھ پتھر ہی پر بے حس ہو چکے تھے یہاں تک کہ وہ پتھر اس کے ہاتھ سے گر پڑا۔ قریش اس کے پاس آئے اور پوچھا: "اے ابوالحکم! تجھے کیا ہوا ہے؟" ابو جہل نے جواب دیا: "میں وہ کارروائی کرنے کے لیے اس (یعنی محمدؐ) کی طرف بڑھا جس کا میں نے کل آپ لوگوں سے ذکر کیا تھا۔ جب قریب پہنچا تو میرے اور اس (یعنی محمدؐ) کے درمیان ایک سانڈ اونٹ حائل ہو گیا۔ بخدا! میں نے کبھی ایسا

کوئی اونٹ نہیں دیکھا جس کا سر اور گردن اور دانت اس اونٹ جیسے ہوں وہ اونٹ مجھے کھانے کے لیے لپکا۔"

(۲۵۵) احمد نے یونس کے حوالہ سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے ذکر کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ جبرئیل علیہ السلام تھے، اگر ابو جہل قریب آتا تو جبریل اسے پکڑ لیتے۔

(۲۵۶) یونس نے ہمیں خبر دی کہ راوی نے بات کو پیچھے لوٹایا اور کہا: جب ابو جہل نے انہیں یہ کہا تو نضر بن حارث بن کلدہ بن علقمہ بن عبد مناف بن عبدالدار بن قصی اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے کہا: "اے گروہ قریش! بخدا، تم ایک ایسے معاملہ سے دوچار ہو جس کے نتائج تمہارے حق میں اچھے نہیں ہوں گے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم میں ایک نوخیز لڑکا تھا تم سب اس سے راضی تھے، وہ بات کا سب سے زیادہ سچا اور سب سے زیادہ امانت دار تھا یہاں تک کہ تم نے اس کی کن پٹیوں پر بڑھاپے کے آثار دیکھے اور وہ ایک پیغام لے کر تمہارے پاس آیا۔ تم نے کہا کہ وہ جادوگر ہے۔ بخدا! وہ جادوگر نہیں ہے۔ ہم جادوگروں کو جانتے ہیں اور ان کے جھاڑ پھونک کے طریقوں سے ہم واقف ہیں۔ تم نے کہا کہ وہ کاہن ہے۔ بخدا! وہ کاہن بھی نہیں ہے۔ ہم کاہنوں اور ان کے حالات سے باخبر ہیں جیسی باتیں وہ گنگناتے ہیں اور جس طرح کے فقرے وہ جوڑتے ہیں، ہم نے وہ بھی سنے ہیں۔ تم نے کہا کہ وہ شاعر ہے۔ بخدا! وہ شاعر بھی نہیں ہے۔ ہم شعر کو جانتے ہیں اور اس کی جملہ اقسام رجز، ہزج اور قریض سے ہم واقف ہیں۔ تم نے کہا کہ وہ مجنون ہے۔ بخدا! وہ مجنون بھی نہیں ہے۔ ہم پاگل پن سے واقف ہیں۔ وہ نہ تو بہکی بہکی باتیں کرتا ہے نہ وسوسوں کا شکار ہے اور نہ احمقانہ حرکتیں کرتا ہے۔ اے گروہ قریش! تم اپنی حالت کا اچھی طرح جائزہ لو۔ بخدا! تمہارے سامنے ایک عظیم معاملہ پیش ہے۔ نضر قریش کے شیطانوں میں سے تھا اور ان لوگوں میں سے تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچاتے تھے اور آنحضرتؐ کے ساتھ عداوت کی روش پر کاربند تھے۔ وہ حیرہ بھی گیا تھا وہاں اس نے شاہان ایران اور رستم و اسفندیار کے واقعات کی تعلیم حاصل کی تھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مجلس میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے اور پچھلی امتوں کے عذاب کے واقعات سنا کر اپنی قوم کو ڈراتے تو آپؐ کے چلے جانے کے بعد نضر آپؐ کی جگہ بیٹھ جاتا اور کہتا تھا: "اے گروہ قریش! بخدا، میں اس سے بہتر قصہ گو ہوں۔ پس میرے نزدیک آجاؤ میں تمہیں اس کی باتوں سے بہتر باتیں سناتا

ہوں۔ پھر وہ انہیں شاہان فارس اور رستم و اسفندیار کے قصے سناتا تھا اور کہتا تھا: "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کون سی بات مجھ سے بہتر بیان کی ہے؟

(۲۵۷) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ اس نے کہا: مجھ سے مکہ کے ایک آدمی نے بتایا کہ سعید بن جبیر نے ابن عباسؓ کی روایت بیان کی کہ اللہ تعالیٰ نے نضر کے بارے میں قرآن مجید کی آٹھ آیتیں نازل فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اذا تتلیٰ علیه ایتنا قال اساطیر الاولین۔ (القلم۔ ۱۵ والمطففین۔ ۱۳)

اسے جب ہمارے آیات سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے یہ تو اگلے وقتوں کی کہانیاں ہیں۔

اور قرآن کی وہ آیتیں جن میں "الاساطیر" کہانیوں کا ذکر آیا ہے۔(۱)

جب نضر نے یہ کہا کہ تو قریش مکہ نے اسے اور اس کے ہمراہ عقبہ بن ابی معیط کو علماء یہود کے پاس مدینہ بھیجا اور انہیں کہا کہ وہ ان سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق دریافت کریں، آپؐ کے حالات اور اقوال ان سے بیان کریں کیونکہ ان کے پاس پہلی کتابیں ہیں اور ان کے پاس انبیاء علیہم السلام کا وہ علم ہے جو ہمارے پاس نہیں ہے۔ چنانچہ وہ دونوں چل کر مدینہ پہنچے اور انہوں نے علماء یہود سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے آپؐ کے احوال اور بعض اقوال ان سے بیان کیے اور انہیں کہا: "آپ لوگوں کے پاس تورات ہے، ہم آپ کے پاس اس لیے حاضر ہوئے ہیں کہ آپ ہمیں ہمارے اس رفیق کے بارے میں بتائیں۔" یہود کے علماء نے انہیں کہا: "اس شخص (محمدؐ) سے تین باتیں پوچھو جو ہم تمہیں بتاتے ہیں۔ اگر وہ ان کے متعلق بتادے تو وہ نبی مرسل ہے اور اگر وہ ان باتوں کا جواب نہ دے سکے تو وہ افترا پردازی کرنے والا شخص ہے۔ پس تم اس کے مطابق جو رائے قائم کرنا چاہو کر لو۔ پہلا سوال اس سے ان نوجوانوں کے بارے میں کرو جو زمانہ ماضی میں غائب ہو گئے تھے اور جن کا واقعہ بڑا عجیب ہے۔ دوسرا سوال اس شخص کے متعلق کرو جو زمین کی مشرقی اور مغربی سرحدوں تک پہنچا کہ اس کا واقعہ کیا ہے؟ تیسرا سوال روح کے بارے میں کرو کہ وہ کیا ہے؟ اگر وہ تمہیں ان سوالات کے جوابات دے دے تو وہ نبی ہے۔ تمہیں چاہیے کہ تم اس کا اتباع کرو۔ اگر وہ ان سوالوں کا جواب نہ دے سکے

(۱) یہ کلمہ قرآن کریم کی آیات میں ۹ دفعہ آیا ہے نہ کہ ۸ دفعہ۔ یہ آیات درج ذیل ہیں: الانعام: ۲۵، الانفال: ۳۱، النحل: ۲۴، المومنون: ۸۳، الفرقان: ۵، النمل: ۶۸، الاحقاف: ۱۷، القلم: ۱۵، المطففین: ۱۳۔ (مترجم)

تو وہ شخص مفتری ہے، اس کے متعلق جو چاہو کرو۔" چنانچہ نضر اور عقبہ واپس قریش کے پاس آ گئے اور انہوں نے کہا: "اے گروہ قریش! ہم تمہارے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق ایک فیصلہ کن بات لے کر آئے ہیں۔ علمائے یہود نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اس سے کچھ باتیں دریافت کریں۔" چنانچہ انہوں نے وہ سوالات قریش مکہ کو بتائے۔ قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: "اے محمدؐ! ہمیں ان سوالوں کے جواب بتاؤ۔" انہوں نے وہ سوال آنحضرتؐ سے کیے جو انہیں بتائے گئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا: "میں ان سوالوں کا جواب کل صبح دوں گا۔" آپؐ نے کوئی استثناء پیش نہ کیا، یعنی ان شاء اللہ نہ کہا، چنانچہ وہ چلے گئے۔ اس بارے میں پندرہ دن تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی وحی نہ آئی اور نہ ہی جبریل تشریف لائے یہاں تک کہ اہل مکہ نے افواہیں پھیلانا شروع کر دیں اور کہا: "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہم سے کل کا وعدہ کیا تھا اور آج پندرہ یوم ہو چکے ہیں لیکن انہوں نے ابھی تک ہمارے سوالوں کا جواب نہیں دیا۔" دوسری طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا کہ آپؐ وحی کے انتظار میں بڑے غمگیں تھے اور اہل مکہ کی طعن و تشنیع آپؐ پر بہت شاق گزر رہی تھی۔ اس دوران میں جبریل اللہ تعالیٰ کی طرف سے سورہ کہف لے کر آئے۔ اس سورہ میں آپؐ کی غمگینی کے بارے میں ہدایات بھی ہیں اور ان نوجوانوں کے بارے میں جو غائب ہو گئے تھے اور اس شخص کے متعلق جو زمین کی سرحدوں تک پہنچا تھا امتحانی سوالوں کے جواب بھی ہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ویسئلونك عن الروح، قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا○ (بنی اسرائیل-۸۵)

یہ لوگ تم سے روح کے متعلق پوچھتے ہیں۔ کہو "یہ روح میرے رب کے حکم سے آتی ہے، مگر تم لوگوں نے علم سے کم ہی بہرہ پایا ہے۔

(۲۵۸) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: مجھے یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورت کو شروع کیا اور فرمایا:

الحمد للہ الذی انزل علی عبدہ الکتب ولم یجعل لہ عوجاً○ قیما لینذر باساً شدیداً من لدنہ (الکہف ۱-۲)

تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے اپنے بندے پر یہ کتاب نازل کی۔ (انہوں نے محمد صلی اللہ

علیہ وسلم کی نبوت کے متعلق سوال کیا اور اللہ تعالیٰ نے تحقیق کے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا رسول فرمایا) اور اس میں کوئی ٹیڑھ نہ رکھی۔ ٹھیک ٹھیک سیدھی بات کہنے والی کتاب، (یعنی وہ عدل و انصاف کی حامل ہے اور اس میں کوئی اینچ پیچ کی بات نہیں) تاکہ وہ لوگوں کو خدا کے سخت عذاب سے خبردار کردے (یعنی دنیا کی فوری سزا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے خبردار کرکے جس نے آنحضرتؐ کو رسول بناکر بھیجا ہے)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق علمائے یہود اور اہل کتاب کی رائے

(۲۵۹) تورات میں نبیؐ کا ذکر

یونس نے اعمش سے اور اس نے ابراہیم کے حوالہ سے عبداللہ کی روایت نقل کی۔ عبداللہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک کھیت میں جارہے تھے اور میں آپؐ کے ہمراہ تھا۔ آپؐ کے پاس کھجور کی ٹہنی تھی جس پر آپؐ ٹیک لگاتے تھے۔ آنحضرتؐ یہود کے کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے جن میں سے بعض نے بعض کو کہا: "اس (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) سے روح کے بارے میں دریافت کرو۔" بعض دوسروں نے کہا: "کوئی سوال نہ کرو۔" لیکن ایک یہودی اٹھا اور اس نے کہا: "اے محمدؐ! ہمیں یہ بتاؤ کہ روح کیا چیز ہے؟" یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموشی سے کھڑے ہوگئے۔ میں نے سمجھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی کیفیت طاری ہے۔ میں آپؐ کے پیچھے کھڑا رہا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلام شروع کیا اور فرمایا:

ویسئلونك عن الروح، قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا۰

(بنی اسرائیل۔۸۵)

یہ لوگ تم سے روح کے متعلق پوچھتے ہیں۔ کہو "یہ روح میرے رب کے حکم سے آتی ہے، مگر تم لوگوں نے علم سے کم ہی بہرہ پایا ہے۔

دوسروں نے کہا: "کیا ہم نے تمہیں سوال کرنے سے روکا نہیں تھا؟"

(۲۶۰) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا کہ مکہ کے

ایک آدمی نے سعید بن جبیر کے حوالہ سے ابن عباسؓ کی یہ روایت مجھ سے بیان کی کہ علمائے یہود نے مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا: "کیا آپؐ نے اپنے مندرجہ ذیل کلام پر غور کیا ہے؟

وما اوتیتم من العلم الا قلیلا۝ (بنی اسرائیل)

اور تم کو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔

کیا آپؐ نے اس میں ہمیں مخاطب کیا ہے یا اپنی قوم کو؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایسا ہرگز نہیں۔ (یہ خطاب عام ہے)۔" یہود نے کہا: "کیا آپؐ کے پاس جو پیغام آیا ہے اس میں آپؐ یہ تلاوت نہیں کرتے کہ ہمیں توراۃ دی گئی ہے جس میں ہر چیز کا بیان ہے؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے علم کی مناسبت سے وہ تھوڑی ہی ہے اور اس میں سے تمہارے پاس صرف اسی قدر علم ہے جو تمہیں کفایت کرے۔ کاش کہ تم اسے قائم کرو۔" ان کے سوال کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

ولو ان ما فی الارض من شجرۃ اقلام والبحر یمدہ من بعدہ سبعۃ ابحر ما نفدت کلمٰت اللہ (لقمن: ۲۷)

زمین میں جتنے درخت ہیں اگر وہ سب کے سب قلم بن جائیں اور سمندر (دوات بن جائے) جسے سات سمندر مزید روشنائی مہیا کریں تب بھی اللہ کی باتیں (لکھنے سے) ختم نہیں ہوں گی۔

میں دیکھتا ہوں کہ توراۃ بھی اللہ کے علم میں تھوڑی ہی ہے۔

(۲۶۱) سیدنا علیؓ اور قصہ ذوالقرنین

یونس نے بسام مولیٰ علی بن ابوالطفیل سے روایت کی۔ راوی نے کہا: "حضرت علیؓ بن ابی طالب منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا: "مجھ سے پوچھ لو قبل اس کے کہ تم نہ پوچھ سکو۔ کیونکہ میرے بعد تم لوگ کسی سے نہ پوچھ سکو گے جو تمہیں میری طرح جواب دے سکے گا۔" چنانچہ ابوالکواء نے اٹھ کر سوال کیا: "اے امیرالمومنین! ذوالقرنین نبی تھا یا فرشتہ تھا؟" حضرت علیؓ نے فرمایا: "وہ نہ فرشتہ تھا اور نہ نبی تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کا ایک نیکوکار بندہ تھا، جو اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا تھا اور وہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ تھا۔ وہ یکسو ہوکر اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتا تھا اور اللہ تعالیٰ کے مخلص بندوں میں سے تھا۔ اس کے دائیں سینگ پر

ضرب لگائی گئی، وہ فوت ہوگیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسے اٹھایا۔ اس کے بعد اس کے بائیں سینگ پر ضرب لگائی گئی اور وہ فوت ہوگیا اور تم لوگوں میں بھی اس جیسے ہیں۔

(۲۶۲) یونس نے عمرو بن ثابت سے اور اس نے سماک بن حرب کے حوالہ سے بنی اسد کے ایک آدمی کی روایت بیان کی۔ راوی نے کہا کہ ایک شخص نے حضرت علیؓ سے دریافت کیا: "کیا آپؓ نے ذوالقرنین کو دیکھا ہے؟ وہ کیونکر اس قابل ہوا کہ دنیا کے مشرقی اور مغربی کناروں تک پہنچ گیا؟" حضرت علیؓ نے فرمایا: "بادلوں کو اس کے لیے مسخر کر دیا گیا، اسے وسیع اسباب عطا کیے گئے، اس کے لیے روشنی کو پھیلا دیا گیا اور دن اور رات اس کے لیے یکساں کر دیئے گئے۔"

(۲۶۳) رسولؐ اللہ کی تلاوت قرآن کو مشرکین کا چھپ کر سننا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے حق کی معرفت کفار کو حاصل ہوگئی اور انہوں نے آپؐ کی تعلیمات کی سچائی اور مغیبات کے متعلق اپنے سوالوں کے جواب میں آنحضرتؐ کے علوم نبوت کو بھی پہچان لیا لیکن ان کا حسد آڑے آیا اور انہوں نے آپؐ کی تصدیق اور فرمانبرداری سے انکار کر دیا۔ انہوں نے اللہ کی سرکشی اختیار کی اور کھلے بندوں اللہ کے احکام کی خلاف ورزی کی اور وہ اپنے کفر پر ڈٹ گئے۔ ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا:

لا تسمعوا لھذا القرآن والغوا فیہ لعلکم تغلبون ○ (حم السجدہ ۲۶)

اس قرآن کو ہرگز نہ سنو اور جب یہ سنایا جائے تو اس میں خلل ڈالو، شاید کہ اس طرح تم غالب آجاؤ۔

یعنی اس کو باطل قرار دو اور اسے مذاق اور تفریح کا سامان بنالو۔ اس طرح تم اس پر غلبہ حاصل کرلو گے لیکن اگر تم نے اس سے موافقت کی روش اختیار کی اور اس سے انصاف کیا تو وہ تم پر غالب آجائے گا۔

ان میں سے بعض نے بعض کو کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں جہری قرات کریں تو انہیں چاہیئے کہ وہ منتشر ہوجائیں اور سننے سے انکار کر دیں لیکن ان میں کوئی نہ کوئی شخص ایسا بھی ہوتا تھا جو نماز میں آپؐ کی تلاوت قرآن کو سننے کا خواہش مند ہوتا تو وہ دوسروں سے چھپ کر قرآن سنتا

تھا۔ اگر وہ محسوس کرتا کہ دوسرے لوگ اس کے اس پوشیدہ عمل کو پہچان گئے ہیں تو وہ ان کی ایذا رسانی کے خوف سے چلا جاتا اور سننا ترک کر دیتا، نیز اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز دھیمی ہو جاتی اور سننے والوں کو گمان ہوتا کہ وہ آپؐ کی تلاوت میں سے کچھ بھی نہ سن سکیں گے تو ایسی صورت میں بھی کفار سے چھپ کر سننے والا اگر محسوس کرتا کہ وہ کچھ نہ کچھ سن لے گا تو وہ آپؐ کی تلاوت کی طرف کان لگا کر سننے کی کوشش کرتا تھا۔

(۲۶۴) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا کہ مجھ سے داؤد بن حسین نے عکرمہؓ کے حوالہ سے ابن عباسؓ کی روایت بیان کی۔ ابن عباسؓ نے فرمایا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز میں بلند آواز سے قرآن پڑھتے تھے تو کفار منتشر ہو جاتے اور سننے سے انکار کر دیتے۔ اگر ان میں سے کوئی شخص نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت قرآن کو سننا چاہتا تو وہ ان سے علیحدہ ہو کر اور چھپ کر کچھ سن گن لینے کی کوشش کرتا۔ اگر وہ محسوس کرتا کہ دوسرے لوگ اس کے اس پوشیدہ عمل کو تاڑ گئے ہیں تو وہ ان کی ایذا رسانی کے خوف سے چلا جاتا اور سننا ترک کر دیتا۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی آواز کو پست کر لیتے اور یہ خفیہ سننے والا گمان کرتا کہ دوسرے لوگ آپؐ کی قراءت میں سے کچھ بھی نہ سن سکیں گے تو یہ ان سے چھپ کر اور کان لگا کر سننے کی کوشش کرتا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا:

ولا تجهر بصلاتك۔

اور اپنی نماز نہ بہت زیادہ بلند آواز سے پڑھو (تاکہ کفار آپؐ کے نزدیک سے ہٹ جائیں اور منتشر ہو جائیں)

ولا تخافت بها۔

اور نہ بہت پست آواز سے نماز پڑھو (ایسا نہ ہو کہ جو شخص دوسروں سے چھپ کر آپؐ کی تلاوت سننا چاہتا ہے وہ بھی نہ سن سکے)

وابتغ بين ذلك سبيلا ○ (بنی اسرائیل۔ ۱۱۰)

ان دونوں کے درمیان اوسط درجے کا لہجہ اختیار کرو (اس طرح شاید دوسروں سے الگ ہو کر سننے والا توبہ کی روش اختیار کرے اور جو کچھ وہ سنے اس کے حق میں وہ فائدہ مند ثابت ہو)

(۲۶۵) یونس نے ہشام بن عروہ سے اور اس نے اپنے باپ کی وساطت سے حضرت عائشہ کی روایت نقل کی ہے ام المومنینؓ نے فرمایا کہ مندرجہ ذیل آیت دعا کے متعلق نازل ہوگئی ہے:

ولا تجهر بصلاتك ولا تخافت بها ○

یعنی اللہ تعالی سے دعا مانگتے ہوئے نہ بہت زیادہ بلند آواز سے پکارو اور نہ بہت پست آواز سے۔

(۲۶۶) یونس نے عیسی بن عبداللہ تمیمی سے اور اس نے ایک شخص کی وساطت سے قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت کے متعلق مجاہد کی روایت نقل کی ہے:

فاصدع بما تومر۔ (الحجر۔ ٩٤)

پس اے نبی جس چیز کا تمہیں حکم دیا گیا ہے اسے ہانکے پکارے کہہ دو۔

مجاہد نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ مکہ میں قرآن کی تلاوت علانیہ باآواز بلند کریں۔

(۲۶۷) نبیؐ کثیر السکوت تھے اور آپؐ کا زور سب سے زیادہ زبردست تھا

یونس بن بکیر نے یونس بن عمرو ہمدانی سے اور اس نے اپنے باپ کی وساطت سے سعد بن عیاض کی یہ روایت نقل کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ کم گو تھے اور جب آنحضرتؐ کو قتال کا حکم دیا گیا تو آپؐ مستعد ہوگئے۔ اور آپؐ کا زور سب لوگوں سے زیادہ زبردست تھا۔

(۲۶۸) نبیؐ کو تبلیغ دین سے روکنے کے لیے مشرکین کے حربے

احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا کہ مجھ سے یزید بن زیاد مولی بنی ہاشم نے محمد بن کعب کی روایت بیان کی۔ محمد بن کعب نے کہا: مجھ سے بیان کیا گیا کہ عتبہ بن ربیعہ ایک بردبار سردار تھا۔ وہ ایک دن قریش کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ عتبہ بن ربیعہ نے کہا: "اے گروہ قریش! کیا میں محمدؐ کے پاس جاکر ان سے بات نہ کروں اور ان کے سامنے کچھ تجویزیں پیش کروں۔ ہوسکتا ہے کہ وہ ان میں سے کسی تجویز کو قبول کرلیں اور وہ تجویز ہمارے لیے قابل قبول ہو اور اس طرح وہ ہماری مخالفت سے باز آجائیں۔ یہ وہ

زمانہ تھا جب حضرت حمزہؓ اسلام قبول کر چکے تھے اور کفار دیکھ رہے تھے کہ مسلمانوں کی تعداد میں روز افزوں اضافہ ہو رہا تھا۔ قریش نے عتبہ کی بات سے اتفاق کا اظہار کیا اور کہا: ” ضرور جاکر ان سے بات کرو۔“ عتبہ اٹھا اور جاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ گیا اور کہا: ” بھتیجے! ہمارے ہاں قبیلے میں تمہیں جو مرتبہ حاصل ہے وہ تم خود جانتے ہو اور نسبی لحاظ سے بھی تم ایک شریف ترین گھرانے کے فرد ہو۔ تم نے اپنی قوم کو ایک بڑی مصیبت میں مبتلا کر دیا ہے۔ تم نے جماعت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔ ہمارے عقل مندوں کو بے وقوف قرار دیا ہے۔ ہمارے معبودوں اور ہمارے دین کی عیب چینی کی ہے اور ہمارے آباء واجداد جو مر چکے ہیں ان سب کو تم نے کافر ٹھہرایا ہے۔ تم میری بات غور سے سنو۔ میں تمہارے سامنے کچھ تجویزیں رکھتا ہوں تم انہیں سوچو۔ ہو سکتا ہے کہ تم ان میں سے کسی تجویز کو قبول کر لو۔“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے ابو الولید! آپ کہیں میں سنوں گا۔“ عتبہ نے کہا: ” بھتیجے! یہ کام جو تم نے شروع کر رکھا ہے اگر اس سے تمہاری غرض مال کا حصول ہے تو ہم سب مل کر تمہیں اتنا مال دئے دیتے ہیں کہ تم ہم سب سے زیادہ مالدار ہو جاؤ۔ اگر تم اپنی بڑائی چاہتے ہو تو ہم تمہیں اپنا سردار بنا لیتے ہیں یہاں تک کہ ہم کسی معاملے کا فیصلہ تمہارے بغیر نہیں کریں گے۔ اگر تم بادشاہ بننا چاہتے ہو تو ہم تمہیں اپنا بادشاہ بنا لیتے ہیں۔ اگر تم پر کوئی جن آتا ہے جسے تم از خود دفع کرنے پر قادر نہیں ہو اور جسے تم دیکھتے ہو تو ہم طبیب بلواتے ہیں اور اپنا مال خرچ کر کے تمہارا علاج کرواتے ہیں اور تمہیں اس آسیب سے نجات دلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ کبھی ایسا ہوتا کہ جن کسی آدمی کو مغلوب کر لیتا ہے لیکن علاج کرنے سے وہ آدمی صحت یاب ہو جاتا ہے۔ اور جن جو کلام تمہیں لا کر دیتا ہے وہ شاید شعر و سخن کی قسم سے ہے جس سے تمہارا سینہ ابل پڑتا ہے۔ اے بنی عبد المطلب! مجھے اپنی ذات کی قسم! تم ایسا کلام پیش کرنے پر قادر ہو جس کی قدرت کسی دوسرے کو حاصل نہیں ہے۔“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ باتیں سنتے رہے یہاں تک کہ عتبہ فارغ ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ”کیا آپ کی بات مکمل ہو چکی ہے؟“ عتبہ نے کہا: ”ہاں“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ” اچھا، اب میری بات غور سے سنیں۔“ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تلاوت شروع کر دی:

بسم اللہ الرحمان الرحیم ○ کتب فصلت آیتہ قرآنا عربیا ○ (حم السجدہ ۳-)

اللہ کے نام سے جو رحمان اور رحیم ہے۔ یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کی آیات خوب کھول کر

بیان کی گئی ہیں۔ یہ عربی زبان کا قرآن ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سورت پڑھتے گئے۔ جب عتبہ نے تلاوت سنی تو خاموشی اختیار کرلی اور وہ اپنے دونوں ہاتھ پیٹھ کے پیچھے زمین پر ٹیکے غور سے سنتا رہا۔ یہاں تک کہ آپؐ سجدہ کی آیت ۸۳ پر پہنچے اور آپؐ نے سجدہ کیا۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا: "اے ابو الولید! آپ نے جو سنا وہ تو سن ہی لیا اب آپ جانیں اور آپ کا کام۔"

عتبہ اٹھ کر اپنے ساتھیوں کی طرف روانہ ہوا ان میں سے بعض نے بعض کو کہا: "بخدا! عتبہ کا چہرہ دگرگوں ہے یہ وہ شکل نہیں جسے لے کر وہ گیا تھا۔" جب وہ ان کے پاس جاکر بیٹھا تو انہوں نے کہا: "اے ابو الولید! اپنی کارگذاری کی رپورٹ سناؤ۔" عتبہ نے کہا: "بخدا! میری رپورٹ یہ ہے کہ میں نے ایسا کلام سنا کہ کبھی اس سے پہلے نہ سنا تھا۔ اللہ کی قسم! نہ وہ شعر ہے نہ جادو ہے اور نہ کہانت ہے۔ اے گروہ قریش! میری بات کو تسلیم کرو اور میری رائے پر عمل کرو۔ میری تجویز یہ ہے کہ اس شخص کو اس کے حال پر چھوڑ دو۔ بخدا! جو کلام میں نے سنا ہے وہ ضرور رنگ لاکر رہے گا۔ اگر عربوں نے اس کو مغلوب کرلیا تو تم اس پر ہاتھ اٹھانے سے بچ جاؤ گے اور اگر وہ عربوں پر غالب آگیا تو اس کی حکومت تمہاری حکومت اور اس کا اقتدار تمہارا اقتدار شمار ہوگا تم اس کی وجہ سے سب سے زیادہ بخت آور ہو جاؤ گے۔" انہوں نے کہا: "اے ابو الولید! خدا کی قسم! اس کی زبان کا جادو تم پر بھی چل گیا۔" عتبہ نے کہا: "یہ میری رائے تھی جو میں نے پیش کردی۔ تم لوگ جو کرنا چاہو کرتے رہو۔"

(۲۶۹) عتبہ بن ربیعہ کی جانب سے نبیؐ کی مدافعت

احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: پھر مکہ میں اسلام پھیلنا شروع ہوگیا اور مسلمان مردوں اور عورتوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔ دوسری جانب کفار قریش کا معمول یہ تھا کہ اگر وہ کسی مسلمان کو قید کرنے کی قدرت رکھتے تو وہ اس کو قید کردیتے تھے اور جس مسلمان کو فتنہ میں مبتلا کرسکتے تھے اسے ابتلاء میں ڈالتے تھے۔ جب عتبہ بن ربیعہ نے ابو جہل کا رد کیا تو ابو طالب نے عتبہ بن ربیعہ کی مدح میں یہ اشعار کہے اور کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کا انکار نہیں کیا جاسکتا:

عجبت لحلم یابن شیبة حارث

واحلام اقوام لدیك سخاف

اے ابن شیبہ! میں تمہاری نئی سوچ پر راضی ہوں اور قوموں کی عقلیں تمہارے مقابلہ میں ہیچ ہیں۔

یقولون شائع من اراد محمدا

بسوء وقم فی امرہ بخلاف

لوگ کہتے ہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ علانیہ برائی کا ارادہ کرنے والا شخص (ابو جہل) مشہور ہے۔ تم اس معاملہ میں اس کی مخالفت پر کمر بستہ ہو جاؤ۔

ولا ترکبن الدھر منی ظلامة

وانت امرء من خیر عبد مناف

میری وجہ سے لوگوں کے ساتھ بے انصافی اور ظلم کا رویہ اختیار نہ کرو کیونکہ تم عبد مناف کے بہترین گھرانے کے چشم و چراغ ہو۔

ولا تترکنه ما حییت لمطمع

وکن رجلا ذا نجدة وعفاف

لیکن جب تک تم زندہ ہو کسی طمع نفسانی کی خاطر اسے (یعنی محمدؐ کو) بے یار و مددگار نہ چھوڑو بلکہ ایک بہادر اور پاکدامن شخص کا کردار ادا کرو۔

تذود العدی عن دورة ھاشمیة

الافھم فی الناس خیر الاف

جب ہاشمی میدان میں اپنی جوانمردی کے جوہر دکھاتے ہیں تو دشمن دم دبا کر بھاگ جاتے ہیں۔ لوگوں میں ایک فہیم آدمی ہزاروں پر بھاری ہوتا ہے۔

فان له قربا لدیك قریبة

ولیس بذی خلف و لا بمضاف

تمہارے ساتھ اس (محمدؐ) کی قریبی رشتہ داری ہے وہ کوئی کمینہ و رذیل آدمی نہیں ہے کہ باہر سے

آکر تمہارے خاندان میں شامل ہو گیا ہو۔

ولانه من هاشم فی صمیمها

الی ابحر فوق البحور صواف

وہ اصلا اور خالصتا ہاشمی ہے اور یہ حقیقت سمندروں کے کناروں تک جہاں سواریاں جاسکیں مشہور زمانہ ہے۔

وزاحم جمیع الناس فیه وکن له

ظهیرا علی الاعداء غیر مجاف

تمہیں چاہیئے کہ اس کے معاملہ میں سب لوگوں کی مزاحمت کرو اور اس کے دشمنوں پر پوری مستعدی کے ساتھ غلبہ حاصل کرو۔

فان غضبت فیه قریش فقل لهم

بنی عمنا ما قومکم بضعاف

اگر قریش اس کے معاملہ میں غضبناک ہیں تو ان سے کہو۔ اے ہمارے چچازاد بھائیو! تمہاری قوم (یعنی ہم) کمزور و ناتواں نہیں ہیں۔

فما بالکم تغشون منا ظلامة

وما بال احلام هناك خفاف

تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ ہمارے ساتھ بے انصافی کے باعث تمہارے قویٰ مضمحل ہو رہے ہیں اور ہم کوئی کم عقل لوگوں کا گروہ نہیں ہیں۔

وما قومنا بالقوم تغشون ظلمنا

وما نحن فیما ساء هم بخفاف

قوم کے ساتھ ہمارا طرز عمل ایسا نہیں ہے کہ تم ہمیں مظالم کا تختۂ مشق بناؤ اور ہم ایسے لوگوں میں سے نہیں ہیں جن کے ساتھ ظلم کیا جائے اور وہ اسے ٹھنڈے پیٹوں برداشت کر لیں۔

ولکننا اهل الحفائظ والنهی

وعز ببطحاء الحطیم مواف

بلکہ ہم اپنوں کی طرفداری اور ظلم کو روکنے کی پوری پوری صلاحیت رکھتے ہیں اور حطیم کی وادی میں پوری قوت و شوکت کے مالک ہیں۔

(۲۷۰) بلاد روم وایران کی فتح کی بشارت

احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے گروہ قریش! میری اتباع کرو اور میرے حکم کی اطاعت بجالاؤ کیوں کہ یہی ہدایت اور دین حق ہے اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ تمہیں معزز کرے گا اور لوگوں کی دست برد سے تمہیں بچائے گا اور تمہیں مال اور اولاد سے نوازے گا۔" قریش نے کہا: "اگر ہم تمہارے ساتھ اس ہدایت کی پیروی اختیار کرلیں تو اپنی زمین سے اچک لیے جائیں گے۔" اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اولم نمکن لھم حرما آمنا یجبی الیہ ثمرات کل شی رزقا من لدنا ولکن اکثرھم لایعلمون ○ (القصص ۵۷)

کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ ہم نے ایک پرامن حرم کو ان کے لیے جائے قیام بنادیا جس کی طرف ہر طرح کے ثمرات کھچے چلے آتے ہیں، ہماری طرف سے رزق کے طور پر؟ مگر ان میں سے اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔

(۲۷۱) یونس بن بکیر نے یونس بن عمرو کے حوالہ سے عیزار بن حریث کی یہ روایت نقل کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: "اے اللہ! میں قریش کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ (دین اسلام قبول کرکے) خشکی و تری کے مالک بن جائیں، لیکن انہوں نے میرا کھانا چکوروں کے کھانے کی طرح کردیا۔" (۱) آنحضرتؐ نے قریش کو دعوت دی کہ "اے گروہ قریش! میری اطاعت کرو۔ آنے والے لوگ قیامت تک تمہارے نقش قدم پر چلتے رہیں گے۔" ابو جہل نے کہا: "بھتیجے! بخدا! اگر ہم تمہاری بیعت کرلیں پھر بھی مضر اور ربیعہ تمہاری بیعت نہیں کریں گے۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہاں، خدا کی قسم! وہ چارو ناچار ضرور بیعت کریں گے اور اسی طرح ایران اور روما بھی حلقہ بگوش اسلام ہوں گے۔"

---

(۱) چکور کی عادت ہوتی ہے کہ وہ ایک ایک دانہ ٹھہر ٹھہر کر کھاتا ہے اچھی طرح نہیں کھاتا۔ مطلب یہ ہے کہ قریش کے لوگ بھی میری دعوت کو اچھی طرح قبول نہیں کرتے بلکہ ان میں سے اکا دکا اشخاص اسلام قبول کرتے ہیں۔ (مترجم)

(۲۷۲) یونس نے محمد بن ابی حمید المدینی کی وساطت سے محمد بن منکدر کی روایت نقل کی۔ محمد بن منکدر نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آنحضرتؐ کو بتایا گیا کہ قریش نے آپؐ کو قتل کرنے کے لیے عہدو پیمان کر رکھا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باب صفا سے باہر آئے اور وہاں آکر ٹھہر گئے۔ اس دوران میں جبریلؑ تشریف لائے اور فرمایا: "اے محمدؐ! اللہ تعالی نے آسمان کو حکم دیا ہے کہ وہ آپؐ کی اطاعت کرے، اور اسی طرح زمین اور پہاڑوں کو بھی آپؐ کے فرمان کا مطیع بنادیا ہے اگر آپؐ چاہیں تو آسمان کو حکم دیں کہ وہ ان پر عذاب نازل کرے اور اگر آپؐ پسند کریں تو زمین کو حکم دیں کہ وہ انہیں نگل جائے، اگر چاہیں تو پہاڑوں کو حکم دیں کہ وہ باہم مل کر ان کو کچل دیں۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں اپنی امت کو مہلت دیتا ہوں شاید اللہ اپنی نظر عنایت سے ان لوگوں کی طرف متوجہ ہونے کا ارادہ کرے۔"

(۲۷۳) احمد نے عبدالجبار سے اس نے ابو معاویہ سے، اس نے اعمش سے، اس نے ابو منہال کے حوالہ سے اور اس نے عبداللہ بن حارث کی وساطت سے ابن عباسؓ کی روایت نقل کی۔ ابن عباسؓ نے فرمایا: جب موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے پاس آئے اور انہیں زکوٰۃ کا حکم دیا تو قارون نے لوگوں کو اکٹھا کر کے کہا: یہ شخص (یعنی موسی) روزہ، نماز اور دیگر احکام تمہارے لیے لائے ہیں، کیا تم اس بات کو برداشت کرو گے کہ تم اپنے اموال انہیں عطا کرو؟" انہوں نے کہا: "ہم تو اپنے اموال نہیں دیں گے، تمہاری رائے کیا ہے؟" قارون نے کہا: "میری رائے تو یہ ہے کہ بنی اسرائیل کی کسی زناکار عورت کو ان کے پاس بھیجو اور اس عورت کو حکم دو کہ وہ موسیٰ (علیہ السلام) پر یہ تہمت لگائے کہ وہ اس سے بدکاری کرنا چاہتے تھے۔ موسی علیہ السلام نے اللہ تعالی سے ان کے حق میں بددعا کی۔ اللہ تعالی نے زمین کو حکم دیا کہ وہ موسی کی فرمانبرداری کرے۔ موسیٰؑ نے زمین کو حکم دیا کہ ان بدکار لوگوں کو پکڑ لے۔ چنانچہ وہ ایڑیوں تک گرفتار ہو گئے۔ لوگوں نے موسی علیہ السلام کو پکارا: "یا موسی، یا موسی،!" لیکن موسیٰؑ نے پھر زمین کو حکم دیا کہ وہ انہیں جکڑ لے۔ چنانچہ وہ گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے۔ وہ پھر پکارتے رہے: "یا موسی، یا موسی!" موسی علیہ السلام نے سہ بارہ زمین کو حکم دیا کہ ان کو پکڑ لیا جائے۔ اس پر وہ کمر تک گرفتار ہو گئے۔ انہوں نے پھر پکارنا شروع کیا: "یا موسی، یا موسی!" لیکن موسیٰؑ نے زمین کو پھر حکم دیا کہ ان کا کام تمام کیا جائے۔ چنانچہ زمین انہیں پوری طرح نگل گئی۔ اللہ تعالی نے ان کی طرف وحی بھیجی: "اے موسی!

تمہاری قوم نے تضرع وزاری کے ساتھ تم سے فریاد کی لیکن تم نے ان کی فریاد قبول نہ کی، اگر وہ مجھے پکارتے تو میں ضرور ان کی توبہ قبول کرتا۔"

(۲۷۴) ابو جہل کے کافرانہ عزائم

یونس نے ہشام بن سعید اور اس نے زید بن اسلم کی وساطت سے مغیرہ بن شعبہ کی روایت بیان کی۔ مغیرہ نے کہا: سب سے پہلا دن جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا وہ دن تھا جب میں اور ابو جہل مکہ کی گلی کوچوں میں پھر رہے تھے۔ ہماری ملاقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو جہل کو فرمایا: "اے ابو الحکم! میں تمہیں اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں، تم اللہ اور اس کے رسول کی طرف آجاؤ۔" ابو جہل نے کہا: "اے محمدؐ! کیا تم ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہنے سے رک جاؤ گے؟ کیا تم اس کے سوا کچھ اور بھی چاہتے ہو کہ ہم گواہی دیں کہ تم نے اپنا پیغام پہنچا دیا؟ پس ہم گواہی دیتے ہیں کہ تم نے اپنا پیغام پہنچا دیا ہے۔ بخدا! اگر میں یہ جانتا کہ تم جو کچھ کہتے ہو وہ برحق ہے میں پھر بھی تمہارا اتباع نہ کرتا۔" یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلے گئے۔ پھر ابو جہل میری طرف متوجہ ہوا اور اس نے کہا: "بخدا! میں یقینا جانتا ہوں کہ جو کچھ یہ شخص کہتا ہے وہ برحق ہے۔" لیکن بنی قصی نے کہا کہ حجابہ یعنی خانہ کعبہ کی دربانی ہمارے ذمہ ہے۔ ہم نے اس کو تسلیم کرلیا۔ انہوں نے کہا کہ ندوہ یعنی مجلس مشاورت کے ارکان ہم ہیں ہم نے اسے بھی تسلیم کرلیا۔ انہوں نے کہا کہ "لواء" یعنی جھنڈا ہمارے پاس رہے گا، ہم نے یہ بھی مان لیا۔ انہوں نے کہا کہ سقایہ یعنی حاجیوں کو پانی پلانے کا منصب ان کے پاس رہے گا، ہم نے اسے بھی تسلیم کرلیا۔ پھر انہوں نے بھی کھانے کھلائے اور ہم نے بھی کھانے کھلائے یہاں تک کہ جب ہمارے گھٹنے ان کے گھٹنوں سے ٹکرانے لگے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم میں ایک نبی ہے۔ بخدا! یہ میں کبھی نہیں مانوں گا۔"

(۲۷۵) یونس نے مبارک بن فضالہ کے حوالہ سے حسن کی یہ روایت نقل کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہر امت کا ایک فرعون ہے اور اس امت کا فرعون ابو جہل ہے۔"

(۲۷۶) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حکیم بن حکیم نے اور اس سے عباد بن حنیف نے عکرمہ کے حوالہ سے ابن عباسؓ کی روایت بیان

کی۔ ابن عباسؓ نے درج ذیل آیت تلاوت کی:

والشجرة الملعونة فی القرآن۔ (بنی اسرائیل۔۶۰)

اور وہ درخت جس پر قرآن میں لعنت کی گئی ہے۔

اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے تھے کہ ملعونہ سے مراد مذمومہ ہے۔ یعنی وہ درخت جس کی قرآن میں مذمت کی گئی ہے۔ یہ آیت ابو جہل بن ہشام کے بارے میں نازل ہوئی۔

(۲۷۷) یونس بن بکیر نے یونس بن عمرو سے اور اس نے اپنے باپ کی وساطت سے عمرو بن میمون اودی کی روایت نقل کی۔ عمرو بن میمون نے کہا مجھ سے عبداللہ بن مسعودؓ نے یہ روایت بیان کی کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقام ابراہیمؑ کے پاس مصروف نماز تھے۔ ابو جہل اور اس کے ساتھی قریب ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ ابو جہل نے کہا: "تم میں سے کون فلاں لوگوں کی اونٹنی کا بچہ دان لے کر آتا ہے؟ ان میں سے ایک غنڈہ اٹھ کھڑا ہوا اور اٹھا کر لے آیا۔ اسے کہا گیا کہ جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سجدے میں جائیں تو ان کے دونوں کندھوں کے درمیان اسے رکھ دیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ ریز ہوئے تو اس نے یہ بچہ دان آپؐ کے دونوں شانوں کے درمیان ڈال دیا۔ آپؐ جب تک حالت سجدہ میں رہے آپؐ نے جنبش تک نہ کی۔ حضرت فاطمہؓ کو اس کی اطلاع پہنچی تو وہ تشریف لائیں، وہ اس وقت ابھی کم سن لڑکی تھیں، انہوں نے اس گندگی کو ہٹایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک کو صاف کیا اور ان غنڈوں کو سخت سست بھی کہا۔ وہ ہنس ہنس کر ایک دوسرے پر گرتے جاتے تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو آپؐ نے کعبہ کی رو ہو کر اپنے ہاتھ اٹھا کر ان کے خلاف یہ بدعا کی: "اے اللہ! عمر بن ہشام، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، عمارہ بن ولید، امیہ بن خلف، اور عقبہ بن ابی معیط سے تو ہی نمٹ اور تو ہی ان کی خبر لے" عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا: "میں اس وقت ابھی لڑکا تھا اور مجھ میں اتنی طاقت نہ تھی کہ میں قوم کا مقابلہ کر سکتا۔ اس ذات کی قسم جس نے حضرت محمدؐ پر کتاب نازل فرمائی میں نے دیکھا کہ یہ غنڈے بدر کے کنوئیں میں گرے پڑے ہیں۔"(۱)

(۱) یہ سات غنڈے تھے جن میں سے پانچ جنگ بدر میں مارے گئے اور ان کی نعشیں بدر کے کنوئیں میں پھینک دی گئیں۔ عمارہ بن ولید حبشہ میں بحالت دیوانگی فوت ہوا اور عقبہ کو آنحضرتؐ نے بدر سے واپسی پر قتل کرایا۔ (مترجم)

(۲۷۸) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت عمرؓ بن خطاب کے قبول اسلام کے بعد یہ ذکر کیا جاتا تھا کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ابو جہل کے منصوبوں سے قریش نے کوئی عبرت حاصل نہ کی۔" چنانچہ ایک کہنے والے یا ابو طالب نے یہ اشعار کہے اور اللہ بہتر جانتا ہے کہ یہ اشعار کس نے کہے:

افیقوا بنی غالب وانتهوا
عن البغی فی بعض ذا المنطق

اے بنی غالب! ہوش میں آؤ اور اس شخص کے ساتھ ظلم وزیادتی کرنے سے باز آجاؤ جس کے پاس پیغام آتا ہے۔

والافانی اذن خائف
بوائق فی دارکم تلتقی

وگرنہ تمہارے معاملہ میں مجھے خوف لاحق ہے کہ تمہارے اس دیار میں سختیاں اور عذاب نازل ہوں گے۔

تکون لغابرکم عبرة
ورب المغارب والمشرق

مشرق و مغرب کے رب کی قسم! یہ عذاب اس کے لیے سامان عبرت ثابت ہوگا جو تم میں سے بچ رہے گا۔

کما ذاق من کان من قبلکم
ثمود وعاد فمن ذا بقی

یہ ایسا عذاب ہوگا جس قسم کے عذاب کا مزہ تم سے پہلے عاد اور ثمود کی قومیں چکھ چکی ہیں اور ان میں سے کون صاحب خیر تھا۔

غداة اتاهم بها صرصرا
وناقة ذی العرش اذ تستقی

صاحب عرش خدا کے ناقہ کی قسم جب کہ وہ پانی پیتی تھی! اس صرصر کے عذاب نے انہیں صبح کے وقت گھیر لیا۔

فحل علیهم بها سخطة
من الله فی ضربة الازرق

پس اللہ کی طرف سے ان پر غضب نازل ہوا اور کھلی مار پڑی۔

غداة يعض بعرقوبها

حسام من الهند ذو رونق

ہندوستان کی بنی ہوئی چمکتی دمکتی تلواریں کل اپنی مضبوط اور تیز دھار کے ذریعہ سے کاٹنے کے جوہر دکھائیں گی۔

واعجب من ذاك من امركم

عجائب في الحجر الملصق

اور تمہارے معاملہ میں تو وہ عجائب اس سے بھی عجیب تر ہیں جو اس پتھر سے ظاہر ہوئے۔

بكف الذي قام من حينه

الى الصابر الصادق المتقى

جو اس شخص (یعنی ابو جہل) نے اپنے ہاتھ میں اٹھایا اور ایک صابر و صادق اور متقی شخص (یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف متوجہ ہوا لیکن آزمائش میں پڑ گیا۔

فايبسه الله في كفه

على رغم ذاالخائن الا حمق

اس خیانت کار اور احمق کی دشمنی کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اس پتھر کو اس کے ہاتھ میں چمٹا دیا۔

احيمق مخزومكم اذ غوى

بغى الغواة ولم يصدق

وہ بنی مخزوم کا احمق تھا جو گمراہ کرنے والوں کی گمراہی کے باعث گمراہ ہو گیا اور اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق نہ کی۔

(۲۷۹) یونس نے مبارک بن فضالہ کے حوالے سے حسن کی یہ روایت نقل کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے لوگو! میرے اور قریش کے معاملہ کو ذرا موخر کر دو۔ اگر وہ مجھ پر غالب آگئے تو تمہیں معلوم ہو جائے گا اور اگر اللہ تعالیٰ نے میرے لیے انہیں مغلوب کر دیا تو تمہیں یہ بھی معلوم ہو جائے گا، اس لیے ذرا انتظار کرو۔“ لوگ رک گئے اور انہوں نے کہا: ”آپؐ نے انصاف کی بات کی ہے۔ اگر آپؐ قریش پر غالب آگئے تو یہ غلبہ اللہ کی طرف سے ہو گا نہ کہ آپؐ کی اپنی طاقت سے۔“ چنانچہ کچھ

لوگ رک گئے اور کچھ لوگ آپؐ کے مقابلہ میں ہلاک ہو گئے۔

(۲۸۰) یونس نے قیس بن ربیع کے حوالہ سے حکیم بن دیلم سے اور اس نے ضحاک بن مزاحم کی وساطت سے قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت کے متعلق حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت نقل کی: وانتم سمدون ○ (النجم ۔۶۱) اور تم تکبر کرتے ہو۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تو کفار تکبر کے ساتھ آپؐ کے پاس سے گزر جاتے تھے۔ کیا تم نے کسی ایسے اونٹ کو نہیں دیکھا جو چلتے ہوئے اپنی دم کو بار بار اٹھا کر اپنی رانوں پر مارتا ہے؟ یہ متکبرانہ چال ہے۔

باب ۲۸

سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت

(۲۸۱) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی یہ روایت نقل کی۔ مسلمانوں پر کفار کا ظلم وستم شدید ہوگیا۔ وہ عظیم فتنوں میں مبتلا کئے گئے اور کفار مسلمانوں پر جھپٹ پڑے۔ اس سے قبل کچھ مسلمان ظلم وستم سے تنگ آکر سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کر چکے تھے۔ اور اس دوسرے فتنہ نے مسلمانوں کو دوبارہ مجبور کر دیا کہ وہ حبشہ کی طرف ہجرت کر جائیں۔

(۲۸۲) احمد نے یونس کے حوالہ سے ابن اسحاق سے اور اس نے زہری سے اور اس نے ابو بکر بن عبدالرحمن بن حارث بن ہشام کی وساطت سے ام المومنین ام سلمہؓ کی روایت بیان کی۔ حضرت ام سلمہؓ نے فرمایا: مکہ کی زمین ہم پر تنگ ہوگئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کو ایذائیں دی گئیں اور فتنوں میں مبتلا کیا گیا اور انہیں دین کی وجہ سے طرح طرح کے مصائب وشدائد سے دوچار ہونا پڑا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان مصائب کے مقابلہ میں اپنے صحابہ کی حفاظت نہیں فرما سکتے تھے اور آنحضرتؐ بذات خود اپنی قوم کی طرف سے محفوظ تھے کیوں کہ آپؐ کو اپنے چچا ابو طالب کی وجہ سے اس مکروہ ظالمانہ سلوک سے چھٹکارا حاصل تھا جو آپؐ کے صحابہؓ کے ساتھ روا رکھا جارہا تھا۔ ان حالات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو فرمایا: "سرزمین حبشہ میں ایسا بادشاہ حکمران ہے جس کے ہاں کسی پر ظلم نہیں ہوتا۔ پس تم اس کے ملک میں چلے جاؤ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہاری اس مصیبت کو رفع کرنے کی کوئی صورت پیدا کر دے جس میں تم مبتلا ہو۔"

چنانچہ ہم چھوٹے چھوٹے گروہوں کی شکل میں یکے بعد دیگرے حبشہ کے لیے نکل کھڑے ہوئے اور وہاں جاکر اکٹھے ہوگئے۔ ہمیں وہاں بہترین ٹھکانا اور بہترین پڑوس مل گیا۔ اپنے دین کے معاملے میں ہم امن سے تھے اور ہمیں کسی کے ظلم کا خوف نہ تھا۔ جب قریش نے یہ دیکھا کہ ہمیں ٹھکانا اور امن حاصل

ہوگیا ہے تو انہوں نے طے کیا کہ وہ اپنا ایک وفد نجاشی کے پاس بھیجیں تا کہ وہ ہمیں اپنے ملک سے نکال دے اور واپس قریش کے حوالے کر دے انہوں نے عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ کو نجاشی کے پاس بھیجا اور نجاشی اور اس کے سرداروں کے لیے تحائف جمع کئے اور سرداروں میں سے کسی آدمی کو نہ چھوڑا جس کے لیے علیحدہ ہدیہ تیار نہ کیا گیا ہو۔ انہوں نے وفد کے دونوں ارکان کو کہا کہ ہر سردار کے ساتھ بات کرنے سے قبل اس کا ہدیہ اسے پیش کیا جائے۔ پھر نجاشی کو اس کے تحائف پیش کئے جائیں۔ اگر تم یہ کر سکو کہ نجاشی مسلمانوں کے ساتھ بات کرنے سے قبل انہیں تمہارے سپرد کر دے تو ایسا ضرور کرو۔ چنانچہ ان دونوں نے نجاشی کے سرداروں میں سے ہر سردار کو اس کا ہدیہ پہنچایا اور پھر اس سے بات کی اور کہا کہ ہم اس ملک میں اپنے کچھ بے وقوفوں کے تعاقب میں آئے ہیں جنہوں نے اپنی قوم کے دین کو چھوڑ دیا ہے اور تمہارے دین میں بھی داخل نہیں ہوئے۔ ہمیں اپنی قوم نے اس لیے بھیجا ہے کہ ہم ان بے وقوفوں کو واپس اپنے ملک میں لے جائیں، ہم اس بارے میں بادشاہ سے بات کریں گے، اس ضمن میں آپ لوگ بھی بادشاہ کو مشورہ دیں کہ وہ ان بے وقوفوں کو واپس ہمارے ساتھ بھیج دے۔ انہوں نے کہا کہ ہم ضرور تمہاری امداد کریں گے۔ پھر ان دونوں نے نجاشی کی خدمت میں تحائف پیش کئے اور مکہ کی بہترین چیزیں جو بطور ہدیہ دی جا سکتی تھیں وہ دباغت شدہ چمڑے کی کھالیں تھیں انہوں نے اس کے پاس تحائف بھیجے اور عرض کی: ”اے بادشاہ! ہم میں سے کچھ بیوقوفوں نے اپنی قوم کا دین چھوڑ دیا ہے اور انہوں نے آپ کا دین بھی قبول نہیں کیا۔ انہوں نے ایک نیا دین گھڑ لیا ہے جسے ہم نہیں پہچانتے۔ انہوں نے آپ کے ملک میں پناہ لے رکھی ہے۔ ہمیں ان کے قبیلوں نے یعنی ان کے آباء و اجداد، چچاؤں اور قوم نے ہمیں آپ کے پاس بھیجا ہے تا کہ آپ انہیں قوم کے پاس واپس بھیج دیں کیونکہ وہ شرافت و بزرگی کے لحاظ سے ان سے برتر ہیں۔“ سرداروں نے تائیداً کہا: ”اے بادشاہ! یہ سچ کہتے ہیں۔ اگر آپ ان لوگوں کو ان کے پاس واپس بھیج دیں تو بہتر ہوگا کیوں کہ وہ مرتبہ کے اعتبار سے ان کے بزرگ ہیں۔ یہ لوگ آپ کے دین میں بھی داخل نہیں ہوئے اس لیے ان کی حفاظت کی ذمہ داری آپ پر نہیں ہے۔“ نجاشی نے بگڑ کر کہا: ”اللہ کی قسم! میں انہیں یونہی واپس نہیں کروں گا جب تک کہ میں انہیں بلا کر ان سے بات نہ کر لوں اور یہ معلوم نہ کر لوں کہ ان کے معاملہ کی حقیقت کیا ہے؛ ان لوگوں نے میرے ملک میں پناہ لی ہے اور دوسرے پڑوس کو چھوڑ کر انہوں نے میرے پڑوس کو منتخب کیا ہے۔ اگر ان کا حال اسی قسم کا ہے جس طرح یہ بیان

کرتے ہیں تو میں ان کو واپس کردوں گا اور اگر اس کے برعکس ہے تو میں ان کی حمایت کروں گا اور ان کے بڑوں کی بڑائی کا لحاظ کرتے ہوئے انہیں ان کے حوالے نہیں کروں گا۔"

نجاشی نے مسلمانوں کو بلا بھیجا اور سب کو اکٹھا کرلیا۔ عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ کے نزدیک اس سے زیادہ ناپسندیدہ بات اور کوئی نہیں ہوسکتی تھی کہ نجاشی مسلمانوں کی بات سنے۔ جب نجاشی کا ایلچی مسلمانوں کے پاس پہنچا تو ان سب نے اجتماع کیا اور آپس میں مشورہ کیا کہ ہم کو کیا کہنا چاہیے! آخر سب نے بالاتفاق یہ طے کیا کہ ہم وہی بات کہیں گے جو ہم جانتے ہیں اور جو ہمارا دین ہے اور جس کی تعلیم ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے اس کا نتیجہ خواہ کچھ نکلے ہمیں اپنا موقف صاف صاف پیش کردینا چاہیے۔

مسلمانوں کی طرف سے بات کرنے کے لیے حضرت جعفر بن ابی طالب کو نمائندہ مقرر کیا گیا۔ جب مسلمان نجاشی کے دربار میں حاضر ہوئے تو اس نے چھوٹتے ہی سوال کیا: "یہ تمہارا دین کیا ہے؟ تم لوگوں نے اپنی قوم کا دین چھوڑا اور یہودیت اور نصرانیت بھی اختیار نہیں کی، تمہارا یہ نیا دین ہے کیا؟"

حضرت جعفرؓ نے فرمایا: "اے بادشاہ ہم ایک مشرک قوم تھے، بت پوجتے تھے، مردار کھاتے تھے، ہمیں ہمسائیگی کا پاس نہ تھا۔ ہم میں سے بعض بعض کی خونریزی کرتے تھے اور ہم نے حرمتوں کو حلال کر رکھا تھا اور ہمیں حلال و حرام کی کوئی تمیز نہ تھی، اللہ تعالی نے ہماری طرف خود ہم ہی میں سے ایک نبی برپا کیا جس کی وفاداری، صداقت اور امانت کو ہم جانتے ہیں، اس نے ہمیں دعوت دی کہ ہم ایک خدا کی عبادت کریں جس کا کوئی شریک نہیں، اس نے ہمیں صلہ رحمی، ہمسائگی کی پاسداری، نماز اور روزہ کی تعلیم دی اور حکم دیا کہ ہم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔"

نجاشی نے کہا: "نجاشی جو کلام تمہارے نبی پر اترا ہے اس میں سے کوئی چیز تمہارے پاس ہے؟"

حضرت جعفرؓ نے فرمایا: "جی ہاں"! نجاشی نے اپنے پادریوں کو بھی بلا لیا اور وہ اس کے حکم کے مطابق اپنے مصحف کھول کر اس کے گرد جمع تھے۔ نجاشی نے حضرت جعفرؓ کو کہا: "جو کلام تمہارے پیغمبر پر اترا ہے اس کو کہیں سے تلاوت کرو۔" حضرت جعفرؓ نے کھیعص یعنی سورہ مریم کا ابتدائی حصہ پڑھ کر سنایا۔ بخدا! نجاشی یہ کلام سنتا رہا اور روتا رہا یہاں تک کہ اس کی ڈاڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ اس کے پادری بھی روتے رہے اور ان کے مصحف بھی آنسوؤں سے بھیگ گئے۔ پھر نجاشی نے کہا: "یقیناً یہ کلام اور جو کچھ موسیٰ لائے

تھے دونوں ایک ہی سرچشمے سے نکلے ہیں۔" پھر نجاشی نے مسلمانوں کو کہا:" جاؤ تم راہ راست پر ہو۔" اور مشرکین کے سفیروں کو کہا:" بخدا! میں ان لوگوں کو تمہارے اور تمہارے بڑوں کے سپرد نہیں کروں گا۔" وہ دونوں وہاں سے چلے آئے۔ حضرت ام سلمہ ؓ نے فرمایا کہ ہمارے معاملہ میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا عبداللہ بن ابی ربیعہ تھا۔ عمرو بن عاص نے اسے کہا:" کل میں نجاشی کے پاس ان لوگوں کے متعلق ایسی بات پیش کروں گا جس کے سبب ان کی جماعت کی جڑ اکھڑ جائے گی۔ میں اسے بتاؤں گا کہ اس کا معبود عیسیٰ بن مریم ؑ جس کی پرستش کی جاتی ہے وہ ان لوگوں کے نزدیک ایک بندہ تھا۔ عبداللہ بن ابی ربیعہ جو ان دونوں میں سے زیادہ ڈرنے والا تھا اس نے عمرو بن عاص کو کہا:" ایسا نہ کرو، کیوں کہ اگرچہ وہ ہمارے مخالف ہیں لیکن وہ ہمارے رشتہ دار ہیں اور ان کا یہ ہم پر حق ہے۔" عمرو بن عاص نے کہا:" بخدا! میں ایسا ضرور کروں گا۔"

اگلے دن عمرو بن عاص نجاشی کے دربار میں گیا اور اسے کہا:" اے بادشاہ! یہ لوگ عیسیٰ ؑ کے متعلق ایک بڑی بات کہتے ہیں آپ انہیں بلا کر پوچھ لیں۔" نجاشی نے مسلمانوں کو بلا بھیجا۔ ام المومنین ام سلمہ ؓ نے فرمایا کہ اس سے بڑی مصیبت ہم پر اس سے پہلے نازل نہیں ہوئی تھی۔ ہم نے آپس میں مشورہ کیا کہ اگر نجاشی عیسیٰ ؑ کے متعلق سوال کرے تو اس کو کیا جواب دینا چاہیے؟ چنانچہ یہ طے کیا گیا کہ ہم وہی کچھ کہیں گے جو اللہ نے فرمایا ہے اور جس کا حکم ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے۔

مسلمان نجاشی کے دربار میں حاضر ہوئے اس کے پاس اس کے سردار تھے۔ نجاشی نے پوچھا:" عیسیٰ بن مریم ؑ کے بارے میں تمہارا عقیدہ کیا ہے؟" حضرت جعفر ؓ نے فرمایا:" ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں وہ اس کی طرف سے ایک روح اور ایک کلمہ ہیں جسے اللہ نے کنواری مریم ؑ پر القاء کیا تھا۔" نجاشی نے اپنا ہاتھ زمین کی طرف بڑھایا اور اپنی دو انگلیوں کے ساتھ ایک تنکا اٹھایا اور کہا:" عیسیٰ ؑ اس بیان سے اس تنکے کے برابر بھی زیادہ نہیں تھے۔" اس پر وہ سردار جو اس کے گرد بیٹھے ہوئے تھے پھنکارنے لگے۔ نجاشی نے کہا:" خواہ تم کتنا ہی پھنکارو، بخدا! بات یہی ہے۔" نجاشی نے مسلمانوں کو کہا:" جاؤ اور میری زمین میں امن سے رہو۔ جو تمہیں برا کہے گا سزا پائے گا۔" اور اس کلمہ کو نجاشی نے دوبارہ سہ بارہ دہرایا اور کہا:" میں یہ بات پسند نہیں کروں گا کہ مجھے سونے کا پہاڑ مل جائے اور اس کے عوض میں تم میں سے ایک آدمی کو ستاؤں۔ بخدا! اللہ تعالیٰ نے جب میرا ملک مجھے واپس کیا تو اس نے

مجھ سے کوئی رشوت نہیں لی تھی کہ میں ان کے معاملہ میں رشوت لوں۔ اور اللہ تعالی نے میرے معاملہ میں لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہیں کی تھی کہ میں اس کے معاملہ میں لوگوں کی خواہشات کے پیچھے چلوں۔ نجاشی نے درباریوں سے کہا: "تم لوگ ان دونوں کے تحائف انہیں واپس کر دو، ہمیں ان کی ضرورت نہیں ہے۔" اور دونوں سفیروں کو کہا کہ میرے ملک سے چلے جاؤ۔

ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "وہ دونوں سفیر ناکام و ناراض واپس چلے گئے اور جو تحائف وہ لے کر آئے تھے انہیں واپس کر دیئے گئے اور اس اچھے ملک میں ہمیں بہترین پڑوس میسر آگیا۔ کچھ عرصہ نہ گزرا کہ حبشہ کے ایک آدمی نے نجاشی کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا اور بادشاہت کے بارے میں جھگڑا پیدا کر دیا۔ ہمارے لیے یہ سانحہ سخت کربناک تھا کیوں کہ ہم یہ محسوس کر رہے تھے کہ اگر اس شخص نے نجاشی کو مغلوب کر لیا تو ایسی حکومت برسر اقتدار آجائے گی جو ہمارے حقوق کی حفاظت اس طرح نہیں کرے گی جس طرح نجاشی کرتا ہے۔ ہم نے اللہ تعالی سے دعائیں مانگنی شروع کیں کہ اللہ تعالی نجاشی کی تائید فرمائے۔ نجاشی اس کے مقابلے میں نکلا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایک دوسرے کو کہا کہ ہم میں سے کون شخص باہر جا کر واقعات و حالات کا مشاہدہ کرے اور ہمیں حقیقت حال سے آگاہ کرے گا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں یہ فریضہ سرانجام دوں گا۔" حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اس وقت سب سے کم عمر تھے۔ چنانچہ صحابہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے لیے ایک مشک میں ہوا بھر دی۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے سینے کے نیچے رکھ لیا اور دریائے نیل کو عبور کر کے دوسرے کنارے پر پہنچ گئے جہاں مڈ بھیڑ تھی۔ انہوں نے یہ معرکہ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اللہ تعالی نے اس حملہ آور بادشاہ کو شکست دی اور وہ قتل ہو گیا اور نجاشی غالب آگیا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ہمارے پاس واپس آگئے انہوں نے اپنی چادر سے ہمیں اشارہ کیا اور بشارت دی کہ نجاشی کو اللہ تعالی نے غالب کر دیا ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے: بخدا! ہمیں اتنی خوشی کبھی نصیب نہ ہوئی تھی جتنی خوشی نجاشی کی فتح سے حاصل ہوئی۔ پھر ہم نجاشی کے ہاں قیام پذیر رہے یہاں تک کہ ہم میں سے جس نے چاہا وہ مکہ کی طرف واپس آگیا اور جس نے چاہا وہ وہیں ٹھہرا رہا۔

(۲۸۳) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی یہ روایت نقل کی کہ زہری نے کہا: میں نے یہ حدیث عروہ بن زبیر سے ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے بیان کی۔ عروہ نے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ نجاشی کے اس قول کا مفہوم کیا ہے:

جب اللہ تعالیٰ نے میری حکومت مجھے واپس دلوائی تو مجھ سے رشوت نہ لی کہ میں اللہ کے معاملہ میں رشوت وصول کروں اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے میرے معاملہ میں لوگوں کی خواہش کی پیروی اختیار کی کہ میں اس کے معاملہ میں لوگوں کی اطاعت کروں۔"

زہری نے کہا: "میں نہیں جانتا۔ ابوبکر بن عبدالرحمان بن حارث نے بروایت ام سلمہؓ مجھ سے یہ بات بیان نہیں کی۔" عروہ نے کہا: "حضرت عائشہ نے مجھے بتایا کہ نجاشی کا باپ اپنی قوم کا بادشاہ تھا اور اس کا ایک بھائی تھا جس کے بارہ صلبی بیٹے تھے۔ لیکن نجاشی کے باپ کے ہاں کوئی لڑکا نجاشی کے علاوہ نہ تھا۔ حبشہ والوں نے آپس میں سوچ کر یہ رائے قائم کی کہ اگر ہم نجاشی کے باپ کو قتل کر دیں اور اس کے بھائی کو بادشاہ بنا دیں تو یہ بہتر ہوگا کیونکہ اس کے بارہ بیٹے ہیں جو یکے بعد دیگرے حکومت کے وارث قرار پائیں گے اور ان کی حکومت مدت دراز تک حبشہ میں قائم رہے گی۔ اور کوئی اختلاف رونما نہیں ہوگا۔

چنانچہ انہوں نے نجاشی کے باپ پر یلغار کر کے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا اور اس کے بھائی کو بادشاہ بنا دیا۔ نجاشی نے اپنے چچا کے ہاں سکونت اختیار کر لی اور اپنے حسن اخلاق سے اسے اپنا گرویدہ بنا لیا یہاں تک کہ اس کا چچا اس کے مشورہ کے بغیر کوئی کاروائی نہیں کرتا تھا۔ نجاشی بڑا فہیم اور عقل مند تھا۔ جب اہل حبشہ نے چچا کے ہاں نجاشی کی قدرو منزلت دیکھی تو انہوں نے کہا: "اس لڑکے نے اپنے چچا کو رام کر لیا ہے اور ہمیں خدشہ ہے کہ اس کا چچا اسے ہم پر حاکم نہ بنا دے۔ اسے معلوم ہے کہ ہم نے اس کے باپ کو قتل کر کے بادشاہت اس کے چچا کے سپرد کی ہے اور ہمیں خطرہ ہے کہ اگر اسے ہم پر حکمراں بنا دیا گیا تو وہ ہمیں قتل کر دے گا۔ وہ نجاشی کے چچا کے پاس گئے اور اسے کہا: یا تو اس لڑکے کو قتل کر دو یا اسے ہمارے ملک سے نکال دو۔" اس نے کہا: "تمہاری حالت قابل افسوس ہے۔ کل تم نے اس کے باپ کو قتل کر ڈالا اور آج مجھے کہتے ہو کہ میں اس کے خون سے اپنے ہاتھ رنگین کروں؟ بہتر ہے کہ اسے ملک بدر کر دو۔" لوگ اسے لے کر بازار گئے اور اسے ایک تاجر کے پاس بیچ دیا۔ اس نے اسے چھ سو یا سات سو درہم کے عوض خرید کر ایک کشتی میں سوار کر لیا۔ شام کے وقت خریف کے بادلوں میں سے بادل کے ایک ٹکڑے میں ہیجان پیدا ہوا نجاشی کا چچا بارش کی امید میں باہر نکلا، یکا یک اس پر بجلی گری اور وہ لقمہ اجل بن گیا۔ لوگوں نے اس کے لڑکوں کی تلاش کی تو معلوم ہوا کہ وہ سب کے سب احمق ہیں اور کوئی بھی کاروبار سلطنت چلانے کا اہل نہیں ہے۔ ان حالات میں سرزمین حبشہ میں فتنہ وفساد کا طوفان اٹھ کھڑا

ہوا۔ چنانچہ بعض لوگوں نے کہا: ”بخدا! تمہارا بادشاہ جس کے بغیر تمہاری حکومت صحیح طرح نہیں چل سکتی وہی ہے جسے کل تم نے بیچ ڈالا ہے اور اگر تم حبشہ کی حکومت کو صحیح بنیادوں پر چلانا چاہتے ہو تو اس کو واپس لے لو قبل اس کے کہ وہ کہیں چلا جائے۔“ وہ لوگ نجاشی کی تلاش میں نکلے اور اسے ڈھونڈ نکالا۔ اسے واپس لاکر اس کی تاج پوشی کی اور اسے تخت سلطنت پر بٹھاکر اسے بادشاہ بنادیا۔ تاجر نے کہا: ”تم نے میرا غلام مجھ سے واپس لے لیا ہے اس لیے میری قیمت مجھے واپس کردو۔“ انہوں نے قیمت واپس کرنے سے انکار کردیا۔ تاجر نے کہا: ”پھر میں اس سے بات کروں گا۔“ لوگوں نے کہا: ”جو چاہو کرو۔“ چنانچہ وہ نجاشی کے پاس گیا اور اسے کہا: ”اے بادشاہ! میں نے ایک غلام خریدا؟ جن لوگوں نے میرے پاس وہ غلام بیچا تھا انہوں نے غلام کی قیمت مجھ سے وصول کرلی تھی۔ انہوں نے پھر مجھ پر دست درازی کرکے میرا غلام مجھ سے واپس لے لیا اور میری قیمت مجھے واپس نہ کی۔“ یہ پہلا واقعہ ہے جس کا فیصلہ نجاشی نے پوری ہوشمندی اور عدل وانصاف کے تقاضوں کے مطابق کیا اور اس آزمائش میں وہ پورا اترا۔ چنانچہ نجاشی نے حکم دیا: ”اس تاجر کی رقم اسے واپس کردی جائے ورنہ اس تاجر کا غلام اپنے آپ کو اس کے حوالے کردے گا اور تاجر اسے جہاں چاہے لے جائے گا۔“ لوگوں نے کہا: ”ہم اس کی رقم اسے واپس کردیتے ہیں۔“ چنانچہ انہوں نے رقم اسے واپس کردی۔ اسی لیے نجاشی نے کہا تھا: جب اللہ تعالیٰ نے میری حکومت مجھے واپس دلوائی تو مجھ سے رشوت نہ لی کہ میں اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں رشوت وصول کروں اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے میرے معاملہ میں لوگوں کی خواہشات کی پیروی کی کہ میں اس کے معاملہ میں لوگوں کی اطاعت کروں۔“

(۲۸۴) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق سے اور اس نے یزید ابن رومان کے حوالہ سے عروہ بن زبیر کی روایت نقل کی۔ عروہ نے کہا: ”نجاشی نے ساری گفتگو حضرت عثمانؓ بن عفان سے کی تھی۔“(۱)

(۲۸۵) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی یہ روایت نقل کی کہ واقعہ اس طرح نہیں ہوا بلکہ نجاشی نے ساری گفتگو حضرت جعفرؓ بن ابی طالب سے کی تھی۔

(۱) نجاشی کے دربار میں مسلمانوں کی نمائندگی حضرت جعفرؓ کی بجائے حضرت عثمانؓ نے کی تھی اور نجاشی حضرت عثمانؓ ہی سے ہم کلام ہوا تھا نہ کہ حضرت جعفرؓ سے۔ جیسا کہ سابقہ اور آئندہ روایت میں مذکور ہے۔

(۲۸۶) سیدہ رقیہ بنت النبیؐ حبشہ میں

احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی یہ روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے بعض اہل علم نے بیان کیا کہ حبشہ کے کچھ نوجوانوں نے سیدہ رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جو اپنے شوہر حضرت عثمانؓ بن عفان کے ساتھ تھیں۔ کہا جاتا ہے کہ سیدہ پیکر حسن و جمال تھیں۔ غنڈہ عناصر آپ کی طرف انگشت نمائی کرتے، انہیں گھورتے، اور جب انہیں دیکھتے تو ناچنا کودنا شروع کر دیتے یہاں تک کہ سیدہ کو ان کی ان کمینہ حرکات سے تکلیف پہنچتی لیکن مسلمان اپنی غریب الوطنی اور ٹھکانہ مل جانے کی وجہ سے ان میں سے کسی کے ساتھ الجھاؤ پیدا کرتے ہوئے ڈرتے۔ جب نجاشی دشمن کے مقابلہ کے لیے نکلا تو یہ غنڈے بھی اس کے ساتھ ہو لیے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب کو ہلاک کر ڈالا اور ان میں سے ایک بھی زندہ نہ بچ سکا۔

(۲۸۷) حبشہ کے نصاریٰ کا وفد

احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: ہجرت حبشہ کے بعد جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی خبر حبشہ میں پھیلی تو وہاں کے نصاریٰ کا وفد جو تقریباً بیس آدمیوں پر مشتمل تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، آپؐ اس وقت مکہ میں تھے۔ یہ وفد آپؐ کو مسجد حرام میں ملا اور آپ کے پاس بیٹھ گیا۔ ان لوگوں نے آپؐ سے باتیں کیں اور کچھ سوالات کیے۔ قریش کے لوگ اس وقت کعبہ کے اردگرد اپنی مجلسوں میں تھے۔ جب وفد کے لوگ سوالات سے فارغ ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارکان وفد کو اللہ کی طرف دعوت دی اور ان کے سامنے قرآن کی تلاوت کی۔ جب انہوں نے قرآن سنا تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ انہوں نے آپؐ کی دعوت قبول کیا اور آپؐ پر ایمان لے آئے اور آپؐ کی تصدیق کی اور آپؐ کی ان صفات کو پہچان لیا جو آپؐ کے متعلق ان کی کتاب میں موجود تھیں۔ جب وہ آنحضرتؐ کے پاس سے اٹھے تو ابو جہل قریش کے کچھ لوگوں کی معیت میں ان سے ملا۔ قریش نے نصاریٰ کے وفد کو کہا: "اللہ تمہیں نا امید کرے۔ تمہارے اہل دین نے تمہیں اس لیے بھیجا تھا کہ تم اس شخص کے حالات کی تحقیق کر کے آؤ اور انہیں خبر دو لیکن تم اس کے پاس بیٹھے ہی تھے کہ تم نے اپنا دین چھوڑ دیا اور جو کچھ اس نے کہا تم نے اس کی تصدیق کر دی۔ تم سے زیادہ احمق وفد تو ہم

نے کبھی نہیں دیکھا۔" ارکان وفد نے جواب دیا: "سلام ہے تم کو، ہم نادانی میں تمہارا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ہمارے اعمال ہمارے لیے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لیے۔ ہم اپنے آپ کو بھلائی سے محروم نہیں رکھ سکتے" کہا جاتا ہے کہ یہ وفد اہل نجران کے نصاریٰ کا تھا اللہ بہتر جانتا ہے کہ کون سا وفد تھا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کے متعلق یہ آیات نازل ہوئیں۔ واللہ اعلم

الذین اتینھم الکتاب من قبلہ ھم بہ یومنون ○ ......الی قولہ: لانبتغی الجھلین ○ (القصص۔۵۲-۵۵)

جن لوگوں کو اس سے پہلے ہم نے کتاب دی تھی وہ اس (قرآن) پر ایمان لائے ہیں اور جب یہ ان کو سنایا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ "ہم اس پر ایمان لائے، یہ واقعی حق ہے ہمارے رب کی طرف سے، ہم تو پہلے ہی سے مسلم ہیں۔" یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ان کا اجر دو بار دیا جائے گا اس ثابت قدمی کے بدلے جو انہوں نے دکھائی۔ وہ برائی کو بھلائی سے دفع کرتے ہیں اور جو کچھ رزق ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں اور جب انہوں نے بیہودہ بات سنی تو یہ کہہ کر اس سے کنارے کش ہو گئے کہ "ہمارے اعمال ہمارے لیے اور تمہارے اعمال تمہارے لیے، تم کو سلام ہے، ہم جاہلوں کا سا طریقہ اختیار کرنا نہیں چاہتے۔"

(۲۸۸) یونس نے اسباط بن نصر ہمدانی کی وساطت سے اسماعیل بن عبدالرحمان کی روایت نقل کی۔ اسماعیل نے کہا: نجاشی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بارہ آدمیوں کا ایک وفد بھیجا تاکہ وہ آنحضرتؐ سے کچھ باتیں پوچھے اور تحقیق حال کے بعد اسے ٹھیک ٹھیک خبر دے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارکان وفد کے سامنے قرآن کی تلاوت کی تو وہ رونے لگے۔ یہ وفد سات راہبوں اور پانچ پادریوں یا پانچ رہبان اور سات پادریوں پر مشتمل تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی:

واذا سمعوا ما انزل الی الرسول تری اعینھم تفیض من الدمع مما عرفوا من الحق یقولون ربنا آمنا فاکتبنا مع الشھدین ○ (المائدہ۔۸۳)

جب وہ اس کلام کو سنتے ہیں جو رسول پر اترا ہے تو تم دیکھتے ہو کہ حق شناسی کے اثر سے ان کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو جاتی ہیں۔ وہ بول اٹھتے ہیں کہ "پروردگار! ہم ایمان لائے، ہمارا نام گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔"

(۲۸۹) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا کہ میں

نے مندرجہ ذیل آیات کے متعلق زہری سے پوچھا:

(الف) واذا سمعوا ما انزل الی الرسول.... الی قوله مع الشھدین ○ (المائدہ۔ ۸۳)

جب وہ اس کلام کو سنتے ہیں جو رسول پر اترا ہے تو تم دیکھتے ہو کہ حق شناسی کے اثر سے ان کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو جاتی ہیں، وہ بول اٹھتے ہیں کہ پروردگار! ہم ایمان لائے، ہمارا نام گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔

(ب) واذا خاطبھم الجھلون قالوا سلاما ○ (الفرقان ۶۳)

اور جاہل ان کے منہ آئیں تو کہہ دیتے کہ تم کو سلام۔

زہری نے جواب دیا کہ میں اپنے علماء سے یہ سنتا آیا ہوں کہ یہ آیتیں نجاشی اور اس کے رفقاء کے متعلق نازل ہوئیں۔

(۲۹۰) نجاشی کی نماز جنازہ

احمد نے یونس کے حوالہ سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے زہری نے سعید بن مسیب کی وساطت سے ابوہریرہؓ کی یہ روایت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں باہر نماز پڑھنے کی جگہ لے گئے ہم نے آپؐ کی اقتدا میں صف بندی کر لی۔ آنحضرتؐ نے جنازہ کی نماز پڑھی اور چار تکبیریں کہیں۔ جب فارغ ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جانے لگے تو ہم نے پوچھا: "یا رسولؐ اللہ! آپؐ نے کس کی نماز جنازہ پڑھی ہے؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمہارے بھائی نجاشیؒ کی، جو آج فوت ہوا ہے۔"

(۲۹۱) یونس نے عبداللہ بن عمر کے حوالہ سے ابن شہاب کی یہ روایت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کی نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہیں۔

(۲۹۲) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے یزید بن رومان نے عروہ بن زبیر کے حوالہ سے حضرت عائشہؓ زوجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ روایت بیان کی کہ نجاشی کی قبر پر نور نظر آیا کرتا تھا۔

(۲۹۳) یونس نے ابن اسحاق سے یہ روایت نقل کی کہ نجاشی کا نام "مصحمہ" تھا یہ لفظ

عربی زبان میں لفظ "عطیہ" کا ہم معنی ہے۔ "نجاشی" شاہ حبشہ کا لقب ہے جس طرح "کسری" شاہ ایران اور "ہرقل (یعنی قیصر)" شاہ روم کے القاب ہیں۔

(۲۹۴) ابن عمر کی آرزو

احمد نے یونس سے اور اس نے یونس ایلی کی وساطت سے زہری کی روایت نقل کی۔ زہری نے کہا: حضرت ابن عمرؓ کے پاس ایک شخص بیٹھا ہوا تھا، آپ نے اس سے کہا: "تمہاری کیا خواہش ہے؟" اس نے کہا: "میری کوئی خواہش نہیں۔" حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "لیکن میں تو چاہتا ہوں کہ میرے پاس احد پہاڑ جتنا سونا ہو، میں اس کا وزن کروں اور اس کی زکوۃ ادا کروں۔"

(۲۹۵) یونس نے ہشام بن عروہ سے اور اس نے اپنے باپ کی وساطت سے حضرت عائشہؓ کی روایت بیان کی۔ ام المومنینؓ نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی شخص خواہش کرے تو اسے چاہیئے کہ بہت زیادہ مانگے کیوں کہ وہ اپنے رب عزوجل سے مانگتا ہے۔"

(۲۹۶) نجاشی کے بیٹے کا اسلام لانا

احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: مجھے میرے والد اسحاق بن یسار نے بتایا کہ میں نے ابو نیزر بن نجاشی کو دیکھا ہے۔ اس جیسا عظیم، قد آور اور خوب صورت جوان میں نے عرب و عجم میں نہیں دیکھا۔ حضرت علیؓ بن ابی طالب نے اسے مکہ کے ایک تاجر کے پاس پایا اور اسے خرید کر آزاد کر دیا۔ نجاشی نے جو حسن سلوک حضرت جعفرؓ اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ کیا تھا۔ حضرت علیؓ نے یہ اس کے بدلے کے طور پر کیا۔ ابن اسحاق نے کہا: میں نے اپنے باپ سے پوچھا: "کیا ابو نیزر سیاہ رنگ کا تھا جس طرح کہ حبشہ کے دوسرے لوگوں کی رنگت سیاہ ہوتی ہے؟" میرے باپ نے جواب دیا: "اگر تم اسے دیکھتے تو کہتے کہ یہ تو عرب کا باشندہ ہے۔"

(۲۹۷) احمد نے یونس کے حوالہ سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: مجھے عبداللہ بن حسن نے بتایا کہ اس کی والدہ فاطمہ بنت حسین نے یہ روایت بیان کی کہ ابو نیزر بن نجاشی کو حضرت علیؓ نے آزاد کرایا تھا۔ اس کے پاس حبشہ سے کچھ لوگ آئے جو ایک مہینہ تک اس کے ہاں اقامت

پذیر رہے۔ حضرت علیؓ ان کی میزبانی کرتے رہے اور انہیں کھانا کھلاتے رہے۔ حبشہ کے لوگوں نے نجاشی کے بیٹے کو کہا: "حبشہ کی حکومت میں بگاڑ و فساد رونما ہو چکا ہے، تم ہمارے ساتھ چلو، ہم تمہیں اپنا بادشاہ بنالیں گے، تم جانتے ہو کہ تم بادشاہ کے بیٹے ہو۔" نجاشی کے بیٹے نے جواب دیا: "اب اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام سے مشرف فرمایا ہے میں واپس نہیں جاؤں گا۔" جب وہ اس سے مایوس ہو گئے تو انہوں نے اسے چھوڑ دیا اور وہ واپس چلے گئے۔

(۲۹۸) ہجرت حبشہ کے متعلق اشعار

جب مسلمانوں کو سرزمین حبشہ میں امن وامان کی فضا میسر آگئی اور انہیں نجاشی کا اچھا پڑوس مل گیا تو وہ اس حال میں اللہ کی عبادت کرتے تھے کہ انہیں اپنے دین کے بارے میں کسی کا خوف دامن گیر نہ تھا۔ جب وہ نجاشی کے پاس گئے تو اس نے ان کے لیے اچھا ٹھکانا مہیا کر دیا۔ اس ضمن میں عبداللہ بن حارث بن قیس بن عدی بن سہم نے مندرج ذیل اشعار کہے:

یا راکبا ابلغا عنی مغلغلة

من کان یرجو ا بلاغ اللّٰہ والدین

اے دو سوارو! میرا یہ پیغام ان لوگوں کو پہنچا دو جو اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کی تبلیغ کے خواہش مند ہیں۔

کل امری من عباد اللّٰہ مضطهد

ببطن مکة مقهور ومفتون

اللہ کے بندوں میں سے ہر ایک کو میرا پیغام پہنچا دو جو مکہ کی نشیبی سرزمین میں مظلوم، مقہور اور ابتلاء کا شکار ہے۔

انا وجدنا بلاد اللّٰہ واسعة

تنجی من الذل والمخزاة الهون

کہ ہم نے اللہ کی زمین کو وسیع پایا ہے جہاں ذلت، رسوائی اور اہانت سے نجات حاصل ہوتی ہے۔

لا تقیموا علی ذل الحیاة ولا

خزی الممات وعیب غیر مامون

اس لیے تم لوگ زندگی کی ذلت، موت کی رسوائی اور بدامنی کے فساد میں اپنے آپ کو مقید نہ کرلو۔

انا تبعنا رسول الله فاطرحوا
قول النبی وغالوا فی الموازین

بیشک ہم نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کیا۔ لیکن انہوں نے (یعنی کفار نے) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو پس پشت ڈال دیا اور حقوق کو پامال کیا۔

فاجعل عذابك فی القوم الذین بغوا
وعائذ بك ان یعلوا فیطغونی

(اے اللہ!) ان لوگوں پر اپنا عذاب نازل فرما جو تیرے باغی ہیں۔ میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ وہ غالب آجائیں اور مجھے بھی سرکشی پر اکسائیں۔

قریش نے مسلمانوں کو بستیوں سے نکال دیا تو عبداللہ نے ان کے اس ظالمانہ اقدام پر عتاب کرتے ہوئے یہ اشعار کہے:

ابت کبدی لا اکذبنك قتالهم
علی ویاباه علی انا ملی

میں تم سے ہرگز دروغ بیانی نہیں کروں گا کہ میرا جگر اور میری انگلیاں بھی ان کے ساتھ جنگ آزمائی سے انکار کرتی ہیں۔

وکیف قتالی معشر ایادبونهم
علی الحق الا یا شبوه بباطل

میری جنگ ان لوگوں کے ساتھ نہیں ہو سکتی جو انہیں حق کی تلقین کرتے ہیں اور حق کو باطل کے ساتھ گڈمڈ کرنے سے روکتے ہیں۔

نفتهم عباد الله من حرارضهم
فاضحوا علی امرکثیر البلابل

اللہ کے بندوں نے انہیں اپنی عمدہ سرزمین سے دور ہانک دیا ہے اور اس وجہ سے وہ شدید رنج

وغم اور تفکرات میں گرفتار ہیں۔

فان تلک کانت فی عدی امانة

عدی بن سعد من تقی وتواصل

اگر عدی یعنی بنی عدی بن سعد میں خوف خدا اور باہمی میل ملاپ کی وجہ سے امانت و دیانت ہوتی۔

فقد کنت احسب ان ذلک فیکم

بحمد الذی لا یطبا بالجعائل

تو میں یہ گمان کرتا کہ یہ صفت تم میں بھی ہوگی اور میں اس ذات کا شکریہ ادا کرتا جسے اجرتوں کے لیے پکارا نہیں جاتا بلکہ وہ سب کی ضرورتیں خود بخود پوری کرتا ہے۔

فبدلت شبلا شبل کل کتیبة

بذی فخرھا ماوی الضعاف والارامل

ہر گروہ کے جوانمردوں کی بجائے مجھے ایسے جوانمرد دئے گئے ہیں جو کمزوروں اور بیواؤں کا ملجا و ماوی ہیں۔

جب ابو طالب کو کفار کی اس رائے اور ان تحائف کا علم ہوا تو انہوں نے نجاشی کو مسلمانوں کے ساتھ حسن سلوک روا رکھنے اور ان کی حمایت و حفاظت پر آمادہ کرنے کے لیے یہ اشعار کہے:

الا لیت شعری کیف فی النای جعفر

وزیداہ واعداء العداو الاقارب

کاش! مجھے علم ہوتا کہ جعفر اور اس کے ساتھی وطن سے دور کس حال میں ہیں اور دشمن کے دشمن قرابتدار ہوتے ہیں۔

وھل نال افعال النجاشی جعفرا

واصحابه ام عاق ذلک شاغب

کیا نجاشی نے جعفر اور اس کے رفقاء کے ساتھ حسن سلوک روا رکھا یا کسی فتنہ پرداز نے اس میں رکاوٹ ڈال دی۔

تعلم ابیت اللعن انک ماجد

کریم فلا یشقی لدیك المجانب

یاد رہے کہ اے بادشاہ! تو نے ایسا کوئی کام نہیں کیا جس سے تو ملامت کا مستحق ہو۔ بیشک تو عظمت و شرافت کا حامل ہے اور تیرا قرب حاصل کرنے والا حرماں نصیب نہیں ہوتا۔

تعلم بان الله زادك بسطة

واسباب الخير كلها بك لازب

یاد رہے کہ اللہ تعالی نے تمہیں بڑی فراخی عطا کی ہے اور بھلائی کے جملہ اسباب و ذرائع تمہیں حاصل ہیں۔

فانك فيض ذوسجال غزيرة

ينال الاعادى نفعها والاقارب

تم ایک ایسا دریا ہو جو کناروں تک بھرا ہوا ہے اور جس سے دشمن اور دوست دونوں نفع حاصل کرتے ہیں۔

جناب ابو طالب نے اس ضمن میں یہ اشعار بھی کہے:

تعلم خيار الناس ان محمدا

وزير لموسى والمسيح بن مريم

اے پسندیدہ انسان! جان لے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیؑ اور حضرت عیسی بن مریمؑ کے مصاحب ہیں۔

انا نهدى مثل الذى اتيابه

وكل بامر الله يهدى ويعصم

ہم اسی ہدایت پر ہیں جو وہ دونوں حضرات لائے تھے۔ اور ہر نبی و رسول اللہ کے حکم سے راہ راست کی ہدایت دیتا ہے اور گناہوں سے بچاتا ہے۔

وانكم تتلونه فى كتابكم

بصدق حديث لا حديث الترجم

تم حضرت محمدؐ کا ذکر اپنی کتاب میں پڑھتے ہو جو سچی حدیث ہے اور اٹکل پچوں اور ظنی بات نہیں ہے۔

وانك ماياتيك منا عصابة

لفضلك الا ارجعوا بالتكرم

ہمارا ایک گروہ تمہارے پاس آرہا ہے ہمیں تمہارے جود وکرم سے امید ہے کہ وہ واپس نہیں لوٹائے جائیں گے اور ان کے ساتھ مہربانی کا سلوک کیا جائے گا۔

(۲۹۹) یونس نے زکریا بن ابی زائدہ سے اور اس نے عامر شعبی کے حوالہ سے حضرت اسماء بنت عمیسؓ کی یہ روایت بیان کی کہ حضرت اسماءؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی: "یا رسولؐ اللہ! مہاجرین میں سے کچھ لوگ ہم پر یہ فخر جتاتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ ہم مہاجرین اولین میں سے ہیں۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ بات نہیں ہے بلکہ تمہاری دو ہجرتیں ہیں۔ تم نے سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کی جبکہ ہم مکہ میں مظالم کا شکار تھے اور بعد ازاں تم لوگوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔" یہ لوگ اس وقت حبشہ سے مدینہ تشریف لائے جب آنحضرتؐ خیبر سے واپس آرہے تھے۔

(۳۰۰) احمد نے یونس کے حوالہ سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے صالح بن ابراہیم بن عبدالرحمان بن عوف نے اپنے باپ کی یہ روایت بیان کی کہ میں حضرت عثمانؓ بن عفان کے ساتھ مکہ کے کسی راستہ میں جارہا تھا کہ حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف نے ہمیں دیکھا اور فرمایا: "کوئی شخص بھی دونوں ہجرتوں یعنی ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ کی فضیلت کے باب میں اس شیخ (حضرت عثمانؓ) کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

باب ۲۹

مہاجرین حبشہ کے اسمائے گرامی

دوسرا مرحلہ

(۳۰۲) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ میں سے یہ ان لوگوں کے اسمائے گرامی ہیں جنہوں نے سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کی اور جو ان میں سے غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور جو بدر میں شامل نہ ہوسکے بلکہ اس کے بعد حبشہ سے واپس آئے۔ اور جو لوگ اس کے بعد بھی حبشہ میں رہے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف عمرو بن امیہ ضمری کو بھیجا اور وہ انہیں ایک کشتی میں سوار کر کے لے آیا اور یہ آخری گروہ ۷ھ میں (صلح حدیبیہ کے سال) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ پہنچا۔

مہاجرین حبشہ میں سے درج ذیل حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ پہنچے اور جنگ بدر میں شریک ہوئے:

بنی امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف میں سے:

(۱) عثمانؓ بن عفان اور ان کے ہمراہ ان کی زوجہ

(۲) رقیہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا حصہ مال غنیمت میں مقرر فرمایا حالانکہ یہ بدر میں شریک نہ ہوسکے۔ کیوں کہ ان کی زوجہ سیدہ رقیہ ان دنوں بیمار تھیں اور یہ ان کی تیمار داری کے لیے رک گئے تھے۔ (انہوں نے حبشہ کی طرف دو مرتبہ ہجرت کی)

(۳) ابو حذیفہؓ بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف اور ان کے ہمراہ ان کی زوجہ

(۴) سہلہؓ بنت سہیل بن عمرو (برادر بنی عامر بن لوی) ان کے ہاں سرزمین حبشہ میں محمد بن ابی حذیفہ پیدا ہوئے۔ ابو حذیفہؓ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔

بنی اسد بن عبد العزیٰ میں سے: (۵) زبیرؓ بن عوام

بنی عبدالدار بن قصی میں سے: (۶) مصعبؓ بن عمیر

بنی زھرہ میں سے: (۷) عبدالرحمانؓ بن عوف

بنی مخزوم میں سے: (۸) ابو سلمہؓ بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم اور ان کے ہمراہ ان کی زوجہ

(۹) ام سلمہؓ بنت ابی امیہ

بنی جمح بن عمرو بن ہصیص میں سے: (۱۰) عثمانؓ بن مظعون

بنی عدی بن کعب میں سے: (۱۱) عامرؓ بن ربیعہ (حلیف آل خطاب) ان کے ہمراہ ان کی زوجہ (۱۲) لیلیٰؓ بنت ابی حثمہ

بنی عامر بن لوی میں سے:

(۱۳) ابو سبرۃؓ بن ابی رھم بن عبدالعزیٰ۔ کہا جاتا ہے کہ یہ ابو حاطب بن عمرو بن عبد شمس بن عبدود بن نصر بن مالک تھے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے ہجرت کی۔

بنی حارث بن فہر میں سے:

(۱۴) سہیل بن بیضاء اور وہ سہیل بن ربیعہ بن ہلال بن اھیب ہیں۔

ابن اسحاق نے کہا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ یہ دس مرد وہ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کی (ان میں سے چار کے ہمراہ ان کی ازواج بھی تھیں) ان کے بعد ہجرت کرنے والے یہ ہیں:

بنی ہاشم میں سے: (۱۵) جعفرؓ بن ابی طالب

حلفائے بنی نوفل بن عبد مناف بن قصی میں سے:

(۱۶) عتبہؓ بن غزوان بن جابر بن وہب (یہ بنی قیس بن عیلان میں سے تھے۔)

بنی عبدالدار میں سے:

(۱۷) سویبطؓ بن خزیمہ (۱۸) ان کی ماں حرملہؓ بنت اسود بن خزیمہ بن اقیش بن عامر بن بیاضۃ بن سبیع بن خشعمہ (یہ بنی خزاعہ میں سے تھیں)

(۱۹) جہمؓ بن قیس اور ان کے دو بیٹے (۲۰) عمروؓ بن جہم اور (۲۱) خزیمہؓ بن جہم۔

(۲۲) ابو الرومؓ بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار (حضرت مصعبؓ کے بھائی)

(۲۳) فراسؓ بن نضر بن حارث بن کلدہ بن علقمہ بن عبد مناف بن عبدالدار۔

بنی عبد بن قصی میں سے:

(۲۴) طلیبؓ بن عمرو بن وہب بن ابی کبیر بن عبد بن قصی۔

بنی زہرہ بن کرب میں سے:

(۷) عبدالرحمن بن عوف (انہوں نے حبشہ کی طرف دو دفعہ ہجرت کی، ان کا نام مکرر لکھا گیا)

(۲۵) عامرؓ بن ابی وقاص

(۲۶) ابو وقاصؓ مالک بن اہیب بن عبد مناف بن زہرہ۔

(۲۷) مطلبؓ بن زہرہ بن عبد عوف بن عبد حارث بن زہرہ اور ان کی زوجہ۔

(۲۸) رملہؓ بنت ابی عوف بن صیرہ۔ سرزمین حبشہ میں ان کے ہاں عبداللہ بن مطلب پیدا ہوئے۔

حلفائے بنی زہرہ میں سے:

(۲۹) عبداللہؓ بن مسعود اور ان کے بھائی

(۳۰) عتبہؓ بن مسعود

بنی بہراء میں سے:

(۳۱) مقدادؓ بن عمرو (انہیں مقدادؓ بن اسود بن عبد یغوث بن وہب بن عبد مناف بن زہرہ بھی کہا جاتا ہے کیوں کہ اسود بن عبد یغوث نے انہیں بیٹا بنا لیا تھا)

بنی مخزوم میں سے:

(۳۲) شماسؓ بن شرید بن سوید بن ہری بن عمر بن مخزوم (شماس کا نام عثمان تھا)

(۳۳) ہبار بن سفیان بن عبدالاسد بن ہلالی اور ان کا بھائی۔

(۳۴) عبداللہؓ بن سفیان (۳۵) ہشامؓ بن ابی حذیفہ۔

حلفائے بنی مخزوم میں سے:

(۳۶) معتبؓ بن عوف بن عامر بن فضل بن عفیف (ان کو عیہلہ بن فلیت بن سلول بن کعب بن خزاعہ بھی کہا جاتا ہے)

بنی عامر بن لوی میں سے:

(۳۷) عبداللہؓ بن سہیل بن عمرو اور ابو سبرہ بن ابی رہم (ان کا ذکر نمبر شمار ۱۳ پر گزر چکا ہے) ان کے ہمراہ ان کی زوجہ۔

(۳۸) ام کلثومؓ بنت سہیل بن عمرو۔

(۳۹) عبداللہؓ بن مخزمہ بن عبدالعزی بن ابی قیس بن عبدود۔

(۴۰) سلیطؓ بن عمرو بن عبد شمس بن عبدود اور ان کا بھائی۔

(۴۱) سکرانؓ بن عمرو اور ان کی زوجہ (۴۲) سودہؓ بنت زمعہ۔

(۴۳) مالکؓ بن ربیعہ بن قیس عبد شمس بن لوی اور ان کے ہمراہ ان کی زوجہ

(۴۴) عمرۃؓ بنت سعدی۔

حلفائے بنی عامر میں سے:

(۴۵) سعدؓ بن خولہ (یہ یمنی تھے)

بنی جمح بن عمر بن ہصیص میں سے:

عثمانؓ بن مظعون (ان کا ذکر نمبر شمار ۱۰ پر گزر چکا ہے) اور ان کا بیٹا۔

(۴۶) سائبؓ بن عثمان اور حضرت عثمانؓ کے بھائی (۴۷) قدامہؓ بن مظعون (۴۸) حاطبؓ بن حارث بن مغیرہ بن جبیب بن حذافہ اور ان کے ہمراہ ان کی زوجہ (۴۹) فاطمہؓ بنت مجلل بن عبداللہ اور ان کے دو بیٹے (۵۰) محمدؓ بن حاطب (۵۱) حارثؓ بن حاطب اور حارثؓ کے ہمراہ ان کی زوجہ (۵۲) فکیہہؓ بنت یسار (۵۳) سفیانؓ بن معمر بن جبیب۔ اور ان کے ہمراہ ان کے دو بیٹے (۵۴) جابرؓ بن سفیانؓ اور (۵۵) جنادہ بن سفیانؓ اور سفیانؓ کے ہمراہ ان کی زوجہ (۵۶) حسنہؓ (جابرؓ اور جنادہؓ کی والدہ) اور

حسنہؓ کے دوسرے شوہر سے ان کا بیٹا۔ (۵۷) شرجبیلؓ بن حسنہؓ

(۵۸) عثمانؓ بن ربیعہ بن وہبان۔

بنی سہم بن عمرو بن ہصیص میں سے:

(۵۹) خنیسؓ بن حذافہ۔ جنگ بدر میں شہید ہوئے۔ یہ حضرت عمرؓ کے داماد اور حضرت حفصہؓ کے پہلے شوہر تھے۔ حضرت حفصہؓ کو بعد میں ام المومنین بننے کا شرف حاصل ہوا۔

(۶۰) عبداللہؓ بن حارث بن قیس (۶۱) ہشامؓ بن عاصی بن وائل۔

(۶۲) ابو قیسؓ بن حارث۔

(۶۳) حجاجؓ بن حارث

(۶۴) معمرؓ بن حارث اور ان کے ماں جائے بھائی (۶۵) سعیدؓ بن عمرو (یہ بنی تیم میں سے تھے)

(۶۶) سعیدؓ بن حارث بن قیس

(۶۷) سائبؓ بن حارث بن قیس

(۶۸) عمرانؓ بن رئاب بن حذیفہ۔

حلفائے بنی سہم میں سے:

(۶۹) محمیہؓ بن جز (یہ بنی زبید میں سے تھے)

بنی حارث بن فہر میں سے:

(۷۰) ابو عبیدہؓ (وہ عامر بن عبداللہ بن الجراح ہیں۔ وہ سرزمین شام میں حضرت عمرؓ بن خطاب کی طرف سے حاکم تھے اور طاعون عمواس میں فوت ہوئے)

(۷۱) سہیلؓ بن بیضاء (وہ سہیل بن بیضاء بن سہیل بن وہب) ہیں۔ بیضاء ان کی ماں ہیں اور وہ سہیل بن وہب بن ربیعہ ہیں۔ لیکن ان کی ماں کا نام ان کے نسب پر غالب آگیا اور وہ ماں کی طرف منسوب ہوگئے۔ ان کی ماں کا نام وعد بنت جحدم بن امیہ بن ظرب ہے اور ان کا لقب بیضاء ہے۔ حضرت سہیلؓ جنگ بدر میں شہید ہوئے۔

(۷۲) عیاضؓ بن زہیر بن ابی شداد بن ربیعہ۔ کہا جاتا ہے کہ یہ ربیعہ بن ہلال بن مالک ہیں۔

(۷۳) حارثؓ بن عبد قیس بن عامر بن امیہ (۷۴) عمروؓ بن ابی سرح بن ربیعہ بن ہلال (اس

خاندان کے آٹھ افراد نے ہجرت کی۔ (۱)

(۳۰۳) پھر مسلمان یکے بعد دیگرے ہجرت کر کے حبشہ میں اکٹھے ہوگئے اور وہاں رہنے لگے۔ ان میں سے کچھ وہ تھے جو اپنے ساتھ اپنی بیویوں کو بھی لے گئے تھے، ایسے حضرات یہ تھے۔

بنی ہاشم میں سے۔۔۔۔ جعفرؓ بن ابی طالب۔ جنگ موتہ میں شہید ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو امیر لشکر مقرر کیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ پہلے مسلمان ہیں جنہوں نے اپنی سواری "عبدالحارث" کی کونچیں کاٹ ڈالی تھیں۔ دوران ہجرت آپ کی زوجہ اسماءؓ بنت عمیس بن کعب بن مالک بن قحافہ (خثعمی) بھی آپ کے ساتھ تھیں۔ سرزمین حبشہ میں ان کے ہاں عبداللہ بن جعفر پیدا ہوئے۔

احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے یحییٰ بن عباد بن عبداللہ بن زبیر نے اپنے باپ عباد کے حوالہ سے بنی مرہ بن رباب کے ایک شخص (ابن ذبیان) کی روایت بیان کی۔ راوی نے کہا: جب جنگ نے تباہی مچادی تو میں نے دیکھا کہ حضرت جعفرؓ نے اپنے سرخی مائل سیاہ رنگ کے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دیں اور بے جگری سے قتال کیا یہاں تک کہ آپ قتل ہوگئے۔

بنی امیہ بن عبد شمس میں سے خالدؓ بن سعید بن عاص نے ہجرت کی۔ ان کے ہمراہ ان کی بیوی امینہؓ بنت خلف بن اسعد بن عامر بن بیاضہ تھیں یہ بنی خزاعہ کی شاخ بنی سبیع بن خثعمہ سے تھیں۔ ان کے ہاں سرزمین حبشہ میں "سعید بن خالد" پیدا ہوئے اور ایک لڑکی "امۃ بنت خالد" تولد ہوئی۔ "امۃ" کا نکاح زبیر بن عوام سے ہوا اور ان کے ہاں عمرو بن زبیر اور خالد بن زبیر پیدا ہوئے۔ شام کی سرزمیں میں دمشق کے قریب مرج الصفر کے مقام پر جو جنگ مسلمانوں اور نصاریٰ کے درمیان ہوئی اس میں خالد بن زبیر قتل ہوئے۔

بنی امیہ بن عبد شمس میں سے عمرو بن سعید بن عاص نے بھی ہجرت کی۔ ان کے ہمراہ ان کی زوجہ فاطمہؓ بنت صفوان بن امیہ بن شفی بن محرب بن شفی کنانی تھیں۔ اطراف دمشق میں اجنادین ایک مقام ہے جہاں مسلمانوں اور نصاری کے درمیان جنگ ہوئی تھی عمرو بن سعید بن عاصی اس جنگ میں شہید ہوئے۔ ابو سعید نے عمرو کے متعلق یہ شعر کہے۔

---

(۱) یہاں صرف پانچ اشخاص کا ذکر کیا گیا ہے۔ اب ہشام کی روایت کے مطابق دیگر تین افراد یہ ہیں:
عمرو بن حارث بن زہیر، عمر بن عبد غنم بن زہیر اور سعید بن عبد قیس۔

ليت شعرى عنك يا عمرو وسائلا

اذا شب واشتد دماه تبلجا

اے عمرو! کاش مجھے معلوم ہوتا کہ تو نے کیا کیا؟ جب اس کا خون جوان ہوا تو وہ انتہائی سرخ ہو کر بہہ رہا تھا۔

ايترك امرالقوم فيه بلابل

ويكشف غيظا كان فى الصدر موحجا

کیا اس قوم کی امارت کا معاملہ یونہی چھوڑ دیا جائے گا جو غم کی شدت اور تفکرات میں گھری ہوئی ہے اور وہ غیظ و غضب جو سینے میں بھڑک رہا ہے۔ اسے زائل کر دیا جائے گا؟

★ اور بنی امیہ کے حلیفوں بنی اسد بن خزیمہ میں سے عبداللہ بن جحش اور ان کے ہمراہ ان کی بیوی برکت بنت یسار اور معیقیب بن ابی فاطمہ نے ہجرت کی۔ یہ سب سعید بن عاص کے متعلقین تھے۔

★ اور بنی عبدالدار بن قصی میں سے جہم بن قیس بن عبد شرجبیل بن ہاشم بن عبدمناف بن عبدالدار اور عمرو بن جہم اور ابوالروم بن عمیر بن وہب نے ہجرت کی۔

★ اور بنی عبد بن قصی میں سے طلیب بن عمیر بن ابی کبیر نے ہجرت کی۔

★ اور بنی اسد بن عبدالعزیٰ میں سے اسود بن نوفل بن خویلد نے ہجرت کی۔

★ اور بنی زہرہ بن کلاب میں سے عامر بن ابی وقاص نے (جن کا نام مالک بن اہیب بن عبد مناف بن زہرہ ہے) اور عتبہ بن مسعود بن حارث نے ہجرت کی۔

★ اور بنی تیم بن مرہ میں سے حارث بن خالد بن صخر بن غامر بن کعب بن ربیعہ بن تیم بن مرہ نے اور انکے ہمراہ ان کی زوجہ ریطہ بنت حارث نے ہجرت کی۔ سرزمین حبشہ میں ان کے ہاں موسیٰ بن حارث، عائشہ بنت حارث اور زینب بنت حارث پیدا ہوئے۔ بنی تیم میں سے عمرو بن عثمان بن کعب بن سعد بن تیم نے بھی ہجرت کی۔

(۳۰۴) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا "وہ مسلمان جنہوں نے سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کی اور وہاں پہنچے (ان بچوں کے علاوہ جنہیں وہ اپنے ساتھ لے گئے تھے یا جو وہاں پیدا ہوئے) ان سب کی تعداد تراسی تک پہنچتی ہے بشرطیکہ عمارؓ بن یاسر کو

بھی ان میں شمار کیا جائے۔ لیکن عمار بن یاسرؓ کے متعلق شک ہے کہ وہ اس ہجرت میں شامل تھے یا نہیں۔

(۳۰۵) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی یہ روایت نقل کی کہ جب ابو خدیفہ نے اسلام قبول کیا تو ہند بنت عتبہ نے ان کی ہجو میں یہ اشعار کہے:

الا حوال الابلق المقلوب كليته

ابو حذيفة شرالناس فى الدين

ابو حذیفہ دین کے معاملہ میں سب لوگوں سے بر انسان ہے۔ مضطرب اور دگرگوں حالات نے اسے باؤلا بنادیا ہے۔

ماذا جزيت اباباك من صغر

ثمت غذاك غذاء غير محجون

تو نے اس باپ کو کیا بدلہ دیا جس نے بچپن سے تیری تربیت کی۔ پھر اس نے تیرے لیے خوراک مہیا کی۔ ایسی خوراک جس میں کسی قسم کا بخل نہیں کیا گیا۔

(۳۰۶) نبیؐ کا مکتوب گرامی بنام شاہ حبش

احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی یہ روایت نقل کی کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ مکتوب ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کی طرف بھجوایا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

ھذا کتاب من محمد النبی الی النجاشی الاصحم عظیم الحبشه۔ سلام علی من اتبع الهدی وامن بالله ورسوله وشهدان لا اله الا الله وحده لا شریك له. لم یتخذ صاحبة ولا ولدا، وان محمدا عبده ورسوله، وادعوك بدعایة الله فانی انا رسوله، فاسلم تسلم ویااهل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا الله ولا نشرك به شیأ ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون الله۔ فان ابیت فعلیك اثم النصاری قومك۔"

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے۔ یہ مکتوب اللہ کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف

سے نجاشی اصحم بادشاہ حبش کے نام ہے سلامتی ہے اس کے لیے جو راہ راست کی پیروی کرے، اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور اس بات کی شہادت دے کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اس کی نہ کوئی بیوی ہے اور نہ اولاد ہے اور یہ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں میں تمہیں اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ بیشک میں اللہ کا رسول ہیں۔ تم اسلام قبول کرلو تمہیں سلامتی حاصل ہوجائے گی۔ اور اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو اپنا رب نہ بنائے۔ اگر تم نے اس دعوت کو قبول کرنے سے انکار کیا تو تمہاری قوم نصاری کا گناہ بھی تم پر ہوگا۔"

(۳۰۷) یونس نے ابن اسحاق کی یہ روایت نقل کی کہ جب قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کا انکار کیا اور اسلامی تحریک کا راستہ روکنے کے لیے شرانگیز، ہتھکنڈے استعمال کئے تو عبداللہ بن حارث سہمی نے قریش کے متعلق یہ اشعار کہے۔

تلك قريش تجحد الله حقه
كما جحدت عاد ومدين والحجر

یہ قریش ہیں جو اللہ تعالی کے حق کا انکار کررہے ہیں جس طرح قوم عاد، اہل مدین اور اہل حجر نے انکار کیا تھا (جس کی پاداش میں وہ ہلاکت سے دوچار ہوئے)

فان انا لم ابرق فلا يسعنى
من الارض برذو فضاء ولا بحر

اگر میں آنے والے عذاب سے لوگوں کو خوف نہ دلاؤں تو خدشہ ہے کہ مجھے اس زمین کے کھلے اور پرفضا میدانوں اور سمندروں میں کہیں بھی کوئی پناہ گاہ نہیں ملے گی۔

بارض بها عبد الاله محمد
ابين ما فى النفس اذ بلغ النقر

اس زمین میں جس میں اللہ تعالی کے بندے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں جب حق و باطل کی کش مکش کا آغاز ہوچکا ہے تو میں اپنے مافی الضمیر کو صاف صاف بیان کئے دیتا ہوں۔

باب ۳۰

قریش کی رسولؐ اللہ کو ایذا رسانی

(۳۰۸) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے یحیی بن عروہ نے اپنے باپ عروہ بن زبیر کی روایت بیان کی۔ عروہ نے کہا: میں نے عبداللہ بن عمرو بن عاص سے دریافت کیا کہ قریش عداوت کی بنا پر رسولؐ کو ایذا دیتے تھے اس ضمن میں سب سے زیادہ تکلیف جو انہوں نے آنحضرت کو پہنچائی، وہ کیا تھی؟ عبداللہ نے کہا: ایک دن میں نے دیکھا کہ قریش کے سردار حجر میں جمع ہیں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہوئے آپس میں کہا: ہم نے جتنا صبر اس شخص کے معاملے میں کیا ہے اس کی نظیر کسی دوسرے معاملے میں نہیں ملتی۔ اس نے ہماری عقلوں کو بے وقوف بتایا، ہمارے آباء واجداد کو گالیاں دیں، ہمارے دین کی عیب چینی کی، ہماری جمعیت میں انتشار پیدا کر دیا اور ہمارے معبودوں کو برا کہا۔ لیکن پھر بھی ہم نے ان بڑی بڑی باتوں کو برداشت کیا۔ انہوں نے یہی الفاظ یا اسی قسم کے الفاظ استعمال کئے۔ جب وہ ایسی باتیں کر رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لائے۔ آپؐ نے آگے بڑھ کر حجر اسود کو بوسہ دیا اور خانہ کعبہ کا طواف شروع کیا۔ جب آپؐ ان کے پاس سے گزرے انہوں نے آپؐ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کچھ باتیں کہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے ان باتوں کا اثر آنحضرت کے چہرہ مبارک پر محسوس کیا لیکن آپؐ طواف میں مشغول رہے۔ جب آپؐ دوسری دفعہ کفار کے پاس سے گزرے تو انہوں نے پھر اشارتاً اسی طرح کی باتیں کیں جن کا اثر آپؐ کے روئے انور پر نمایاں تھا لیکن آپؐ مطاف میں چلتے گئے۔ پھر آپؐ تیسری مرتبہ ان کے پاس سے گزرے تو انہوں نے پھر اسی طرح کی حرکت کی۔ چنانچہ اس دفعہ آپؐ ٹھہر گئے اور فرمایا: "اے گروہ قریش! کیا تم سنتے ہو؟ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں تو تم لوگوں کے ذبح کرنے کے لیے آیا ہوں۔"

آنحضرتؐ کے اس کلمہ کی ہیبت ساری قوم پر طاری ہوگئی اور ان میں سے ہر شخص دم بخود ہوگیا کہ جیسے اس کے سر پر پرندہ ہو (کہ بولنے سے اڑ جائے گا) وہ اس حد تک ہیبت زدہ تھے کہ ان میں سے سخت ترین افراد جو قبل ازیں لوگوں کو آپؐ کے خلاف اکساتے رہتے تھے آپؐ کے سامنے چکنی چپڑی باتیں کرنے لگے اور یہ کہنے پر مجبور ہوگئے کہ اے ابو القاسم! آپؐ بھلائی اور برکت کے ساتھ تشریف لے جائیے۔ بخدا! آپؐ نے کبھی ایسی سخت باتیں نہ کی تھیں۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس چلے گئے۔

دوسرے دن کفار پھر مقام حجر میں جمع ہوئے میں بھی ان کے ساتھ تھا ان میں سے بعض نے بعض سے کہا: تمہیں یاد ہے کہ تم لوگوں نے اس سے کیا کہا تھا اور اس نے تمہیں کیا جواب دیا تھا یہاں تک کہ جب اس نے ہانکے پکارے تم سے وہ باتیں کہیں جو تمہیں ناپسند تھیں تو تم نے اسے چھوڑ دیا۔ وہ آپس میں یہ باتیں کر رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور یکایک آپؐ کی طرف جھپٹے اور آپؐ کا گھیراؤ کر کے کہنے لگے: تم وہی ہو جو ایسا ایسا کہتے ہو۔ یعنی ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تم ہمارے معبودوں اور ہمارے دین کی عیب چینی کرتے ہو۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہاں میں وہی ہوں جس نے ایسا کہا ہے۔" راوی کا بیان ہے کہ میں نے ان میں سے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے آپؐ کو پوری چادر سمیت پکڑ لیا۔ ابو بکر صدیقؓ روتے ہوئے آپؐ کی حمایت میں کھڑے ہوگئے اور کہنے لگے: "تمہارا ستیہ ناس! کیا تم اس شخص کے قتل کے درپے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے؟" پھر لوگ آپؐ کے پاس سے ہٹ گئے۔ یہ واقعہ ان تمام ظالمانہ کاروائیوں سے زیادہ سخت ہے جو قریش نے آپؐ کے ساتھ روا رکھی تھیں۔ میں نے ایسی بدسلوکی اس سے قبل نہیں دیکھی تھی۔

(۳۰۹) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے یہ روایت ام کلثوم بنت ابو بکرؓ کی اولاد میں سے ایک شخص نے بیان کی کہ ام کلثوم کہتی تھیں کہ اس روز جب حضرت ابو بکرؓ واپس تشریف لائے تو ان کا سر زخمی تھا کیوں کہ کفار انہیں بالوں سے پکڑ کر کھینچتے رہے اور آپؓ کے سر کے بال گھنے تھے۔

(۳۱۰) یونس نے عیسیٰ بن عبداللہ یمنی کے حوالہ سے ربیع بن انس بکری کی روایت نقل کی۔ ربیع نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے۔ جب آنحضرتؐ نے سجدہ کیا تو ابو جہل نے آکر آپؐ کی گردن کو پامال کیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں:

ارأیت الذی ینھیٰ ○ عبداً اذا صلیٰ ○ (العلق-۹-۱۰)
تم نے دیکھا اس شخص کو جو ایک بندے کو منع کرتا ہے جبکہ وہ نماز پڑھتا ہو (یہ منع کرنے والا شخص ابو جہل تھا۔)

ارأیت ان کان علی الھدیٰ ○ (العلق-۱۱)
تمہارا کیا خیال ہے اگر (وہ بندہ) راہ راست پر ہو۔ (بندے سے مراد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔)

ارأیت ان کذب وتولیٰ ○ (العلق-۱۳)
تمہارا کیا خیال ہے اگر (یہ منع کرنے والا شخص حق کو) جھٹلاتا اور منہ موڑتا ہے (یہ شخص ابو جہل تھا۔)

کلا لئن لم ینتہ ○ (العلق-۱۵)
ہرگز نہیں، اگر وہ باز نہ آیا (یعنی ابو جہل)

سندع الزبانیۃ ○
ہم بھی عذاب کے فرشتوں کو بلالیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخ کے انیس فرشتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا: بخدا! اگر اس (یعنی ابو جہل) نے دوبارہ یہ حرکت کی تو عذاب کے فرشتے اسے پکڑ لیں گے۔ چنانچہ وہ باز آگیا اور اس نے پھر کبھی یہ حرکت نہ کی۔

(۳۱۱) یونس نے مبارک بن فضالہ کی وساطت سے حسن کی روایت نقل کی۔ حسن نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم کے کچھ جاہل لوگ ایک رات آپؐ سے جھگڑتے رہے اور وہ آپؐ کو کہتے تھے کہ تم اپنے آباء واجداد کی تکفیر کرتے ہو اور ان کے مذہب کو غلط ٹھہراتے ہو اور تم یہ کام کرتے ہو۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں:

قل أفغیر اللّٰہ تأمرونی اعبد ایھا الجٰھلون ○ ولقد أوحی الیك والی الذین من قبلك لئن اشرکت لیحبطن عملك ولتکونن من الخٰسرین ○ بل اللّٰہ فاعبد وکن من الشٰکرین ○ (الزمر : ٦٤-٦٦)

(اے نبی!) ان سے کہو" پھر کیا اے جاہلو! تم اللہ کے سوا کسی اور کی بندگی کرنے کے لیے مجھ سے کہتے ہو؟" (یہ بات تمہیں ان سے صاف کہہ دینی چاہیے کیوں کہ) تمہاری طرف اور تم سے پہلے گزرے ہوئے تمام انبیاء کی طرف یہ وحی بھیجی جاچکی ہے کہ اگر تم نے شرک کیا تو تمہارا عمل ضائع ہوجائے گا اور تم خسارے میں رہو گے۔ لہذا (اے نبیؐ!) تم بس اللہ ہی کی بندگی کرو اور شکر گزار بندوں میں سے ہو جاؤ۔

(۳۱۲) یونس نے ابی معشر کی وساطت سے محمد بن قیس کی روایت نقل کی۔ محمد بن قیس نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اور آپؐ کے پاس عتبہ بن ربیعہ اور ابن ام مکتومؓ (نابینا) بیٹھے ہوئے تھے۔ ابن ام مکتومؓ نے آپؐ سے عرض کیا: "یا رسولؐ اللہ! مجھے قرآن کی تعلیم دیجئے۔" اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چیں بجبیں ہوئے اور آپؐ نے اس سے بے رخی کا برتاؤ کیا اس خیال سے کہ اگر آپؐ نے اس کی طرف التفات کیا تو عتبہ اسلام سے بے رغبتی اختیار کرے گا اور اسلام کی طرف مائل نہیں ہوگا کیوں کہ وہ تو کہتا تھا کہ یہ اندھے (معذور) اور مسکین لوگ ہی آپؐ کا اتباع کرتے ہیں۔ اللہ تعالی نے اس ضمن میں یہ آیات نازل فرمائیں:

عبس وتولىٰ ○ ان جاء ہ الاعمىٰ ○ و ما يدريك لعله يزكىٰ ○ أو يذكر فتنفعه الذكرىٰ ○ أما من استغنىٰ ○ فأنت له تصدىٰ ○ (عبس ۔۱۔۶)

ترش رو اور بے رخی اس بات پر کہ وہ اندھا اس کے پاس آگیا۔ تمہیں کیا خبر، شاید وہ سدھر جائے یا نصیحت پر دھیان دے اور نصیحت کرنا اس کے لیے نافع ہو؟ جو شخص بے پروائی برتتا ہے اس کی طرف تو تم توجہ کرتے ہو۔ (بے پروائی برتنے والے سے مراد عتبہ ہے)

وأما من جاءك يسعىٰ ○ وهو يخشىٰ ○ (عبس : ۸۔۹)

اور جو خود تمہارے پاس دوڑا آتا ہے اور ڈر رہا ہوتا ہے (اس سے ابن ام مکتوم کی طرف اشارہ ہے)

(۳۱۳) یونس نے مسعر بن کدام سے اور اس نے اشعث بن ابی شعثاء کی وساطت سے بنی کنانہ کے ایک آدمی کی روایت نقل کی۔ راوی نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

يا أيها الناس، قولوا لا اله الا الله تفلحوا۔

اے لوگو! یہ کہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، تم کامیاب ہوجاؤ گے۔

باب ۳۱

اہل عرب کو رسولؐ اللہ کی تبلیغ عام

(۳۱۴) قبائل عرب کو دعوت

احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح قبائل عرب کو اللہ تعالی اور اسلام کی طرف دعوت دینا شروع کی۔ آنحضرتؐ مختلف قبائل کے پاس بہ نفس نفیس تشریف لے جاتے اور جو ہدایت اور رحمت اللہ کی طرف سے آپؐ کے پاس آتی اسے لوگوں کے سامنے پیش کرتے تھے۔

(۳۱۵) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے زہری نے یہ روایت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی کندہ کی فرودگاہوں میں کچھ لوگوں کے پاس تشریف لے گئے ان میں ان کا سردار فلیح نامی بھی تھا۔ آنحضرتؐ نے انہیں اللہ تعالیٰ کی توحید اور اپنی رسالت کی دعوت دی۔ انہوں نے اسے برا جانا اور اسے قبول کرنے سے انکار کیا۔

پھر آپؐ بنی کلب کے ایک خانوادہ کے پاس تشریف لے گئے جنہیں بنی عبداللہ کہا جاتا تھا۔ آنحضرتؐ نے انہیں فرمایا: "اے بنی عبداللہ! اللہ تعالیٰ نے تمہارے باپ کو اچھا نام دیا ہے۔" لیکن انہوں نے بھی اسلام کی دعوت کو قبول نہ کیا اور آپؐ سے روگردانی کی۔

(۳۱۶) طارق بن عبداللہ المحاربی کا واقعہ

یونس نے یزید بن زیاد کی وساطت سے ابوالجعدی سے اور اس نے سامع بن شداد کے حوالہ سے طارق کی روایت نقل کی۔ طارق نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو دفعہ دیکھا، ایک دفعہ میں نے آپؐ کو ذی المجاز کے میلے میں دیکھا جبکہ میں خرید و فروخت کے سلسلہ میں وہاں گیا ہوا تھا،

آنحضرتؐ ہمارے پاس سے گزرے۔ آپؐ نے ایک سرخ دو شالہ پہن رکھا تھا،میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:"اے لوگو! لاالہ الااللہ کہو، تم فلاح پاؤ گے۔" ایک دوسرا شخص آپؐ کے پیچھے پیچھے چل رہا تھااور آپؐ کو پتھر مارتا جاتا تھا،یہاں تک کہ آپؐ کی ایڑیاں خون آلود ہوگئیں، وہ کہتا جاتا تھا:"اے لوگو! اس کی بات نہ مانو، یہ جھوٹا ہے۔" راوی کا بیان ہے میں نے لوگوں سے پوچھا: یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا:"یہ عبدالمطلب کے خانوادہ سے ہے۔" میں نے پھر پوچھا کہ یہ دوسرا شخص جو اسے پتھر مار رہا ہے وہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا:"یہ اس کا چچا عبدالعزیٰ ابولہب بن عبدالمطلب ہے۔"

راوی نے دوسرا واقعہ یہ بیان کیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا فرمایا تو ہم ربذہ سے نکلے۔ ہمارے ساتھ ایک پالکی بھی تھی۔ہم نے مدینہ کے نواح میں پڑاؤ کیا اور رات ایک پرانے راستے پر گزاری۔ میرے پاس ایک آدمی آیا جس نے دو کپڑے پہنے ہوئے تھے،اس نے ہمیں سلام کیا اور پوچھا:"تم لوگ کہاں سے آئے ہو؟" میں نے جواب دیا" ربذہ سے،اور ہمارے پاس ایک سرخ اونٹ بھی ہے۔" اس آدمی نے کہا:"کیا تم اونٹ بیچنا چاہتے ہو؟" ہم نے کہا:"ہاں۔" اس نے قیمت دریافت کی۔ ہم نے کہا:" اتنے صاع کھجور۔" اس شخص نے کوئی تقاضا نہ کیا بلکہ کہا کہ مجھے منظور ہے چنانچہ اس نے اونٹ کی مہار پکڑی اور اسے لے گیا اور مدینہ کی آبادی میں لے گیا۔ ہم میں سے بعض نے بعض سے پوچھا"کیا تم اس آدمی کو جانتے ہو؟" ہم میں سے کوئی بھی اس شخص کو پہچانتا نہ تھا۔ چنانچہ ہم نے ایک دوسرے کو ملامت کی کہ تم لوگوں نے ایسے شخص کو اونٹ دے دیا ہے جس سے تمہاری کوئی آشنائی نہیں ہے۔ لیکن ہماری ہودج نشین خاتون نے کہا:"ایک دوسرے کو ملامت نہ کرو۔ میں نے اس شخص کا چہرہ دیکھا ہے وہ تم سے دھوکا نہیں کرے گا۔ میں نے چودھویں رات کے چاند سے مشابہ اس شخص کے علاوہ کسی دوسرے شخص کا چہرہ نہیں دیکھا۔" سرشام ایک شخص ہمارے پاس آیا اور " السلام علیکم ورحمۃ اللہ" کہنے کے بعد پوچھا:"کیا تم لوگ ربذ سے آئے ہو؟" ہم نے کہا:"ہاں۔" اس شخص نے کہا:"میں تمہارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایلچی کی حیثیت سے آیا ہوں آپؐ نے فرمایا ہے کہ تم لوگ ان کھجوروں میں سے سیر ہوکر کھاؤ اور پھر ان کھجوروں میں سے ناپ کر اپنے اونٹ کی پوری پوری قیمت لے لو۔" چنانچہ ہم نے سیر ہوکر کھجوریں تناول کیں اور اس کے بعد ماپ کر اونٹ کی قیمت کی کھجوریں بھی وصول کرلیں۔ پھر اگلی صبح کو ہم مدینہ میں آئے اور ہم نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوکر خطبہ دے رہے

تھے۔ میں نے آپؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "عطا کرنے والے کا ہاتھ اونچا ہوتا ہے۔ بخشش اور داد و دہش کی ابتداء اپنے رشتہ داروں سے کرو، یعنی ماں باپ، بہن بھائی اور ان کے بعد دیگر قرابت دار اور نزدیکی۔"
وہاں انصار میں سے ایک آدمی تھا، اس نے عرض کیا: "یارسول اللہؐ! یہ بنو ثعلبہ بن یربوع ہیں جنہوں نے دور جاہلیت میں فلاں کو قتل کر دیا تھا۔ اس لیے ہمیں ان سے بدلہ دلوائیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے یہاں تک کہ میں نے آپؐ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی اور آنحضرتؐ نے فرمایا: "ماں کے قصور کا مواخذہ بیٹے سے نہ ہوگا، ماں کے قصور کا مواخذہ بیٹے سے نہ ہوگا۔"

(۳۱۷) ابو طالب کا مطالبہ اور ابو بکرؓ کا جواب

یونس نے یزید بن عمرو کے حوالہ سے سعید بن احمد ثوری کی روایت نقل کی۔ راوی نے کہا، جناب ابو طالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیغام بھیجا اور مطالبہ کیا کہ مجھے اپنی جنت کے انگوروں میں سے کھلائیے۔ ابو بکر صدیقؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ابو بکرؓ نے جواب دیا: "بے شک اللہ تعالیٰ نے جنت کے پھل کافروں پر حرام کر دئے ہیں۔"

(۳۱۸) یونس نے ابن اسحاق کی یہ روایت بیان کی کہ جب ابو سفیان نے خفاف بن ایما بن رحضہ کے اسلام کا سنا تو کہا: "آج رات بنی کنانہ کا سردار بے دین ہوگیا ہے۔"

(۳۱۹) کفار کی زیادتیوں کے باوجود نبیؐ کا حلم

احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے یعقوب بن عتبہ نے سالم بن عبداللہ بن عمر کی یہ روایت بیان کی کہ مکہ میں قریش کا ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا "اے محمد! کیا مجھے یہ خبر نہیں پہنچی کہ تم گالی گلوچ ۔۔۔ یعنی عربوں کو برا بھلا کہنے سے منع کرتے ہو؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہاں" اس شخص نے پہلو بدلا اور آپؐ کے منہ کے سامنے اپنی دبر کو ننگا کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر لعنت بھیجی اور اس کے لیے بددعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے اس ضمن میں یہ آیت نازل فرمائی:

لیس لک من الأمر شی أو یتوب علیهم أو یعذبهم فانهم ظالمون ○ (آل عمران۔۱۲۸)

(اے پیغمبرؐ!) فیصلہ کے اختیارات میں تمہارا کوئی حصہ نہیں، اللہ کو اختیار ہے چاہے انہیں معاف کرے چاہے سزا دے، کیوں کہ وہ ظالم ہیں۔

چنانچہ اس شخص نے اسلام قبول کرلیا اور اسلام کے تقاضے بطریق احسن پورے کیے۔

(۳۲۰) کفار کی حضرت فاطمہؓ بنت النبیؐ کو ایذا رسانی

یونس نے یونس بن عمرو کے حوالہ سے اپنے باپ کی یہ روایت نقل کی کہ حضرت فاطمہؓ دختر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت باہر نکلیں تو ایک قریشی لڑکے نے آپؓ کو زخمی کردیا۔ حضرت فاطمہؓ نے آل عبد شمس کو پکارا۔ چنانچہ ابو سفیان نکل آیا اور دوسری جانب سے ابو جہل بھی آگیا۔ ابو جہل نے کہا: "اے ابا سفیان! یہ میرا ہاتھ آپ کے اختیار میں ہے آپ مجھ سے بدلہ لے لیں۔" یہ سن کر ابو سفیان واپس چلا گیا۔

(۳۲۱) یونس نے زکریا بن ابی زائدہ کے حوالہ سے شعبی کی یہ روایت بیان کی کہ اس سے "زنیم" کے متعلق سوال کیا گیا اس نے کہا: "زنیم وہ شخص ہے جو لوگوں میں اپنے شر کی وجہ سے مشہور ومعروف ہو اور وہ اخنس بن شریق ثقفی ہے جس کے متعلق قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی:

عتل بعد ذلك زنيم ○ (القلم - ۱۳)

جفا کار ہے، اور ان سب عیوب کے ساتھ اپنے شر کی وجہ سے مشہور ہے۔

(۳۲۲) نبیؐ اور آپؐ کے رضاعی باپ

احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے میرے والد اسحاق بن یسار نے بنی سعد بن بکر کے کچھ آدمیوں کی روایت بیان کی۔ راوی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رضاعی باپ حارث بن عبدالعزی آنحضرتؐ کی خدمت میں مکہ میں حاضر ہوا۔ قریش نے اس کے پاس جاکر اسے کہا: "اے حارث! کیا تو نے نہیں سنا کہ تیرا یہ بیٹا کیا کہتا ہے!" حارث نے پوچھا: "وہ کیا کہتا ہے؟" قریش نے کہا: اس کا یہ دعوی ہے کہ اللہ موت کے بعد دوبارہ اٹھائے گا اور اس جہاں کے بعد ایک اور جہان بھی ہے جہاں اللہ تعالی بدکرداروں کو عذاب دے گا اور فرمانبرداروں کو عزت واکرام سے

نوازے گا۔ اس کی وجہ سے ہم تشتت وافتراق کا شکار ہو گئے ہیں اور ہماری جمعیت پراگندہ ہو گئی ہے۔"
حارث آپؐ کے پاس آیا اور کہا: "بیٹے! آپؐ کا اپنی قوم کے ساتھ کیا اختلاف ہے وہ لوگ آپؐ کی شکایت کرتے ہیں۔ وہ گمان کرتے ہیں کہ آپؐ اس بات کے مدعی ہیں کہ لوگوں کو موت کے بعد دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا اور انہیں جنت یا دوزخ میں بھیجا جائے گا۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہاں، میں اس بات کا مدعی ہوں، اور اے میرے باپ! اس دن میں آپ کا ہاتھ پکڑ کر آپ کو آج کی یہ باتیں یاد دلاؤں گا۔" حارثؓ اس کے بعد مسلمان ہو گئے اور اسلام کے تقاضے احسن طریق سے پورے کئے۔ جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو وہ یہ کہتے تھے: "اگر میرے بیٹے نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے آج کی یہ باتیں یاد دلائیں تو ان شاء اللہ وہ مجھے جنت میں داخل کرا کر چھوڑیں گے۔"

(۳۲۳) مکہ میں حضرت ابو بکرؓ کی اپنے گھر میں مسجد

احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے زہری نے عروہ کے حوالہ سے حضرت عائشہؓ کی روایت بیان کی۔ ام المومنینؓ نے فرمایا: "حضرت ابو بکرؓ نے اپنے گھر کے سامنے کھلے صحن میں ایک مسجد بنا رکھی تھی، جب آپ اس مسجد میں نماز ادا کرتے اور قرآن پڑھتے تو بہت زیادہ روتے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ کی اس رقت کی وجہ سے عورتیں، بچے اور غلام اکٹھے ہو جاتے اور بہت زیادہ متاثر ہوتے تھے۔

جب مکہ میں مسلمان کفار کی ایذا وتعدی کا شکار ہوئے تو حضرت ابو بکرؓ نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کی اجازت طلب کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اجازت مرحمت فرمادی۔ چنانچہ وہ مکہ سے نکل کھڑے ہوئے اور دو دن کی راہ گئے کہ ابن الدغنہ ان کو ملا۔ یہ شخص بنی حارث بن عبد مناۃ بن کنانہ سے تھا اور احابیش کا سردار تھا۔ اس نے آپ کو کہا: "اے ابو بکرؓ! کہاں کا ارادہ ہے؟" ابو بکرؓ نے فرمایا: "میری قوم نے مجھے اذیت پہنچائی ہے اور شہر بدر کر دیا ہے۔ میں کسی ایسی جگہ چلا جانا چاہتا ہوں جہاں میں ان کی ایذا رسانی سے بچ جاؤں اور مجھے امن حاصل ہو جائے۔" اس نے کہا: "ایسا نہیں ہو سکتا۔ بخدا! تم تو قبیلے کی زینت ہو، تکالیف میں لوگوں کی اعانت کرتے ہو اور ان کے ساتھ نیکی کرتے ہو، ناداروں کو کما کر دیتے ہو، واپس چلو، میں تمہیں اپنی پناہ میں لیتا ہوں۔" ابو بکرؓ واپس چلے

آئے۔ جب مکہ پہنچے تو ابن الدغنہ نے اعلان کیا کہ اے گروہ قریش! میں نے ابو قحافہ کے بیٹے کو پناہ دی ہے اب کوئی شخص انہیں ایذا نہ پہنچائے۔ چونکہ احابیش کا اہل مکہ کے ساتھ حلیفانہ معاہدہ تھا اس لیے جب احابیش کے سردار نے حضرت ابو بکرؓ کو پناہ دے دی تو یہ پناہ بالواسطہ قریش مکہ کی طرف سے تھی۔ چنانچہ ان میں سے ہر ایک حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ دست درازی کرنے سے باز آ گیا۔

ابو بکرؓ مکہ میں اپنے گھر کی مسجد میں نماز ادا کرتے تھے اور ان کی نماز میں تلاوت قرآن کا ذکر اوپر گزر چکا ہے۔ اس لیے قریش کے لوگ ابن الدغنہ کے پاس گئے اور اسے کہا: اے ابن الدغنہ! جس شخص کو تم نے پناہ دے رکھی ہے اس کا حال دوسروں سے مختلف ہے وہ جب اس کلام کی تلاوت کرتا ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں تو وہ رونے لگتا ہے اور اس میں ایسی کشش اور تاثیر ہے کہ ہمارے کمزور لوگ اور عورتیں اور خادم اس کے گرد اکٹھے ہو جاتے ہیں، اس لیے تم اسے حکم دو کہ وہ اس طرح کی تلاوت سے ہمیں اذیت نہ پہنچائے اور اس جگہ کے علاوہ اپنے گھر کے اندر کسی دوسری جگہ نماز پڑھا کرے۔" ابن الدغنہ حضرت ابو بکرؓ کے پاس گیا اور انہیں کہا: "اے ابو بکرؓ! میں نے تمہیں اس لیے پناہ دی تھی کہ تم اپنی قوم کو ایذا پہنچاؤ! اس جگہ کے علاوہ کسی دوسری جگہ نماز پڑھا کرو۔" ابو بکرؓ نے فرمایا: "یا اس کے سوا کوئی اور متبادل تلاش کر لیا جائے!" ابن الدغنہ نے کہا: "وہ متبادل تجویز کیا ہے؟" حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: "وہ تجویز یہ ہے کہ میں تمہارا ذمہ واپس کر دوں اور اللہ کے ذمے پر راضی ہو جاؤں۔" ابن الدغنہ نے کہا: "ہاں، یہ ٹھیک ہے۔" حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: "اچھا، میں نے تمہاری پناہ تمہیں واپس کر دی۔ ابن الدغنہ نے کہا: "اے گروہ قریش! ابو بکر نے میری پناہ مجھے واپس کر دی ہے اب تم جانو اور تمہارا ساتھی (ابو بکرؓ) جانے۔"

باب ۳۲

سید ابو طالب کی وفات

(۳۲۴) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی یہ روایت نقل کی کہ ابو جہل، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، عاصی بن سعید (سعید بن وائل، عاصی بن وائل) اور امیہ بن خلف نے کہا: "اے گروہ قریش! معاملہ بڑھتا جا رہا ہے۔ ابو طالب صاحب الرائے، شریف اور سن رسیدہ بزرگ ہیں، وہ تمہارے دین پر ہیں اور آج شدید بیمار ہیں، چلو ان کے پاس چلیں اور ان سے برابری کی بنیاد پر بات کریں تاکہ وہ اپنے بھتیجے سے ہمیں عہد لے دیں اور ان کے لیے ہم سے عہد لے لیں۔ بیشک عمرؓ بن خطاب اور حمزہؓ بن عبدالمطلب تم سے کٹ چکے ہیں اور تمہارے دین کے مخالف بن چکے ہیں۔ چنانچہ اب تمہاری لڑائی اپنی قوم کے ساتھ ہوگی۔"

چنانچہ یہ لوگ نکل کھڑے ہوئے اور جناب ابو طالب کے پاس جا کر انہیں کہا: "آپ ہمارے سردار ہیں، ہمارے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیں۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ ان بے وقوفوں نے آپ کے بھتیجے کے ساتھ مل کر کیا کرتوت شروع کر رکھی ہے۔ انہوں نے ہمارے معبودوں کو چھوڑ دیا ہے، ہمارے دین میں طعنہ زنی کی ہے۔ اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہمارے درمیان تفرقہ پیدا کر دیا ہے۔ ہمارے معبودوں کا انکار کیا ہے اور ہمارے آباء واجداد کو گالیاں دی ہیں۔ آپ اپنے بھتیجے کو بلائیں اور ہمارے درمیان عدل کے ساتھ فیصلہ کر دیں۔" جناب ابو طالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا بھیجا۔ آنحضرتؐ تشریف لے آئے۔ ابو طالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: "یہ آپ کی قوم کے لوگ ہیں۔ عمر رسیدہ اور اشراف ہیں۔ وہ آپؐ سے ایک انصاف کی بات کرنا چاہتے ہیں، آپؐ انہیں بالکل ہی نظر انداز نہ کر دیں۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش سے مخاطب ہو کر فرمایا: "آپ لوگ اپنا موقف پیش کریں میں آپ کی بات سنوں گا۔" ابو جہل بن ہشام نے کہا: "ہم آپ کے متعلق کوئی بات

نہیں کریں گے۔ آپؐ ہمیں اور ہمارے معبودوں کو اپنے حال پر چھوڑ دیں اور ہم آپؐ کو اور آپؐ کے رب کو چھوڑے دیتے ہیں۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں تمہاری مشکل آسان کئے دیتا ہوں اور تمہیں ایک ایسے کلمے کی طرف بلاتا ہوں جس میں تمہارے لیے خیروبرکت ہے۔ اس کے ذریعہ سے تم عرب کے فرمانروا بن جاؤ گے اور عجم تمہارے زیر نگین آجائے گا۔" ابوجہل نے مذاق کے انداز میں کہا: "ہمیں نرالے آدمی سے پالا پڑ گیا ہے۔" اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں مخاطب ہوا: "ہم نے آپؐ کے سامنے ایک تجویز پیش کی ہے اور ہم ایسی دس تجاویز پیش کر سکتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس بات کا اقرار کرو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، وہ یکتا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔" انہوں نے آپؐ کی بات کو ناپسند کیا اور یہ کہتے ہوئے نکل گئے:

امشوا واصبروا علی الھتکم ان ھذا لشی یراد ○ ما سمعنا بھذا فی الملۃ الاخرۃ ان ھذا الا اختلاق ○ ءانزل علیہ الذکر من بیننا بل ھم فی شك من ذکری بل لما یذوقوا عذاب ○ (ص -۸)

چلو اور ڈٹے رہو اپنے معبودوں کی عبادت پر۔ یہ بات تو کسی اور ہی غرض سے کہی جا رہی ہے۔ یہ بات ہم نے زمانہ قریب کی ملت میں کسی سے نہیں سنی۔ یہ کچھ نہیں ہے مگر ایک من گھڑت بات ہے۔ کیا ہمارے درمیان بس یہی ایک شخص رہ گیا تھا جس پر اللہ کا ذکر نازل کر دیا گیا؟ اصل بات یہ ہے کہ یہ میرے "ذکر" پر شک کر رہے ہیں اور یہ ساری باتیں اس لیے کر رہے ہیں کہ انہوں نے میرے عذاب کا مزہ چکھا نہیں۔

سرداران قریش ابو طالب کے پاس اس وقت گئے تھے جب حضرت عمرؓ کے ایمان لانے پر وہ بوکھلا گئے تھے اور حضرت عمرؓ کی باتیں سن چکے تھے۔

(۳۲۵) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی یہ روایت نقل کی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی طرف سے حق کی تکذیب دیکھی تو فرمایا: "میں نے اپنی قوم کو ایک بات کی دعوت دی اور میں نے بات کرنے میں حد سے تجاوز نہیں کیا۔" آپؐ کے چچا نے کہا: "ہاں آپؐ نے زیادتی نہیں کی۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے چچا کی یہ بات بھلی معلوم ہوئی اور آپؐ نے فرمایا: "چچا جان! آپ نے مجھ پر احسان کئے ہیں اور آپ میرے ساتھ ہمیشہ حسن سلوک سے پیش آتے رہے ہیں۔

آج میرے پاس کوئی چیز نہیں کہ میں آپ کے احسانات کا بدلہ چکا سکوں ماسوائے اس بات کے کہ میں آپ سے ایک کلمہ کا طالب ہوں جس کے ذریعہ سے مجھے اپنے رب کے ہاں آپ کی شفاعت کرنے کا جواز حاصل ہو جائے گا وہ کلمہ یہ ہے کہ آپ اس بات کا اقرار کریں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اس کی وجہ سے آپ کو مرتے وقت بزرگی حاصل ہو جائے گی، اب آپ دنیا سے رحلت فرما رہے ہیں اس کلمہ کی برکت سے آپ کو آخرت میں اعلیٰ مقام حاصل ہوگا۔" آپؐ کے چچا نے کہا:" اگر مجھے اس بات کا خدشہ نہ ہوتا کہ قریش کہیں گے کہ مجھ پر موت نے گھبراہٹ طاری کر دی تھی اور وہ اس بارے میں آپؐ پر اور آپؐ کے بھائیوں پر ذلت آمیز طعنہ زنی کریں گے تو میں وہ کلمہ ضرور کہہ دیتا جس کی تلقین آپؐ مجھے کر رہے ہیں اور اس طرح میں آپؐ کی آنکھوں کو ٹھنڈک مہیا کرتا کیوں کہ میں آپؐ کی طرف سے خیر خواہی اور محبت بھرے جذبات کا مشاہدہ کر رہا ہوں۔"

پھر جناب ابو طالب نے بنی عبدالمطلب کو بلایا اور وصیت کی کہ "تم ہمیشہ بخیریت رہو گے جب تک کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سنتے رہو گے اور آپؐ کے حکم کا اتباع کرتے رہو گے، لہذا آپؐ کی پیروی اختیار کرو اور آپؐ کی تصدیق کرو اور اس طرح تمہیں ہدایت نصیب ہوگی۔" اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چچا سے فرمایا:" آپؐ ان لوگوں کو تو فرما رہے ہیں لیکن خود اپنے آپ کو کیوں چھوڑے دے رہے ہیں؟" چچا نے جواب دیا:" اگر آپؐ اس کلمہ کا مطالبہ مجھ سے اس وقت کرتے جب میں صحت مند تھا تو میں آپؐ کی بات مان جاتا (۱) مگر میں اس بات کو مکروہ سمجھتا ہوں کہ موت کی گھبراہٹ سے اکھڑ جانے والا قرار دیا جاؤں اور قریش میرے متعلق یہ رائے قائم کریں کہ میں نے موت کے وقت اس کلمہ کو اختیار کر لیا حالانکہ تندرستی کی حالت میں میں نے اسے رد کر دیا تھا۔" اللہ تعالیٰ نے اس ضمن میں یہ آیت نازل فرمائی:

انك لا تهدى من أحببت ولكن الله يهدى من يشاء وهو أعلم بالمهتدين ○

(القصص۔۵۶)

(اے نبیؐ!) تم جسے چاہو ہدایت نہیں دے سکتے، مگر اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہ

---

(۱) نبیؐ نے اپنے قرابتداروں کو تو کھانے پر بلا کر اس کلمہ کی دعوت دی تھی اور آنحضرتؐ مدت العمر اس کی دعوت دیتے رہے اس لیے جناب ابو طالب کے جواب کا یہ حصہ محل نظر ہے۔ (مترجم)

ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو ہدایت قبول کرنے والے ہیں۔

(۳۲۶) یونس نے یحیی بن ابی انیسہ کے حوالہ سے زہری سے اور اس نے سعید بن مسیب کی وساطت سے اس کے باپ کی یہ روایت بیان کی کہ جب ابو طالب کی وفات کا وقت آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے۔ اس وقت ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ بھی وہاں موجود تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طالب سے فرمایا: "چچا جان! کہو لا الہ الا اللہ میں اللہ کے ہاں اس کلمہ کے بارے میں آپ کے حق میں گواہی دوں گا۔" ابو جہل نے کہا: "بخدا! اے ابو طالب! کیا آپ عبد المطلب کے طریقے سے انحراف کریں گے؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار اس کلمہ کو دہراتے رہے اور ابو جہل اپنی بات دہراتا رہا، یہاں تک کہ آخری بات جو ابو طالب نے آپؐ سے کہی وہ یہ تھی: علی ملة عبدالمطلب۔ عبدالمطلب کے طریق پر۔ اور انہوں نے لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کر دیا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بخدا! میں آپ کے لیے معافی ضرور چاہوں گا جب تک کہ مجھے ایسی دعا کرنے سے روک نہ دیا جائے۔" اللہ تعالی نے اس بارے میں یہ آیت نازل فرمائی:

ما كان للنبی والذین آمنوا أن یستغفروا للمشركین ولو كان أولی قربی من بعد ماتبین لهم أنهم أصحاب الجحیم ○ (التوبہ۔۱۱۳)

نبیؐ کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں، زیبا نہیں ہے کہ مشرکین کے لیے مغفرت کی دعا کریں، چاہے وہ ان کے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں جبکہ ان پر یہ بات کھل چکی ہے کہ وہ جہنم کے مستحق ہیں۔

اور اللہ تعالی نے ابو طالب کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی:

انك لا تهدی من أحببت ولكن الله یهدی من یشاء وهو أعلم بالمهتدین ○ (القصص۔٥٦)

(اے نبیؐ!) تم جسے چاہو ہدایت نہیں دے سکتے، مگر اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو ہدایت قبول کرنے والے ہیں۔

(۳۲۷) یونس نے قیس بن ربیع کے حوالہ سے حبیب بن ابی ثابت کی روایت نقل کی۔ حبیب نے کہا: مجھ سے اس شخص نے یہ روایت بیان کی جس نے اسے ابن عباسؓ سے سنا۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول:

وهم ينهون عنه وينؤن عنه (الانعام۔۲۶)

وہ اس سے روکتے ہیں اور خود بھی اس سے دور بھاگتے ہیں۔

کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ فرماتے تھے کہ یہ ابو طالب کے بارے میں نازل ہوا ہے۔ جناب ابو طالب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی سے لوگوں کو روکتے تھے اور خود بھی اس ہدایت سے دور بھاگتے تھے جو آنحضرتؐ ان کے پاس لے آئے تھے۔

(۳۲۸) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے عباس بن عبداللہ بن معبد نے اپنے کسی اہل خانہ کے حوالہ سے ابن عباسؓ کی روایت بیان کی۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جناب ابو طالب کی آخری بیماری میں ان کے پاس تشریف لائے تو فرمایا: ''چچا جان! کہو لا الہ الا اللہ اس طرح مجھے قیامت کے دن آپ کی شفاعت کرنے کا جواز حاصل ہو جائے گا۔'' ابو طالب نے کہا: ''بخدا! اے بھتیجے! اگر تم پر اور تمہارے اہل بیت پر قریش کی طعنہ زنی اور اس زبان درازی کا خوف نہ ہوتا کہ میں نے موت سے گھبرا کر یہ کلمہ پڑھا ہے تو میں اس کلمے کا ضرور اقرار کرتا، اور میں تم سے یہ بات بھی صرف تمہاری خوشنودی کے لیے کہہ رہا ہوں۔'' جب ابو طالب کی بیماری شدت اختیار کر گئی تو دیکھا گیا کہ ان کے ہونٹ متحرک ہیں۔ حضرت عباسؓ ان کی طرف جھکے تاکہ ان کی آواز کو سن سکیں۔ پھر حضرت عباسؓ نے اپنا سر اٹھایا اور کہا: ''یا رسولؐ اللہ! بخدا! انہوں نے وہ کلمہ کہا ہے جس کے کہنے کا آپؐ نے ان سے مطالبہ کیا تھا۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لم اسمع۔ میں نے نہیں سنا۔''

(۳۲۹) یونس نے سنان بن اسماعیل حنفی کے حوالہ سے یزید رقاشی کی روایت نقل کی۔ یزید رقاشی نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: ''یا رسولؐ اللہ! آپؐ کے چچا آپؐ پر مہربان تھے اور دشمنوں کے مقابلہ میں آپؐ کی حمایت و حفاظت کرتے تھے۔ آخرت میں ان کا ٹھکانا کہاں ہو گا؟'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ دوزخ کے پایاب حصے میں ہوں گے۔'' آنحضرتؐ سے دریافت کیا گیا کہ کیا دوزخ میں پایاب اور گہرے ہر طرح کے درجات ہیں؟'' آپؐ نے فرمایا: ''ہاں'' دوزخ میں سب سے ہلکا عذاب جس شخص کو دیا جائے اس کو آگ کے جوتے پہنائے جائیں گے لیکن یہ آگ اس قدر بھڑکے گی کہ اس سے اس کا دماغ کھولنے لگے اور پگھل کر بازوؤں اور ٹانگوں تک بہنے لگے گا۔ سنان کے بقول

اسے یہ خبر پہنچی کہ اس امر کی منادی کرادی گئی تھی کہ کسی کو آگ کا عذاب نہ دیا جائے اور اس ہدایت کی پوری پابندی کی جائے کیونکہ آگ میں وہ شدت ہے جو ہے۔

(۳۳۰) یونس بن بکیر نے یونس بن عمرو کے حوالہ سے اپنے باپ سے اور اس نے ناجیہ بن کعب کی وساطت سے حضرت علیؓ بن ابی طالب کی روایت نقل کی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: جب ابو طالب فوت ہوگئے تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: "بیشک آپؐ کے کافر چچا ابو طالب فوت ہو چکے ہیں۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم جاؤ اور انہیں دفن کرو۔" میں نے کہا: "بخدا! میں انہیں دفن نہیں کروں گا۔" آنحضرتؐ نے فرمایا: "اگر تم یہ کام نہیں کرو گے تو کون کرے گا؟ جاؤ انہیں دفن کرو اور میرے پاس واپس آنے تک کوئی بات نہ کرو۔" چنانچہ میں چلا گیا اور انہیں دفن کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس آگیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: "جاؤ اور غسل کر کے میرے پاس آؤ۔" میں نے تعمیل ارشاد کی اور پھر آنحضرتؐ کے پاس آگیا۔ جب میں حاضر ہوا تو آپؐ نے مجھے ایسی دعائیں دیں کہ میں ان کے بدلہ میں اس کائنات ارضی کی جملہ اشیاء کو پرکاہ کے برابر نہیں سمجھتا۔

(۳۳۱) یونس نے ہشام بن عروہ کی وساطت سے اپنے باپ کی یہ روایت نقل کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب ابو طالب بستر مرگ پر تھے تو قریش میرے لیے مسلسل رکاوٹ بنے رہے تاکہ میں انہیں تلقین نہ کر سکوں یہاں تک کہ ابو طالب فوت ہوگئے۔"

(۳۳۲) مرثیہ

احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی یہ روایت نقل کی۔ جب ابو طالب فوت ہوگئے تو حضرت علیؓ بن ابی طالب نے ان کا یہ مرثیہ لکھا:

ارقت لنوح آخر الليل عردا

ابا طالب ماوى الصعا اليك ذالندى

میں نے آخر شب کا انتخاب کیا تاکہ شدت سے نوحہ کرتے ہوئے جناب ابو طالب پر آنسو بہاؤں جو فقیروں اور محتاجوں کا ملجا و ماوی اور سخی تھے۔

وذا الحلم لا جلفا ولم يك قعددا

لشيخي ينعى والرئيس المسودا

وہ حلیم الطبع تھے اور اکھڑ مزاج نہ تھے اور میرے شیخ و رئیس جنہیں قوم نے سردار بنایا ہوا تھا ان کی موت کی خبر دینے والا بھی کمینہ نہ تھا۔

اخا الهلك خلا ثلمه سيشدها

بنو هاشم او تستباح و تضهدا

وہ لقمہ اجل ہو گئے لیکن ان کی موت سے قبیلہ میں کوئی کمزوری واقع نہیں ہوئی۔ بنی ہاشم اس خلا کو بھر دیں گے خواہ ان کے خلاف اقدام کیا جائے یا ان پر ظلم روا رکھا جائے۔

فامست قريش يفرحون لفقده

ولست ارى حيا لشئى مخلدا

قریش ان کی موت سے خوش و خرم ہیں حالانکہ میں دیکھتا ہوں کہ اس دنیا میں کسی جاندار کو بھی ہمیشگی حاصل نہیں ہے۔

ارادوا امورا زينتها حلومهم

ستوردهم يوما من الغى موردا

انہوں نے ایسے منصوبے بنائے جنہیں ان کی عقلوں نے ان کے سامنے خوشنما کر کے پیش کیا اور یہ ہتھکنڈے انہیں ایک نہ ایک دن انتہائی گمراہی میں ڈال دیں گے۔

يرجون تكذيب النبى وقتله

وان يفتروا بهتا عليه وجحدا

انہوں نے نبیؐ کے خلاف تکذیب وانکار اور افترا پردازی وبہتان طرازی کی روش اختیار کی اور وہ آنحضرتؐ کے قتل کے درپے ہیں۔

كذبتم وبيت الله حتى نذيقكم

صدور العوالى والصفيح المهندا

تم نے جھٹلایا۔ بیت اللہ کی قسم! ہم تمہیں نیزوں کی انیوں اور چوڑی اور تیز تلواروں کی مار کا مزہ

چکھائیں گے۔

ویبدوا منظر ذو کریھة

اذا ما سربلنا الحدید المسردا

جب ہم لوہے کی زرہیں پہنیں گے تو ایسی معرکہ آرائی کریں گے کہ مکروہ مناظر دیکھنے میں آئیں گے۔

فاما تبیدونا واما نبیدکم

واما تروا سلم العشیرة ارشدا

پھر تم ہمیں ختم کردو یا ہم تمہیں نیست ونابود کردیں یا تم قبیلے کی بھلائی چاہو اور راہ راست پر آجاؤ۔

والا فان الحی دون محمد

بنو ھاشم خیرالبریة مجندا

ورنہ قبیلہ بنی ہاشم جو بہترین خلائق ہے اور ایک جمع شدہ لشکر ہے اور وہ حضرت محمدؐ کی حمایت میں جنگ آزمائی کرتا رہے گا۔

وان له منکم من اللہ ناصرا

ولست اری حیا لشی مخلدا

بیشک تمہارے مقابلہ میں اللہ کی طرف سے آنحضرت کی امداد کرنے والی ایک ہستی ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ اس دنیا میں کسی جاندار کو بھی ہمیشگی حاصل نہیں ہے۔

نبی اتانا بالوحی من کل حطة

فسماه ربی فی الکتاب محمدا

وہ نبی ہیں جو ہمارے پاس وحی لے کر آئے ہیں جس میں ہماری مغفرت کا سامان ہے۔ میرے پروردگار نے اپنی کتاب میں آپؐ کو محمدؐ کے نام نامی سے موسوم کیا ہے۔

اغر کضوا الشمس صورة وجھه

جلاء الغیم عنه ضوءه فتعددا

آپؐ کے چہرے کی صورت سورج کی روشنی کی مانند چمک دمک دکھا رہی ہے آپؐ کی روشنی ترقی پذیر ہے جس سے تاریکی کافور ہو رہی ہے۔

امین علی ما استودع الله قلبه

وان قال قولا کان فیه مسددا

اللہ تعالیٰ نے جو پیغام آپؐ کے لقب مبارک کو ودیعت فرمایا آپؐ اس کے امین ہیں اور آنحضرت کی ہر بات راستی و درستی اور سلامت روی پر مبنی ہے۔

حصہ پنجم

باب ۳۳

وفات خدیجہؓ بنت خویلد

(۳۲۹۔الف.) شیخ ابوالحسین احمد بن محمد بن نقور البزار نے ابو طاہر محمد بن عبدالرحمان المخلص کی وساطت سے ابوالحسین رضوان بن احمد کی روایت نقل کی۔ ابوالحسین رضوان نے کہا کہ ابو عمر احمد بن عبدالجبار عطاردی نے یونس بن بکیر کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت بیان کی۔ ابن اسحاق نے کہا: پھر خدیجہؓ بنت خویلد اور جناب ابو طالب ایک ہی سال میں وفات پا گئے۔ حضرت خدیجہؓ اور ابو طالب کے انتقال کے صدمے آنحضرتؐ کو بہت جلدی پے در پے برداشت کرنے پڑے۔ حضرت خدیجہؓ اسلام کے معاملے میں آپؐ کی حقیقی مددگار اور تکالیف میں آپؐ کی غم گسار تھیں۔

(۳۳۰۔ الف) جنت میں خدیجہؓ کا گھر

یونس نے فائد بن عبدالرحمان عبدی کے حوالہ سے عبداللہ بن ابی اوفی کی یہ روایت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میرے پاس اللہ کی طرف سے ایک آنے والا آیا اور اس نے خدیجہؓ کے بارے میں یہ بشارت دی کہ ان کے لیے جنت میں ایک جوفدار موتی کا محل ہوگا۔ اس محل میں نہ تو شور و شغب ہوگا اور نہ رنج و افسردگی۔

(۳۳۱۔الف) حضرت خدیجہؓ و عائشہؓ

یونس نے ہشام بن عروہ سے اور اس نے اپنے باپ کی وساطت سے حضرت عائشہؓ کی روایت نقل کی۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سے مجھ کو جس قدر رشک

حضرت خدیجہؓ پر ہوتا تھا اتنا کسی دوسری بیوی پر نہیں ہوتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اکثر یاد فرمایا کرتے تھے۔ ان کی وفات کے تین سال بعد آنحضرتؐ نے مجھ سے نکاح کیا۔ آنحضرتؐ کے پروردگار نے آپؐ کو حکم دیا تھا کہ آپؐ حضرت خدیجہؓ کو یہ بشارت دیں کہ ان کے لیے جنت میں ایک جوفدار موتی کا محل ہوگا جس میں نہ تو شوروغل ہوگا اور نہ رنج وافسردگی۔

(۳۳۲۔ الف) حضرت خدیجہؓ کی سہیلیوں کے ساتھ نبیؐ کا حسن سلوک

یونس نے عبدالواحد بن ایمن مخزومی کے حوالہ سے ابو نجیح ابو عبداللہ بن ابو نجیح کی روایت نقل کی۔ ابو نجیح نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مذبوحہ بکری یا گوشت بطور ہدیہ پیش کیا گیا آپؐ نے اس میں سے ایک ہڈی لے لی اور اس ہدیہ کو اپنے دست مبارک میں لیکر فرمایا کہ اسے فلاں عورت کے پاس لے جاؤ۔ حضرت عائشہؓ نے آپؐ سے کہا آپؐ نے اپنے ہاتھ میں گوشت کی بساند اور چکنائی کیوں لگالی ہے؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اس عورت کے بارے میں خدیجہؓ نے وصیت کی تھی۔ حضرت عائشہؓ کو اس پر غیرت آئی اور کہا: "گویا کہ روئے زمین پر خدیجہؓ کے سوا کوئی عورت ہی نہیں ہے!" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غصہ میں اٹھ کر چلے گئے اور جب تک اللہ نے چاہا اسی حالت میں رہے پھر واپس تشریف لائے تو دیکھا کہ ام رومانؓ (حضرت عائشہؓ کی والدہ) آئی ہوئی ہے۔ ام رومانؓ نے عرض کیا: "یا رسول اللہ! آپؐ کا اور عائشہؓ کا کیا معاملہ ہے؟ وہ ابھی کم سن ہے اور آپؐ اسے معاف فرمادینے کے زیادہ حقدار ہیں۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کے جبڑے کو پکڑا اور کہا: "کیا تم نے یہ نہیں کہا کہ گویا خدیجہؓ کے سوا روئے زمین پر کوئی دیگر عورت ہی نہیں ہے؟ بخدا! وہ مجھ پر اس وقت ایمان لائی جب تمہاری قوم نے کفر کی روش اختیار کی اور اس کے بطن سے میرے ہاں اولاد ہوگئی جو کسی دوسری بیوی سے نہیں ہوئی۔"

(۳۳۳) دنیا و آخرت کی برگزیدہ عورتیں

یونس نے ہشام بن عروہ کی وساطت سے اس کے باپ عروہ سے اور عروہ نے عبداللہ بن جعفر کے حوالہ سے حضرت علیؓ بن ابی طالب کی روایت نقل کی۔ حضرت علیؓ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ زمانہ قدیم کی تمام عورتوں پر مریمؑ بنت عمران کو فضیلت حاصل ہے اور دور جدید کی تمام عورتوں سے افضل خدیجہؓ بنت خویلد ہیں۔

(۳۳۴) یونس نے حسن بن دینار کے حوالہ سے حسن کی یہ روایت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان چار عورتوں کو دنیا کی تمام عورتوں پر فضیلت حاصل ہے:

(۱) مریمؑ بنت عمران

(۲) آسیہؓ زوجہ فرعون

(۳) خدیجہؓ بنت خویلد اور

(۴) فاطمہؓ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

(۳۳۵) یونس نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے بارے میں جملہ معلومات حرف بحرف ابن اسحاق کی روایت کے مطابق ہیں۔

(۳۳۶) حضرت خدیجہؓ کی اولاد

یونس نے ابن اسحاق سے یہ روایت نقل کی کہ سب سے پہلی خاتون جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیا وہ خدیجہؓ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح سے قبل جب حضرت خدیجہؓ باکرہ تھیں تو ان کا پہلا نکاح عتیق بن عائذ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم سے ہوا اور ان کے ہاں ایک بچی پیدا ہوئی پھر عتیق فوت ہو گیا۔ اس کے بعد بنی عمرو بن تمیم کے ایک شخص نے (جو بنی عبدالدار کا حلیف تھا) جس کا نام ابو ہالہ نباش بن زرارہ تھا حضرت خدیجہؓ سے نکاح کیا۔ اس کے ہاں ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ پھر وہ بھی فوت ہو گیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہؓ کو اپنی زوجیت سے نوازا۔ حضرت خدیجہؓ کے بطن سے آپؐ کے ہاں چار بیٹیاں۔۔۔۔ زینبؓ، رقیہ، ام کلثومؓ اور فاطمہؓ پیدا ہوئیں، ان کے بعد یہ صاحبزادے۔۔۔ قاسم اور طاہر اور طیب پیدا ہوئے (۱) سب صاحبزادے شیر خوارگی میں فوت ہوئے۔

(۱) نبیؐ کے صاحبزادگان کا نام قاسمؓ اور عبد اللہؓ ہے۔ طاہر اور طیب حضرت عبداللہؓ کے القاب ہیں۔

(۳۳۷) یونس نے ابراہیم بن عثمان بن حکم سے اور اس نے مقسم کی وساطت سے ابن عباسؓ کی یہ روایت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں حضرت خدیجہؓ کے بطن سے دو صاحبزادے ۔۔۔ قاسم اور عبداللہ، اور چار صاحبزادیاں ۔۔۔ فاطمہؓ، ام کلثومؓ، زینبؓ، اور رقیہ پیدا ہوئیں۔

✓ (۳۳۸) یونس نے ابی عبداللہ جعفی سے اور اس نے جابر کے حوالہ سے محمد بن علی کی یہ روایت نقل کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے "قاسم" چوپائے کی سواری اور اچھی نسل کی اونٹنی پر سیر کرنے کے قابل ہو چکے تھے جب وہ اللہ کو پیارے ہو گئے تو عمرو بن عاصی نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نسل ختم ہو چکی ہے، اب وہ ابتر ہیں۔ اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائیں:

انا أعطینك الكوثر ○ فصل لربك وانحر ○ ان شانئك هو الابتر ○ (الکوثر ۱۔۳)

(اے نبیؐ!) ہم نے تمہیں کوثر عطا کر دیا (یعنی قاسم کی وفات کی مصیبت کے عوض ہم نے تمہیں خیر اور بھلائی اور نعمتوں کی کثرت عطا کر دی) پس تم اپنے رب ہی کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔ تمہارا دشمن ہی جڑ کٹا ہے۔

(۳۳۹) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی یہ روایت نقل کی کہ حضرت عثمانؓ نے حضرت رقیہؓ سے نکاح کیا۔ جب حضرت رقیہؓ فوت ہو گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کا نکاح حضرت ام کلثومؓ سے کر دیا۔ لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت عثمانؓ کے ہاں حضرت رقیہؓ کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام عبداللہ تھا۔ یہ لڑکا صغر سنی میں شیر خوارگی کے عالم میں فوت ہو گیا اور عبداللہ ہی کے نام سے حضرت عثمانؓ کی کنیت ابو عبداللہ تھی۔

(۳۴۰) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی یہ روایت نقل کی کہ حضرت زینبؓ کا نکاح ابوالعاص بن ربیع سے ہوا۔ ان کے صلب سے حضرت زینبؓ کی دو اولادیں پیدا ہوئیں۔۔۔ ایک دختر "امامہ" اور ایک فرزند "علی" علی لڑکپن میں فوت ہو گئے۔ امامہ باقی رہ گئیں۔ حضرت فاطمہؓ کے انتقال کے بعد حضرت علیؓ کا عقد ثانی حضرت امامہؓ سے ہوا۔ حضرت علیؓ کے قتل کے بعد یہ مغیرہ بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب کی زوجیت میں آ گئیں اور حضرت امامہؓ کا انتقال مغیرہ کے ہاں ہی ہوا۔

باب ۴۳

حضرت فاطمہؓ کا نکاح

(۳۴۱) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق سے روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے عبداللہ بن ابی نجیح نے مجاہد کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی روایت بیان کی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت فاطمہؓ سے عقد کرنے کی استدعا کی۔ میری ایک آزاد کردہ کنیز نے مجھے کہا: "کیا آپؐ کو معلوم ہے کہ فاطمہ سے عقد کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیغام آئے ہیں؟" میں نے کہا: "مجھے معلوم نہیں ہے۔" اس عورت نے پیغامات کے بارے میں توثیق کی اور حضرت علی کو کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائیں، آنحضرتؐ آپؓ کے ساتھ فاطمہؓ کا نکاح کر دیں گے۔ لیکن مجھے اپنی بے سروسامانی پر تامل ہوا۔ اس عورت نے پھر کہا کہ اگر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائیں تو آنحضرتؐ آپ کا نکاح کر دیں گے۔ بخدا! وہ عورت مجھے اس کام کی امید دلاتی رہی یہاں تک کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صاحب جلال وہیبت تھے۔ جب میں آپؐ کے پاس جاکر بیٹھا تو میں ٹھٹھر کر رہ گیا اور کوئی بات نہ کر سکا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: "تم کیسے آئے ہو؟ کیا کوئی کام ہے؟" میں خاموش رہا۔ آنحضرتؐ نے دوبارہ مجھ سے دریافت کیا: "کیسے آئے ہو؟ کیا کوئی حاجت ہے؟" لیکن میں دم بخود تھا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: "کیا فاطمہ کے پیغام کے لئے آئے ہو؟" میں نے عرض کیا: "ہاں" آنحضرتؐ نے پوچھا: "کیا تمہارے پاس فاطمہؓ کا حق مہر ادا کرنے کے لیے کوئی چیز ہے؟" میں نے کہا: "بخدا، یا رسولؐ اللہ! میرے پاس کچھ بھی نہیں۔" آنحضرتؐ نے فرمایا وہ زرہ کہاں ہے جو میں نے تمہیں دی تھی؟" اس ذات کی قسم، جس کے قبضہ میں علیؓ کی جان ہے وہ زرہ حطمی یعنی شمشیر شکن ہے، اس زرہ کی قیمت چار درہم سے زائد نہیں۔" میں نے کہا: "میرے پاس ہے۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں نے

تمہارا نکاح اس سے کر دیا وہی زرہ مہر میں دے دو۔" یہ حضرت فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مہر تھا۔

یونس نے عباد بن منصور کی وساطت سے عطا بن ابی رباح کی روایت نقل کی۔ عطا نے کہا: جب حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ سے عقد کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استدعا کی تو آنحضرتؐ نے فاطمہؓ سے فرمایا کہ علیؓ کا رجحان خاطر تمہاری طرف ہے۔ آپؓ خاموش ہورہیں (یہ خاموشی ایک طرح کی رضامندی تھی) آنحضرتؐ باہر تشریف لائے اور ان کا نکاح کر دیا۔

(۳۴۲) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت بیان کی۔ ابن اسحاق نے کہا: حضرت علیؓ کے صلب سے حضرت فاطمہؓ کے ہاں تین صاحبزادے ۔۔۔ حسن، حسین اور محسن پیدا ہوئے۔ محسن صغر سنی ہی میں فوت ہوگئے، نیزان کے بطن سے دو صاحبزادیاں ۔۔۔ ام کلثوم اور زینب پیدا ہوئیں۔

(۳۴۳) یونس بن بکیر نے یونس بن عمرو کے حوالہ سے اس کے باپ عمرو سے اور عمرو نے ہانی بن ہانی کی وساطت سے حضرت علیؓ کی روایت نقل کی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: جب حضرت حسنؓ پیدا ہوئے تو میں نے اس کا نام "حرب" رکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: "مجھے میرا بیٹا دکھاؤ تم لوگوں نے اس کا نام کیا رکھا ہے؟ میں نے کہا: "میں نے اس کا نام حرب رکھا ہے۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نہیں، اس کا نام حسن ہے۔" پھر جب حضرت حسین پیدا ہوئے تو میں نے اس کا نام حرب رکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: "نہیں، اس کا نام حسین ہے۔" جب تیسرا لڑکا پیدا ہوا تو میں نے اس کا نام بھی حرب رکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: "میرا بیٹا مجھے دکھلاؤ، تم لوگوں نے اس کا نام کیا رکھا ہے؟" میں نے کہا: "ہم نے اس کا نام حرب رکھا ہے۔" آنحضرتؐ نے فرمایا: "نہیں، اس کا نام محسن ہے۔" آنحضرتؐ نے پھر فرمایا: "میں نے اب بچوں کے نام ہارون کے بیٹوں ۔۔۔ شبرة اور شبیر ۔۔۔ کے ناموں پر حسن اور حسین رکھے ہیں۔"

باب ۳۵

ام کلثومؓ بنت علیؓ کا نکاح

(۳۴۴) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی یہ روایت نقل کی کہ حضرت فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بطن سے حضرت علیؓ کی صاحبزادی ام کلثومؓ کا نکاح حضرت عمرؓ بن خطاب سے ہوا۔ سیدہ ام کلثومؓ کے بطن سے حضرت عمر فاروقؓ کے ہاں زید بن عمرؓ اور ایک لڑکی (رقیہ) پیدا ہوئے۔ سیدہ ام کلثومؓ کی زندگی ہی میں حضرت عمر فاروقؓ راہگزائے عالم بقا ہوئے۔

(۳۴۵) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے عاصم بن عمرو بن قتادہ نے روایت بیان کی کہ حضرت عمرؓ بن خطاب نے حضرت علیؓ بن ابی طالب سے ان کی بیٹی سیدہ ام کلثومؓ کے ساتھ نکاح کی استدعا کی۔ سیدہ ام کلثومؓ حضرت فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر تھیں۔ حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کے سامنے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ وہ تو ابھی چھوٹی عمر کی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ”بخدا! میرا آپ کے ساتھ یہ معاملہ نہیں ہے بلکہ مجھے تو آپ کے ساتھ تعلق جوڑ کر اپنی عزت افزائی مطلوب ہے۔ اگر آپ کی بات صحیح ہے تو آپ اسے میرے پاس بھیجیں۔“ حضرت علیؓ واپس تشریف لے گئے۔ بچی کو بلایا، اسے اچھا لباس پہنایا اور فرمایا کہ امیرالمومنین کے پاس جاؤ اور انہیں کہو: ”میرے والد نے پوچھا ہے کہ آپ کی اس لباس کے متعلق کیا رائے ہے؟“ سیدہ ام کلثومؓ نے امیرالمومنین کے پاس جاکر یہی سوال کیا۔ حضرت عمرؓ نے ان کا قمیص چھوا لیکن سیدہ نے کھینچ لیا اور فرمایا: ”اسے چھوڑ دو۔“ حضرت عمرؓ نے چھوڑ دیا اور فرمایا: ”کیسی پاک دامن اور شریف بچی ہے! تم اپنے والد صاحب کے پاس جاکر کہو کہ یہ لباس بہت ہی حسین و جمیل ہے۔ بخدا! جیسا آپ نے فرمایا تھا ویسی بات نہیں ہے۔“ چنانچہ حضرت علیؓ نے سیدہ ام کلثوم کا نکاح حضرت عمرؓ کے ساتھ کر دیا۔

(۳۴۶) یونس نے خالد بن صالح سے اور اس نے واقد بن محمد بن عبداللہ بن عمر کے حوالہ سے

ان کے کسی اہل خانہ کی یہ روایت بیان کی کہ حضرت عمرؓ بن خطاب نے حضرت علیؓ بن ابی طالب کی خدمت میں ان کی بیٹی سیدہ ام کلثومؓ کے ساتھ نکاح کا پیغام بھیجا۔ سیدہ ام کلثومؓ حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "اس ضمن میں مجھے مشورہ مطلوب ہے اور میں کچھ لوگوں سے اجازت لینا چاہتا ہوں۔" حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کی اولاد سے اس بات کا ذکر کیا، انہوں نے اجازت دے دی کہ نکاح کر دیا جائے۔ حضرت علیؓ نے سیدہ ام کلثومؓ کو بلایا وہ اس وقت ابھی نوخیز لڑکی تھی اور اس کو فرمایا: "امیر المومنین کے پاس جاؤ اور کہو کہ میرے والد صاحب آپ کو سلام کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہم نے آپ کی مطلوبہ حاجت پوری کر دی ہے۔

حضرت عمرؓ نے سیدہ ام کلثوم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں نے اس کے بارے میں اس کے باپ کو پیغام بھیجا تھا۔ انہوں نے اس کا نکاح میرے ساتھ کر دیا ہے۔ لوگوں نے کہا: "اے امیر المومنین! آپ کو اس لڑکی کی کیا حاجت ہے جبکہ یہ ابھی چھوٹی عمر کی ہے؟" حضرت عمرؓ نے فرمایا: "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن جملہ تعلقات اور دوستیاں ماسوائے میری قرابت کے منقطع ہو جائیں گی۔ اس لیے میں نے ارادہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میرا دامادی کا رشتہ استوار ہو جائے۔"

(۳۴۷) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے ابو جعفر نے اپنے باپ کے حوالے سے علی بن حسن کی یہ روایت بیان کی کہ جب حضرت عمرؓ بن خطاب نے حضرت علیؓ کی صاحبزادی ام کلثومؓ سے نکاح کیا تو آپ مسجد نبوی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک اور منبر کے درمیان مہاجرین کی مجلس میں تشریف لائے۔ اس جگہ مہاجرین کے علاوہ دوسرے لوگ نہیں بیٹھتے تھے۔ مہاجرین نے حضرت عمرؓ کے لیے برکت کی دعا کی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: "میں یہ نکاح کرنے پر صرف اس لیے راغب ہوا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ قیامت کے دن میرے ساتھ تعلق اور قرابت کے علاوہ تمام دیگر دوستیاں اور نسبی رشتے منقطع ہو جائیں گے۔

(۳۴۸) یونس نے ہشام بن سعد قرشی سے اور اس نے عطا خراسانی کی وساطت سے حضرت عمرؓ بن خطاب کی روایت بیان کی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: عورتوں کے بھاری مہر نہ باندھو۔ اگر بھاری مہر

باندھنا خدا کے نزدیک پرہیزگاری کا موجب اور دنیا میں بزرگی اور عظمت کا سبب ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سب سے زیادہ مستحق تھے لیکن آنحضرتؐ نے اپنی کسی بیوی اور صاحبزادی کا مہر بارہ اوقیہ یعنی چار سو اسی درہم سے زیادہ نہیں رکھا۔ پھر جب حضرت عمرؓ بن خطاب نے ام کلثوم دختر علیؓ بن ابی طالب کو نکاح کا پیغام بھجوایا تو اس کا مہر چالیس ہزار مقرر کیا۔

(۳۴۹) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی یہ روایت نقل کی کہ جب سیدہ ام کلثومؓ بنت علیؓ کے شوہر حضرت عمرؓ بن خطاب وفات پاگئے تو سیدہ ام کلثومؓ نے عون بن جعفر سے نکاح کر لیا۔ بعد ازاں حضرت عون بھی فوت ہوگئے۔ حضرت عون کے ہاں سیدہ کے بطن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

باب ۳۶

سیدہ ام کلثومؓ بنت علیؓ کا عونؓ بن جعفر بن ابی طالب کے ساتھ نکاح

(۳۵۰) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل۔ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے میرے والد اسحاق بن یسار نے حسن بن حسن کے حوالہ سے حضرت علیؓ بن ابی طالب کی یہ روایت بیان کی کہ جب سیدہ ام کلثومؓ دختر علیؓ وزوجہ عمرؓ بن خطاب بیوہ ہوگئیں تو ان کے دونوں بھائی حضرت حسنؓ اور حسینؓ ان کے پاس تشریف لائے اور ان سے کہا: "تم سیدۃ النساء (حضرت فاطمہؓ) کی وجہ سے اور ان کی صاحبزادی ہونے کے ناطے سے معروف ہو۔ اگر حضرت علیؓ کے لیے ممکن ہوا تو وہ تمہارا نکاح اپنے کسی یتیم بھتیجے کے ساتھ کروا دیں گے اور اگر تم مال و دولت کی کثرت کی خواہش مند ہو تو تم وہ حاصل کر سکتی ہو۔ بخدا! وہ دونوں بھائی وہاں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ حضرت علیؓ اپنی لاٹھی پر ٹیک لگائے ہوئے پہنچ گئے۔ بیٹھنے کے بعد آپؓ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی، بنی فاطمہؓ کی بزرگی و شرافت کا ذکر کیا اور فرمایا:" اے بنی فاطمہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت داری کے طفیل جو موروثی قدر و منزلت تمہیں حاصل ہے اسے تم جانتے ہو اور اس کی وجہ سے تم لوگ میری دیگر اولاد پر برتری و فوقیت کے حامل ہو۔" صاحبزادیوں نے جواب دیا:" آپ نے سچ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائیں اور ہماری طرف سے آپ کو جزائے خیر عطا فرمائیں۔" پھر حضرت علیؓ نے فرمایا:" اے میری پیاری بیٹی! اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنے معاملہ کا اختیار دے رکھا ہے، میں چاہتا ہوں کہ تم یہ اختیار مجھے سونپ دو۔" سیدہ ام کلثومؓ نے کہا:" بخدا! میں ایک عورت ہوں اور میری خواہشات بھی ویسی ہی ہیں جیسی کہ دیگر خواتین کی ہیں۔ جس طرح دوسری عورتیں دنیا چاہتی ہیں اسی طرح میں بھی چاہتی ہوں کہ مجھے بھی دنیا کی آسودگی میں سے کچھ حاصل

ہو اور یہ ایک فطری خواہش ہے اس لیے میں اپنے معاملہ کو خود طے کرنا چاہتی ہوں۔" حضرت علیؓ نے فرمایا: "اے میری پیاری بیٹی! بخدا یہ تیری اپنی ذاتی رائے نہیں ہے بلکہ ان دونوں کی رائے معلوم ہوتی ہے۔" پھر حضرت علیؓ اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا: "بخدا! میں تم دونوں میں سے کسی کے ساتھ بات نہیں کروں گا تم جو چاہے کرو۔" دونوں صاحبزادگان نے حضرت علیؓ کا دامن پکڑ لیا اور کہا: "ابا جان! بخدا! آپ کی جدائی ہمارے لیے ناقابل برداشت ہے۔" اور انہوں نے سیدہ ام کلثومؓ کو کہا: "اپنا اختیار والد صاحب کے سپرد کردو۔" سیدہ ام کلثومؓ نے تعمیل کی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "میں نے تمہارا نکاح عون بن جعفر کے ساتھ کردیا۔ وہ ابھی لڑکا ہے۔" پھر حضرت علیؓ گھر تشریف لائے اور چار ہزار درہم بطور حق مہر ادا کیے اور اپنے بھتیجے عون بن جعفرؓ کو سیدہ ام کلثومؓ کے پاس بھیج دیا۔ حضرت حسنؓ نے فرمایا: "بخدا میں نے جتنی محبت اس جوڑے میں دیکھی اتنی مودت کہیں اور دیکھنے میں نہیں آئی۔" زیادہ عرصہ نہ گزرا کہ حضرت عون فوت ہوگئے۔ پھر حضرت علیؓ تشریف لائے اور فرمایا: "اے میری پیاری بیٹی! اپنا معاملہ میرے سپرد کردو۔" سیدہ نے تعمیل ارشاد کی۔ حضرت علیؓ نے ان کا نکاح محمد بن جعفرؓ کے ساتھ کردیا اور چار ہزار درہم بطور حق مہر بھجوا کر رخصتی کروائی۔

(۳۵۱) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: پھر عون بن جعفر فوت ہوئے اور سیدہ ام کلثومؓ بنت علیؓ بیوہ ہوگئیں۔ حضرت علیؓ نے ان کا نکاح محمد بن جعفر بن ابی طالب کے ساتھ کردیا۔ پھر محمد بن جعفرؓ بھی وفات پائے اور ان کے ہاں سیدہ کے بطن سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔

باب ۳۷

زینبؓ بنت علیؓ کا نکاح
اور ان کی والدہ حضرت فاطمہؓ بنت رسولؐ

(۳۵۲) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی یہ روایت بیان کی کہ سیدہ زینبؓ بنت علیؓ کو اپنے شوہر عبداللہ بن جعفرؓ بن ابی طالب سے بہت محبت تھی۔ ان کے بطن سے عبداللہ بن جعفر کے ہاں ایک لڑکا علی بن عبداللہ بن جعفرؓ اور ایک لڑکی ام ابیہا پیدا ہوئے۔ عبداللہ نے ام ابیہا کا نکاح عبدالملک بن مروان سے کردیا جس نے اسے طلاق دے دی۔ اس کے بعد اس کا نکاح علی بن عبداللہ بن عباس کے ساتھ ہوا۔

(۳۵۳) یونس نے ثابت بن دینار کے حوالہ سے یحییٰ بن جعفرؓ کی یہ روایت نقل کی کہ حضرت معاویہؓ بن ابی سفیانؓ نے حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کی صاحبزادی زینبؓ کی بیٹی کے نکاح کے لیے زینبؓ کے شوہر عبداللہ بن جعفرؓ کو پیغام بھیجا اور کہا کہ میں تمہارا قرض ادا کردوں گا اور اس کے لیے پختہ وعدہ کیا۔ عبداللہ نے جواب دیا کہ ”اس معاملہ میں مجھے مشورہ مطلوب ہے اور جب تک میں اپنے امیر سے اجازت نہ لے لوں میں اپنی لڑکی کا نکاح نہیں کرسکتا۔“ حضرت معاویہؓ نے کہا: ”اجازت حاصل کرلو۔“ عبداللہ حضرت حسینؓ بن علیؓ کے پاس آیا اور کہا کہ معاویہؓ نے میری بیٹی کے لئے پیغام بھیجا ہے اور میرا قرض ادا کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ میں اس کا والد ہوں اور آپ اس کے ماموں ہیں، آپ کی کیا رائے ہے؟“ حضرت حسینؓ نے فرمایا: ”میں چاہتا ہوں کہ لڑکی کے نکاح کا معاملہ میرے سپرد کردیا جائے۔“ عبداللہ نے کہا: ”میں نے یہ معاملہ آپ کے سپرد کردیا ہے۔“ حضرت حسینؓ بن علیؓ لڑکی کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: ”تمہارے باپ نے تمہارے نکاح کا معاملہ مجھے سونپ دیا ہے تم بھی یہ معاملہ

میرے سپرد کردو۔" لڑکی نے تعمیل ارشاد کی۔ حضرت حسینؓ باہر نکلے اور دعا مانگی: "اے اللہ! اپنے علم کے مطابق اس لڑکی کے لیے بہترین رفیق حیات مقدر فرما۔" حضرت حسینؓ اپنی برادری کے ایک نوجوان سے ملے اور اسے کہا: "اپنے نکاح کا معاملہ میرے سپرد کردو۔" اس نے تعمیل کی۔ حضرت معاویہؓ نے حاکم مدینہ مروان بن حکم کی طرف لکھا کہ "میں نے عبداللہ بن جعفر سے اس کی بیٹی کا رشتہ طلب کیا تو اس نے حسینؓ کی رضامندی کی شرط عائد کی۔ تم حسینؓ کو بلا کر ان کی رضامندی حاصل کرو۔" مروان نے لوگوں کو اکٹھا کیا، وہ دف وغیرہ لے آئے۔ حضرت حسینؓ کو بھی بلایا گیا اور انہیں کہا گیا کہ "امیر المومنین نے لکھا ہے کہ انہوں نے عبداللہ بن جعفر کو پیغام بھیجا تھا اور عبداللہ نے آپ کی رضامندی کی شرط لگائی تھی اس لیے آپ رضامندی دے دیں۔" حضرت حسینؓ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا: "میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے اس لڑکی کا نکاح فلاں نوجوان سے کر دیا ہے۔"

مروان نے کہا: "اے بنی ہاشم! تم لوگوں نے انکار کیا اور بدعہدی کی۔" حضرت حسینؓ نے کہا: "میں تمہیں اللہ کی قسم کھلاتا ہوں، کیا تم جانتے ہو کہ حضرت حسنؓ بن علیؓ نے حضرت عثمانؓ کی بیٹی کو نکاح کا پیغام بھیجا اور لوگ اسی طرح اکٹھے ہوئے جس طرح اب اکٹھے ہوئے ہیں۔ حضرت حسنؓ بھی تشریف لائے، پھر تم آئے اور تم نے پیغام بھیجا اور دختر عثمانؓ کا نکاح کسی دوسرے سے کر دیا؟" مروان نے کہا: "ہاں، ایسا ہوا تھا۔" حضرت حسینؓ نے فرمایا: "پھر بدعہدی کا مرتکب کون ہے، ہم یا تم؟ پھر حضرت حسینؓ نے عبداللہ بن جعفر کو اپنی وہ زمین دی جس کو "بغیبغہ" کہتے تھے اور جو انہوں نے حضرت معاویہؓ سے بیس لاکھ میں خریدی تھی اور جس نوجوان کا نکاح کرایا تھا اسے ایک دیگر قطعہ ارضی دیا جس کی قیمت بیس لاکھ تھی اور اس طرح اپنے ٹھوس مال سے چالیس لاکھ ادا کیا۔

باب ۳۸

حضرت عثمانؓ بن عفان کا نکاح

(۳۵۴) یونس نے حسن بن دینار کی وساطت سے حسن کی یہ روایت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمانؓ کے ہاں تشریف لائے جو بڑے غمگین تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: "تمہارا کیا حال ہے؟" حضرت عثمانؓ نے عرض کیا: "میں نے عمرؓ کو پیغام بھیجا تو انہوں نے رد کر دیا۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا میں تمہیں ایسے سسرال نہ بتاؤں جو تمہارے لیے عمرؓ سے بہتر ہوں، اور عمرؓ کو ایسا داماد نہ بتاؤں جو ان کے لیے تم سے بہتر ہو!" چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہؓ بنت عمرؓ کو اپنی زوجیت میں لے لیا اور عثمانؓ بن عفان کا نکاح اپنی بیٹی سے کر دیا۔

(۳۵۵) یونس نے ہشام بن شبر سے اور اس نے یحیی بن ابی کثیر کی وساطت سے مہاجر بن عکرمہ مخزومی کی روایت بیان کی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیٹیوں میں سے کسی کا نکاح کرنا چاہتے تو اس کے پاس پردہ کی جگہ میں بیٹھ جاتے اور فرماتے: "ان فلانا یرید فلانۃ۔ یعنی فلاں کا رجحان خاطر فلانہ کی طرف ہے۔"

(۳۵۶) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے ایک غیر جانبدار شخص نے یہ روایت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صاحبزادیوں کے معاملے میں بڑے غیرت مند تھے اور ان کا نکاح سوکن کی موجودگی میں نہیں کرتے تھے۔

(۳۵۷) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے عمرو بن عبید نے حسن کی یہ روایت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کی زوجہ سے فرمایا: "اے میری پیاری بیٹی! اگر کوئی عورت اپنے خاوند کی خواہش کی تعمیل نہ کرے تو اس

کے خاوند کا چہرہ غصے سے لال پیلا ہوجائے گا خواہ خاوند نے اپنی بیوی کو کیسا ہی غیر معقول حکم دیا ہو کہ وہ سیاہ پہاڑ سے سرخ پہاڑ تک جائے یا سرخ پہاڑ سے سیاہ پہاڑ کی طرف جائے۔ اس لیے تمہاری یہ خواہش اور کوشش ہونی چاہیے کہ تم اپنے حسن سلوک سے اپنے شوہر کو راضی اور خوش رکھو۔

(۳۵۸) یونس نے زکریا بن ابی زائدہ کے حوالہ سے عامر شعبی کی روایت بیان کی کہ حضرت علیؓ نے ابو جہل کی لڑکی سے نکاح کے لیے اس کے چچا حارث کو پیغام بھیجا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس عورت کی کون سی خوبی کی وجہ سے تم مجھ سے اجازت طلب کرتے ہو؟ کیا اس کے حسب و نسب کے باعث تم اس کے گرویدہ ہو؟" حضرت علیؓ نے کہا: "ایسی کوئی بات نہیں ہے لیکن آپ مجھے اجازت مرحمت فرمادیں۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "فاطمہؓ میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے، میں یہ پسند نہیں کرتا کہ اسے اذیت دی جائے۔" حضرت علیؓ نے کہا: "میں ایسا کوئی کام نہیں کروں گا جس سے اسے تکلیف پہنچے۔"

باب ۳۹

حضرت خدیجہؓ کے علاوہ رسولؐ اللہ کی دیگر ازواج مطہراتؓ

ام المومنین حضرت سودہؓ بنت زمعہ

(۳۵۹) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی یہ روایت نقل کی کہ حضرت خدیجہؓ بنت خویلد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے تین سال قبل وفات پاگئیں۔ ان کی زندگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی دیگر خاتون سے نکاح نہیں کیا۔ یہاں تک کہ وہ اور جناب ابو طالب فوت ہوگئے۔ پھر خدیجہؓ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہؓ بنت زمعہ سے نکاح کیا۔ قبل ازیں وہ سکرانؓ بن عمرو برادر سہیل بن عمرو کے نکاح میں تھیں جو ان کا چچا زاد تھا۔ یہ نکاح اس وقت ہوا جب وہ کنواری تھی۔ ان دونوں میاں بیوی نے سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ پھر وہ دونوں مکہ واپس آگئے۔ حضرت سکرانؓ کا انتقال ہوگیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہؓ کو اپنی زوجیت میں لے لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ان کے بطن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوگیا۔

(۳۶۰) یونس نے نعمان بن ثابت کی وساطت سے ہیثم کی یہ روایت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین حضرت سودہؓ بنت زمعہ سے فرمایا: "تم عدت میں بیٹھو۔" حضرت سودہؓ راستہ میں آپؐ کے درپے ہوگئیں۔ اور عرض کی: "میں آپؐ کو اللہ کی قسم دلاتی ہوں کہ آپؐ مجھے طلاق نہ دیں بلکہ میں اپنی باری آپؐ کے سپرد کرتی ہوں آپؐ اپنی ازواج میں سے جس بیوی کو میری باری دینا چاہیں دے دیں۔ میں صرف یہ چاہتی ہوں کہ قیامت کے دن میرا حشر اس حال میں ہو کہ میں آپؐ کی

ازواج میں شمار کی جاؤں۔" پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے نکاح میں رکھا۔

ام المومنین حضرت عائشہؓ بنت ابی بکرؓ

(۳۶۱) یونس نے ہشام بن عروہ کی وساطت سے ان کے باپ عروہ بن زبیر کی یہ روایت بیان کی کہ جب حضرت سودہؓ بوڑھی ہوگئیں تو انہوں نے اپنی باری کا دن حضرت عائشہ کو دے دیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دن ان کو دے رکھا تھا۔

(۳۶۲) ابن اسحاق نے کہا کہ سودہؓ بنت زمعہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ بنت ابی بکرؓ سے نکاح کیا۔ وہ اس وقت کنواری تھیں۔ ان کے علاوہ آنحضرتؐ نے کسی کنواری عورت سے نکاح نہیں کیا۔ آنحضرت کے ہاں ان کے بطن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی یہاں تک کہ آپؐ کا انتقال ہوگیا۔

(۳۶۳) یونس نے ہشام بن عروہ کے حوالہ سے اس کے باپ کی یہ روایت نقل کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہؓ کی وفات کے تین سال بعد حضرت عائشہؓ سے نکاح کیا۔ حضرت عائشہؓ کی عمر اس وقت چھ سال کی تھی اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کی رخصتی کرائی تو اس وقت ان کی عمر نو سال تھی اور جب رسول اللہ کا انتقال ہوا تو وہ اٹھارہ سال کی تھیں۔

(۳۶۴) یونس نے ہشام بن عروہ سے اور اس نے اپنے باپ کی وساطت سے حضرت عائشہ کی یہ روایت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے خواب میں دو دفعہ تمہاری شکل اس طرح دکھائی گئی کہ ایک شخص تمہاری تصویر کو حریر کے پارچے میں اٹھائے ہوئے مجھے کہتا تھا کہ یہ تمہاری بیوی ہے۔ میں پردہ اٹھا کر دیکھتا تو وہ ہو بہو تمہاری شکل تھی۔ چنانچہ میں کہہ دیتا تھا کہ اگر یہ خواب اللہ کی طرف سے ہے تو وہ خود ہی اسے پورا کر دے گا۔

(۳۶۵) یونس نے ہشام بن عروہ سے اور اس نے اپنے باپ کی وساطت سے حضرت عائشہؓ کی روایت بیان کی کہ میری والدہ میرے لیے مشقت کرتی تھی وہ چاہتی تھی کہ میں ذرا تنومند ہو جاؤں تو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیج دیا جائے۔ وہ اچھی طرح میری غور و پرداخت کرتی رہی۔ میں

کھجور کو لکڑی اور کھیرے کے ساتھ کھاتی تھی یہاں تک کہ میرے بدن میں خاصی گرانی آگئی۔

(۳۶۶) یونس نے ہشام بن عروہ سے اور اس نے اپنے باپ کے حوالہ سے حضرت عائشہؓ کی یہ روایت نقل کی کہ میں اپنی ہمسایہ انصاری ہمجولیوں کے ساتھ کھجور کے دو درختوں کے درمیان ایک جھولے میں کھیل رہی تھی۔ اتنے میں میری ماں آئی اور اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ میں نہیں جانتی تھی کہ وہ میرے ساتھ کیا کرے گی، میں نے اپنے بچاؤ کے لیے اپنا ہاتھ اپنے پیٹ پر رکھ لیا تاکہ میری ماں دیکھے کہ میرے پاس کیا ہے۔ میری ماں مجھے اپنے ساتھ لے گئی مجھے نہلایا دھلایا اور صاف ستھرا کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیج دیا۔

(۳۶۷) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے یحییٰ بن عباد نے اپنے باپ عباد بن عبداللہ بن زبیر کے حوالہ سے حضرت عائشہؓ کی روایت بیان کی۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: جب ہم ہجرت کے لیے روانہ ہوئے تو ہم ایک دشوار گزار پہاڑی سے گزرے۔ ہمارا اونٹ جو طاقتور اور سرکش تھا بھاگ نکلا۔ اس وقت میری والدہ واویلا کرنے لگی۔ بخدا! میری ماں کے یہ الفاظ "واعروساہ۔۔۔۔ ہائے میری دلہن!" مجھے نہیں بھولتے۔ اونٹ سرپٹ دوڑا۔ بخدا! میں نے ایک پکارنے والے کو سنا جو مجھے دکھائی نہ دیتا تھا اور پکار رہا تھا کہ اس اونٹ کی مہار چھوڑ دو۔ چنانچہ میں نے مہار چھوڑ دی، اونٹ کھڑا ہو کر اس طرح گھومنے لگا گویا کہ اس کے نیچے کوئی انسان بیٹھا ہے جو اسے روک رہا ہے۔

ام المومنین حضرت حفصہؓ بنت عمرؓ

(۳۶۸) احمد نے یونس کی وساطت سے محمد بن اسحاق کی یہ روایت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کے بعد حضرت حفصہؓ بنت عمرؓ سے نکاح کیا۔ قبل ازیں وہ خنیس بن حذافہ (سہمی) کی زوجیت میں تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ان کے بطن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی، یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوگیا۔

(۳۶۹) یونس نے سلیمان اعمش سے اور اس نے ابی صالح کی وساطت سے ابن عمرؓ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمرؓ میری بہن حضرت حفصہؓ کے ہاں تشریف لے گئے وہ رو رہی تھیں۔ آپ

نے پوچھا: "تم کیوں رو رہی ہو؟ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں طلاق دے دی ہے۔ آنحضرتؐ نے تمہیں ایک دفعہ طلاق دی تھی اور پھر رجوع فرمایا تھا۔ بخدا! اگر آنحضرتؐ نے دوبارہ تمہیں طلاق دی تو میں تم سے کبھی کوئی بات نہیں کروں گا۔"

ام المومنین حضرت زینبؓ بنت خزیمہؓ

(۳۷۰) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی یہ روایت نقل کی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہؓ کے بعد ام المساکین حضرت زینبؓ بنت خزیمہ ہلالیہ کے ساتھ نکاح کیا قبل ازیں وہ حصین بن حارث یا ان کے بھائی طفیل بن حارث بن مطلب بن عبد مناف کے نکاح میں تھیں۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولین زوجہ ہیں جن کا مدینہ منورہ میں انتقال ہوا۔ آنحضرتؐ کے ہاں ان کے بطن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

(۳۷۱) یونس نے زکریا بن ابی زائدہ کے حوالہ سے عامر شعبی کی روایت نقل کی۔ عامر شعبی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات نے آنحضرتؐ سے دریافت کیا کہ ہم میں سے کون سی خاتون سب سے پہلے آپؐ سے ملے گی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: "جو تم میں سے زیادہ بڑے ہاتھ والی ہوگی۔" چنانچہ آنحضرتؐ کی ازواج ایک دوسرے کے ہاتھ ناپا کرتی تھیں کہ کون لمبے ہاتھ والی ہے۔ جب حضرت زینبؓ کا انتقال ہوا تو معلوم ہوا کہ طول ید سے مراد صدقہ وخیرات تھی کیوں کہ حضرت زینبؓ جملہ امہات المومنین سے زیادہ صدقہ دیا کرتی تھیں۔

ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ

(۳۷۲) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینبؓ کے بعد حضرت ام حبیبہؓ بنت ابی سفیان سے نکاح کیا۔ قبل ازیں وہ قبیلہ بنی اسد کے عبیداللہ بن جحش بن رباب (برادر عبداللہ بن جحش) کے نکاح میں تھیں۔ عبیداللہ نے ان سے اس وقت نکاح کیا جب وہ کنواری تھیں۔ عبیداللہ کے یہاں ان کے بطن سے ایک لڑکی حبیبہ پیدا ہوئی۔ عبیداللہ سرزمین حبشہ میں فوت ہوگیا۔ وہ اسلام سے مرتد ہوکر عیسائی ہوچکا تھا۔

حضرت ام حبیبہ نے اپنے شوہر کی معیت میں حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ام حبیبہ کے بطن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

(۳۷۳) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے ابو جعفر نے یہ روایت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن امیہ ضمری کو نجاشی شاہ حبش کے پاس بھیجا۔ نجاشی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح ام حبیبہؓ کے ساتھ پڑھایا اور آنحضرتؐ کی طرف سے چار سو دینار مہر کے ادا کیے۔

ام المومنین حضرت ام سلمہؓ

(۳۷۴) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی یہ روایت نقل کی کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام حبیبہؓ کے بعد حضرت ام سلمہ ہند بنت ابی امیہ سے نکاح کیا۔ قبل ازیں وہ ابی سلمہ عبداللہ بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم کی زوجیت میں تھیں۔ ان دونوں نے سرزمین حبشہ کی طرف ایک ساتھ ہجرت کی۔ پھر دونوں مدینہ منورہ واپس آئے ابو سلمہؓ جنگ احد میں زخمی ہوگئے اور زخموں سے جانبر نہ ہوسکے اور شہادت کی موت پائی۔ ابو سلمہ نے ام سلمہؓ سے اس وقت نکاح کیا جب وہ ابھی کنواری تھیں۔ ان کے ہاں ام سلمہؓ کے بطن سے سلمہ، عمر، درہ، اور زینب پیدا ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ام سلمہؓ کے بطن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

(۳۷۵) یونس نے یونس بن عمرو سے اور اس نے اپنے باپ کی وساطت سے ابی سلمہ بن عبدالرحمان بن عوف کی یہ روایت نقل کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلمہؓ کو نصیحت فرمارہے تھے۔ آنحضرتؐ دروازے کی چوکھٹ پر تشریف فرما تھے، اپنا کپڑا بچھاکر اس پر ٹیک لگائے ہوئے تھے اور فرمارہے تھے: اگر صرف تمہارے مہر کی زیادتی کا معاملہ ہوتا تو میں تمہارا مہر زیادہ کردیتا لیکن اگر میں زیادہ بیویاں رکھنا چاہوں۔ (تو پھر مہر میں اضافہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے)

(۳۷۶) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: میرے باپ اسحاق بن یسار نے مجھ سے بیان کیا کہ سعد بن عبادہؓ کے گھر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھانے کا ایک لگن ہر روز بھیجا جاتا تھا۔ آنحضرتؐ جس مکان میں ہوتے وہاں کھانا پیش کردیا جاتا

تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی عورت کو نکاح کا پیغام دیتے تھے تو آنحضرت جو چیز اس کے لیے نامزد متعین کرنا چاہتے تھے وہ اسے بتا دیتے تھے اور پھر فرماتے تھے کہ سعد بن عبادہ کا بڑا پیالہ تمہارے پاس ہر صبح کو آیا کرے گا۔

(۳۷۷) یونس نے ابی معشر مدینی کے حوالہ سے سعید مقبری کی یہ روایت نقل کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہؓ کو نکاح کا پیغام بھجوایا۔ ام سلمہؓ نے عرض کیا: "یا رسولؐ اللہ! مجھ میں کچھ ایسی خصلتیں ہیں کہ میں اپنے آپ کو آپؐ کی زوجیت کے قابل نہیں سمجھتی، میری عمر زیادہ ہے، میں بہت غیرت مند عورت ہوں اور مجھے خوف لاحق ہے کہ میں کہیں آپؐ کے خلاف غیرت کا اظہار نہ کر بیٹھوں۔ میں اپنے حصہ کے معاملہ میں حساس ہوں، نیز میرے بچے ہیں اور میں عیالدار ہوں۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جہاں تک تمہاری عمر کا تعلق ہے تمہارے لیے لازم ہے کہ تم اس مرد سے نکاح کرو جو تم سے عمر میں بڑا ہو اور میں تم سے زیادہ عمر کا ہوں۔ تمہاری غیرت کے متعلق میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا کہ وہ تمہیں شفا عطا کرے۔ جہاں تک تمہارے حصہ کا تعلق ہے اللہ تعالی تمہیں بہترین حصہ عطا کرے۔ تم نے اپنی عیالداری کا ذکر کیا ہے تو جو شخص کوئی مال چھوڑ کر فوت ہو تو مال اس کے وارثوں کا حق ہے اگر کسی کے ذمہ قرض ہو یا وہ یتیم اولاد چھوڑ جائے تو ان کی ذمہ داری اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے۔" چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سلمہؓ سے نکاح کر لیا۔

(۳۷۸) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن ابی بکر بن حزم اور عبدالرحمان بن حارث اور ایک معتبر شخص نے عبداللہ بن شداد بن ہاد کی یہ روایت بیان کی کہ حضرت ام سلمہؓ کے بیٹے سلمہ نے اپنی بیوہ ماں کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمہ کا نکاح حضرت حمزہؓ کی بیٹی امامہ کے ساتھ کر دیا۔ نکاح کے وقت سلمہ اور امامہ دونوں کم سن تھے اور جوانی سے پہلے ہی انتقال کر گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا میں نے سلمہ کو اس بات کا بدلہ دے دیا کہ اس نے اپنی ماں کا نکاح مجھ سے کرایا تھا؟"

(۳۷۹) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: مجھ

سے عبدالملک بن ابی بکر بن عبدالرحمن بن حارث بن ہشام نے اپنے باپ کی یہ روایت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہؓ سے ماہ شوال میں نکاح کیا اور ماہ شوال ہی میں رخصتی ہوئی۔ ام سلمہؓ نے عرض کیا: "آپؐ میرے پاس سات دن تک رہیں۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر تم چاہتی ہو تو میں سات دن تک تمہارے پاس رہتا ہوں اور پھر باقی عورتوں کے پاس بھی سات سات دن رہوں گا۔ اور اگر تم تین دن پسند کرو (جو تمہارا حق ہے کیوں کہ وہ شوہر دیدہ تھیں) تو میں تین دن تمہارے پاس رہ کر پھر سب عورتوں کا دورہ کروں گا (یعنی باری باری ایک ایک دن سب کے پاس رہوں گا)"۔ اس پر حضرت ام سلمہؓ نے کہا: "نہیں، آپؐ تین دن ہی میرے ہاں قیام فرمائیں۔"

(۳۸۰) یونس نے نعمان بن ثابت کی وساطت سے ہیثم کی یہ روایت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سلمہؓ کا ولیمہ کھجوروں اور ستوؤں سے کیا۔

ام المومنین حضرت زینبؓ بنت جحش

(۳۸۱) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہؓ کے بعد زینبؓ بنت جحش سے نکاح کیا۔ حضرت زینبؓ عبداللہ بن جحش کی بہن اور بنی اسد بن خزیمہ سے تھیں۔ قبل ازیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام زیدؓ بن حارثہ کے نکاح میں تھیں۔ اللہ تعالی نے اس خاتون کا نکاح آپؐ سے کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت زینبؓ کے بطن سے کوئی اولاد نہ ہوئی یہاں تک کہ آپؐ کا انتقال ہوگیا۔ حضرت زینبؓ کی کنیت ام الحکم تھی۔

(۳۸۲) یونس نے ابی سلمہ ہمدانی (مولی شعبی) کے حوالہ سے شعبی کی یہ روایت بیان کی کہ زیدؓ بن حارثہ بیمار ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ اس وقت زیدؓ کی بیوی زینبؓ بنت جحش جو زیدؓ کے سرہانے بیٹھی ہوئی تھیں کسی کام کے لئے اٹھ کر چلی گئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا اور اپنے سر کو جھکا لیا۔ پھر فرمایا: "نقص سے پاک تو اللہ ہی کی ذات ہے جو دلوں اور آنکھوں کو پھیرنے والا ہے۔" حضرت زیدؓ نے عرض کیا: "یا رسول! میں

اس عورت کو طلاق دینا چاہتا ہوں آپؐ اس سے نکاح کرلیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایسا نہ کرو"۔ اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی:

واذ تقول للذی أنعم اللہ علیه وأنعمت علیه امسك علیك زوجك واتق اللہ وتخفی فی نفسك ما اللہ مبدیه وتخشی الناس واللہ أحق ان تخشاہ فلما قضی زید منها وطرا زوجنكها لكی لا یكون علی المومنین حرج فی أزواج ادعیائهم اذا قضوا منهن وطرا وكان أمر اللہ مفعولا ○ (الاحزاب۔ ۳۷)

(اے نبی!) یاد کرو وہ موقع جب تم اس شخص سے کہہ رہے تھے جس پر اللہ نے اور تم نے احسان کیا تھا کہ "اپنی بیوی کو نہ چھوڑ اور اللہ سے ڈر۔" اس وقت تم اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھے جسے اللہ کھولنا چاہتا تھا۔ تم لوگوں سے ڈر رہے تھے حالانکہ اللہ اس کا زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو۔ پھر جب زید اس سے اپنی حاجت پوری کر چکا تو ہم نے اس (مطلقہ خاتون) کا تم سے نکاح کر دیا تاکہ مومنوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے معاملہ میں کوئی تنگی نہ رہے جب کہ وہ ان سے اپنی حاجت پوری کر چکے ہوں، اور اللہ کا حکم تو عمل میں آنا ہی چاہیے تھا۔

ام المومنین حضرت جویریہؓ بنت حارث

(۳۸۳) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی یہ روایت نقل کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینبؓ بنت جحشؓ کے بعد حضرت جویریہؓ بنت حارث بن ابی صفوان سے نکاح کیا۔ اس سے قبل وہ اپنے عمزاد ابن ذی الشغر کی زوجیت میں تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ان کے بطن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی یہاں تک کہ آپؐ نے انتقال فرمایا۔

(۳۸۴) احمد نے یونس کے حوالہ سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے محمد بن جعفر بن زبیر نے عروہ کی وساطت سے حضرت عائشہؓ کی روایت بیان کی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی مصطلق کے قیدیوں کو تقسیم فرمایا تو حضرت جویرہؓ بنت حارث حضرت ثابتؓ بن قیس یا ان کے کسی چچا زاد کے حصہ میں آئیں انہوں نے اپنی آزادی کے لیے ثابتؓ سے مکاتبت کرلی حضرت جویریہؓ میں حلاوت وملاحت دونوں وصف تھے، جو شخص انہیں دیکھتا تھا اپنے دل میں

جگہ دیتا تھا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں تاکہ آنحضورؐ سے زرکتابت کی ادائیگی کے سلسلہ میں امداد حاصل کریں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: "بخدا! ایسا کبھی نہیں ہوا کہ میں نے انہیں دیکھا ہو اور ناپسند کیا ہو۔" اور میں نے کہا کہ ان سے اسی طرح کا اظہار ہوگا جس طرح میں نے دیکھا ہے۔

جب حضرت جویریہؓ نبیؐ کے پاس آئیں تو عرض کیا: "یا رسولؐ اللہ! میں سردار قبیلہ حارث کی بیٹی جویریہ ہوں۔ مجھ پر جو مصیبت آئی ہے وہ آپ سے مخفی نہیں ہے۔ میں نے اپنی آزادی کے لیے عہد کتابت کیا ہے آپؐ اس ضمن میں میری امداد فرمائیں۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا تمہیں اس سے بہتر چیز کی خواہش نہیں کہ میں تمہارا زرکتابت ادا کردوں اور تم سے نکاح کرلوں؟" جویریہؓ اس پر رضامند ہوگئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زرکتابت دے کر نکاح کرلیا۔ جب لوگوں کو یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جویریہؓ سے نکاح کرلیا ہے تو انہوں نے کہا کہ بنی مصطلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرال ہیں اس لیے انہوں نے سارے قیدی آزاد کردیئے۔ اس طرح بنی مصطلق کے سو خاندان دولت آزادی سے بہرہ یاب ہوئے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: "میں نے کسی عورت کو جویریہؓ سے زیادہ اپنی قوم کے لیے موجب برکت نہیں دیکھا۔

(۳۸۵) یونس نے زکریا بن ابی زائدہ کی وساطت سے عامر شعبی کی یہ روایت بیان کی کہ جویریہؓ قیدی کی حیثیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں تھیں آنحضرتؐ نے انہیں آزاد کرکے ان سے نکاح کرلیا اور بنی مصطلق کے تمام قیدیوں کی آزادی ان کا مہر قرار پائی۔

ام المومنین حضرت صفیہؓ بنت حیی

(۳۸۶) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی یہ روایت نقل کی کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جویریہؓ کے بعد حضرت صفیہؓ بنت حی سے نکاح کیا۔ قبل ازیں وہ کنانہ بن ربیع بن ابی حقیق کی زوجیت میں تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ان کے بطن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی یہاں تک کہ آنحضرتؐ کا انتقال ہوگیا۔

(۳۸۷) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا:

میرے باپ اسحاق بن یسار نے مجھے بتایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن ابی حقیق کا قلعہ فتح کیا تو حضرت بلالؓ، حضرت صفیہؓ اور ان کی ایک چچازاد بہن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے چلے۔ راستہ میں ان کا گزر یہود کے مقتولین کی لاشوں پر ہوا۔ جب حضرت صفیہؓ کی ساتھ والی عورت نے لاشوں کو دیکھا تو اس نے اپنا منہ پیٹ لیا۔ وہ چیخ اٹھی اور اپنے سر پر خاک ڈالنے لگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس شیطان عورت کو مجھ سے دور ہٹا دو۔" اس عورت کے پیچھے صفیہؓ تھیں۔ آنحضرتؐ کے حکم کی تعمیل میں آپؐ کی چادر کے ساتھ حضرت صفیہؓ پر پردہ کر دیا گیا۔ اس طرح لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہؓ کو اپنی زوجیت کے لیے منتخب فرما لیا ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یہودی عورت کا واویلا اور چیخ و پکار سنی تو حضرت بلالؓ سے فرمایا: "اے بلالؓ! جب تم ان دو عورتوں کو لے کر ان کے رشتے دار یہودیوں کی لاشوں کے پاس سے گزر رہے تھے تو رحمت کو تم سے دور کر دیا گیا۔" قبل ازیں حضرت صفیہؓ نے خواب میں دیکھا تھا کہ ایک چاند ان کی گود میں آ گیا ہے۔ اس خواب کا ذکر انہوں نے اپنے والد سے کیا، اس نے حضرت صفیہ کے منہ پر ایک ضرب رسید کی جس کا نشان پڑ گیا اور والد نے صفیہ کو کہا: "تم اپنے گروہ سے نکل کر شاہ عرب کے پاس چلی جاؤ گی۔ اس ضرب کا نشان حضرت صفیہؓ کے چہرے پر موجود تھا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں لے آئے اور اس نشان کے متعلق ان سے پوچھا تو حضرت صفیہؓ نے یہ واقعہ بیان کیا۔

(۳۸۸) یونس نے ہشام بن ابی عبداللہ سے اور اس نے شعیب بن حبحاب کے حوالہ سے انس بن مالک کی یہ روایت نقل کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہؓ کو آزاد کر دیا اور ان کی آزادی ان کا مہر قرار پائی۔

(۳۸۹) یونس نے عبداللہ بن عبیداللہ ازدی کی وساطت سے انس بن مالک کی یہ روایت بیان کی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہؓ بنت حیی سے نکاح کیا تو لوگوں کو دعوت ولیمہ پر بلایا۔ اس تقریب میں کھجور، گھی اور ستو سے تیار کیے ہوئے کھانوں اور خشک کھجور سے مہمانوں کی تواضع کی گئی۔

(۳۹۰) یونس نے سلیمان اعمش کی روایت نقل کی۔ سلیمان اعمش نے کہا: مجھے یہ خبر پہنچی کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک بیوی کا ولیمہ حیس (یعنی کھجور، گھی اور ستو سے تیار کردہ) کھانے سے کیا۔

ام المومنین حضرت میمونہؓ بنت حارث ہلالیہ

(۳۹۱) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی یہ روایت نقل کی کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہؓ کے بعد حضرت میمونہؓ بنت حارث ہلالیہ سے نکاح کیا۔ قبل ازیں وہ ابی رہم بن ابی قیس کے نکاح میں تھیں جو بنی عامر بن لوی کے قبیلہ بنی مالک بن حسل سے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ان کے بطن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی یہاں تک کہ آنحضرتؐ کا انتقال ہوگیا۔

(۳۹۲) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: ایک ثقہ راوی نے مجھ سے سعید بن مسیب کی روایت بیان کی۔ سعید نے کہا: یہ عبداللہ بن عباسؓ ہیں جن کا گمان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہؓ سے احرام کی حالت میں نکاح کیا لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ تشریف لائے پھر آپؐ احرام سے نکل آئے۔ جونہی آپؐ نے احرام کھولا تو نکاح کرلیا۔ اسی وجہ سے لوگوں کو یہ اشتباہ ہوا کہ آپؐ نے حالت احرام میں نکاح کیا۔

(۳۹۳) یونس نے جعفر بن برقان سے اور اس نے میمون بن مہران کی وساطت سے یزید بن اصم کی یہ روایت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہؓ سے اس وقت نکاح کیا جب آپؐ احرام سے نکل آئے تھے۔ آنحضرتؐ نے فضل بن عباسؓ اور ایک دیگر شخص کو حضرت میمونہؓ کے پاس بھیجا اور حضرت فضل بن عباسؓ نے حضرت میمونہؓ کا نکاح آنحضرتؐ کے ساتھ کردیا۔

(۳۹۴) یونس نے عبداللہ بن محرز کی وساطت سے یزید بن اصم کی یہ روایت نقل کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہؓ سے اس وقت نکاح کیا جب آپؐ نے احرام کھول دیا تھا۔ نکاح کی تقریب مقام سرف پر ہوئی (جو مدینہ کی راہ میں مکہ سے دس میل کے فاصلہ پر واقع ہے) یہیں ایک قبہ میں حضرت میمونہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہیں اور (عجیب اتفاق ہے کہ بالآخر) یہی جگہ (۵۱ھ میں) حضرت میمونہؓ کا مدفن قرار پائی۔

(۳۹۵) یونس نے عبداللہ بن محرز سے اور اس نے عطاء بن ابی رباح کی وساطت سے حضرت ابن عباسؓ کی یہ روایت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہؓ سے احرام کی حالت میں نکاح کیا۔

(۳۹۶) یونس نے زکریا بن ابی زائدہ کے حوالہ سے شعبی کی یہ روایت نقل کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہؓ کے ساتھ حالت احرام میں نکاح کیا۔

اسماء بنت کعب جونیہ اور عمرہ بنت یزید

(۳۹۷) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی یہ روایت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسماء بنت کعب جونیہ سے نکاح کیا تھا لیکن آپؐ نے اس کو اپنے گھر لانے سے قبل ہی طلاق دے دی۔

آنحضرتؐ نے بنی کلاب (اور پھر بنی وحید) کی ایک عورت عمرہ بنت یزید سے بھی نکاح کیا۔ یہ عورت قبل ازیں فضل بن عباس بن عبدالمطلب کی زوجیت میں تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو بھی اپنے گھر میں لانے سے قبل ہی طلاق دے دی۔

قبیلہ غفار کی ایک خاتون

(۳۹۸) یونس نے ابو یحییٰ سے اور اس نے حمیل بن زید طائی کے حوالہ سے سعد بن زید انصاری کی یہ روایت نقل کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ غفار کی ایک عورت سے نکاح کیا اور اس کو گھر میں لے آئے۔ آنحضرتؐ کے حکم کی تعمیل میں اس عورت نے اپنا کپڑا کھینچا تو آپؐ نے دیکھا اس عورت کے سینہ پر برص کے سفید داغ تھے۔ آنحضرتؐ اس سے جدا ہو گئے اور فرمایا کہ اپنے کپڑے لے کر اپنے کنبے میں چلی جاؤ۔" آنحضرتؐ نے اسے پورا مہر ادا کیا۔

(۳۹۹) یونس نے ابراہیم بن اسماعیل کی وساطت سے عثمان بن کعب قرظی کی یہ روایت بیان کی کہ تمیمہ بنت وہب کے بھائی نے اپنی بہن کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ اس عورت کے ماموں نے بھی آنحضرتؐ سے اس کا ذکر کیا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے فرمایا: "اگر میں تمہارے ساتھ نکاح کر لوں تو تم میرے پاس آجاؤ گی؟" اس عورت نے

جواب دیا: "میں آپؐ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں۔" اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "پناہ چاہنے والی کو اللہ تعالیٰ نے روک دیا ہے۔"

(۴۰۰) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حسین بن عبداللہ بن عبیداللہ بن عباس نے عکرمہؓ کے حوالہ سے حضرت ابن عباسؓ کی یہ روایت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام حبیب بن عباس کو دیکھا جو آپؐ کے سامنے ادھر ادھر دوڑ رہی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر یہ بلوغ کو پہنچی اور میں اس وقت زندہ ہوا تو میں ضرور اس سے نکاح کروں گا۔" لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بلوغ سے قبل ہی انتقال فرماگئے۔ چنانچہ اس لڑکی کے ساتھ ابو سلمہ کے بھائی اسود بن عبدالاسد نے نکاح کیا اور اسود کے ہاں اس کے بطن سے رزق بن اسود اور لبابہ بنت اسود تولد ہوئے۔ اس نے اپنی بیٹی کا نام "لبابہ" اپنی والدہ "ام فضل لبابہ" کے نام پر رکھا۔

وہ خواتین جنہوں نے اپنے آپ کو نبیؐ کے لیے ہبہ کیا

(۴۰۱) یونس نے زکریا بن ابی زائدہ کے حوالہ سے شعبی کی یہ روایت نقل کی کہ کچھ عورتوں نے اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہبہ کیا ان میں سے کسی کو آنحضرتؐ اپنے گھر میں لے آئے اور کسی کو اپنے سے الگ رکھا اور اس کے قریب نہ گئے یہاں تک کہ آپؐ کا انتقال ہوگیا۔ لیکن انھوں نے آنحضرتؐ کے بعد کسی دیگر شخص سے نکاح نہ کیا۔ ایسی خواتین میں ام شریکؓ ہیں۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے:

ترجی من تشاء منهن وتؤوی الیك من تشاء ومن ابتغیت ممن عزلت فلا جناح علیك ○ (الاحزاب۔۵۱)

تم کو اختیار دیا جاتا ہے کہ اپنی بیویوں میں سے جس کو چاہو اپنے سے الگ رکھو، جسے چاہو اپنے ساتھ رکھو اور جسے چاہو الگ رکھنے کے بعد اپنے پاس بلالو۔ اس معاملہ میں تم پر کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

(۴۰۲) احمد نے ابی سے اور اس نے جریر بن عبدالحمید کے حوالہ سے منصور بن ابی زرین کی یہ روایت اللہ تعالیٰ کے درج ذیل حکم کے بارے میں بیان کی:

ترجی من تشا منہن وتؤوی الیك من تشاء ○

تم اپنی بیویوں سے جس کو چاہو اپنے سے الگ رکھو اور جسے چاہو اپنے ساتھ رکھو۔

جن بیویوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سے الگ رکھا وہ سودہؓ، ام حبیبہؓ، اور میمونہؓ ہیں۔ آنحضرتؐ نے ان سے علیحدگی کا ارادہ فرمایا تو انہوں نے عرض کیا: "آپؐ ہمیں علیحدہ نہ کریں بلکہ ہمیں اسی حال پر رہنے دیں اور ہمارے لیے مال وغیرہ میں سے جو کچھ اپنی صوابدید کے مطابق پسند فرمائیں ہم اس پر راضی ہیں۔" راوی کا بیان ہے کہ آنحضرتؐ نے انہیں اپنے حال پر چھوڑ دیا اور جو کچھ ان کے لیے پسند فرمایا وہ انہیں عطا کیا۔ راوی نے کہا کہ جن بیویوں کو آنحضرت نے اپنے پاس رکھا وہ عائشہؓ، ام سلمہ، زینبؓ اور حفصہؓ ہیں۔ ان کے لیے مال اور باریوں کی تقسیم برابر برابر تھیں۔

(۴۰۳) یونس نے ہشام بن عروہ سے اور اس نے اپنے باپ کی وساطت سے حضرت عائشہؓ کی یہ روایت نقل کی کہ مجھے غیرت آتی تھی۔ چنانچہ میں نے ایک عورت کو جس نے اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہبہ کیا تھا یہ کہا کہ جو عورت اپنے آپ کو بغیر مہر کے ہبہ کرتی ہے وہ کسی چیز کی مستحق نہیں ہوتی۔ آنحضرتؐ نے ان میں سے بعض سے علیحدگی اختیار کرلی تھی۔ اور میں پرامید تھی۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی:

ترجی من تشاء منہن وتؤوی الیك من تشاء ومن ابتغیت ممن عزلت فلا جناح علیك ○ (الاحزاب-۵۱)

تم کو اختیار دیا جاتا ہے کہ اپنی بیویوں میں سے جس کو چاہو اپنے سے الگ رکھو، جسے چاہو اپنے ساتھ رکھو اور جسے چاہو الگ رکھنے کے بعد اپنے پاس بلا لو۔ اس معاملہ میں تم پر کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ میں اپنے موقف کی صحت سے مایوس ہوگئی اور میں نے اس واہبہ کو کہا: "بیشک میں دیکھتی ہوں کہ تمہارا رب جلدی ہی تمہاری خواہش پوری کردے گا۔"

(۴۰۴) یونس نے عنبسہ بن ازھر کے حوالہ سے سماک بن حرب سے اور اس نے عکرمہ کی وساطت سے حضرت ابن عباسؓ کی یہ روایت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں اپنے آپ کو ہبہ کرنے والی کوئی بیوی نہ تھیں۔

(۴۰۵) یونس نے ابی سلمہ ہمدانی کے حوالہ سے شعبی کی یہ روایت بیان کی کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم پر تخییر کا یہ حکم نازل ہوا:

یاآیھا النبی قل لازواجك ان کنتن تردن الحیوۃ الدنیا وزینتھا فتعالین امتعکن واسرحکن سراحا جمیلا ○ وان کنتن تردن اللہ ورسوله والدار الآخرۃ فان اللہ اعد للمحسنٰت منکن اجرا عظیما ○ (الاحزاب۔ ۲۸-۲۹)

اے نبی! اپنی بیویوں سے کہو، اگر تم دنیا اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ، میں تمہیں کچھ دے دلا کر بھلے طریقے سے رخصت کر دوں، اور اگر تم اللہ اور اس کے رسولؐ اور دار آخرت کی طالب ہو تو جان لو کہ تم میں سے جو نیکوکار ہیں اللہ نے ان کے لیے بڑا اجر مہیا کر رکھا ہے۔

(جملہ ازواج مطہرات نے جواب دیا کہ ہم اللہ اور اس کے رسولؐ اور دار آخرت کی طلبگار ہیں) چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے جذبات کی قدر کرتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا:

لا یحل لك النساء من بعد ولا ان تبدل بھن من ازواج ولو اعجبك حسنھن الا ماملکت یمینك ○ (الاحزاب۔ ۵۲)

اس کے بعد تمہارے لیے دوسری عورتیں حلال نہیں، اور نہ اس کی اجازت ہے کہ ان کی جگہ اور بیویاں لے آؤ خواہ ان کا حسن تمہیں کتنا ہی پسند ہو، البتہ لونڈیوں کی تمہیں اجازت ہے۔

وہ خواتین جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ملک یمین میں تھیں

(۴۰۶) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی یہ روایت نقل کی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دار فانی سے رحلت فرمائی تو اس وقت آنحضرتؐ کی نو ازواج مطہرات بقید حیات تھیں۔ آنحضرتؐ سے قبل حضرت خدیجہؓ بنت خویلد اور حضرت زینبؓ ام المساکین نے انتقال کیا۔ امہات المومنین میں سے ان تین خواتین نے سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ حضرت ام سلمہؓ اور حضرت ام حبیبہ اور فلانہ (۱) آنحضرتؐ کے ہاں صرف حضرت خدیجہؓ کے بطن سے اولاد ہوئی۔ ان کے

---

(۱)۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب نے "فلانہ" پر یہ فٹ نوٹ دیا ہے کہ شاید یہ تیسری خاتون حفصہؓ بنت عمرؓ ہیں کیونکہ ان کے پہلے شوہر حضرت خنیسؓ مہاجرین حبشہ میں سے تھے، لیکن ڈاکٹر صاحب کا یہ خیال مبنی بر حقیقت معلوم نہیں ہوتا۔ تیسری خاتون جنہوں نے سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کی اور جنہیں بعد میں ام المومنین بننے کا شرف حاصل ہوا وہ حضرت سودہؓ بنت زمعہ ہیں جنہوں نے اپنے پہلے شوہر حضرت سکرانؓ بن عمرو کے ہمراہ ہجرت کی تھی۔ مترجم

علاوہ آنحضرتؐ کے ملک یمین میں ریحانہ بنت عمرو بن خذافہ اور حضرت ماریہ قبطیہ ام ابراہیمؓ تھیں۔ آنحضرت کے ہاں ریحانہ کے بطن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی اور حضرت ماریہ کے ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صلب سے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں صرف حضرت خدیجہؓ اور حضرت ماریہؓ سے اولاد ہوئی۔

(۴۰۷) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے محمد بن طلحہ بن یزید بن رکانہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ابراہیم ابھی اٹھارہ ماہ کے تھے کہ فوت ہوگئے۔ آنحضرتؐ نے ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔

(۴۰۸) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن ابی بکر نے عمرہ کے حوالہ سے حضرت عائشہؓ کی اسی طرح کی روایت بیان کی۔

(۴۰۹) یونس نے ابراہیم بن عثمان کی وساطت سے حکم سے اور اس نے مقسم کے حوالہ سے حضرت ابن عباسؓ کی یہ روایت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں حضرت ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے ابراہیم پیدا ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس کے لیے جنت میں ایک دودھ پلانے والی ہے اگر وہ زندہ رہتا تو وہ ایک راست باز انسان اور نبی ہوتا اور سب قبطیوں کو آزاد کراتا۔"

(۴۱۰) یونس نے محمد بن عبدالرحمان بن ابی لیلی کی وساطت سے عطا سے اور اس نے جابر کے حوالہ سے حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف کی یہ روایت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے اس قطعہ نخلستان کی طرف لے گئے جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ابراہیم اپنی دائی پلائی کے ہاں رہتے تھے۔ آنحضرتؐ نے اسے پکڑ کر گود میں اٹھالیا۔ آنحضرتؐ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور آپؐ نے فرمایا: "اے میرے پیارے بیٹے! میں حکم الٰہی کے مقابلہ میں تیرے کسی کام نہیں آسکتا۔" راوی کا بیان ہے میں نے آنحضرتؐ سے پوچھا: "یا رسولؐ اللہ! کیا آپؐ نے رونے سے منع نہیں فرمایا؟" آنحضرتؐ نے فرمایا: "میں نے دو قسم کی آوازوں سے منع کیا ہے جو احمقوں اور فاجروں کے معمولات میں سے ہیں۔ یعنی حصول نعمت کے موقع پر لہو ولعب کے آوازے کسنا اور مزامیر کا استعمال، یہ شیطانی کام ہے، اور اسی طرح مصیبت کے وقت چہرے نوچنا، گریبان پھاڑنا، سینہ کوبی اور بین کرنا بھی شیطانی فعل ہے۔ لیکن آنکھوں سے آنسوؤں کا بہنا تو مامتا کا تقاضا ہے۔ اور جو دوسروں پر رحم نہیں کرتا اس

پر رحم نہیں کیا جاتا۔ اے ابراہیم! موت تو امر حق اور سچا وعدہ ہے اور یہ ایک ایسی گزرگاہ ہے جو سب کو در پیش ہے اور جس سے بچنا محال ہے یہاں تک کہ پیچھے آنے والے پہلے جانے والوں کے ساتھ جا ملیں گے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو تمہاری وجہ سے ہمارا غم واندوہ اس سے بھی زیادہ ہوتا۔ ہمارا یہ حال ہے کہ ہم تمہاری وجہ سے غمزدہ ہیں۔ آنکھیں رو رہی ہیں اور دل غمناک ہے مگر ہم زبان پر کوئی ایسا کلمہ نہ لائیں گے جو ہمارے پروردگار کو ناپسند ہو۔"

(۴۱۱) یونس نے مبارک بن فضالہ کے حوالہ سے حسن کی روایت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "گزشتہ شب میرے ہاں ایک لڑکا تولد ہوا میں نے اس کا نام اپنے جد اعلیٰ کے نام پر ابراہیم رکھا۔

(۴۱۲) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے ابراہیم بن محمد بن علی بن ابی طالب نے اپنے باپ کے حوالہ سے اپنے دادا علیؓ بن ابی طالب کی روایت بیان کی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا اور ام ابراہیم حضرت ماریہؓ کو اپنے ایک عم زاد کے متعلق جوان کے پاس آیا کرتا تھا یہ گراں گزرتا تھا کہ ایک قبطی ان کی گھات میں لگا رہے اور لوگوں کی نظریں بچا کر ان کے پاس آئے۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے حضرت علیؓ کو فرمایا: "یہ تلوار لے کر جاؤ اور اگر وہ وہاں موجود ہو تو اسے قتل کر دو۔" حضرت علیؓ کا بیان ہے: میں نے کہا: "یا رسولؐ اللہ! میں آپؐ کے معاملہ میں ایک محفوظ کلہاڑی ہوں اور میرے لیے کوئی امر مانع ہے کہ میں جاؤں اور آپؐ کے حکم کی تعمیل کروں۔ لیکن یہ فرمائیں کہ کیا حاضر و موجود وہ دیکھتا ہے جو غائب نہیں دیکھ سکتا ہے؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یقیناً حاضر وہ دیکھتا ہے جو غائب نہیں دیکھتا۔" چنانچہ میں نے تلوار اپنی گردن میں حمائل کی اور چلا گیا۔ میں نے اس قبطی کو وہاں موجود پایا۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو میں نے اپنی تلوار سونتی اور اسے معلوم ہو گیا کہ میں اسے قتل کرنا چاہتا ہوں۔ وہ تیزی سے دوڑ کر ایک کھجور کے درخت پر چڑھ گیا۔ جب وہ کھجور کی نصف بلندی پر گیا اور میں اس کے قریب ہو گیا تو اس نے اپنے آپ کو پیٹھ کے بل نیچے گرا دیا اور پھر اپنے دونوں پاؤں ہلائے۔ میں نے اس کے ستر کو ٹٹولا تو اس میں مردوں والی چھوٹی بڑی کوئی چیز ہی نہیں تھی۔ چنانچہ میں نے اپنی تلوار کو میان میں کر لیا۔ پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ سارا ماجرا آپؐ کو سنایا آنحضرتؐ

نے فرمایا: "تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جو ہم اہل بیت کی مدافعت کرتا ہے۔"

اولاد نرینہ کے عوض کوثر کا عطیہ

(۴۱۳) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے یزید بن رومان نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کہیں ذکر کیا جاتا تو عاصی بن وائل سہمی کہتا تھا: "اس شخص کو چھوڑو، وہ تو ایک ابتر آدمی ہے، اولاد نرینہ سے محروم ہے۔ مرجائے گا تو اس کا تذکرہ ختم ہوجائے گا اور تمہیں اطمینان وسکون حاصل ہوجائے گا۔"

اس پر اللہ تعالی نے سورۃ الکوثر نازل فرمائی

انا أعطينك الكوثر ○ فصل لربك وانحر ○ ان شانئك هو الابتر ○

(اے نبیؐ!) ہم نے تمہیں کوثر عطا کردیا۔ پس تم اپنے رب ہی کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔ تمہارا دشمن ہی جڑ کٹا ہے۔

"الکوثر" دنیا ومافیہا سے بہتر ہے اور بے انتہا خیروبرکت اور بے شمار نعمتوں کو محیط ہے ان شانئك هو الابتر ..... یعنی تمہارا دشمن عاصی بن وائل ہی ابتر ہے۔

(۴۱۴) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے جعفر بن عمرو بن امیہ ضمری نے عبداللہ بن مسلم زہری کی روایت بیان کی۔ عبداللہ بن مسلم نے کہا: میں نے انس بن مالک کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے "کوثر" کے متعلق دریافت کیا گیا کہ یہ عطیہ جو آپؐ کو دیا گیا ہے اس کی حقیقت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: "کوثر جنت میں ایک نہر ہے جس طرح (یمن کے) صنعاء سے سرزمین شام کے ایلہ تک نہر ہے۔ اس پر اتنے کوزے رکھے ہوں گے جتنے آسمان میں تارے ہیں۔ اس نہر کے کنارے پرندے ہوں گے جن کی گردنیں بختی اونٹوں کی گردنوں کی طرح لمبی ہوں گی۔ حضرت عمر بن خطاب نے عرض کیا: "یا رسول اللہ! بخدا! یہ پرندے تو بہت فربہ اور خوشحال ہوں گے۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ان کے کھانے والے ان سے بھی زیادہ فربہ اور توانا ہوں گے۔"

(۴۱۵) یونس نے عیسی بن عبداللہ تمیمی سے اور اس نے عبداللہ بن ابی نجیح کے حوالہ سے

اللہ تعالیٰ کے فرمان ۔۔۔۔ "انا اعطینك الکوثر" کے متعلق انس بن مالک کی روایت بیان کی۔ راوی نے کہا: کوثر جنت میں ایک نہر ہے۔ ابن ابی نجیح نے بیان کیا کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: یہ جنت میں ایک نہر ہے جس کے بہنے کی آواز (خرخراہٹ) کو ہر شخص سن سکے گا خواہ اس نے اپنے دونوں کانوں میں انگلیاں ٹھونسی ہوں گی۔

(۴۱۶) یونس نے یزید بن زیاد بن ابی جعد سے اور اس نے عاصم جدری کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی روایت بیان کی۔ راوی نے کہا کہ فرمان الٰہی ۔۔۔ فصل لربک وانحر ۔۔۔ میں "نحر" سے مراد نماز میں بائیں ہاتھ پر دایاں ہاتھ رکھ کر اسے سینے پر باندھنا ہے۔ (اس طرح آیت کا مطلب یہ ہے کہ تم اپنے رب ہی کے لیے نماز پڑھو اور نماز میں بائیں پر دایاں ہاتھ رکھ کر اسے سینے سے باندھو۔)

(۴۱۷) یونس نے قطر بن خلیفہ کی روایت نقل کی۔ قطر نے کہا کہ میں نے عطا سے "کوثر" کے متعلق سوال کیا تو اس نے جواب دیا: "یہ جنت میں ایک نہر ہے۔" نیز میں نے آیت "فصل لربك وانحر" کے متعلق پوچھا تو عطا نے جواب دیا: "اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ہم قربانی کے دن فجر کی نماز پڑھیں اور اس کے بعد قربانی کریں۔"

باب ۴۰

مذاق اڑانے والوں کا المناک انجام

(۴۱۸) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی یہ روایت نقل کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قوم کی طرف سے فتنہ پردازی، ایذا رسانی اور استہزا کے باوجود ثواب حاصل کرنے اور اپنی قوم کی خیر خواہی کے جذبہ کے تحت اللہ تعالی کے حکم کی تبلیغ کے لیے کمر ہمت باندھ لی۔ راوی نے کہا: مجھ سے یزید بن رومان نے عروہ وغیرہ علماء کے حوالہ سے یہ روایت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے زیادہ مذاق اڑانے والے یہ پانچ اشخاص تھے:

اسود بن عبد یغوث بن وہب، اسود بن مطلب بن اسد، ولید بن مغیرہ، عاصی بن وائل اور حارث بن طلاطلہ خزاعی۔

یہ آپؐ کا مذاق اڑاتے تھے اور آپؐ پر طعن و تشنیع کرتے تھے۔ جبریل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور آنحضرتؐ کے ساتھ کعبہ کے دروازے کے قریب کھڑے ہوگئے۔ یہ مذاق اڑانے والے اس وقت کعبہ کا طواف کر رہے تھے۔ اسود بن عبد یغوث آپؐ کے پاس سے گزرا، جبریلؑ نے اس کے پیٹ کی طرف اشارہ کیا اس کا پیٹ سوج گیا اور وہ مرگیا۔

اسود بن مطلب آپؐ کے پاس سے گزرا، جبریلؑ نے اس کے چہرہ پر ایک سبز پتہ پھینکا اور اس کی بینائی جاتی رہی۔

ولید بن مغیرہ آپؐ کے پاس سے گزرا، جبریلؑ نے اس کے پاؤں کے ٹخنے کے ایک زخم کی طرف اشارہ کیا، یہ زخم کچھ عرصہ قبل اسے لگا تھا، جبریلؑ کے اشارے سے یہ زخم دوبارہ خراب ہوگیا اور اسی سے اس کی موت واقع ہوئی۔

عاصی بن وائل آپؐ کے پاس سے گزرا، جبریلؑ نے اس کے پاؤں کے تلوے کے درمیانی حصہ

کی طرف اشارہ کیا وہ ایک گدھے پر سوار ہو کر طائف گیا۔ گدھا ایک زہریلے خاردار پودے پر بیٹھ گیا۔ عاصی کے پاؤں کے تلوے کے وسطی حصہ میں ایک کانٹا چبھ گیا جو اس کی موت کا سبب بن گیا۔

پھر حارث بن طلاطلہ آپؐ کے پاس سے گزرا، جبریلؑ نے اس کے سر کی طرف اشارہ کیا وہ متورم ہو گیا اور پیپ سے بھر گیا اور یہی عارضہ اس کی موت کا سبب بن گیا۔ ان مذاق اڑانے والوں کے متعلق اللہ عزوجل نے فرمایا:

انا کفینك المستهزین○ (الحجر:۹۵)

تمہاری طرف سے ہم ان مذاق اڑانے والوں کی خبر لینے کے لیے کافی ہیں۔

(۴۱۹) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے زبیر نے عکاشہ بن عبداللہ بن ابی احمد کی یہ روایت بیان کی کہ جب ہشام بن ولید کے بھائی ولید بن ولید نے اسلام قبول کیا تو بنی مخزوم کے کچھ آدمی ہشام بن ولید کے پاس گئے۔ انہوں نے یہ فیصلہ کر رکھا تھا کہ ان میں سے جن نوجوانوں ...... سلمہ بن ہشام اور عیاش بن ابی ربیعہ ...... نے اسلام قبول کیا ہے انہیں پکڑ لیا جائے۔ لیکن وہ ہشام بن ولید کے شر سے خائف تھے اس لیے انہوں نے اسے کہا کہ ان نوجوانوں نے جو نیا دین ایجاد کر لیا ہے اس کی پاداش میں ہم انہیں سزا دینا چاہتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ ان کے علاوہ دوسروں کو یہ دین قبول کرنے کی جرات نہیں ہو گی اور ہم محفوظ ہو جائیں گے ہشام نے کہا: ”جس نے یہ کام کیا اس کی ذمہ داری تم پر ہو گی۔ پس اگر تم اسے سزا دو گے تو میں اس کے نتائج سے تمہیں متنبہ کرتا ہوں۔ پھر اس نے یہ شعر کہا:

الا لا يقتلن اخى غبيلش

فيبغى بيننا ابدا تلاح

خبردار! کوئی دھوکا باز ظالم میرے بھائی کو قتل نہ کرے۔ اگر کسی نے ایسا کیا تو ہمارے درمیان ہمیشہ لڑائی جھگڑا برپا رہے گا۔

اس سے تعرض کرنے سے بچو۔ میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ اگر تم نے اسے قتل کیا تو میں تم میں سے ایسے آدمی کو قتل کروں گا جو سب سے زیادہ بزرگی کا حامل ہو گا۔“ انہوں نے کہا: ”اے اللہ! اس پر لعنت بھیج۔ اس خبیث کے خلاف کون جرات کر سکتا ہے؟ بخدا اگر اسے ہماری وجہ سے مصیبت پہنچی تو

یہ ہمارے بزرگ ترین آدمی کا قتل کردے گا۔" انہوں نے اسے چھوڑ دیا اور اپنے منصوبہ سے باز آگئے۔ ہشام ان لوگوں میں سے ہوگیا جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے شر کو دفع کیا۔

(۴۲۰) یونس نے ابی معشر کے حوالہ سے محمد بن کعب کی یہ روایت بیان کی کہ قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کی اور کہا: "اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپؐ ہمیں بتاتے ہیں کہ موسیٰ کے پاس ایک عصا تھا جسے انہوں نے چٹان پر مارا تو اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔ آپؐ ہمیں یہ بھی بتاتے ہیں کہ عیسیٰؑ مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ آپؐ ہمیں یہ خبر بھی دیتے ہیں کہ قوم ثمود کے لیے ایک اونٹنی تھی۔ اس قسم کی کوئی نشانی آپ بھی پیش کریں تاکہ ہم آپ کی تصدیق کریں۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم لوگ مجھ سے کس چیز کا مطالبہ کرتے ہو؟" انہوں نے کہا: "ہمارے لیے صفا پہاڑ کو سونے کا بنا دیا جائے۔" آنحضرت نے فرمایا: "اگر میں ایسا کردوں تو کیا تم میری تصدیق کروگے؟" انہوں نے کہا: "ہاں، اگر آپؐ نے ایسا کردیا تو ہم سب آپؐ کا اتباع کریں گے۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے حضور دعا کرنے لگے حضرت جبریلؑ آپؐ کے پاس تشریف لائے اور آپؐ سے کہا: "آپؐ کیا چاہتے ہیں؟ اگر آپؐ چاہیں تو میں صفا کے پتھروں کو سونے میں تبدیل کردوں لیکن جب کوئی فرمائشی معجزہ پیش کیا جائے اور لوگ اس کی تصدیق نہ کریں تو ایسی صورت میں وہ عذاب میں گرفتار ہوجاتے ہیں۔ اس لیے اگر آپؐ چاہیں تو ان میں سے توبہ کرنے والے تائب ہوجائیں۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں ان کو چھوڑے دیتا ہوں تاکہ ان میں سے جو کوئی توبہ کرنا چاہے وہ تائب ہوجائے۔" اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

وأقسموا باللہ جھد أیمانھم لئن جائتھم آیۃ لیومنن بھا ...... الی قولہ وما کانوا لیومنوا الا ان یشآء اللہ۔ (الانعام ۔۱۰۹-۱۱۱)

یہ لوگ کڑی کڑی قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ اگر کوئی نشانی ہمارے سامنے آجائے تو ہم اس پر ایمان لے آئیں گے۔ اے نبیؐ! ان سے کہو کہ "نشانیاں تو اللہ کے پاس ہیں۔" اور تمہیں کیسے سمجھایا جائے کہ اگر نشانیاں آبھی جائیں تو یہ ایمان لانے والے نہیں۔ ہم اسی طرح ان کے دلوں اور نگاہوں کو پھیر رہے ہیں جس طرح یہ پہلی مرتبہ اس پر ایمان نہیں لائے تھے۔ ہم انہیں ان کی سرکشی ہی میں بھٹکنے کے لیے چھوڑ دیتے ہیں اگر ہم فرشتے بھی ان پر نازل کردیتے اور مردے ان سے باتیں کرتے اور دنیا بھر کی

چیزوں کو ہم ان کی آنکھوں کے سامنے جمع کر دیتے تب بھی یہ ایمان لانے والے نہ تھے الا یہ کہ مشیت الٰہی یہی ہو کہ وہ ایمان لائیں۔

(۴۲۱) یونس نے عیسیٰ بن عبداللہ تمیمی کے حوالہ سے ربیع بن انس بکری کی یہ روایت بیان کی۔ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں لاتے جس طرح حضرت صالحؑ اور دیگر انبیاء علیہم السلام نشانیاں لے کر آئے تھے؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر تم چاہو تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تمہارے لیے نشانیاں نازل کرے۔ لیکن اس کے بعد اگر تم نے نافرمانی کی روش اختیار کی تو تم ہلاک ہو جاؤ گے کیوں کہ تم پر عذاب نازل کیا جائے گا۔ لوگوں نے کہا: "ہم نشانی نہیں چاہتے۔"

(۴۲۲) یونس نے ابی معشر مدینی کی وساطت سے محمد بن کعب قرظی کی یہ روایت بیان کی کہ قریش مکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم کلام ہوئے اور انہوں نے کہا: "اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہم ایک تنگ وادی میں ہیں، جہاں پانی کی قلت ہے۔ اپنے قرآن کے زور سے ان پہاڑوں کو چلا کر پیچھے ہٹا دو (تاکہ وادی کشادہ ہو جائے)، اور ہمارے لئے زمین سے ایک چشمہ نکالو تاکہ ہم اس سے سیراب ہوں اور ہمارے آباء واجداد کو قبروں سے نکال لاؤ تاکہ ہم ان سے ہم کلام ہوں اور دریافت کریں کہ ان کا کیا حال ہے۔" اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

ولو ان قرآنا سیرت به الجبال او قطعت به الارض او کلم به الموتی ○ الرعد۔۳۱)

اور کیا ہو جاتا اگر کوئی ایسا قرآن اتار دیا جاتا جس کے زور سے پہاڑ چلنے لگتے، یا زمین شق ہو جاتی، یا مردے قبروں سے نکل کر بولنے لگتے؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبی! اگر قرآن کے زور سے اس قسم کی نشانیاں دکھا دینے میں مصلحت ہوتی تو میں تمہارے اس قرآن کے ذریعہ سے ایسا ضرور کر دیتا۔

(۴۲۳) یونس نے ہشام بن عروہ کی یہ روایت بیان کی کہ قرآن کے جملہ مضامین جن میں امم سابقہ اور قرون ماضیہ کا ذکر ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ثابت قدمی کی تلقین کی گئی ہے وہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئے اور فرائض وسنن (یعنی شریعت وقانون) کے متعلق احکام مدینہ منورہ میں نازل ہوئے۔

(۴۲۴) یونس نے مبارک بن فضالہ کے حوالہ سے حسن کی یہ روایت نقل کی کہ عبداللہ کوفہ پہنچا تو وہاں اس نے "زط" لوگوں کو دیکھا اور ان سے خوفزدہ ہوا۔ اس نے دریافت کیا: "یہ کون لوگ ہیں؟" جواب دیا گیا: یہ "زط" ہیں۔ عبداللہ نے کہا: "یہ لوگ جنوں سے مشابہ ہیں جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن سنایا تھا۔"

(۴۲۵) یونس نے اعمش کی روایت نقل کی۔ اعمش نے کہا: مجھے یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن جنوں سے خطاب کیا ان کی تعداد نو تھی۔

رکانہ بن عبد یزید کا واقعہ

(۴۲۶) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے میرے والد اسحاق بن یسار نے یہ روایت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکانہ بن عبد یزید سے فرمایا: "اسلام قبول کرو۔" رکانہ نے کہا: "اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ تمہاری باتیں سچی ہیں تو میں ضرور اسلام قبول کر لوں۔" رکانہ جسمانی طاقت کے اعتبار سے قوی ترین لوگوں میں تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: "تمہاری اس بارے میں کیا رائے ہے کہ اگر میں تمہیں کشتی میں پچھاڑ دوں تو تمہیں یہ حقیقت معلوم ہو جائے گی کہ میں جو کچھ کہتا ہوں وہ سچ ہے۔" رکانہ نے کہا: "ہاں"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ نے رکانہ کو پچھاڑ دیا۔ اس نے کہا: "اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) دوبارہ کشتی لڑو۔" آنحضرت نے اس سے دوبارہ پنجہ آزمائی کی اور اسے پچھاڑ دیا۔ رکانہ یہ کہتے ہوئے چلا گیا: "یہ شخص تو جادوگر ہے میں نے کبھی اس جیسا جادو نہیں دیکھا۔ بخدا! میری طاقت سلب ہو گئی۔ یہاں تک کہ اس نے پہلو کے بل مجھے زمین پر گرا دیا۔"

باب ۴۱

علامات نبوت

(۴۲۷) یونس نے اعمش کے حوالہ سے منہال بن عمرو سے اور اس نے یعلی ابن مرہ کی وساطت سے اس کے باپ کی روایت نقل کی۔ مرہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک سفر کیا اور عجیب وغریب چیز کا مشاہدہ کیا۔ ہم ایک منزل پر اترے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " ان درختوں کی طرف جاؤ اور انہیں کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں فرمایا ہے کہ تم دونوں مل جاؤ۔ " میں ان درختوں کے پاس گیا اور انہیں آنحضرت کا یہ پیغام دیا۔ ان میں سے ہر ایک درخت اپنی جڑ سے اکھڑ کر دوسرے کی طرف چلنے لگا اور وہ دونوں آپس میں مل گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آڑ میں رفع حاجت کی اور پھر مجھے فرمایا کہ " انہیں جا کر کہو کہ وہ اپنی اپنی جگہ پر واپس چلے جائیں۔ " میں گیا اور ان دونوں کو یہ پیغام دیا ان دونوں میں سے ہر ایک چل کر اپنی اپنی جگہ پر واپس آ گیا۔

آنحضرتؐ کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اور اس نے کہا: " میرا یہ بیٹا سات سال سے کسی بلا کا شکار ہے اور ہر روز دو دفعہ اس بلا کا دورہ ہوتا ہے۔ " رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " اسے میرے قریب لاؤ۔ " عورت اس لڑکے کو آنحضرتؐ کے قریب لے گئی۔ آپؐ نے اس لڑکے کے منہ میں یہ بات کہی: " اے دشمن خدا! نکل جاؤ، میں خدا کا رسول ہوں۔ " پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے فرمایا: " جب ہم واپس آئیں تو ہمیں اس بچے کا حال بتانا۔ " جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے لوٹے تو اس عورت نے آنحضرتؐ کا استقبال کیا اور وہ دو موٹے اور فربہ نر مینڈھے بطور ہدیہ ساتھ لائی۔ راوی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: " یہ ایک مینڈھا لے لو۔ " راوی نے ایک مینڈھا لے لیا۔ اس عورت نے کہا: " میرے والد آپؐ کو سلام عرض کرتے ہیں۔ جب

سے آپؐ تشریف لے گئے تھے بچے کے پاس وہ بلا نہیں آئی۔"

پھر آنحضرتؐ کے پاس ایک اونٹ آیا اور آپؐ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ آنحضرتؐ نے دیکھا کہ اس اونٹ کی آنکھوں میں آنسو امڈ آئے ہیں۔ آنحضرتؐ نے صحابہؓ کو بلا بھیجا اور فرمایا: "تمہارے اس اونٹ کو کیا ہو گیا ہے، یہ تمہاری شکایت کرتا ہے۔" صحابہؓ نے کہا: "ہم اس سے کام لیتے تھے یہ بوڑھا ہو چکا ہے اور کام کے قابل نہیں رہا اس لیے ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ کل اسے ذبح کر دیا جائے۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس کو ذبح نہ کرو بلکہ اسے اونٹوں کے اس گلے میں بھیج دو جس میں وہ پہلے چرا کرتا تھا۔"

(۴۲۸) یونس نے اعمش سے اور اس نے شمر بن عطیہ کے حوالہ سے بعض اساتذہ کی یہ روایت بیان کی کہ ایک عورت اپنے ایک گونگے بچے کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی: "یا رسولؐ اللہ! میرا یہ بچہ جب سے پیدا ہوا ہے بولتا نہیں ہے۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اسے میرے قریب لاؤ۔" وہ عورت اسے آنحضرتؐ کے قریب لے گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچے سے سوال کیا: "بتاؤ، میں کون ہوں؟" بچہ پکار اٹھا: "آپ اللہ کے رسول ہیں۔"

(۴۲۹) یونس نے اسماعیل بن عبدالملک سے اور اس نے ابی زبیر کی وساطت سے جابر کی روایت نقل کی۔ جابرؓ نے کہا: میں ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ آپؐ قضائے حاجت کے لیے دور نکل جاتے تھے جہاں آپؐ کو کوئی دیکھ نہ سکے۔ ہم ایک وسیع وفراخ صحرا میں اترے جس میں دور دور تک کوئی درخت یا اوٹ یا آڑ نہیں تھی۔ آنحضرتؐ نے مجھے فرمایا: "اے جابر! یہ برتن لے لو اور چلو۔" میں نے برتن پانی سے بھر لیا اور ہم دور نکل گئے، وہاں دو درخت ایک دوسرے سے کچھ فاصلہ پر تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: "اے جابر! جاؤ اور اس درخت کو کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم اس دوسرے درخت کے ساتھ جا کر مل جاؤ تاکہ میں تم دونوں کی اوٹ میں بیٹھ سکوں۔ چنانچہ وہ درخت چل کر دوسرے درخت کے ساتھ مل گیا۔ آنحضرتؐ نے ان کی اوٹ میں بیٹھ کر فراغت حاصل کی۔ پھر ہم واپس آئے اور اپنی سواریوں پر سوار ہو کر چل دیئے، اور ہم ایسا محسوس کر رہے تھے کہ پرندوں کے غول

نے ہمارے سروں پر سایہ کیا ہوا ہے۔

ہم ایک عورت کے پاس سے گزرے جو ایک لڑکے کو اٹھاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئی اور عرض کی: "یا رسول اللہ! میرے اس بیٹے پر شیطان ہر روز تین بار دورہ کرتا ہے اور اسے چھوڑتا نہیں۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہر گئے اور اس لڑکے کو اٹھاکر کجاوہ کے سامنے رکھا اور تین دفعہ فرمایا: "اے دشمن خدا! نکل جا، میں خدا کا رسول ہوں۔" آنحضرتؐ نے پھر اس لڑکے کو اس عورت کے حوالے کر دیا۔ جب ہم واپس آئے تو وہ عورت دو دنبے لے کر اور بچے کو اٹھاکر پھر حاضر ہوئی اور عرض کی: "یا رسول اللہ! میرا ہدیہ قبول فرمائیے، اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے وہ بلا پھر اس بچے کے پاس نہیں آئی۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایک دنبہ لے لو اور دوسرا ان کے پاس رہنے دو۔"

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں روانہ ہوئے، ایک اونٹ بلبلاتا ہوا آیا اور انجیر کے دو درختوں کے درمیان آنحضرتؐ کے سامنے سجدہ ریز ہوگیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس اونٹ کا مالک کون ہے؟" انصاری نوجوانوں نے کہا: "یا رسول اللہ! یہ ہمارا ہے۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: "اس کا کیا حال ہے؟" انہوں نے کہا: "ہم بیس سال تک اس سے پانی کھینچنے کا کام لیتے رہے ہیں۔ جب یہ عمر رسیدہ ہوگیا اور اس پر چربی آگئی تو ہم نے اسے ذبح کرنے کا ارادہ کیا ہے تاکہ ہم اسے لڑکوں بالوں میں تقسیم کر دیں۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ میرے پاس فروخت کر دو۔" انہوں نے کہا: "یا رسول اللہ! یہ آپؐ ہی کا ہے۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس کی خاطر و مدارات کرو یہاں تک کہ اس کی اجل آجائے۔" انہوں نے کہا: "یا رسول اللہ! ہم چوپایوں کی نسبت اس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ آپؐ کو سجدہ کریں۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کسی بشر کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ دوسرے بشر کو سجدہ کرے۔ اگر اس کا جواز ہوتا تو عورتیں اپنے مردوں کو سجدہ کرتیں۔"

(۴۳۰) یونس نے مبارک بن فضالہ کی وساطت سے حسن کی یہ روایت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کی کسی گھاٹی میں تھے۔ آپؐ کی قوم نے آپؐ کو جھٹلایا تھا اور آپؐ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق قوم کی اس بد سلوکی سے سخت غمگین تھے۔ آنحضرتؐ نے دعا کی: "اے میرے پروردگار!

مجھے کوئی ایسی نشانی دکھلا جس سے میرے دل کو سکون و اطمینان حاصل ہو اور میرا یہ غم غلط ہو جائے۔" اللہ عزوجل نے آپؐ کی طرف وحی بھیجی کہ اس درخت کی جس ٹہنی کو تم بلانا چاہو، بلاؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ٹہنی کو بلایا، وہ اپنی جگہ سے اکھڑ کر زمین کے ساتھ مل گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آ گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا کہ اپنی جگہ پر واپس چلی جاؤ۔ چنانچہ وہ شاخ زمین کے ساتھ ساتھ جا کر اپنی سابقہ حالت پر قائم ہو گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ عزوجل کی حمد بیان کی اور آپ کا جی خوش ہو گیا۔

مشرکین نے آنحضرتؐ کو کہا تھا: "اے محمدؐ! کیا تم اپنے آباء واجداد کو گمراہ قرار دیتے ہو؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قل افغیر اللہ تامرونی اعبد ایھا الجاھلون ○ ولقد اوحی الیک والی الذین من قبلک لئن اشرکت لیحبطن عملک ولتکونن من الخسرین ○ بل اللہ فاعبد وکن من الشکرین ○ (الزمر۔ ٦٤۔٦٦)

(اے نبیؐ!) ان سے کہو "پھر کیا اے جاہلو! تم اللہ کے سوا کسی اور کی بندگی کرنے کے لیے مجھ سے کہتے ہو؟" (یہ بات تمہیں ان سے صاف کہہ دینی چاہیے کیوں کہ) تمہاری طرف اور تم سے پہلے گزرے ہوئے تمام انبیاء کی طرف یہ وحی بھیجی جا چکی ہے کہ اگر تم نے شرک کیا تو تمہارا عمل ضائع ہو جائے گا اور تم خسارے میں رہو گے۔ لہذا (اے نبی!) تم بس اللہ ہی کی بندگی کرو اور شکر گزار بندوں میں سے ہو جاؤ۔

(۴۳۱) یونس نے مالک بن مغول سے اور اس نے طلحہ کی وساطت سے ابو صالح کی یہ روایت بیان کی کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک سفر میں تھے۔ صحابہ کرامؓ کا زاد راہ ختم ہو گیا اور آنحضرتؐ نے قصد کر لیا کہ سواری کے بعض اونٹوں کو ذبح کر لیا جائے۔ حضرت عمرؓ بن خطاب نے عرض کیا: "یا رسولؐ اللہ! اگر آپؐ حکم دیں تو تمام لوگوں کے باقی ماندہ زاد راہ آپؐ جمع کر لیں اور اس میں اللہ تعالیٰ سے برکت کی دعا کریں۔" جس کے پاس کھجوریں تھیں وہ کھجوریں لے آیا اور جس کے پاس کھانے کے دانے تھے وہ لے آیا۔ مجاہد نے کہا: "جس کے پاس چھوہارے کی گٹھلی تھی وہ گٹھلی ہی لے آیا میں نے کہا: "وہ گٹھلیوں کو کیا کرتے تھے؟" اس نے کہا: "وہ گٹھلی کو چوستے تھے اور اوپر سے پانی پی لیتے

تھے۔" جب بچا کھچا زاد راہ جمع ہوگیا تو آنحضرتؐ نے اس میں اللہ تعالی سے برکت کی دعا کی۔ سب لوگوں نے اپنے اپنے توشہ دان بھر لیے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اشھدان لا الہ الا اللہ واشھدا ان محمدا رسول اللہ۔ جو شخص بھی اللہ تعالی پر ایمان لائے گا اور اسے توحید ورسالت کے بارے میں شک نہیں ہوگا اسے قیامت کے دن جنت سے محروم نہیں کیا جائے گا۔"

(۴۳۲) یونس نے قاسم بن فضل سے روایت نقل کی۔ قاسم نے کہا: مجھ سے ابو بصرہ عبدی نے ابو سعید خدریؓ کی یہ روایت بیان کی کہ ایک گڈریا سنگستان میں اپنا ریوڑ چرا رہا تھا۔ ایک بھیڑیا ریوڑ میں سے ایک بکری اٹھانے کے لیے آگیا گڈریا بھیڑیے کے آڑے آیا اور اس نے بکری کو اس کی دست برد سے بچا لیا۔ بھیڑیا اپنی دم دبا کر بیٹھ گیا اور اس نے گڈریے سے کہا: "تو خدا سے نہیں ڈرتا، تو میرے اور اس رزق کے درمیان حائل ہوگیا جو خدا نے مجھے دیا ہے۔" گڈریے نے کہا: "یہ عجیب بات ہے کہ ایک بھیڑیا اپنی دم پر بیٹھ کر مجھ سے آدمیوں کی طرح باتیں کرتا ہے۔" بھیڑیے نے کہا: "کیا میں تمہیں اس سے عجیب تر بات نہ بتاؤں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو ان باتوں کی خبر دیتے ہیں جو پہلے گزر چکی ہیں؟" گڈریا اپنا ریوڑ ہانک کر مدینہ لے آیا اور اسے مدینہ کے گوشوں میں سے ایک گوشے میں چھوڑ دیا۔ پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آنحضرتؐ کو بھیڑیے کی گفتگو سنائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے پاس تشریف لائے اور اس گڈریے کو فرمایا کہ بھیڑیے کی باتیں ان لوگوں کو بھی بتا دو۔ گڈریے نے تعمیل ارشاد کی۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا: "اس گڈریے نے سچ کہا ہے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے کہ درندے انسانوں کے ساتھ کلام کریں گے اور قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک یہ علامت ظاہر نہ ہو اور انسان سے اس کے جوتے کا تسمہ کلام نہ کرے اور اس کا کوڑا اور اس کی ران اس سے وہ تمام باتیں بیان نہ کرے جو اس کی عدم موجودگی میں اس کے اہل خانہ نے کی ہوں گی۔"

(۴۳۳) یونس نے عبدالحمید بن بہرام فزاری کی روایت بیان کی۔ عبدالحمید نے کہا: "مجھ سے شہر بن جوشب نے ابو سعید کی یہ روایت نقل کی کہ قبیلہ اسلم کا ایک شخص ذوالحلیفہ کے ریگستان میں اپنی بکریوں کا ریوڑ چرا رہا تھا، اچانک ایک بھیڑیا ایک بکری پر جھپٹا اور اسے پکڑ لیا۔ گڈریا زور سے چلایا اور اس نے بھیڑیے کو پتھر مارے اور بکری کو بھیڑیے سے بچا لیا۔ بھیڑیا اپنی دم زمین پر ٹیک کر گڈریے

کے بالمقابل بیٹھ گیا اور اسے کہا: "تو اللہ سے کیوں نہیں ڈرتا؟ تو میری اور بکری کے درمیان حائل ہو گیا جو اللہ نے مجھے عطا کی تھی۔" گڈریے نے کہا: "بخدا! میں نے ایسی بات کبھی نہیں سنی تھی جو آج سنی ہے۔" بھیڑیے نے کہا: تو متعجب کیوں ہے؟" گڈریے نے کہا: "تیری گفتگو نے مجھے تعجب میں ڈال دیا ہے۔" بھیڑیے نے کہا: "اس سے زیادہ عجیب معاملہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے جو کھجور کے درختوں کے درمیان اپنی جماعت کے لوگوں کو ان باتوں کی خبر دیتے ہیں جو پہلے گزر چکی ہیں اور جو آئندہ وقوع پذیر ہونے والی ہیں اور تم یہاں اپنے ریوڑ کے پاس ہو۔" جب گڈریے نے بھیڑیے کی باتیں سنیں تو اس نے اپنے ریوڑ کو ہنکایا اور انہیں انصار کے محلہ میں ایک قبہ میں داخل کر دیا۔ پھر اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دریافت کیا اور حضرت ایوب انصاریؓ کے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی اور آنحضرتؐ کو بھیڑیے کی باتیں بتلائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اطلاع کو درست تسلیم کیا اور فرمایا کہ دن کے آخری حصہ میں آؤ اور جب دیکھو کہ لوگ جمع ہو گئے ہیں تو انہیں اس واقعہ کی خبر دو۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز ادا کی اور لوگ اکٹھے ہوئے تو قبیلہ اسلم کے اس شخص نے لوگوں کو بھیڑیے کا واقعہ سنایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ یہ فرمایا کہ اس شخص نے سچ کہا ہے۔ یہ ان عجائبات سے ہے جو قیامت کے قریب وقوع پذیر ہوں گے۔" اس فقرہ کو بھی آنحضرتؐ نے تین دفعہ دہرایا، اور پھر فرمایا: "قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے۔ وہ وقت قریب ہے کہ آدمی صبح یا شام کو گھر سے باہر جائے اور جب واپس آئے تو اس کا کوڑا یا اس کا جوتا وہ تمام باتیں اسے بتلا دے جو اس کی عدم حاضری میں اس کے اہل خانہ نے کی ہوں۔"

(۴۳۴) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: "مجھ سے عبدالرحمان اعرج نے ابی سلمہ بن عبدالرحمان بن عوف کے حوالہ سے ابو ہریرہؓ کی یہ روایت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے شخص کا واقعہ بیان فرمایا جو ایک گائے پر سوار ہو گیا اس نے گائے کو چھیڑ کر دوڑانا چاہا اور اس کو مارا۔ گائے نے کہا: "اے اللہ کے بندے! میں اس کام کے لیے پیدا نہیں کی گئی ہوں۔" صحابہؓ نے کہا: "اللہ پاک ہے۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا تم نے اس واقعہ کو عجیب سمجھا ہے؟" صحابہ نے عرض کیا: "ہاں یا رسولؐ اللہ! رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں اور ابو بکرؓ اور عمرؓ اس واقعہ کی صحت تسلیم کرتے ہیں۔" یاد رہے کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اس وقت وہاں موجود نہ تھے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایک بھیڑیا ایک آدمی کے ریوڑ پر جھپٹا اور اس میں سے ایک بکری کو اٹھالیا۔ اس آدمی نے بھیڑیے کا تعاقب کیا اور بکری بھیڑیے کے منہ سے چھین لی۔ تب بھیڑیے نے کہا: آج تو نے اس بکری کو مجھ سے چھڑالیا بھلا جس دن درندہ اس کا نگہبان ہوگا اس دن اس کو کون بچائے گا۔ اس وقت میرے سوا اس کا کوئی نگہبان نہ ہوگا؟" صحابہؓ نے اللہ کی تسبیح کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا تم اس واقعہ کو عجیب سمجھتے ہو؟" صحابہؓ نے عرض کی: "ہاں" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں اور ابو بکرؓ اور عمرؓ اس واقعہ کی صحت کو تسلیم کرتے ہیں۔" یاد رہے کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اس وقت وہاں موجود نہ تھے۔

(۴۳۵) یونس نے یحیی بن ابی انیسہ کے حوالے سے زہری سے اور اس نے سعید بن مسیب کی وساطت سے ابو ہریرہ کی یہ روایت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک چرواہا بکریوں کا ریوڑ چرارہا تھا اور ایک بھیڑیا ایک بکری کو گلہ سے اچک لے گیا۔ گڈریے نے بھیڑیے کا تعاقب کیا اور بکری اس سے چھین لی۔ بھیڑیا گڈریے کی طرف متوجہ ہوا اور بولا: "جس دن درندہ اس کا نگہبان ہوگا اس دن اس کو کون بچائے گا...... اس دن بکریوں کا کوئی گڈریا نہیں ہوگا۔" صحابہؓ نے کہا: "سبحان اللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میںؐ اور ابو بکرؓ اور عمرؓ اس واقعہ کی صحت کو تسلیم کرتے ہیں۔"

(۴۳۶) یونس نے ابن ابی انیسہ کے حوالہ سے زہری سے اور اس نے سعید بن مسیب اور ابو سلمہ بن عبدالرحمن کی وساطت سے ابو ہریرہؓ کی یہ روایت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایک شخص اپنی گائے کو ہانک رہا تھا اور اس پر اس نے بوجھ لادا ہوا تھا۔ گائے اس سے مخاطب ہوکر کہنے لگی: "میں اس کام کے لیے نہیں پیدا کی گئی ہوں، بلکہ مجھے تو کھیتی باڑی کے پیدا کیا ہے۔" صحابہؓ نے تعجب سے کہا: "اللہ پاک ہے۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میںؐ اور ابو بکرؓ اور عمرؓ اس واقعہ کو تسلیم کرتے ہیں۔"

(۴۳۷) یونس نے سری بن اسماعیل کی وساطت سے شعبی کی یہ روایت نقل کی کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر میں تھے آپؐ نے ایک جگہ ڈیرہ ڈالا۔ صحابہؓ پانی کا ایک برتن لے کر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: "یا رسولؐ اللہ! ہمارے پاس صرف یہی پانی ہے۔" آنحضرت نے اس پانی کو ایک ڈول میں انڈیل دیا اور اپنی انگلی کو ڈول کے درمیان رکھ کر پانی میں ڈبو دیا۔ لوگ آتے رہے اور وضو کر کے واپس جاتے رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا گیا کہ بعض کی ایڑیاں پانی سے تر نہ ہوئی تھیں۔ آنحضرتؐ نے دعا فرمائی: "اے اللہ! ان کی اس کوتاہی کو معاف فرما۔"

(۴۳۸) یونس نے مالک بن مغول سے اور اس نے طلحہ کے حوالہ سے ابو صالح کی یہ روایت بیان کی: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "میں اپنے بھائیوں سے کب ملوں گا؟" صحابہؓ نے عرض کی: "یا رسولؐ اللہ! کیا ہم آپؐ کے بھائی نہیں ہیں؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم میرے اصحاب ہو۔ میرے بھائی میری امت کے وہ لوگ ہیں جنھوں نے مجھے نہیں دیکھا لیکن وہ مجھ پر ایمان لائے اور انھوں نے میری تصدیق کی۔" پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کون سے لوگوں کا ایمان سب سے زیادہ پسندیدہ ہے؟" صحابہؓ نے کہا: "اللہ تعالی کے فرشتوں کا۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ کیونکر ایمان نہ لائیں گے جبکہ وہ ہر وقت اللہ کے دربار میں حاضر ہیں۔" صحابہؓ نے پھر کہا: "انبیاء علیہم السلام کا ایمان پسندیدہ ترین ہے۔" آنحضرتؐ نے فرمایا: "ان کے لیے ایمان لائے بغیر چارہ نہیں کیوں کہ ان کی طرف وحی آتی ہے۔" صحابہؓ نے پھر کہا: "انبیاء علیہم السلام کے صحابہؓ کا ایمان سب سے زیادہ پسندیدہ ہے۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کیوں ایمان نہ لائیں گے جب کہ اللہ عزوجل کے پیغمبران میں موجود ہیں؟ لیکن میری امت کے وہ لوگ جنھوں نے مجھے نہیں دیکھا وہ اپنے پروردگار پر اور اس کی کتاب پر ایمان لائیں اور اس کی تصدیق کریں تو ان کا ایمان پسندیدہ ترین ہے۔"

(۴۳۹) یونس نے اعمش سے اور اس نے عمارہ بن عمیر کے حوالہ سے عبدالرحمان بن یزید کی یہ روایت بیان کی کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کی فضیلت کے متعلق گفتگو کر رہے تھے۔ عبداللہ نے کہا: ما کان۔۔۔۔فضلہ لمن راہ (۱) اور قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اس کی فضیلت کامل نہیں ہو سکتی۔ کیوں کہ بن دیکھے ایمان لانے والے سے زیادہ

(۱) جملہ نامکمل ہونے کے سبب اس کا ترجمہ نہیں کیا گیا۔

کوئی مومن افضل نہیں ہے۔ پھر عبداللہ نے یہ آیات تلاوت کیں:

الم ○ ذالك الكتاب لا ريب فيه ○..........الی قوله أولئك هم المفلحون ○

(البقرہ ۔۱۔۵)

الف، لام، میم، یہ اللہ کی کتاب ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ ہدایت ہے ان پرہیزگار لوگوں کے لیے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، جو رزق ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں، جو کتاب تم پر نازل کی گئی ہے (یعنی قرآن) اور جو کتابیں تم سے پہلے نازل کی گئی تھیں ان سب پر ایمان لاتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ ایسے لوگ اپنے رب کی طرف سے راہ راست پر ہیں اور وہی فلاح پانے والے ہیں۔

(۴۴۰) یونس نے اسماعیل بن عبدالملک کی وساطت سے عطا کی یہ روایت بیان کی کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ آپؐ کے گرد جمع تھے آپؐ نے ان سے فرمایا: یہ امر پسندیدہ تو ہے لیکن عجیب نہیں ہے۔ کہ تم میں سے ایک شخص تمہاری طرف مبعوث کیا گیا اور تم اس پر ایمان لائے اور تم نے اس کی تصدیق کی۔ تمہارا یہ عمل یقینا پسندیدہ ہے لیکن انوکھا نہیں ہے۔ پسندیدہ ترین عجیب ترین ایمان تو ان لوگوں کا ہے جو بن دیکھے مجھ پر ایمان لائیں گے۔

(۴۴۱) یونس نے اسماعیل سے روایت نقل کی۔ اسماعیل نے کہا کہ مجھ سے یزید بن ابی حبیب نے مرثد بن عبداللہ کے حوالے سے ابی عبدالرحمان جہنی کی یہ روایت بیان کی کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے اتنے میں اہل یمن میں سے دو سوار آگئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا تو فرمایا: "دو مذحجی کندی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس بیعت کرنے آئے ہیں۔" جب ان میں سے ایک شخص نے آنحضرتؐ کا ہاتھ بیعت کی غرض سے پکڑا تو عرض کی: "یا رسول اللہؐ! وہ شخص جو آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا آپؐ پر ایمان لایا، آپؐ کی تصدیق کی اور اس بات کی شہادت دی کہ آپؐ جو پیغام لائے ہیں وہ برحق ہے، اس کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟" آنحضرتؐ نے فرمایا: "اس کا یہ طرز عمل پسندیدہ و مقبول ہے۔" اس شخص نے آنحضرتؐ کی بیعت کی اور چلا گیا۔ پھر دوسرا شخص آگے بڑھا اور اس نے عرض کی: "یا رسولؐ اللہ! جس شخص نے آپؐ کو نہیں دیکھا لیکن اس نے آپؐ کی تصدیق کی اور اس بات کی شہادت دی کہ آپ جو پیغام لائے ہیں وہ برحق ہے۔ اس کے

متعلق کیا حکم ہے؟" آپ نے فرمایا: اس کا یہ طرز عمل بھی پسندیدہ و مقبول ہے۔" اس شخص نے بھی آنحضرت کی بیعت کی اور پھر وہ چلا گیا۔

(۴۴۲) یونس نے فائد بن عبدالرحمان عبدی کے حوالہ سے عبداللہ بن ابی اوفی کی روایت نقل کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں اپنے بھائیوں کا مشتاق ہوں۔" حضرت عمرؓ نے عرض کی: "یا رسولؐ اللہ! کیا ہم آپؐ کے بھائی نہیں ہیں؟" آنحضرتؐ نے فرمایا: "نہیں، تم میرے اصحابؓ ہو، میرے بھائی وہ ہیں جو بن دیکھے مجھ پر ایمان لائیں گے۔" جب حضرت ابوبکرؓ تشریف لائے تو حضرت عمرؓ نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ بات بتائی جو آنحضرت نے فرمائی تھی۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے ابوبکرؓ کیا تمہیں ان لوگوں سے پیار اور محبت نہیں ہے جنہیں یہ بات پہنچے گی کہ تم مجھ سے محبت کرتے ہو اور اس بنا پر وہ تم سے محبت کریں گے؟ تمہیں چاہیے کہ تم ان سے محبت کرو، اللہ تعالیٰ بھی ان سے محبت کرے گا۔"

باب ۴۲

ام شریکؓ دوسیہ کا اسلام لانا

(۴۴۳) یونس نے عبدالاعلی بن مساور قرشی کے حوالہ سے محمد بن عمرو سے اور اس نے عطاء کی وساطت سے حضرت ابوہریرہؓ کی روایت نقل کی۔ ابو ہریرہؓ نے کہا: قبیلہ دوس کی ایک عورت کو ام شریک کہا جاتا تھا۔ وہ رمضان کے مہینہ میں ایمان لے آئی۔ وہ اس تلاش میں تھی کہ کوئی شخص اسے اپنے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جائے۔ اس کی ملاقات ایک یہودی سے ہوئی۔ یہودی نے پوچھا: "ام شریکؓ! کیا چاہتی ہے؟" ام شریکؓ نے کہا: "میں کسی ایسے مرد کی تلاش میں ہوں جو مجھے اپنے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جائے۔" یہودی نے کہا: "آؤ میں تمہارے ساتھ جاؤں گا۔" ام شریک نے کہا: "ذرا انتظار کرو تاکہ میں اپنے مشک میں پانی بھرلوں۔" یہودی نے کہا: "میرے پاس کافی پانی موجود ہے۔ تمہیں پانی ساتھ لے جانے کی ضرورت نہیں ہے۔" ام شریکؓ یہودی کے قافلہ کے ساتھ روانہ ہوگئی۔ قافلہ دن بھر سفر کرتا رہا اور شام کو یہودی نے ایک جگہ ڈیرہ ڈال دیا۔ اس نے دسترخوان بچھایا اور اس پر کھانا چن دیا اور کہا: "ام شریکؓ! آؤ تم بھی کھاؤ۔" ام شریکؓ نے کہا: "میں پیاسی ہوں، مجھے پانی پلاؤ۔ میں جب تک پانی نہ پیوں گی پیاس کی وجہ سے کچھ کھانے کے قابل نہیں ہوں۔" یہودی نے کہا: "بخدا! میں تمہیں پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں پلاؤں گا جب تک کہ تم یہودیت اختیار نہ کرو۔" ام شریکؓ نے کہا: "بخدا! میں ہرگز یہودیت اختیار نہیں کروں گی جبکہ اللہ نے مجھے اسلام کی ہدایت سے نوازا ہے۔" وہ اپنے اونٹ کے پاس گئی، اس کا گھٹنا باندھا اور اونٹ کے زانوں پر سر رکھ کر سوگئی۔ ام شریکؓ نے کہا: "میری پیشانی پر ایک ڈول رکھ دیا گیا، اس کی ٹھنڈک محسوس کرکے میں بیدار ہوگئی۔ میں نے سر اٹھایا تو دیکھا کہ وہ مشروب دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔ میں نے خوب سیر ہوکر پیا۔ پھر اپنی مشک کو خوب صاف کرکے اس میں وہ مشروب بھرلیا۔ پھر اس ڈول کو میرے پاس سے اٹھالیا گیا اور میری نظروں کے سامنے سے آسمان میں غائب ہوگیا۔ جب صبح

ہوئی تو وہ یہودی آیا اور اس نے پکارا، میں نے کہا: "اللہ نے مجھے پانی پلایا ہے۔" یہودی نے کہا: "کہاں سے؟ کیا آسمان سے تمہارے لیے مشروب نازل کیا گیا؟" میں نے کہا: "ہاں، بخدا! اللہ تعالی نے مجھے وہ مشروب میرے لیے آسمان سے نازل فرمایا اور پھر میری نظروں کے سامنے اسے اٹھالیا گیا یہاں تک کہ وہ آسمان میں غائب ہوگیا۔"

پھر ام شریکؓ نے اپنا سفر جاری رکھا یہاں تک کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اقدس میں حاضر ہوگئی اور آنحضرتؐ کو اپنا ماجرا سنایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نکاح کا پیغام دیا۔ ام شریک نے کہا: "یا رسولؐ اللہ! میں اپنے آپ کو آپؐ کی زوجیت کے قابل نہیں سمجھتی اس لیے اپنی ذات کو آپ کے لیے ہبہ کرنے پر رضامند نہیں ہوں۔ لیکن آپؐ جس شخص کے ساتھ چاہیں میرا نکاح کر دیں اور میرا مہر آپؐ ہی کے لیے ہے۔" آنحضرت نے ام شریکؓ کا نکاح زیاد کے ساتھ کر دیا اور فرمایا کہ ام شریک کو تیس صاع غلہ دیا جائے۔ اور مزید فرمایا کہ یہ غلہ کھاؤ لیکن اسے پیمان سے نہ ناپو۔ ام شریکؓ کے پاس گھی سے بھرا ہوا ایک برتن تھا وہ یہ گھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور ہدیہ دینا چاہتی تھی۔ چنانچہ اس نے اپنی لونڈی کو کہا کہ یہ برتن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاؤ اور سلام عرض کرنے کے بعد کہو کہ ام شریکؓ اور اس کے خاوند نے یہ آپؐ کی خدمت میں بھیجا ہے۔ لونڈی وہ برتن لے گئی۔ آنحضرتؐ کے اہل خانہ نے وہ برتن لے لیا اور اسے خالی کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لونڈی سے کہا: "اس برتن (مشک) کو جاکر لٹکا دو اور اس کو بندھن سے نہ باندھو۔" اس نے برتن کو اس کی مقررہ جگہ پر لٹکا دیا۔ ام شریکؓ نے آکر دیکھا تو وہ برتن اسی طرح گھی سے بھرا ہوا تھا اس نے لونڈی کو کہا: "کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ اس برتن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے جاؤ۔" لونڈی نے جواب دیا: "تمہارے حکم کے مطابق اس برتن کو لے گئی تھی اور پھر اس حال میں واپس لے آئی کہ اس میں ایک قطرہ بھر کوئی چیز نہ تھی لیکن نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو جاکر وہیں لٹکا دو اور اس کے اوپر بندھن نہ باندھو۔ چنانچہ میں نے اسے اس کی مقررہ جگہ پر لٹکا دیا۔" لیکن جب ام شریکؓ نے برتن کو گھی سے بھرا ہو دیکھا تو اس کو بندھن سے باندھ دیا۔ وہ اس گھی کو استعمال کرتے رہے، کچھ عرصہ کے بعد وہ ختم ہوگیا۔ پھر انہوں نے وہ غلہ پیمانے سے ناپا تو دیکھا کہ وہ تیس صاع (جو) تھے اور ان میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی تھی حالانکہ وہ ان میں سے کھاتے رہتے تھے۔

باب ۴۳

قبیلہ دوس کے حضرت ابو ہریرہؓ کا اسلام لانا

(۴۴۴) یونس نے ابی جاریہ خالد بن دینار کی وساطت سے ابو العالیہ کی یہ روایت بیان کی کہ جب حضرت ابو ہریرہؓ نے اسلام قبول کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: "تم کس قبیلہ سے ہو؟" ابو ہریرہ نے عرض کیا: "میں قبیلہ دوس سے ہوں۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ پیشانی پر رکھا اور پھر اس کو جھاڑا اور فرمایا: "میرا خیال تھا کہ قبیلہ دوس کا کوئی شخص بھی بھلائی کا حامل ہوگا۔"

(۴۴۵) یونس نے ابن اسحاق سے روایت بیان کی۔ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے میرے ایک رفیق نے حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت بیان کی۔ ابو ہریرہؓ نے کہا: زمانہ جاہلیت میں میرا نام عبد شمس بن صخر تھا۔ اسلام میں میرا نام عبدالرحمان رکھا گیا اور میرے آقا یا میرے والد نے میری کنیت ابوہریرہ رکھی۔ میں ان کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ میں نے بلی کے چھوٹے بچے دیکھے اور انہیں اپنے تھیلے میں اٹھالیا۔ جب شام کے وقت میں ریوڑ کو باڑہ میں لایا تو انہوں نے میرے تھیلے میں بلی کے بچوں کی آوازیں سنیں اور مجھ سے پوچھا: "اے عبد شمس! یہ کیا ہے؟" میں نے کہا: "یہ بلی کے بچے ہیں جو مجھے ملے ہیں۔" انہوں نے کہا: "پھر تم تو ابوہریرہ (بلیوں کے باپ) ہو۔" بعد ازاں یہ کنیت مجھ پر چسپاں ہوگئی۔

(۴۴۶) موسیٰ نے ابن اسحاق سے یہ روایت بیان کی کہ وہ اپنے حسب ونسب کے اعتبار سے قبیلہ دوس میں قدر و منزلت کے حامل تھے اور جہاں کہیں اس بات کی ضرورت پیش آئی انہوں نے اپنے آپ کو قبیلہ کی سرداری کا اہل ثابت کیا۔

(۴۴۷) یونس نے عبدالرحمان بن عبداللہ کے حوالے سے ہزاز بن سعید کی روایت نقل کی۔ ہزاز نے کہا: میں بیت المقدس گیا وہاں میری ملاقات علی بن عبداللہ بن عباس سے ہوئی۔ میں نے

سلام کیا۔ اس نے مجھ سے پوچھا: "تم کون ہو؟" میں نے کہا: "میں قبیلہ "رہا" کا ایک فرد ہوں۔" اس نے کہا: "میں اس قوم کے فرد کو مرحبا کہتا ہوں جن کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی تھی۔" اس نے پھر کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میں تمہیں "رہا"، "دوس" اور "وار" کے متعلق بھلائی کی وصیت کرتا ہوں۔" عبدالرحمان نے گمان کیا کہ یہ تینوں قبائل عرب کے نام ہیں۔

باب ۴۴

عدیؓ بن حاتم اور دیگر چیدہ چیدہ اشخاص کا اسلام لانا

(۴۴۸) یونس نے عبدالاعلی بن ابی مساور قرشی سے اور اس نے عامر شعبی کی وساطت سے عدی بن حاتم کی روایت نقل کی۔ عدیؓ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منصب نبوت پر سرفراز فرمایا گیا اور میری معلومات کی حد تک پورے عرب میں کوئی ایسا شخص نہیں تھا جو مجھ سے زیادہ آپؐ کے ساتھ بغض رکھتا ہو اور آپؐ کو ناپسند کرتا ہو، یہاں تک کہ میں رومیوں سے جاملا۔ جب مجھے معلوم ہوا کہ آنحضرت اخلاق حسنہ کی دعوت دیتے ہیں اور لوگ آپؐ کے گرد اکٹھے ہوگئے ہیں تو میں نے روم کو خیرباد کہا اور آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ کے پاس چپ چاپ کھڑا ہوگیا اس وقت صہیبؓ، سلمانؓ اور بلالؓ آپؐ کے پاس موجود تھے۔ رسول اللہ نے اپنا سر مبارک اوپر اٹھایا اور میری طرف دیکھا اور فرمایا: "اے عدیؓ بن حاتم! اسلام قبول کرلو تمہیں سلامتی حاصل ہوجائے گی۔" میں نے اچھا اچھا کہا۔ میرا اعتماد بحال ہوا۔ میں آگے بڑھا اور آپؐ کے برابر بیٹھ کر میں نے اپنے گھٹنے آپؐ کے گھٹنوں کے ساتھ ملا دیئے۔ آنحضرتؐ نے میری ران پر تھپکی دی اور فرمایا: "اے عدی بن حاتم! حلقہ بگوش اسلام ہوجاؤ تمہیں سلامتی حاصل ہوجائے گی۔" میں نے پوچھا: "اسلام کیا ہے؟" آنحضرتؐ نے فرمایا: "اسلام یہ ہے کہ تم اس بات کی شہادت دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اور اس حقیقت پر ایمان لاؤ کہ بھلائی اور برائی اور نرمی و سختی کا پورا نظام تقدیر اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے۔ اے عدی بن حاتم! قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ قیصر و کسریٰ کے خزانے فتح نہ ہوجائیں۔ اے عدی بن حاتم! قیامت برپا نہیں ہوگی یہاں تک کہ حیرہ سے ایک ہودج نشین عورت کسی

کی پناہ کے بغیر آکر اس کعبہ کا طواف کرے۔ اس دن کوفہ نہیں ہوگا۔اے عدی بن حاتم! قیامت نہیں آئے گی یہاں تک کہ ایک شخص مال ودولت کی تھیلی اٹھائے ادھر ادھر گھومے گا اور اس مال کو قبول کرنے والا کوئی آدمی اسے نہیں ملے گا اور وہ اسے زمین پر دے مارے گا اور کہے گا: ”کاش! یہ مال میرے پاس نہ ہوتا، اے کاش! میں مٹی ہوتا۔“

(۴۴۹) یونس نے سعید بن عبدالرحمان کے حوالہ سے محمد بن سیرین کی روایت نقل کی اور محمد بن سیرین نے ابی عبیدہ بن حذیفہ بن یمان کی روایت بیان کی اور کہا کہ جس دن میں نے اسے دیکھا اس کی عمر چالیس سال تھی اور اس کی عمر اس سے زیادہ نہیں ہوئی۔ ابو عبیدہ بن حذیفہ نے یمین نامی ایک شخص کی یہ روایت بیان کی کہ وہ عدی بن حاتم کے پاس گیا اور اسے کہا کہ تمہارے متعلق میں نے ایک حدیث سنی ہے میں چاہتا ہوں کہ تمہاری اپنی زبان سے سنوں اس نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا گیا تو مجھ سے زیادہ آپؐ سے نفرت کرنے والا کوئی نہ تھا یا میں آپؐ سے سخت نفرت کرنے والے لوگوں میں سے تھا۔ میں سرزمین عرب کی آخری سرحد پر جو سلطنت روم کے بالمقابل تھی چلا گیا اور میرا وہاں رہنا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے بھی زیادہ ناپسندیدہ معلوم ہوا۔ چنانچہ میں نے اپنے دل میں یہ بات ٹھان لی کہ میں اس شخص (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس ضرور جاؤں گا اگر وہ سچے ہیں تو ان کی صداقت مجھ پر عیاں ہوجائے گی اور اگر ان کا دعوائے نبوت جھوٹا ہے تو ان کا جھوٹ بھی مخفی نہیں رہ سکتا یا مجھے نقصان نہیں پہنچا سکتا (راوی محمد بن سیرین کو یہاں شک لاحق ہوا) چنانچہ میں مدینہ پہنچا۔ لوگوں نے مجھے نظریں اٹھا اٹھا کر دیکھا اور کہا کہ یہ عدی بن حاتم ہے۔میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آنحضرت نے فرمایا: ”اے عدی بن حاتم! اسلام قبول کرلو، تمہیں سلامتی حاصل ہوجائے گی۔“میں نے کہا: ”بیشک میں بھی ایک دین کا ماننے والا ہوں۔“ آنحضرتؐ نے فرمایا: ”میں تمہاری نسبت تمہارے دین کو زیادہ جانتا ہوں۔“میں نے کہا: ”آپ مجھ سے زیادہ میرے دین کو جاننے والے کیونکر ہوسکتے ہیں؟“ آنحضرتؐ نے فرمایا: ”کیا تو اپنی قوم کا سردار نہیں ہے اور کیا تو لوٹ کھسوٹ کے اموال میں سے لوٹنے والوں سے چوتھائی حصہ وصول نہیں کرتا۔“ میں نے کہا: ”ہاں“ آنحضرتؐ نے فرمایا: ”بیشک تمہارے دین تمہارے لیے یہ حلال نہیں ہے۔“ میرے نزدیک یہ ہلکی بات تھی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: ”کیا تمہیں اسلام قبول کرنے سے یہ چیز روک رہی ہے کہ

ہمارے ہاں محتاجی و ناداری دیکھتے ہو؟ یقیناً تم دیکھو گے کہ لوگ قبیلہ قبیلہ کر کے یکے بعد دیگرے یا بالاتفاق ہماری اطاعت قبول کریں گے (یہاں راوی کو شک ہے)۔" میں نے کہا: "ہاں" پھر آپؐ نے فرمایا: "کیا تم نے حیرہ کا سفر کیا ہے؟" میں نے کہا: "نہیں، لیکن میں جانتا ہوں کہ وہ کہاں ہے۔" آنحضرتؐ نے فرمایا: "قریب ہے کہ ایک ہودج نشین عورت حیرہ سے تن تنہا نکلے گی یہاں تک کہ بیت اللہ کا طواف کرے گی اور قریب ہے کہ کسریٰ بن ہرمز کے خزانے فتح کر لیے جائیں۔" میں نے کہا: "کیا کسریٰ بن ہرمز کے خزانے؟" آنحضرتؐ نے دو مرتبہ فرمایا: "کسریٰ بن ہرمز کے خزانے۔" آنحضرتؐ نے یہ بھی فرمایا: "وہ وقت بھی دور نہیں جب ایک آدمی اپنے مال میں سے صدقہ لے کر نکلے گا لیکن صدقہ قبول کرنے والا اسے نہیں ملے گا۔" عدیؓ بن حاتم نے کہا: "میں نے دیکھا کہ ایک ہودج نشین عورت حیرہ سے نکلی اور اس نے تن تنہا آکر بیت اللہ کا طواف کیا اور میں اس پہلے لشکر میں شامل تھا جس نے مدائن پر حملہ کیا اور مال غنیمت حاصل کیا (اس طرح دو پیش گوئیاں پوری ہو گئیں)۔ بخدا تیسری پیش گوئی بھی ضرور پوری ہو گی کیوں کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔"

(۴۵۰) یونس نے ابراہیم بن عبدالرحمان شیبانی سے اور اس نے محمد بن سیرین کے حوالہ سے عدیؓ بن حاتم کی روایت نقل کی۔ عدیؓ نے کہا: "ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ قیامت قائم نہ ہو گی جب تک مدائن کا قصر ابیض فتح نہ ہو جائے، اور قیامت برپا نہ ہو گی یہاں تک ایک ہودج نشین عورت حجاز سے عراق تک کا سفر امن و سلامتی کے ساتھ کرے گی اور اسے کوئی خوف لاحق نہ ہو گا۔ یہ دونوں باتیں مشاہدہ کر چکا ہوں۔ آنحضرتؐ نے یہ بھی فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہو گی یہاں تک کہ لوگوں کا ایک ایسا امام ہو گا جو مٹھی یا چلو بھر بھر کر لوگوں کو مال دے گا۔ (کیوں کہ بے شمار مال دستیاب ہو گا)

(۴۵۱) یونس نے عنبسہ بن ازہر کے حوالہ سے سعید بن مسروق کی یہ روایت نقل کی کہ عدی بن حاتم کسی معاملہ میں حضرت عمرؓ سے گفتگو کر رہے تھے۔ عدی نے کہا: "اے امیر المومنین! کیا آپ مجھے نہیں پہچانتے؟" حضرت عمرؓ نے فرمایا: "ہاں، میں پہچانتا ہوں۔ تم ایمان لائے جبکہ لوگوں نے کفر کی روش اختیار کی۔ تم نے تصدیق کی جب کہ دوسروں نے جھٹلایا اور تم نے مال عطا کیا جب کہ دوسروں نے مال کو روکا۔"

نمر بن تولبؓ کا اسلام لانا

(۴۵۲) یونس نے قرہ بن خالد کے حوالہ سے یزید بن عبداللہ بن شخیر کی یہ روایت بیان کی کہ جب ہم اس تھان یا کھلیان میں تھے تو ہمارے پاس ایک اعرابی (۱) آیا جس کے سر کے بال پریشان تھے اور جس کے پاس چمڑے کا ایک ٹکڑا یا چمڑے کے تھیلے وغیرہ کا ایک ٹکڑا تھا۔ ہم نے کہا: "یہ شخص شہر کا رہنے والا نہیں ہے۔" اس نے کہا: "ہاں، میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مکتوب ہے جو آنحضرتؐ نے میری طرف لکھا تھا۔" لوگوں نے وہ مکتوب اس شخص سے لے کر پڑھا، اس میں لکھا تھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ مکتوب اللہ تعالیٰ کے نبی اور رسول (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے بنی زہیر بن اقیش کے نام سے ہے۔ ابو العلاء نے کہا: بنی زہیر قبیلہ عکل کی ایک شاخ ہے) اگر تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو اور مشرکین سے علیحدگی اختیار کرلو اور اموال غنیمت میں پانچواں حصہ اور نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حصہ اور صفی یا صفیہ امیر لشکر کا منتخب حصہ ادا کردو تو تمہیں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے امان حاصل ہے۔"

لوگوں نے اس اعرابی کو کہا: "اللہ تعالیٰ تمہارا معاملہ درست کرے ہمیں کوئی حدیث سنائیں جو تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو۔" اس نے کہا: "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ماہ رمضان کے روزے اور ہر مہینے کے تین روزے سینے کی جلن یا وسوسے کو یا غصے کو یا عداوت کو یا حسد اور کینے کو دور کردیتے ہیں۔" لوگوں نے کہا: "کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے؟" اعرابی نے کہا: "کیا تمہیں یہ خوف لاحق ہوگیا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں دروغ بیانی کروں گا؟ بخدا! ایسا نہیں ہے۔ میں آج تم سے کوئی حدیث بیان نہیں کروں گا۔" پھر اس نے اس دستاویز کی طرف ہاتھ بڑھائے، اسے لے لیا اور جلدی سے مڑکر واپس چلا گیا۔

---

(۱) اس شخص کا نام نمرؓ بن تولب ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتوب گرامی کے لیے ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب کی "کتاب الوثائق السیاسیہ للعہد النبوی والخلافۃ الراشدہ" ملاحظہ فرمائی جائے۔

ایک اعرابی کا اسلام لانا

(۴۵۳) یونس نے یونس بن عمرو سے اور اس نے اپنے باپ کے حوالہ سے ابی تمتمہ فجیمی کی یہ روایت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک اعرابی حاضر ہوا۔ اس نے کہا: "اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ کا پیغام کیا ہے؟" آنحضرت نے فرمایا: "میں تجھے اللہ کی طرف بلاتا ہوں، میں تجھے اس ذات کی طرف بلاتا ہوں کہ اگر تجھے کوئی مصیبت لاحق ہو اور تو اسے پکارے تو وہ تیری تکلیف کو تجھ سے دور کر دے، اور میں تجھے اس ہستی کے طرف بلاتا ہوں کہ اگر تو کسی جنگل بیابان میں ہو جہاں تیری سواری گم ہو جائے اور تو اس بیچارگی کے عالم میں اسے پکارے تو وہ تیری سواری تجھے لوٹا دے، اور میں تجھے اس ذات والا صفات کی طرف بلاتا ہوں کہ اگر قحط سالی کا شکار ہو جائے یہاں تک کہ زمین خشک و بے نبات ہو جائے تو وہ تیرے لیے نباتات اگائے گا۔" اعرابی نے کہا: "یہ دعوت تو بہت اچھی ہے۔ آپؐ مجھے وصیت فرمائیں:" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ تو لوگوں کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھے اور تو نیکی کے کاموں سے بے رغبتی اختیار نہ کرے اور اپنے بھائیوں سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملاقات کرے۔ اور اگر تیرے پاس صرف ایک ڈول ہو اور تیرا بھائی تجھ سے مانگے تو تجھے چاہیئے کہ تو ایثار کرے اور وہ ڈول اپنے بھائی کو دے دے۔ اور تجھے چاہیئے کہ تو اپنی ازار زمین پر نہ لٹکائے کیوں کہ یہ فخر و تکبر کی چال ہے اور اللہ تعالی کو تکبر و غرور پسند نہیں ہے۔

ایک صحرائی رئیس کا اسلام لانا

(۴۵۴) یونس نے یوسف بن میمون کی وساطت سے حسن کی یہ روایت بیان کی کہ اہل بادیہ کے رؤساء میں سے ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے کہا: "اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپؐ کی دعوت کیا ہے؟" آنحضرتؐ نے فرمایا: "میں تمہیں اس ذات کی طرف دعوت دیتا ہوں کہ اگر تم قحط سالی کا شکار ہو جاؤ اور تم اسے پکارو تو وہ تمہارے لیے نباتات اگائے۔ اور اگر تمہاری سواری گم ہو جائے اور تم اس سے دعا مانگو تو وہ تمہاری سواری واپس لے آئے۔ اور اگر تمہیں کوئی مصیبت اور فکر و غم لاحق ہو اور تم اسے پکارو تو وہ تمہاری مصیبت اور فکر و غم دور کر دے۔" اس شخص نے اسلام قبول کر لیا اور جب تک اللہ تعالی کو منظور تھا وہ آنحضرتؐ کے پاس ٹھہرا رہا۔ پھر اس نے

عرض کی:" یا رسولؐ اللہ! میں اپنے اہل وعیال کے پاس واپس جانا چاہتا ہوں آپؐ مجھے وصیت فرمائیں۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ اور یہ وصیت کرتا ہوں کہ تم صدقہ ادا کرو۔" اس نے پوچھا:" کس چیز کا صدقہ ادا کروں؟" آنحضرت نے فرمایا: "اپنے اونٹوں میں سے صدقہ ادا کرو۔" اس نے کہا:" ہم میں سے ہر ایک کے پاس اونٹ ہیں۔" آنحضرتؐ نے پھر فرمایا:" اپنی بکریوں میں سے صدقہ کرو۔" اس نے کہا:" ہم میں سے ہر ایک پاس بکریوں کا ریوڑ ہے۔" آنحضرتؐ نے پھر فرمایا:" اپنے مال مین سے صدقہ ادا کرو۔" اس نے کہا:" ہم میں سے ہر ایک کے پاس مال ہے۔" پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" اے مخاطب! اپنی زبان کو لوگوں کے خلاف استعمال کرنے سے باز رکھو۔ یقینا یہ تمہاری طرف سے بہترین صدقہ ہے۔"

جریرؓ بن عبداللہ کا اسلام لانا

(۴۵۵) یونس نے داؤد بن زید سے اور اس نے عامر شعبی کی وساطت سے جریر بن عبداللہ کی روایت نقل کی جریر نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیعت کرنے کے لیے حاضر ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" اے جریر! اپنا ہاتھ بڑھاؤ۔" میں نے عرض کیا:" کس چیز پر بیعت مطلوب ہے؟" آنحضرتؐ نے فرمایا:" تم اس چیز پر بیعت کرو کہ تم اللہ کی فرمانبرداری کرو گے اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کا دم بھرو گے۔" جریرؓ نے ہاتھ بڑھا کر بیعت کر لی۔ وہ ایک ذہین آدمی تھا اس نے کہا:" یا رسولؐ اللہ! جہاں تک مجھ میں طاقت ہوئی میں اس بیعت کی پابندی کروں گا۔" جریرؓ کے ساتھ لوگوں کے تعلقات کشیدہ تھے۔

جریرؓ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے:

(۱) اس امر کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

(۲) نماز قائم کرنا۔

(۳) زکوۃ ادا کرنا۔

(۴) بیت اللہ کا حج کرنا۔

(۵) رمضان کے روزے رکھنا۔

سرزمین ایران کی فتح کی بشارت

(۴۵۶) یونس نے قیس بن ربیع کے حوالہ سے سماک بن حرب سے اور اس نے عبداللہ بن عمر کی وساطت سے جابر بن سمرہ کی روایت نقل کی۔ جابرؓ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مسلمانوں کا ایک گروہ کسری کی سرزمین کو یقیناً فتح کرے گا۔

عبدالقیس کے ایک شخص کا اسلام لانا

(۴۵۷) یونس نے قیس بن ربیع سے اور اس نے جبلہ بن سحیم کے حوالہ سے مؤثر بن عفارہ عبدی کی روایت نقل کی۔ مؤثر نے کہا: میں عبدالقیس کے ایک قافلہ میں ابن الخصاصیہ کے ہاں اترا۔ اس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ان پانچ چیزوں کی بیعت سے متعلق فرمایا:

(۱) نماز پنجگانہ۔

(۲) رمضان کے روزے۔

(۳) بیت اللہ کا حج۔

(۴) بطیب خاطر زکوۃ کی ادائیگی اور

(۵) جہاد فی سبیل اللہ۔

میں نے عرض کیا: "یا رسولؐ اللہ! مجھے ان میں سے کسی کی بھی استطاعت نہیں۔ جہاں تک زکوۃ کا تعلق ہے میرے پاس اتنا ہی مال ہے جس پر میری اور میرے اہل کی گزر بسر ہو سکے۔ جہاں تک جہاد کا تعلق ہے تو مجھے اپنے متعلق خوف ہے کہ میں کہیں جی چرا کر بھاگ جاؤں اور اللہ کے غضب میں گھر جاؤں۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا اور فرمایا: "نہ جہاد ہے اور نہ صدقہ ہے تو پھر تمہیں جنت کا داخلہ کس طرح ملے گا؟" میں نے عرض کیا: "یا رسولؐ اللہ! اپنا دست مبارک پھیلائیں، میں ان سب امور پر آپؐ سے بیعت کروں گا۔" چنانچہ آپؐ نے اپنا ہاتھ پھیلایا اور میں نے آپؐ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔

ایک شخص جو اسلام قبول کرنے کے فورا بعد فوت ہو گیا

(۴۵۸) یونس نے یحیی بن ابی حیہ کلبی سے او راس نے زادان کے حوالہ سے جریرؓ بن عبداللہ کی یہ روایت نقل کی کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں نکلے۔ ہم چھوہاروں کی گٹھلیاں کھانے والے اونٹوں پر سوار تھے۔ جب ہم صحرا تک پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک سوار اپنے اونٹ کو تیز چلاتا ہوا ہماری طرف آرہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ شخص جو تمہاری طرف آرہا ہے اس کا خیال رکھو۔" جب وہ قریب آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا: "تم کہاں سے آئے ہو؟" اس نے جواب دیا: "میں اپنے مال واولاد اور قبیلے سے آیا ہوں۔" آنحضور نے اس سے پھر پوچھا: "کہاں کا ارادہ ہے؟" اس نے جواب دیا: "میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنا چاہتا ہوں۔" آپؐ نے فرمایا: "تو پھر تمہاری ملاقات ہوگئی ہے۔" اس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گزارش کی کہ مجھے اسلام کی تعلیم دی جائے۔ جب ہم نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس آگئے ہیں تو ہم نے اس کے اونٹ کو گھیرے میں لے لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: "تم اس بات کی شہادت دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔" اس نے کہا: "میں اقرار کرتا ہوں۔" آنحضرتؐ نے فرمایا: "تمہیں چاہیے کہ تم فرض نمازیں ادا کرو۔" اس نے کہا: "میں اس حکم کو بھی تسلیم کرتا ہوں۔" آنحضرتؐ نے پھر فرمایا: "تم فرض زکوۃ ادا کرو۔" میں نے اقرار کیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: "تم بیت اللہ کا حج کرو۔" اس نے کہا: "میں اس حکم کو بھی مانتا ہوں۔" آنحضرت نے فرمایا: "رمضان کے روزے رکھا کرو۔" اس نے کہا: "بسروچشم" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اسلام یہی ہے۔" وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلتا رہا۔ اچانک اس کے اونٹ کا پاؤں کھجور کے گڑھے میں گر پڑا اور اونٹ پھسل کر اوندھا ہوگیا۔ وہ شخص سر کے بل گر پڑا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اپنے بھائی کی امداد کرو۔" حضرت حذیفہؓ اور عمار اس کی طرف لپکے اور اسے دیکھ کر اوسان باختہ ہوگئے اور انہوں نے کہا: "یا رسولؐ اللہ! یہ شخص فوت ہوگیا ہے۔" جب تک اللہ تعالی نے چاہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے روگردانی کی اور پھر اس کی طرف رخ پھیر کر فرمایا: "کیا تم نے میری روگردانی کو نہیں دیکھا؟ بے شک میں نے دیکھا کہ دو فرشتے جنت کے پھل اس کے منہ میں ڈال رہے ہیں۔ مجھے معلوم ہوا کہ یہ شخص بھوکا تھا۔" رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا: "اس نے عمل تو تھوڑا کیا لیکن اسے اجر بہت زیادہ دیا گیا۔ بخدا! یہ ان لوگوں میں سے ہے جو ایمان لائے اور جنہوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ آلودہ نہیں کیا۔ انہی کے لیے امن ہے اور وہی راہ راست پر ہیں۔ تم اپنے بھائی کو اٹھاؤ۔ ہم نے اس کو اٹھایا اور جب ہم اسے لے کر وہاں گئے جہاں پانی دستیاب تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس کو غسل دو، کفن پہناؤ اور خوشبو لگاؤ۔" ہم نے اس حکم کی تعمیل کی۔ پھر آنحضرتؐ نے نماز جنازہ پڑھائی اور آپؐ اس کی قبر کے کنارے پر بیٹھے اور فرمایا: اس کے لیے لحد کھودو۔ کیوں کہ میت کے لیے لحد کھودنا مسلمانوں کا طریقہ ہے اور گڑھا کھودنا غیر مسلموں کا معمول ہے۔"

آنحضرتؐ کی بردباری اور ایک یہودی کا اسلام لانا

(۴۵۹) یونس نے عبدالرحمن بن امین کنانی کی روایت نقل کی۔ عبدالرحمان نے کہا: مجھ سے محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب اور زہری نے بیان کیا۔ دونوں نے کہا کہ ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کی: "میری قوم نے اسلام قبول کیا ہے اور اب ان کی تنگ دستی اور محتاجی زیادہ ہو گئی ہے۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو خوراک وغیرہ کا سامان دے رکھا تھا چنانچہ آپؐ اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس نے عرض کیا: "جو کچھ میرے پاس تھا وہ میں خرچ کر چکا ہوں۔" اے یہودی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھا اس نے کہا: "میں آپؐ کو چاندی کا سکہ دوں گا اور آپؐ کے لیے فلاں فلاں باغ کی کھجوروں کی بیع سلم کروں گا۔" آنحضرتؐ نے فرمایا: "ہم تمہارے لیے باغوں کو نامزد نہیں کرتے بلکہ ہم تم سے فلاں قسم کی اتنے وزن کی کھجور کے متعلق مخصوص مدت کے لیے بیع سلم کرتے ہیں۔ یہودی نے بیع کا معاہدہ تسلیم کر لیا اور چاندی کا جو سکہ اس کے پاس تھا وہ کھولا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ اعرابی کو دے دو۔" اور اعرابی سے فرمایا: "جاؤ اور اپنی قوم کی فاقہ کشی کو دور کرنے کے لیے سامان مہیا کرو۔"

بعد ازاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنازہ کے ساتھ باہر تشریف لے گئے۔ جب میت قبر میں رکھ دی گئی اور اس پر مٹی ڈال دی گئی تو یہودی اٹھا اور اس نے کہا: "اے محمد! کیا تم میری کھجور مجھے ادا نہیں کرو گے؟ بخدا، اے بنی عبدالمطلب! مجھے تمہارے متعلق معلومات نہیں تھیں۔ تم لوگوں کے

حقوق کی ادائیگی میں ٹال مٹول کیوں کرتے ہو؟" حضرت عمرؓ بن خطاب نے فرمایا: "بخدا! اگر آنحضرتؐ یہاں تشریف فرما نہ ہوتے تو میں تمہیں مار مار کر تمہاری ناک یا تھوتھنی توڑ دیتا۔ (زہری نے خطم یعنی ناک کی نوک یا تھوتھنی کا لفظ استعمال کیا ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے عمرؓ! مجھے تمہاری طرف سے اس کے برعکس اس بات کی ضرورت تھی کہ تم اسے احسن طریقے پر مطالبہ کرنے کی ہدایت کرتے اور مجھے کہتے کہ میں اس کا حق اچھی طرح ادا کردوں۔ اب تم اسے لے کر فلاں فلاں باغ کی طرف جاؤ۔" یہ وہی باغ تھا جس کے متعلق اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا تھا اور آنحضرتؐ نے اس باغ کو اس لیے نامزد کرنے سے انکار کردیا تھا۔ آنحضرتؐ نے حضرت عمرؓ کو فرمایا کہ اسے اس باغ کے اندر لے جاؤ وہ اسے اچھی طرح دیکھ لے اور اگر وہ ان کھجوروں پر راضی ہوجائے تو اسے اس کا پورا مال دے دیا جائے۔ اس کے علاوہ اسے اتنے صاع کھجور اس سختی کے بدلے میں زیادہ دی جائے جو تم نے اس کے ساتھ کی ہے۔" حضرت عمرؓ اسے ساتھ لے گئے اور اس کو وہ باغ دکھایا، وہ راضی ہوگیا اور اسے پورا وزن دیا جس قدر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ یہودی نے حضرت عمرؓ کو کہا: "حضرت موسیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علی وسلم کے جو اوصاف ہماری کتاب میں بیان فرمائے ہیں وہ سب ہم نے دیکھ لیے تھے ماسوائے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حلم کے جس کا تجربہ ہم نے اب کرلیا ہے۔ ۔۔۔۔(۱) میں تمہیں اس بات کا گواہ بناتا ہوں کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، اور میں تمہیں اس بات کا بھی گواہ بناتا ہوں کہ میری آدھی جائداد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں کے لیے صدقہ ہے۔" حضرت عمرؓ نے فرمایا: "اب تمہاری خیرخواہی مجھ پر لازم ہے اس لیے تم اپنے اس صدقہ کو جملہ مومنوں پر نہ پھیلاؤ بلکہ اسے ان مومنین تک محدود کردو جو آنحضرتؐ کے ساتھ ہیں۔" اس نے اس نصیحت کو تسلیم کیا۔ پھر وہ نو مسلم یہودی فوت ہوگیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے جنازہ کے ساتھ نکلے اور آپؐ نے اس کے جنازہ کو اپنے دائیں کندھے اور بعد ازاں بائیں کندھے پر اٹھایا۔

---

(۱) مسودہ میں یہاں عبارت مٹی ہوئی ہے

عبداللہؓ ذوالبجادین کا اسلام لانا

(۴۶۰) یونس نے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے محمد بن ابراہیم بن حرث تیمی نے روایت بیان کی کہ عبداللہ بن مزینہ ذوالبجادین اپنے چچا کے زیر کفالت تھے وہی ان کو سب کچھ دیتا اور ان پر احسان کرتا تھا۔ ان کے چچا کو یہ خبر پہنچی کہ انہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین قبول کرلیا ہے تو اس نے انہیں کہا: "اگر تم نے دین اسلام کو قبول کرلیا او رمحمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اتباع کیا تو میں وہ سب کچھ تم سے چھین لوں گا جو میں نے تمہیں دیا ہے۔" عبداللہ نے کہا: "میں نے اسلام قبول کرلیا ہے۔" ان کے چچا نے سب کچھ ان سے چھین لیا۔ یہاں تک کہ بدن کے کپڑے بھی اتار لیے۔ وہ اپنی والدہ کے پاس آئے۔ والدہ نے ایک کمبل دیا جس کے دو ٹکڑے کئے، ایک کا تہہ بند بنالیا اور ایک کو چادر کے طور پر اوپر لے لیا او رمدینہ کی راہ لی، پھر صبح کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادا کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ نماز سے فراغت کے بعد لوگوں کے حالات دریافت کرتے تھے، او رباہر سے آنے والوں کی خبرگیری کی جاتی تھی۔ رسولؐ اللہ نے عبداللہؓ کو دیکھا تو پوچھا: "تم کون ہو؟" انہوں نے کہا: "میرا نام عبدالعزی ہے۔" آپؐ نے فرمایا: "نہیں، بلکہ تمہارا نام عبداللہ ذوالبجادین (دو کمبلوں والا) ہے۔ تم یہاں ہمارے قریب ہی ٹھہرو۔" وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے در دولت کے قریب ہی (اصحاب صفہ کے ساتھ) رہتے تھے اور بآواز بلند قرآن اور تکبیر اور تسبیح پڑھتے رہتے تھے۔ حضرت عمرؓ بن خطاب نے کہا: "یا رسولؐ اللہ! اس کے پڑھنے سے دوسروں کی قرات میں مزاحمت ہوتی ہے۔" آنحضرتؐ نے فرمایا: "تم اسے کچھ نہ کہو وہ تو خدا اور رسول کے لیے ہر چیز کو چھوڑ چھاڑ کر آنے والوں میں سے ہے۔"

باب ۴۵

واقعہ اسراء

مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک حضورؐ کا لے جایا جانا

(۴۶۱) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی یہ روایت نقل کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی۔ مجھے جو باتیں معلوم ہوئیں ان میں سے یہ بھی ہے کہ آنحضرتؐ نے لوگوں سے گفتگو کی اور ان تک اللہ کا پیغام پہنچایا۔ زمعہ نے کہا: اگر تمہارے ساتھ فرشتہ لگا دیا جاتا جس کو لوگ دیکھتے تو وہ تمہارے ساتھ لوگوں سے کلام کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لو لا أنزل عليه ملك. یعنی اس نبیؐ پر کوئی فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا۔

راوی نے کہا: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جبریلؑ کے ہمراہ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے جایا گیا جس کا نام بیت المقدس ہے اور جو "ایلیا" یعنی یروشلم میں واقع ہے۔ اس وقت مکہ میں اور تمام قبائل میں اسلام پھیل چکا تھا۔ آپؐ کے اس سفر میں اور اس سے متعلق مذکورہ روایات میں لوگوں کا امتحان اور آزمائش مقصود تھی۔ اور یہ واقعہ اللہ تعالیٰ کی قدرت و سلطنت کا ایک اعجاز ہے جس میں اہل دانش و بینش کے لیے سامان عبرت وہدایات موجود ہے۔ یہ رحمت خداوندی کی نشانیوں میں سے ایک اہم نشانی ہے اور ایمان لانے والوں، تصدیق کرنے والوں اور اللہ تعالیٰ کے احکام پر یقین رکھنے والوں کے لیے یہ صاف اور صریح تنبیہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت وارادہ کے مطابق جس طرح چاہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر کرایا تاکہ آپؐ کو اپنی نشانیوں میں سے جس قدر نشانیوں کا مشاہدہ کرانا چاہے وہ آپؐ کو مشاہدہ کرائے۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ عزوجل کے کارخانہ، اس کی عظیم سلطنت اور اس کی قدرت کا معائنہ کیا جس کے ذریعہ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ آپؐ نے اس واقعہ کا ذکر لوگوں سے کیا تاکہ وہ اس کی تصدیق کریں۔

(۴۶۲) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے آل ابی بکرؓ کے بعض لوگوں (یا کسی شخص) نے بیان کیا کہ حضرت عائشہؓ یہ فرمایا کرتی تھیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مفقود نہیں ہوا تھا بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی روح کو سیر کرائی تھی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت عیسیٰؑ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے ساتھ اپنی ملاقات کا ذکر صحابہؓ سے کیا۔ اس سفر میں آپؐ کے سامنے تین پیالے پیش کئے گئے جن میں سے ایک میں پانی، دوسرے میں شراب اور تیسرے میں دودھ تھا۔ (اس کے بعد اصل مسودہ مٹا ہوا ہے شاید یہاں یہ مضمون ہو کہ آپؐ نے دودھ کا برتن اٹھالیا اور جبریلؑ اور حضرت عیسیٰؑ نے مبارکباد پیش کی کہ آپؐ نے ان تینوں میں سے فطری غذا کا انتخاب فرمایا)۔ آنحضرتؐ نے یہ بھی فرمایا کہ مجھے جنت اور دوزخ کا مشاہدہ کرایا گیا اور عالم بالا میں مجھے یہ یہ چیزیں دکھائی گئیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ مجھ پر نماز فرض کی گئی۔

(۴۶۳) یونس نے ابراہیم بن اسماعیل بن مجمع انصاری سے اور اس نے ابن شہاب زہری کے حوالہ سے سعید بن مسیب کی یہ روایت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بیت المقدس میں میری ملاقات حضرات ابرہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام سے ہوئی۔ عیسیٰؑ کی رنگت سرخ تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی بند مکان یا سرنگ یا حمام سے نکل کر آئے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ دبلے پتلے کم گوشت چھریرے بدن کے آدمی تھے گویا کہ وہ قبیلہ شنوہ کے افراد میں سے ہیں۔ اور ابرہیمؑ سے میں خود بہت زیادہ مشابہ ہوں۔ پھر میرے سامنے ایک پیالہ دودھ کا اور ایک پیالہ شراب کا پیش کیا گیا۔ میں نے دودھ کا پیالہ لے لیا۔ جبریلؑ نے کہا: "آپؐ فطرت کی راہ پا گئے اگر آپؐ شراب کا پیالہ لے لیتے تو آپؐ کی امت گمراہ ہو جاتی۔" پھر نماز کا وقت آگیا اور میںؐ سب کا امام بنا اور نماز پڑھائی۔ ابن شہاب نے کہا: عبداللہ بن عمرؓ نے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسیٰؑ بن مریمؑ کے متعلق فرمایا کہ وہ سرخ رنگ کے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی حمام سے نکل کر آئے ہیں۔ بلکہ آنحضرتؐ نے فرمایا: میں نے اپنے آپ کو خواب میں دیکھا کہ بیت اللہ کا طواف کر رہا ہوں، وہاں مجھے ایک سرخ رنگ کا وجیہ شخص نظر آیا جو دو آدمیوں کے درمیان طواف کر رہا تھا۔ اس کا سر صاف ستھرا اور سر کے بالوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ میں نے پوچھا: "یہ کون شخص ہے؟" لوگوں نے کہا: "یہ مسیح ابن مریمؑ ہیں۔" پھر میں نے مڑ کر دیکھا تو مجھے ایک سرخ رنگ کا آدمی نظر آیا جس کی داہنی آنکھ کانی تھی گویا کہ وہ انگور کا

پھولا ہوا دانہ ہے۔ میں نے پوچھا: "یہ کون ہے؟" لوگوں نے کہا: "یہ دجال ہے۔"

(۴۶۴) یونس نے خالد بن دینار بصری کی وساطت سے فضیل اعور کی یہ روایت بیان کی کہ میں ایک جنازہ میں حاضر ہوا جس میں انسؓ بن مالک بھی تھے ابو العالیہ بھی آگئے انہوں نے نماز جنازہ پڑھائی۔ لوگ چلے گئے تو وہ انسؓ بن مالک کے پاس پہنچ گئے۔ ابو العالیہ نے حضرت انسؓ کو کہا: "اے ابو حمزہ! تم نے ایک لمبی ٹوپی پہن رکھی ہے یا دو ٹوپیاں؟ میں نے گذشتہ شب تمہیں اسی جگہ دیکھا تھا کہ تم نے دو ٹوپیاں پہنی ہوئی تھیں۔" حضرت انسؓ نے کہا: "تمہارا خواب سچا ہے۔ میری ایک ٹوپی تو وہ ہے جو تم میرے سر پر دیکھ رہے ہو اور میری دوسری ٹوپی اسلام کی ٹوپی ہے۔" انہوں نے خوابوں کے متعلق گفتگو شروع کر دی۔ حضرت انسؓ نے کہا: "میں مدینہ میں تھا اور اس قدر بیمار ہوا کہ موت کے قریب پہنچ گیا۔ میرے پاس حضرت ابراہیم اور موسیٰ علیہما السلام تشریف لائے۔ حضرت ابراہیمؑ میرے سرہانے بیٹھ گئے اور حضرت موسیٰؑ نچلی طرف تشریف فرما ہوگئے۔ میں جاگ اٹھا اور میں صحت مند تھا۔ ابوالعالیہ نے کہا: "میں خراسان میں تھا، سخت بیمار ہو گیا یہاں تک کہ موت کے قریب پہنچ گیا۔ میرے پاس حضرت ابراہیم اور موسیٰؑ علیہما السلام تشریف لائے۔ ان میں ایک بزرگ میرے سرہانے اور دوسرے نچلی جانب بیٹھ گئے۔ میں نیند سے بیدار ہوا تو صحت مند تھا۔" انسؓ بن مالک نے کہا: "تمہارا خواب تو ہو بہو میرا خواب ہی ہے ان دونوں بزرگوں کا حلیہ بیان کرو۔" ابو العالیہ نے کہا: "حضرت ابرہیمؑ کا رنگ سفید تھا ان کے سر اور داڑھی کے بال بھی سفید تھے وہ دبلے پتلے تھے اور ان کی ناک اونچی تھی۔ جہاں تک حضرت موسیٰؑ کا تعلق ہے ان کے بال گھنے تھے، ان کی جلد سخت تھی اور ان کے دونوں شانوں کا درمیانی حصہ چوڑا چکلا تھا اور ان کے بال شانوں تک پہنچتے تھے۔" حضرت انسؓ نے کہا: "میں نے بھی انہیں خواب میں اسی طرح دیکھا۔"

(۴۶۵) یونس نے زکریا کی وساطت سے شبلی کی یہ روایت نقل کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے بعض لوگوں کو تشبیہ دیتے ہوئے فرمایا کہ وحیہ کلبی جبریلؑ کے مشابہ ہیں اور عروہ بن مسعود ثقفی کو عیسیٰؑ بن مریمؑ سے مشابہت ہے اور عبدالعزی دجال کے مشابہ ہے۔

(۴۶۶) یونس نے عنبسہ بن ازہر سے اور اس نے سماک بن حرب کے حوالہ سے عکرمہؓ کی یہ روایت نقل کی کہ (جنگ احزاب کے موقع پر) جب یہود بنی قریظہ نے بد عہدی کی تو ان کی سرکوبی کے

لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو بھیجا۔ اس وقت جبریلؑ ایک سیاہ و سفید چتکبرے گھوڑے پر سوار ہوکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: "مجھے ایسا دکھائی دیتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبریلؑ کے چہرہ سے گردو غبار پونچھتے تھے۔ میں نے کہا: "یا رسولؐ اللہ! کیا یہ دحیہ کلبی ہیں؟" آنحضرتؐ نے فرمایا: "یہ جبریلؑ ہیں۔"

(۴۶۷) یونس نے مبارک بن فضالہ کے حوالہ سے حسن کی یہ روایت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں موسیٰؑ کے پاس سے گزرا، وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ ان کا رنگ گندم گوں تھا اور بال گھنگھریالے تھے۔ وہ بہت مضبوط آدمی تھے اور قبیلہ شنوہ کے مردوں کے مشابہ تھے۔ میں عیسیٰ علیہ السلام کے پاس سے بھی گزرا، وہ ایک جوان آدمی تھے، انہوں نے مجھے سلام کیا۔ وہ دراز قد اور مضبوط تھے اور ان کی رنگت پر سرخی غالب تھی۔

(۴۶۸) یونس نے اسباط بن نصر کی وساطت سے اسماعیل سدی کی یہ روایت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے سولہ ماہ قبل آنحضرتؐ پر پانچ وقت کی نمازیں بیت المقدس میں اس رات کو فرض کی گئیں جب آپؐ کو سیر کرائی گئی۔

(۴۶۹) یونس نے عبدالرحمان بن عبداللہ بن عتبہ کے حوالہ سے عمرو بن مرہ سے اور اس نے عبدالرحمان بن ابی لیلی کی وساطت سے معاذ بن جبل کی یہ روایت بیان کی کہ نماز تین مرحلوں سے گزری اور روزہ کو بھی تین احوال پیش آئے۔ جہاں تک نماز کا تعلق ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لے گئے تو آنحضرتؐ نے سترہ ماہ تک بیت المقدس کی جانب منہ کرکے نماز پڑھی پھر اللہ عزل وجل نے آپؐ کا رخ قبلہ کی طرف پھیر دیا۔ یہ ایک مرحلہ ہے۔ قریب تھا کہ مسلمان نماز میں حاضری کے معاملہ میں بٹ جاتے۔ لیکن عبداللہ بن زید انصاریؓ نے آکر کہا: "یا رسولؐ اللہ! اگر میں آپؐ سے یہ عرض کروں کہ میں سویا ہوا نہیں تھا تو ان شاء اللہ میں یہ کہنے میں سچا ہوں۔ میں نیم خوابی اور نیم بیداری کی حالت میں تھا کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا جو سبز کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ اس نے قبلہ رو ہوکر کہا: اللہ اکبر اللہ اکبر (دو مرتبہ)، اشھد ان لا الہ الا اللہ (دو مرتبہ) اشھد ان محمدا رسول اللہ (دو مرتبہ)، حی علی الصلوۃ (دو مرتبہ)، حی علی الفلاح (دو مرتبہ)، اللہ اکبر اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ۔" پھر اس نے کچھ وقت کے لیے توقف کیا۔ بعد ازاں اٹھ کر وہی کلمات کہے جو ماسوائے اس تبدیلی کے کہ جب وہ "حی علی

الفلاح" سے فارغ ہوا تو اس نے کہا: "قد قامت الصلوۃ، اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ۔ اذان اور اقامت دونوں میں دوہرے کلمات ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلالؓ کو یہ سکھاؤ۔" پس بلالؓ کو حکم دیا گیا۔ انہوں نے اس طرح اذان کہی۔ حضرت عمرؓ بن خطاب بھی تشریف لے آئے۔ انہوں نے عرض کی: "یا رسولؐ اللہ! میں نے بھی خواب میں اسی طرح دیکھا ہے جس طرح میرے انصاری بھائی نے دیکھا ہے۔ لیکن آپؐ کے سامنے خواب بیان کرنے کے معاملہ میں وہ مجھ سے سبقت لے گیا۔ یہ دوسرا مرحلہ ہے۔ جب لوگ نماز پڑھ رہے ہوتے تو کوئی شخص آتا وہ ان سے پوچھتا تھا کہ تم نے کتنی نماز پڑھی ہے؟ نماز کی حالت میں لوگ اشارہ سے ایک یا دو رکعت بتلاتے تھے۔ یعنی جتنی رکعتیں پڑھی جاچکی ہوتیں۔ چنانچہ بعد میں آنے والے پہلے فوت شدہ رکعتیں پڑھ کر پھر جماعت کے ساتھ بقایا نماز میں شامل ہوتے۔ ایک دفعہ حضرت معاذؓ بعد میں آئے انہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کا کچھ حصہ پڑھ چکے ہیں چنانچہ انہوں نے جماعت کے ساتھ شامل ہوکر نماز پڑھی۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت معاذؓ نے اٹھ کر فوت شدہ رکعتیں ادا کیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "معاذؓ نے تمہارے لیے صحیح طریق واضح کردیا ہے تمہیں چاہئے کہ اس طرح کیا کرو۔" یہ تیسرا مرحلہ ہے۔

جہاں تک روزوں کا تعلق ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے۔ آنحضرتؐ یوم عاشورہ اور ہر مہینہ میں تین دن کے روزے رکھتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ماہ رمضان کے روزے فرض کیے اور یہ حکم نازل فرمایا:

یایھا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام ...... الی قولہ وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین ۝ (البقرہ۔ ۱۸۳۔۱۸٤)

اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کردیئے گئے جس طرح تم سے پہلے انبیاء کے پیروؤں پر فرض کئے گئے تھے۔ اس سے توقع ہے کہ تم میں تقوی کی صفت پیدا ہوگی۔ چند مقرر دنوں کے روزے ہیں۔ اگر تم میں سے کوئی بیمار ہو یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں میں اتنی ہی تعداد پوری کرے اور جو لوگ روزے رکھنے کی قدرت رکھتے ہوں (پھر نہ رکھیں) تو وہ فدیہ دیں ایک روزے کا فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔

چنانچہ جو شخص چاہتا وہ روزے رکھ لیتا اور جو چاہتا وہ افطار کر لیتا تھا اور روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا کرتا تھا۔ پھر اللہ عزوجل نے تندرست مقیم کے لیے روزے کو واجب کر دیا لیکن ایسے بوڑھے آدمی کے لیے جس میں روزے کی طاقت نہ ہو مسکین کو کھانا کھلا دینے کی رعایت کو بدستور باقی رہنے دیا۔ اللہ عزوجل نے یہ حکم نازل فرمایا:

فمن شهد منكم الشهر فليصمه ۔۔۔ الى آخر الاية۔ (البقرة ۔۱۸۵)

لہٰذا اب سے جو شخص اس مہینے کو پائے، اس کو لازم ہے کہ اس پورے مہینے کے روزے رکھے اور جو کوئی مریض ہو یا سفر پر ہو تو وہ دوسرے دنوں میں روزوں کی تعداد پوری کرے۔ اللہ تمہارے ساتھ نرمی کرنا چاہتا ہے سختی کرنا نہیں چاہتا، اس لیے یہ طریقہ تمہیں بتایا جا رہا ہے تاکہ تم روزوں کی تعداد پوری کر سکو اور جس ہدایت سے اللہ نے تمہیں سرفراز کیا ہے اس پر اللہ کی کبریائی کا اظہار و اعتراف کرو اور شکر گزار بنو۔

ابتدا میں لوگ رات کے وقت سونے سے قبل کھاتے پیتے اور بیویوں کے پاس جاتے تھے اور نیند آجانے سے آنکھ کھلنے کے بعد کھانا پینا اور بی بی کے پاس جانا حرام ہو جاتا تھا۔ ایک انصاری جس کا نام صرمہ تھا وہ اپنے کھیت میں کام کرتا تھا افطار کے وقت وہ سو گیا اور ساری رات سو کر صبح کے وقت بیدار ہوا اور اس نے دوسرا روزہ بغیر کچھ کھائے پیئے رکھ لیا۔ اس نے سخت تکلیف محسوس کی اور لاغر ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں دیکھ رہا ہوں کہ تم کمزور ہو گئے ہو۔" اس نے اپنی روداد آنحضرتؐ کو سنائی۔ (اس کے بعد مسودہ میں کچھ خلا ہے۔ شاید یہ مضمون ہو کہ ایک دوسرے شخص نے بی بی کے پاس جانے کے متعلق معذرت پیش کی) اس پر اللہ عزوجل نے یہ حکم نازل فرمایا:

احل لكم ليلة الصيام الرفث الى نسائكم ۔۔۔ الى آخر الاية۔ (البقرة۔ ۱۸۷)

تمہارے لیے روزوں کے زمانے میں راتوں کو اپنی بیویوں کے پاس جانا حلال کر دیا گیا ہے۔ وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے۔ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہو گیا کہ تم لوگ چپکے چپکے اپنے آپ سے خیانت کر رہے تھے مگر اس نے تمہارا قصور معاف کر دیا اور تم سے درگزر فرمایا: اب تم اپنی بیویوں کے ساتھ شب باشی کرو اور جو لطف اللہ نے تمہارے لیے جائز کر دیا ہے اسے حاصل کرو نیز راتوں کو کھاؤ پیو یہاں تک کہ تم کو سیاہی شب کی دھاری سے سپیدہ صبح کی دھاری نمایاں نظر آئے تب یہ سب کام چھوڑ کر

رات تک اپنا روزہ پورا کرو اور جب تم مسجدوں میں معتکف ہو تو بیویوں سے مباشرت نہ کرو۔ یہ اللہ کی باندھی ہوئی حدیں ہیں ان کے قریب نہ پھٹکنا اس طرح اللہ اپنے احکام لوگوں کے لیے بصراحت بیان کرتا ہے۔ توقع ہے کہ وہ غلط رویے سے بچیں گے۔

(۴۷۰) یونس نے عبدالرحمان بن عبداللہ کے حوالہ سے قاسم کی یہ روایت بیان کی کہ سب سے پہلے جس شخص نے اذان دی وہ حضرت بلالؓ تھے۔

(۴۷۱) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے زہری نے یہ بیان کیا کہ حضرت عثمانؓ بن مظعون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت عثمانؓ نے سلام کیا اور آنحضرتؐ نے حالت نماز ہی میں سلام کا جواب دیا۔

(۴۷۲) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے ابو زناد نے عامر شعبی کے حوالہ سے عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت بیان کی۔ (عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا:)۔۔۔۔۔(۱) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا جب کہ آنحضرت نماز پڑھ رہے تھے آپؐ نے اشارہ کیا اور سلام کا جواب نہ دیا۔۔۔۔۔(۲) میں نے دوبارہ سلام کیا۔۔۔۔ (۳) مجھے جواب نہیں دیا گیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل۔۔۔۔۔(۴) رات اور دن کو پھیرتا ہے جس طرح چاہتا ہے۔۔۔۔۔(۵) بلالؓ نے کہا:۔۔۔۔۔(۶) نماز میں۔

(۴۷۳) احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے محمد بن ابی محمد مولی زید بن ثابت نے روایت بیان کی: اس نے کہا:۔۔۔۔۔(۷) یا عکرمہؓ نے ابن عباسؓ سے روایت نقل کی (محمد بن ابی محمد کو شک ہے) ابن عباسؓ نے فرمایا: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ کے سترہویں مہینے۔۔۔۔۔ ماہ رجب۔۔۔ کے اوائل میں سمت قبلہ (بیت المقدس) شام سے کعبے کی طرف پھیر دی گئی۔۔۔۔ (۸) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔۔۔۔۔ (۹) عمرو اور کعب بن اشرف۔۔۔۔۔۔(۱۰) بن ابی۔۔۔۔۔(۱۱) کعب بن اشرف اور ربیع بن ربیع۔۔۔۔۔(۱۲)

---

(۱) و (۲) و (۳) و (۴) و (۵) و (۶) و (۷) و (۸) و (۹) و (۱۰) و (۱۱) و (۱۲) مسودہ میں یہاں عبارت مٹی ہوئی ہے۔

نوٹ: ابن اسحاق کی کتاب المغازی کے یہ اجزاء مغربی مخطوطات سے دستیاب ہوئے۔ والحمدللہ علی کل حال والصلوۃ والسلام علی سیدنا ومحمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔

باب ۴۶

قطعہ ثانیہ

(از مخطوطات ظاہریہ دمشق۔ روایت محمد بن سلمہ)

غزوہ بدر

(۴۷۴) ۵۴۴ھ کے ماہ رمضان کا واقعہ ہے کہ شیخ امام حافظ ابو بکر احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادی نے بمقام دمشق ہمیں بتایا کہ اس سے ابو نعیم حافظ نے ابو علی محمد بن احمد بن حسن صواف کے حوالہ سے ابو شعیب حرانی کی روایت نقل کی اور ابو شعیب نے نفیلی سے اور اس نے محمد بن سلمہ کی وساطت سے محمد بن اسحاق کی یہ روایت بیان کی کہ پھر اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا:

واذ زین لھم الشیطن اعمالھم وقال لا غالب لکم الیوم من الناس وانی جار لکم ○ (الانفال-۴۸)

ذرا خیال کرو اس وقت کا جب کہ شیطان نے ان لوگوں کے کرتوت ان کی نگاہوں میں خوشنما بنا کر دکھائے تھے اور ان سے کہا تھا کہ آج تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا اور یہ کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔

راوی نے یہ بھی ذکر کیا کہ ابلیس نے قریش کے ساتھ فریب کاری کی۔ ابلیس ان کے سامنے سراقہ بن جعشم کی شکل میں نمودار ہوا اور ان کے ساتھ بنی بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ کی جنگ کا ذکر بھی کیا جو قریش اور بنی بکر کے درمیان ہوئی تھی۔ جب دشمن خدا (ابلیس) نے اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کے لشکروں کو دیکھا جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کی امداد کے لیے بھیجا تھا تو اس موقع پر اللہ عزوجل نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر دی۔

فلما ترأت الفئتٰن نکص علیٰ عقبیه وقال انی بری منکم انی اریٰ مالا ترون انی اخاف الله والله شدید العقاب ○ (الانفال-٤٨)

مگر جب دونوں گروہوں کا آمنا سامنا ہوا تو وہ (شیطان) الٹے پاؤں پھر لیا اور کہنے لگا کہ میرا تمہارا ساتھ نہیں ہے، میں وہ کچھ دیکھ رہا ہوں جو تم لوگ نہیں دیکھتے۔ مجھے خدا سے ڈر لگتا ہے اور خدا بڑی سخت سزا دینے والا ہے۔

پھر شیطان انہیں آگے لے گیا اور موت کے منہ میں ڈھکیل دیا۔ (راوی نے کہ) مجھ سے بیان کیا گیا کہ وہ شیطان کو ہر پڑاؤ پر سراقہ کی شکل میں دیکھتے رہے اور پہچانتے رہے یہاں تک کہ معرکہ بدر میں دونوں لشکر آمنے سامنے آگئے جب شیطان الٹے پاؤں پھر گیا تو اسے حارث بن ہشام اور عمیر بن وہب جمحی نے دیکھا اور ان میں سے ایک نے اس کا ذکر کیا اور کہا: "اے سراقہ! کدھر جارہے ہو؟" لیکن اس دشمن خدا نے اپنی ہیئت تبدیل کرلی اور چلا گیا۔

پھر سورہ انفال میں اللہ تعالیٰ نے اہل کفر اور ان کی موت کا ذکر کیا اور ان کے حالات بیان کئے اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے متعلق خبر دے کر فرمایا:

فاما تثقفنّهم فی الحرب وشرد بهم من خلفهم لعلهم یذکرون ○ (الانفال-٥٧)

پس اگر یہ لوگ تمہیں لڑائی میں مل جائیں تو ان کی ایسی خبر لو کہ ان کے بعد جو دوسرے لوگ ایسی روش اختیار کرنے والے ہوں وہ سمجھ جائیں۔

یعنی ان کو ایسی سزا دو کہ ان کی عقل ٹھکانے آجائے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

واعدوا لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخیل ترهبون به عدوالله وعدوکم وآخرین من دونهم لا تعلمونهم الله یعلمهم وما تنفقوا من شی فی سبیل الله یوفّ الیکم وانتم لا تظلمون ○ (الانفال-٦٠)

اور تم لوگ، جہاں تک تمہارا بس چلے، زیادہ سے زیادہ طاقت اور تیار بندھے رہنے والے گھوڑے ان کے مقابلہ کے لیے مہیا رکھو تاکہ اس کے ذریعہ سے اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو اور ان دوسرے اعداء کو خوف زدہ کردو جنہیں تم نہیں جانتے مگر اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ اللہ کی راہ میں جو کچھ تم خرچ کروگے اس کا پورا پورا بدل تمہاری طرف پلٹایا جائے گا اور تمہارے ساتھ ہرگز ظلم نہ ہوگا (یعنی آخرت میں اور فوری

طور پر اس دنیا میں اللہ تعالیٰ تمہارا اجر ضائع نہیں کرے گا)

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وان جنحوا للسلم فاجنح لها وتوكل على الله انه هوا لسميع العليم ○ وان يريدوا ان يخدعوك فان حسبك الله هو الذى ايدك بنصره وبالمومنين ○ والّف بين قلوبهم لو انفقت ما فى الارض جميعاً ما الّفت بين قلوبهم ولكن الله الّف بينهم انه عزيز حكيم ○ (انفال ۶۱-۶۳)

اور اگر دشمن صلح وسلامتی کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اس کے لیے جھک جاؤ (یعنی اگر وہ تمہیں سلامتی کی دعوت دیں تو تم ان سے مصالحت کرلو) اور اللہ پر بھروسا کرو (بے شک اللہ تمہارے لیے کافی ہے)۔ یقیناً اللہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔ اور اگر وہ دھوکے کی نیت رکھتے ہوں تو تمہارے لیے اللہ کافی ہے (یعنی اللہ ان کے دھوکے کے پیچھے لگا ہوا ہے) وہی تو ہے جس نے اپنی مدد سے تمہاری تائید کی (کمزوری کے بعد) اور مومنوں کے ذریعہ سے بھی تمہاری مدد کی اور مومنوں کے دل ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ دیئے (اس ہدایت سے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا کی) تم روئے زمین کی ساری دولت بھی خرچ کر ڈالتے تو ان لوگوں کے دل نہ جوڑ سکتے تھے مگر وہ اللہ ہے جس نے ان لوگوں کے دل جوڑے (اپنے دین کے ذریعہ سے جس پر ان سب کو اکٹھا کر دیا) یقیناً وہ بڑا زبردست اور دانا ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يأيها النبى حسبك الله ومن اتبعك من المومنين ○ يأيها النبى حرض المومنين على القتال ان يكن منكم عشرون صابرون يغلبوا مائتين وان يكن منكم مائة يغلبوا الفاً من الذين كفروا بانهم قوم لا يفقهون ○ (انفال: ۶۴-۶۵)

اے نبیؐ! تمہارے لیے اور تمہارے پیرو اہل ایمان کے لیے تو بس اللہ کافی ہے۔ اے نبیؐ! مومنوں کو جنگ پر ابھارو اگر تم میں سے بیس آدمی صابر ہوں تو وہ دو سو پر غالب آئیں گے اور اگر سو آدمی ایسے ہوں تو منکرین حق میں سے ایک ہزار آدمیوں پر بھاری رہیں گے کیوں کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھ نہیں رکھتے۔

یعنی کافر ایسے لوگ ہیں جو کسی نیک مقصد اور حق کے لیے قتال نہیں کرتے اور نہ ہی انہیں خیرو

شر کی معرفت حاصل ہے۔

(۴۷۵) عبداللہ بن حسن حرانی نے نفیلی سے اور اس نے محمد بن سلمہ کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے ابو جعفر محمد بن علی نے یہ روایت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے رعب کے ذریعہ سے فتح و نصرت عطا کی گئی۔ ساری روئے زمین میرے لیے مسجد اور پاکیزہ قرار دی گئی۔ مجھے جوامع الکلم (یعنی مختصر ترین کلمات جو زیادہ سے زیادہ معانی کے حامل ہوں) عطا کیے گئے۔ میرے لیے مال غنیمت حلال قرار دیا گیا، جو مجھ سے پہلے کسی نبی کے لیے حلال نہ تھا اور مجھے شفاعت کا مرتبہ دیا گیا۔ یہ وہ پانچ امتیازی خصوصیات ہیں جو مجھ سے قبل کسی پیغمبر کو نہ دی گئیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ما کان لنبی ان یکون له اسریٰ حتی یثخن فی الارض ○

کسی نبی کے لیے یہ جائز نہیں تھا (آپؐ سے قبل) کہ اس کے پاس قیدی ہوں (دشمنوں میں سے) جب تک کہ وہ زمین میں دشمنوں کو اچھی طرح کچل نہ دے (یہاں تک کہ انہیں نیست و نابود کر دے)

تریدون عرض الدنیا واللہ یرید الاخرۃ ○ (الانفال۔ ۶۷)

تم دنیا کے فائدے چاہتے ہو (یعنی قیدیوں کے بدلے فدیہ چاہتے ہو) حالانکہ اللہ کے پیش نظر آخرت ہے (یعنی کفار کو کچل کر دین اسلام کو غالب کیا جائے اور آخرت کی کامیابی حاصل کی جائے)

لو لا کتب من اللہ سبق لمسکم فیما اخذتم عذاب عظیم ○ (الانفال: ۶۸)

اگر اللہ کا نوشتہ پہلے نہ لکھا جا چکا ہوتا تو جو کچھ تم لوگوں نے کیا ہے (یعنی قیدی اور غنیمت حاصل کی ہے) اس کی پاداش میں تم کو بڑی سزا دی جاتی۔

اگر پہلے سے یہ طے شدہ نہ ہوتا کہ منع کرنے سے قبل تمہیں عذاب نہیں دوں گا جو کچھ تم نے کیا ہے اس پر تمہیں عذاب دیا جاتا۔ لیکن اس بارے میں ایسا کوئی مانع حکم نہ تھا۔ پھر رحمان و رحیم خدا نے اپنی رحمت اور انعام و بخشش کے طور پر تمہارے لیے غنائم کو حلال کر دیا۔ اور فرمایا:

فکلوا مما غنمتم حلالاً طیباً واتقوا اللہ ان اللہ غفور رحیم ○ یأیھا النبی قل لمن فی أیدیکم من الاسریٰ أن یعلم اللہ فی قلوبکم خیراً یوتکم خیراً مما اخذ منکم ویغفرلکم واللہ غفور رحیم ○ (الانفال۔۶۹۔۷۰)

پس جو کچھ تم نے مال حاصل کیا ہے اسے کھاؤ کہ وہ حلال اور پاک ہے۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ یقیناً اللہ درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ اے نبی! تم لوگوں کے قبضہ میں جو قیدی ہیں ان سے کہو اگر اللہ کو معلوم ہوا کہ تمہارے دلوں میں کچھ خیر ہے تو وہ تمہیں اس سے بڑھ چڑھ کر دے گا جو تم سے لیا گیا ہے اور تمہاری خطائیں معاف کرے گا۔ اللہ درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کہا کرتے تھے کہ خدا کی قسم یہ آیت میرے متعلق نازل ہوئی۔ جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے اسلام کا ذکر کیا اور مطالبہ کیا کہ بیس اوقیہ جو مجھ سے لیے گئے تھے وہ مجھے واپس کیے جائیں لیکن آنحضرتؐ نے انکار فرمایا۔ اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے مجھے بیس غلام عطا کیے جو سب کے سب تاجر تھے اور میرے مال سے میرے لیے تجارت کرتے تھے۔ مزید برآں میں اللہ تعالیٰ سے رحمت و مغفرت کا امیدوار ہوں۔" پھر مسلمانوں کو باہمی ملاپ کی ترغیب دی گئی اور دوسروں کو چھوڑ کر مہاجرین و انصار کے درمیان دینی ولایت قائم کر دی اور کافروں کو ایک دوسرے کا ولی قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلا تفعلوہ تکن فتنۃ فی الارض وفساد کبیر ○ (الانفال۔۷۳)

اگر تم (اہل ایمان ایک دوسرے کی حمایت) نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد برپا ہو گا۔

یعنی مومن مومن کا ولی ہو گا اور کافر کو مومن کی ولایت حاصل نہ ہو گی خواہ وہ کافر اس مومن کے ذوی الارحام میں سے کیوں نہ ہو (تکن فتنۃ۔ فتنہ برپا ہو گا) یعنی حق و باطل میں اشتباہ والتباس واقع ہو گا اور مومن اور کافر میں باہم ولایت قائم کرنے سے زمین میں فساد رونما ہو گا۔ مہاجرین و انصار کے درمیان ولایت قائم کرنے کے بعد جب کفار میں سے لوگ مسلمان ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے باہم دگر خون کے رشتہ دار مسلمانوں میں وراثت لوٹا دی اور فرمایا:

والذین آمنوا من بعد وھاجروا وجٰھدوا معکم فاولٓئک منکم واولوا الارحام بعضھم اولیٰ ببعض فی کتٰب اللہ ان اللہ بکل شیٔ علیم ○ (الانفال۔۷۵)

اور جو لوگ بعد میں ایمان لائے اور ہجرت کر کے آ گئے اور تمہارے ساتھ مل کر جدوجہد کرنے لگے وہ بھی تم ہی میں شامل ہیں مگر اللہ کی کتاب میں خون کے رشتہ دار ایک دوسرے کے (وراثت میں) زیادہ حقدار ہیں۔ یقیناً اللہ ہر چیز کو جانتا ہے۔

(۴۷۶) غزوہ بدر میں جو مسلمان مہاجرین اور اوس وخزرج کے انصار شامل ہوئے اور جنہیں مال غنیمت میں سے حصہ اور معاوضہ دیا گیا ان سب کی تعداد ۳۱۴ مرد بنتی ہے۔ ان میں مہاجرین ۸۳ تھے، قبیلہ اوس کے انصار ۶۱ تھے اور قبیلہ خزرج کے انصار ۱۷۰ تھے۔

(۴۷۷ تا ۴۸۶) شہدائے بدر

جنگ بدر میں جو مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے ان میں سے شہداء کی تفصیل درج ذیل ہے:

★ قریش کی شاخ: بنی المطلب بن عبد مناف میں سے:

(۱) عبیدہؓ بن حارث بن مطلب بن عبد مناف۔ (ان کا پاؤں عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس نے کاٹ دیا تھا اور وہ مقام صفراء میں فوت ہوئے)

بنی زہرہ بن کلاب میں سے:

(۲) عمیر بن ابی وقاص بن اہیب بن عبد مناف بن زہرہ

حلفائے بنی زہرہ میں سے:

(۳) ذوالشمالینؓ عبد عمرو بن نضلہ (بنی غبشان میں سے)۔

(۴) عامرؓ بن بکیر (بنی سعد بن لیث بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ میں سے بنی عدی کا حلیف)

(۵) مہجعؓ (حضرت عمرؓ بن خطاب کا آزاد کردہ غلام)

بنی حارث بن فہر میں سے:

(۶) صفوانؓ بن بیضاء۔

★ انصار کی شاخ: بنی عمرو بن عوف میں سے:

(۷) سعدؓ بن خیثمہ

(۸) مبشرؓ بن عبد المنذر بن دینار۔

بنی حارث بن خزرج میں سے:

(۹) یزیدؓ بن حارث (یہ فسحم کہلاتے تھے)

بنی سلمہ (یعنی بنی حرام بن کعب، بن غنم بن کعب بن سلمہ) میں سے:

(۱۰) عمیر بن حمام

بنی خبیب (یا خبیب) بن عبد حارثہ بن مالک میں سے:

(۱۱) رافع بن معلی

بنی نجار یعنی (یعنی بنی عدی بن نجار) میں سے:

(۱۲) حارثہ بن سراقہ بن حارث۔

بنی غنم بن مالک بن نجار میں سے:

(۱۳) عوف بن حارث بن سواد

(۱۴) معوذ بن حارث بن سواد

ان دونوں کی والدہ کا نام عفراء ہے۔

(۴۸۷) کچھ نوجوان ایسے تھے جو جنگ بدر میں قریش کے ساتھ قتل کیے گئے۔ ہمیں بتایا گیا کہ ان کے متعلق قرآن میں یہ آیت نازل کی گئی:

ان الذین توفٰھم الملٰئکۃ ظالمی أنفسھم قالوا فیم کنتم قالوا کنا مستضعفین فی الارض قالوا ألم تکن ارض اللہ واسعۃً فتھاجروا فیھا فاولٰئک ماوٰھم جھنم وساءت مصیراً ؁ (النساء۔۹۷)

جو لوگ اپنے نفس پر ظلم کر رہے تھے ان کی روحیں جب فرشتوں نے قبض کیں تو ان سے پوچھا کہ یہ تم کس حال میں بتلا تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم زمین میں کمزور و مجبور تھے۔ فرشتوں نے کہا: کیا خدا کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بڑا ہی برا ٹھکانا ہے۔

انہوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو ان نوجوانوں کے آباءواجداد اور خاندان والوں نے انہیں مکہ ہی میں روک لیا اور فتنہ میں بتلا کیا۔ یہ خود بھی فتنہ میں گرفتار ہو گئے اور اپنی قوم کے ساتھ میدان بدر میں آئے اور سب کے سب وہاں مارے گئے۔

ان نوجوانوں کے نام یہ ہیں:

- بنی اسد بن عبدالعزی بن قصی میں سے: (۱) حارث بن زمعہ بن اسود بن مطلب بن اسد
- بنی مخزوم ابو قیس بن فاکہ بن مغیرہ میں سے: (۲) قیس بن ولید بن مغیرہ
- بنی جمح میں سے: (۳) علی بن امیہ بن خلف
- بنی سہم میں سے (۴) عاص بن منبہ بن حجاج

غزوہ کُدر

(۴۸۸) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماہ رمضان کے اواخر یا ماہ شوال کے اوائل میں جنگ بدر سے فارغ ہوئے۔ جب آنحضرتؐ بدر سے مدینہ تشریف لائے تو وہاں آپؐ نے صرف سات دن قیام فرمایا۔ اس کے بعد آپؐ بنفس نفیس نبی سلیم کے ساتھ غزوہ کے ارادہ سے نکلے اور ان کے چشموں میں سے ایک چشمے پر پہنچے جسے کدر کہا جاتا تھا، وہاں آپؐ نے تین دن تک قیام فرمایا۔ اس دوران میں مقابلہ کی نوبت نہ آئی پھر آنحضرتؐ واپس مدینہ تشریف لے آئے اور بقیہ شوال اور ذوالقعدہ مدینہ میں گزارا۔ اس عرصہ میں آپؐ نے قریش کے اکثر قیدی فدیہ لے کر رہا کر دئے۔

باب ۴۷

غزوہ سویق

(۴۸۹) پھر ابو سفیان بن حرب نے ماہ ذی الحجہ میں سویق کی جنگ لڑی۔ اس سال حج مشرکین ہی کی نگرانی میں ہوا۔

(۴۹۰) عبداللہ بن حسین حرانی نے نفیلی سے اور اس نے محمد بن سلمہ کے حوالہ سے محمد بن اسحاق کی روایت نقل کی۔ محمد بن اسحاق نے کہا: مجھ سے محمد جعفر بن زبیر اور یزید بن رومان اور دیگر قابل اعتماد لوگوں نے انصار کے بڑے علماء میں سے عبداللہ بن کعب بن مالک کی یہ روایت بیان کی کہ ابو سفیان نے قسم کھائی تھی کہ جب تک وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جنگ آزمائی نہ کرے گا اس وقت تک جنابت کے سبب سے بھی اپنے سر پر پانی نہ ڈالے گا (یعنی غسل جنابت بھی نہ کرے گا)۔ وہ قریش کے دو سو سوار لے کر نکلا تاکہ اپنی قسم کو پورا کرے۔ اس نے نجدی راستہ اختیار کیا یہاں تک کہ وہ نہر کے بالائی حصہ میں شیب نامی ایک پہاڑ کے پاس جا اترا جو مدینہ سے تقریباً ایک برید (۱) کی مسافت پر تھا۔ پھر وہ راتوں رات چل کر قبیلہ بنی نضیر میں حیی بن اخطب کے مکان پر پہنچا، اس کا دروازہ کھٹکھٹایا، لیکن اس نے خوف محسوس کیا اور دروازہ نہ کھولا۔ پھر وہ سلام بن مشکم کے پاس گیا جو اس وقت بنی نضیر کا سردار اور خزانچی تھا۔ ابو سفیان نے اس سے اجازت طلب کی۔ سلام نے اجازت دے دی اور کھانے اور شراب سے اس کی تواضع کی اور لوگوں کے متعلق اسے راز کی باتیں بتائیں۔ پھر وہ رات کے آخری حصہ میں چل کر اپنے رفقاء کے پاس چلا گیا۔ اس نے قریش کے کچھ آدمی مدینہ کی طرف بھیجے۔ وہ نواح مدینہ میں عریض نامی جگہ پہنچے۔ وہاں نخلستان میں سے نکلے۔ ایک انصاری اور اس کا ایک حلیف وہاں اپنے کھیت میں موجود تھے قریش

(۱) البرید ما بین ظلِّ عِیرٍ الیٰ وَعیرٍ۔ یعنی برید "ظل عیر" سے لے کر "وعیر" تک کا ہوتا ہے۔ ان دونوں مقاموں کے درمیان ۱۲ میل کا فاصلہ ہے جبکہ میل پندرہ سو ہاتھ کا ہو، اور یہ فاصلہ ہمارے ہاں کے تقریباً ۲ میل کے برابر ہے۔ مترجم

نے ان دونوں کو قتل کر دیا اور واپسی کی راہ لی۔ لوگوں کو ان کی اطلاع ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی تلاش میں نکلے اور قرقرۃ الکدر تک ان کا تعاقب کیا اور وہاں سے واپس تشریف لے آئے کیوں کہ ابو سفیان اور اس کے ہمراہی بھاگ کر چلے گئے تھے اور جاتی دفعہ اپنی خوراک کا کچھ سامان اپنا بوجھ ہلکا کر کے بھاگنے کی غرض سے وہاں کھیتوں میں چھوڑ گئے۔ آنحضرتؐ کے صحابہؓ نے یہ سامان دیکھا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مراجعت اختیار کی تو مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: "کیا آپؐ کو امید ہے کہ جنگ ہمارے لیے نفع بخش ہوگی؟" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہاں۔"

(۴۹۱) جب ابو سفیان مکہ میں مدینہ پر معرکہ آرائی کے ضروری سامان جنگ مہیا کر رہا تھا تو اس وقت اس نے یہ اشعار کہے:

کروا علیٰ یثرب وجمعهم

فان ما جمعوا لكم نفل

یثرب اور ان کی جمعیت پر بار بار حملہ کرو، کیوں کہ انہوں نے جو کچھ اکٹھا کر رکھا ہے وہ تمہارے لیے مال غنیمت ہے۔

ان يك يوم القليب كان لهم

فان ما بعده لكم دول

اگر جنگ میں ہمارے ساتھیوں کی لاشیں بدر کے پرانے کنوئیں میں ڈال دی گئی تھیں اور مسلمانوں کو فتح ہوئی تو کیا ہوا اس کے بعد آئندہ تمہیں ان پر غلبہ حاصل ہوگا۔

واللات لا اقرب النساء ولا

يمس راسي وجلدي الغسل

لات کی قسم! میں اس وقت تک عورتوں کے قریب نہ جاؤں گا اور اپنے سر اور جسم پر پانی نہ ڈالوں گا۔

حتى تبيدوا قبائل الاوس وار

خزرج ان الفواد مشتعل

جب تک کہ اوس اور خزرج کے قبائل کا استیصال نہ ہوجائے بیشک ہمارے دل جلے ہوئے ہیں۔

دربار رسالت کے شاعر حضرت کعبؓ بن مالک نے اس کے جواب میں یہ اشعار کہے:

یا لهف أم المشجعين على

جيش ابن حرب في الحرة الفسل

ابو سفیان بن حرب کا رذیل لشکر مدینہ کی کالی پتھریلی زمین میں ہے اس میں ایسے لشکری ہیں جن کے دل مضبوط کئے گئے ہیں اور ان بہادری کا دم بھرنے والے لشکریوں کی ماؤں کی حالت افسوس ناک ہے۔

اذا يطرحون الرحال مرتسم

الطير ترقوا بقية الجبل

انہوں نے اپنے کجاوے ان پرندوں کے بوسیدہ گھونسلوں پر ڈالے ہیں جو پہاڑ کے پر فضا حصہ پر چڑھ گئے ہیں۔

جاؤوا بجمع لوقيس منزله

لم يك الا كمعوس الداؤل

وہ صرف اتنی سی جمعیت لے کر آئے ہیں کہ اگر اس لشکر کے پڑاؤ کی پیمائش کی جائے تو وہ اسی قدر ہوگی کہ جتنی جگہ میں ایک بھیڑیا یا گیدڑ رات گزارتا ہے۔

(۴۹۲) جب ابو سفیان بن حرب نے مدینہ سے مکہ کی جانب کوچ کیا تو اس نے یہ اشعار کہے:

اني تخيرت المدينة واحدا

لحلف فلم اندم ولم اتلوم

میں نے پورے مدینہ میں سے صرف ایک آدمی کو اپنے حلیف کے طور پر چنا اور اس چناؤ میں نہ مجھے ندامت و پشیمانی کا احساس ہے اور نہ میں نے کوئی قابل ملامت کام کیا ہے۔

سقاني فرواني كميتا مدامة

على عجل مني سلام بن مشكم

میں اگر چہ عجلت میں تھا اس کے باوجود سلام بن مشکم نے مجھے سرخ وسیاہ شراب پلائی اور سیراب کیا۔

فلما تولی الجیش قلت ولم اکن

لا فرحۃ البشر بغزو ومغنم

جب اس نے لشکر کی سرپرستی کا ذمہ لے لیا تو میں نے اسے کہا کہ جنگ اور غنیمت کی بشارت سے خوش ہو جاؤ اور اس پر کوئی بوجھ نہیں ڈالنا چاہتا تھا۔

تامل فان القوم فی سرواتھم

صریح لؤی لا شماطیط جرھم

یہ چیز قابل غور ہے کہ قوم قریش اپنی سیادت کے لحاظ سے خالص ہے اور خاص لوی کی اولاد سے ہے اور بنی جرہم کی طرح مخلوط نسل نہیں ہے۔

وما کان الا بعض لیلۃ راکب

اتی ساعیا من غیر خلۃ معدم

سلام ابن مشکم کے پاس میرا آنا ایسا تھا جیسے کوئی سوار رات کے کسی حصہ میں ناداری کی احتیاج کے بغیر سعی کرتا ہوا آئے۔

باب ۴۸

غزوہ ذی امر ۳ھ

(بجانب نجد)

(۴۹۳) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ سویق سے واپس تشریف لائے تو ذی الحجہ اور محرم کے مہینوں میں یا اس کے لگ بھگ مدینہ ہی میں قیام فرمایا پھر بنی غطفان کی سرکوبی کے لیے آپؐ نے نجد کا رخ کیا۔ یہ غزوہ ذی امر ہے۔ آنحضرتؐ صفر کا تقریبا پورا مہینہ نجد ہی میں ٹھہرے رہے اور پھر واپس مدینہ تشریف لائے۔ اس دوران میں کوئی جھڑپ نہ ہوئی۔

(۴۹۴) عبداللہ بن حسن حرانی نے نفیلی سے اور اس نے محمد بن سلمہ کے حوالہ سے محمد بن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے اہل شام کے ایک آدمی (ابو منظور نامی نے اپنے چچا کی وساطت سے عامر رامی (برادر نضر) کی یہ روایت بیان کی۔ عامر نے کہا: میں اپنے علاقے میں تھا کیا دیکھتا ہوں کہ جھنڈے اور پرچم میرے قریب آرہے ہیں۔ میں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟" لوگوں نے کہا: "یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پرچم ہے۔" میں آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا، آپؐ ایک درخت کے نیچے تشریف فرما تھے۔ درخت کے نیچے آنحضرتؐ کے لیے ایک کپڑا بچھایا ہوا تھا اور آپؐ اس پر بیٹھے تھے اور صحابہؓ آپؐ کے گرداگرد جمع تھے میں بھی ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیماریوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ایک مومن کو جب کوئی بیماری لاحق ہوتی ہے اور اس کے بعد وہ صحت یاب ہو جاتا ہے تو یہ بیماری اس کے حق میں پچھلے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے اور مستقبل میں اس کے لیے عبرت کا سامان مہیا کرتی ہے۔ اور منافق جب بیمار ہوتا ہے اور پھر شفایاب ہوتا ہے تو وہ ایک ایسے اونٹ کی مانند ہے جسے اس کے گھر والے رسی سے باندھ دیتے ہیں اور پھر کھول دیتے ہیں، وہ نہیں جانتا کہ اسے باندھا کیوں گیا تھا اور کھولا کیوں گیا ہے۔" حاضرین میں سے ایک آدمی نے پوچھا: "بیماریاں کیا ہوتی ہیں؟ بخدا! میں تو کبھی بیمار

نہیں ہوا۔" آنحضرتؐ نے اسے فرمایا: "تم اٹھ کر چلے جاؤ۔ تم ہم سے نہیں ہو۔"

راوی نے کہا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس ہی میں تھے کہ ایک شخص آیا جس کے اوپر ایک کپڑا اور اس کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی جسے اس نے کپڑے میں لپیٹا ہوا تھا۔ اس نے کہا: "یا رسولؐ اللہ! جب ہم نے آپؐ کو دیکھا تو میں آگے بڑھا اور درختوں کے ایک جھنڈ کے پاس سے گزرا وہاں میں نے ایک پرندے کے چوزوں کی آواز سنی، میں نے انہیں پکڑ کر اپنے کپڑے میں رکھ لیا۔ ان کی ماں میرے سر کے گرد منڈلانے لگی میں نے کپڑا کھولا تو وہ بھی چوزوں کے ساتھ کپڑے پر بیٹھ گئی، میں نے ان سب کو کپڑے میں لپیٹ لیا اور اب وہ میرے پاس ہیں۔" آنحضرتؐ نے فرمایا: "ان کو چھوڑ دو۔" میں نے کپڑا کھول دیا لیکن بچوں کی ماں ان سے جدا نہ ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا تم لوگ بچوں کے لیے ان کی ماں کی مامتا سے متعجب ہو؟" حاضرین نے کہا: "ہاں۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ایک ماں اپنے بچوں کے ساتھ جس قدر شفیق ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ رحیم ہیں، تم ان کو لے کر واپس جاؤ اور جہاں سے انہیں اٹھایا تھا ان کو اور ان کی ماں کو وہیں رکھ دو۔" راوی نے کہا: "وہ شخص انہیں لے کر واپس چلا گیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف مراجعت فرمائی۔ اس دوران میں کوئی جھڑپ نہ ہوئی۔ آنحضرتؐ ربیع الاول کا پورا مہینہ یا اس سے کچھ کم عرصہ تک وہاں ٹھہرے رہے۔

غزوہ بحران

(۴۹۵) پھر آنحضرتؐ قریش اور بنی سلیم کے ساتھ مقابلہ کے لیے نکلے یہاں تک کہ بحران پہنچے۔ بحران نواح فرع میں علاقہ حجاز میں ایک کان ہے جو حجاج بن علاط بہزی کے قبضہ میں تھی۔ آپؐ وہاں دو مہینے ربیع الآخر اور جمادی الاولیٰ تک ٹھہرے رہے۔ پھر وہاں سے واپس مدینہ تشریف لے آئے۔ اس دوران میں کوئی جھڑپ نہ ہوئی۔

غزوہ بنی قینقاع

(۴۹۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ بالا غزوہ کے دوران میں بنی قینقاع کا واقعہ بھی پیش آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بنی قینقاع کے بازار میں اکٹھا کیا اور فرمایا: "اے گروہ یہود! خدا سے ڈرو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہیں بھی قریش کی طرح سزا دی جائے۔ اسلام قبول کرو کیونکہ تم مجھے

پہچانتے ہو کہ میں نبی مرسل ہوں، اس کی صراحت تمہاری کتاب میں اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں جو تمہاری طرف آیا موجود ہے۔" انہوں نے جواب دیا: "اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! تم ہمیں اپنی قوم کی طرح خیال کر رہے ہو۔ تمہارا مقابلہ اس قوم سے ہوا جو فن حرب سے ناآشنا تھی اور اسی چیز نے تمہیں مغرور کر دیا ہے وہ تمہارا کچھ بگاڑ نہ سکے۔ بخدا! اگر ہمیں تمہارے ساتھ لڑنا پڑا تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ہم مرد میدان ہیں۔"

(۴۹۷) عبداللہ بن حسن حرانی نے نفیلی سے اور اس نے محمد بن سلمہ کے حوالہ سے محمد بن اسحاق کی روایت نقل کی۔ محمد بن اسحاق نے کہا: مجھ سے آل زید بن ثابت کے آزاد کردہ غلام نے سعید بن جبیر یا عکرمہ کی وساطت سے حضرت ابن عباس کی یہ روایت بیان کی کہ مندرجہ ذیل آیات یہود بنی قینقاع ہی کے متعلق نازل ہوئیں:

قل للذین کفروا ستغلبون وتحشرون الی جہنم وبئس المہاد ○ قد کان لکم آیۃ فی فئتین التقتا فئۃ تقاتل فی سبیل اللہ واخری کافرۃ یرونہم مثلیہم رأی العین واللہ یؤید بنصرہ من یشآء اِن فی ذالک لعبرۃ لاولی الابصار ○ (آل عمران۔۱۲۔۱۳)

پس اے نبی! جن لوگوں نے تمہاری دعوت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے ان سے کہہ دو کہ قریب ہے وہ وقت جب تم مغلوب ہو جاؤ گے اور جہنم کی طرف ہانکے جاؤ گے اور جہنم بڑا ہی برا ٹھکانا ہے۔ تمہارے لیے ان دو گروہوں میں ایک نشان عبرت تھا جو ایک دوسرے سے نبرد آزما ہوئے (بدر میں ایک طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ تھے اور دوسری جانب قریش مکہ) ایک گروہ اللہ کی راہ میں لڑ رہا تھا اور دوسرا گروہ کافر تھا۔ دیکھنے والے بچشم سر دیکھ رہے تھے کہ کافر گروہ مومن سے دو چند ہے مگر (نتیجے نے ثابت کر دیا کہ) اللہ اپنی فتح ونصرت سے جس کو چاہتا ہے مدد دیتا ہے دیدہ بینار کھنے والوں کے لیے اس میں بڑا سبق پوشیدہ ہے۔

(۴۹۸) عبداللہ بن حسن حرانی نے نفیلی سے اور اس نے محمد بن سلمہ کے حوالہ سے محمد بن اسحاق کی راویت نقل کی۔ محمد بن اسحاق نے کہا: مجھ سے عاصم بن عمر بن قتادہ نے بیان کیا کہ بنو قینقاع پہلے یہود تھے جنہوں نے اس معاہدہ کو توڑ دیا جو ان کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ہو چکا تھا اور بدر اور احد کے درمیانی عرصہ میں انہوں نے جنگ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا محاصرہ

کیا یہاں تک کہ وہ آپؐ کے حکم پر اتر آئے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو ان پر بالا دستی عطا کی تو عبداللہ بن ابی آڑے آیا۔ اس نے کہا: "اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! میرے پڑوسیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو، وہ قبیلہ خزرج کے حلیف تھے۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بات کو کوئی وزن نہ دیا۔ اس نے دوبارہ کہا: "اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! نیک سلوک کرو۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی جانب سے رخ پھیرلیا اس نے اپنا ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زرہ کی جیب میں ڈالا۔ راوی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غضبناک ہوکر اس سے فرمایا: "افسوس ہے تجھ پر، مجھے چھوڑ دے۔" اس نے کہا: "بخدا! میں آپؐ کو نہیں چھوڑوں گا جب تک آپؐ میرے ساتھیوں سے نیک سلوک نہ کریں گے۔ یہ چار سو بے زرہ سپاہی اور تین سو زرہ پوش اسود واحمر کے خلاف میری حفاظت کرنے والے ہیں اور آپؐ ایک ہی دن میں ان کے سر قلم کر دیں گے۔ بخدا! میں گردش روزگار سے ڈرنے والا آدمی ہوں۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ تیرے ساتھی ہیں؟"

(۴۹۹) عبداللہ بن حسن حرانی نے نفیلی سے اور اس نے محمد بن سلمہ کے حوالہ سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ محمد بن اسحاق نے کہا: مجھ سے میرے والد اسحاق بن یسار نے عبادہ بن ولید بن عبادہ بن صامت کی یہ روایت بیان کی کہ جب بنو قینقاع نے محاربہ کیا تو ان کے معاملہ میں عبداللہ بن ابی بن سلول نے چنگل مارا اور وہ ان کی حمایت میں اٹھ کھڑا ہوا۔ عبادہؓ بن صامت بھی بنی عوف بن خزرج میں سے تھا اور اس کے ساتھ بھی بنی قینقاع کے اسی طرح کے حلیفانہ تعلقات تھے جس طرح بنی قینقاع کے تعلقات عبداللہ بن ابی کے ساتھ تھے۔ عبادہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے بنی قینقاع کے ساتھ حلیفانہ تعلقات سے اظہار بیزاری اور اعلان براءت کرتے ہوئے کہا: "میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کا ساتھی ہوں اور ان کفار اور ان کی ولایت سے بری ہوں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا طرفدار ہوں۔" راوی نے کہا کہ عبادہ بن صامت اور عبداللہ بن ابی کے متعلق سورہ مائدہ کی یہ آیت نازل ہوئیں:

یأیہا الذین آمنوا لا تتخذوا الیہود والنصارٰی أولیاء بعضہم أولیآء بعض ومن یتولہم منکم فانہ منہم ان اللہ لا یہدی القوم الظالمین ○ فتری الذین فی قلوبہم مرض یسارعون فیہم یقولون نخشیٰ أن تصیبنا دآئرۃ فعسی اللہ ان یأتی بالفتح أو أمر

من عندہ ... الی قولہ ... وھم راکعون ○

اے ایمان لانے والو! یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا رفیق نہ بناؤ۔ یہ آپس ہی میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔ اگر تم میں سے کوئی ان کو اپنا رفیق بناتا ہے تو اس کا شمار بھی پھر انہی میں ہے۔ یقیناً اللہ ظالموں کو اپنی رہنمائی سے محروم کر دیتا ہے۔ تم دیکھتے ہو کہ جن کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے وہ انہی میں دوڑ دھوپ کرتے پھرتے ہیں (روئے سخن عبداللہ بن ابی کی طرف ہے جو کہتا ہے کہ مصائب روزگار سے ڈرتا ہوں۔)

کہتے ہیں: "ہمیں ڈر لگتا ہے کہ ہم کسی مصیبت کے چکر میں نہ پھنس جائیں۔" مگر بعید نہیں کہ اللہ جب تمہیں فیصلہ کن فتح بخشے گا یا اپنی طرف سے کوئی اور بات ظاہر کرے گا تو یہ لوگ اپنے اس نفاق پر جسے یہ دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں نادم ہوں گے۔ اور اس وقت اہل ایمان کہیں گے "کیا یہ وہی لوگ ہیں جو اللہ کے نام سے کڑی کڑی قسمیں کھا کر یقین دلاتے تھے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں؟" ان کے سب اعمال ضائع ہو گئے اور آخر کار یہ ناکام و نامراد ہو کر رہے۔ اے ایمان لانے والو! اگر تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھرتا ہے (تو پھر جائے) اللہ اور بہت سے لوگ ایسے پیدا کر دے گا جو اللہ کو محبوب ہوں گے اور اللہ ان کو محبوب ہو گا جو مومنوں پر نرم اور کفار پر سخت ہوں گے۔ جو اللہ کی راہ میں جدو جہد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اللہ وسیع ذرائع کا مالک ہے اور سب کچھ جانتا ہے۔ تمہارے رفیق تو حقیقت میں صرف اللہ اور اللہ کا رسول اور وہ اہل ایمان ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں، زکوۃ دیتے ہیں اور اللہ کے آگے جھکنے والے ہیں۔ (یہاں عبادہ بن صامت کے بیان کی طرف اشارہ ہے جس نے کہا تھا کہ میں بنی قینقاع کے ساتھ حلیفانہ معاہدہ اور ان کی ولایت سے بری الذمہ ہوں اور اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھی ہوں)

ومن یتولی اللہ ورسولہ والذین آمنوا فان حزب اللہ ھم الغلبون ○

(المائدہ: ۵۱-۵۶)

اور جو اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اہل ایمان کو اپنا رفیق بنا لے اسے معلوم ہو کہ اللہ کی جماعت ہی غالب رہنے والی ہے۔

سریہ زیدؓ بن حارثہ

(۵۰۰) اس سریہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیدؓ بن حارثہ کو بھیجا تھا جنہوں نے قریش کے ایک قافلے کو جس میں ابو سفیان بن حرب بھی تھا "قردہ" پر جالیا۔ "قردہ" نجد کے چشموں میں سے ایک چشمہ تھا۔ یہ واقعہ اس طرح پیش آیا کہ جنگ بدر میں کفار کو جس عبرت ناک شکست سے دو چار ہونا پڑا اس کے پیش نظر قریش نے محسوس کیا کہ ان کا شام کا راستہ پر خطر ہے اس لیے انہوں نے عراق کا راستہ اختیار کیا۔ چنانچہ قریش کے کچھ تاجر نکلے جن میں ابو سفیان بن حرب بھی تھا ان کے پاس کثیر مقدار میں چاندی تھی اور ان کی تجارت کا زیادہ تر انحصار چاندی پر تھا۔ انہوں نے بنی بکر بن وائل کا ایک آدمی جس کا نام فرات بن حیان تھا بطور بدرقہ ساتھ لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیدؓ بن حارثہ کو اسی راستہ کی طرف بھیجا۔ وہ مذکورہ چشمہ قردہ پر قافلہ والوں سے جا ملے اور قافلے کا سارا سامان ہتھیالیا لیکن قافلہ والے بچ کر نکل گئے۔ زیدؓ سامان لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گئے۔ حسانؓ بن ثابت نے قریش کو یہ راستہ اختیار کرنے پر جنگ احد کے بعد غزوہ بدر اخری کے موقع پر ملامت کی۔ ابو سفیان احد سے واپس جاتے ہوئے دوبارہ حملہ کرنے کی دھمکی دے گیا تھا اس لیے آنحضرتؐ نے مدینہ سے نکل کر بدر میں پڑاؤ کیا اور وہاں آٹھ دن تک قیام فرمایا لیکن ابو سفیان نے مقابلہ کی جسارت نہ کی۔ اس موقع پر حضرت حسانؓ نے یہ اشعار کہے۔

دعوا فلجات الشام قد حال دونها

جلاد كافواه المخاض الاوارك

شام کے ندی نالوں کو اب چھوڑ دو کیوں کہ ان کے ورے تلواروں کی جنگ حائل ہے جو پیلو کے درخت کھانے والی حاملہ اونٹنیوں کے مونہوں کی طرح ہولناک ہے۔

بایدی رجال هاجروا نحور بهم

وانصاره حقا و ایدی الملائك

یہ جنگ کرنے والے ان مردوں کے ہاتھ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار اور اس کے سچے مددگاروں کی طرف ہجرت کی اور ان کی حمایت میں فرشتوں کے ہاتھ بھی جنگ آزما ہیں۔

اذا سلکت للغور من رمل عالج

فقولا لها لیس الطریق هنالك

عالج کے ریگستانی نشیبی علاقے کی طرف اگر کوئی قافلہ کوچ کرے تو اے میرے دونوں ساتھیو! اس کو کہو کہ ادھر راستہ نہیں ہے۔

اقمنا علی الرس النزوع ثمانیا

بارعن جراد عریض المبارك

ہم آٹھ دن تک وہاں بدر کے کم گہرے کنویں پر ٹھہرے رہے۔ ہمارے ساتھ ایک لشکر جرار تھا جس نے وسیع و عریض جگہ کو گھیرا ہوا تھا۔

بکل کمیت جوزه نصف خلقه

وقب طوال مشرفات الحوارك

اور سرخ وسیاہ رنگ کے گھوڑے بھی تھے جو چھریرے بدن، دراز قد اور اونچے شانوں والے تھے۔

تری العرفج العادی تذری اصوله

مناسم اخفاف المعطی الرواتك

تم دیکھتے ہو کہ ان تیز رفتار اونٹوں کے سموں سے پرانی عرفج گھاس کی جڑیں تک اڑ گئیں۔

فان تلق فی تطوافنا والتماسنا

فرات بن حیان یکن رهن هالك

اگر ہماری نقل وحرکت اور تلاش و جستجو کے دوران میں فرات بن حیان کے ساتھ ہماری ملاقات ہوگئی تو وہ اپنی بزدلی اور کمزوری کے سبب خود ہی مرجائے گا۔

وان تلق قیس بن امری القیس بعدہ

یزد فی سواد لونہ لون حالك

اور اگر اس کے بعد ہماری ملاقات قیس بن امراء القیس سے ہوگئی تو اس کے سیاہ رنگ میں مزید سیاہ رنگ کا اضافہ کر دیا جائے گا۔

فابلغ ابا سفیان عنی رسالة

فانك من غر الرجال الصعالك

(اے پیغام لے جانے والے!) ابو سفیان کو میری طرف سے یہ پیغام پہنچا دے کہ تو چمکدار اور خوش نما چہروں والے محتاج لوگوں میں سے ایک ہے۔

باب ۵۰

کعب بن اشرف کا قتل

(۵۰۱) کعب بن اشرف کے قتل کا واقعہ اس طرح ہوا کہ جب اہل بدر پر مصیبت ٹوٹی اور زیدبن حارثہ اور عبداللہؓ بن رواحہ علی الترتیب مدینہ کے نشیبی علاقوں اور بالائی علاقوں کے رہنے والوں کے پاس خوش خبری لے کر آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو مسلمانان مدینہ کے پاس بھیجا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا کی ہے اور مشرکین میں سے فلاں فلاں افراد قتل ہو گئے ہیں۔ یہ بات مجھے عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم اور عاصم بن عمر بن قتادہ اور صالح بن ابی امامہ بن سہل نے بتائی۔ ان میں سے ہر ایک نے بعض واقعات مجھ سے روایت کیے۔

کعب بن اشرف قبیلہ طے کی شاخ بنی نبہان کا ایک فرد تھا اس کی ماں بنی نضیر میں سے تھی۔ جب اس کو یہ خبر پہنچی تو اس نے کہا: "تم پر افسوس ہے۔ کیا یہ خبر صحیح ہے اور کیا تم لوگ خیال کرتے ہو کہ ان دو آدمیوں یعنی زید اور عبداللہ نے جن لوگوں کا نام لیا ہے انہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قتل کر دیا ہے؟ یہ لوگ تو عرب کے سردار اور لوگوں کے بادشاہ ہیں، بخدا! اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہاتھوں اس قوم پر یہ مصیبت ٹوٹی ہے تو اب سطح زمین سے شکم زمین بہتر ہے۔" جب اس دشمن خدا کو اس خبر کی صحت کا یقین ہو گیا تو وہ نکل کھڑا ہوا اور مکہ پہنچا اور مطلب بن ابی وداعہ بن صبرہ سہمی کے ہاں ٹھہرا۔ اس کی بیوی عاتکہ دختر ابو العاص بن امیہ بن عبد شمس نے اس کی خاطر و مدارات کی۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لوگوں کو اشعار سنا سنا کر بھڑکانا شروع کر دیا اور قریش کے جن لوگوں کی لاشیں بدر کے کنوئیں میں ڈالی گئی تھیں ان کے مرثیے کہنے لگا۔

اس کے بعد کعب بن اشرف واپس مدینہ آ گیا۔ اس نے ام الفضل بنت حارث کے متعلق عشقیہ اشعار کہے اور اسی طرح مسلمانوں کی دیگر خواتین کا تذکرہ بھی اس نے عاشقانہ شعروں میں کیا۔ چنانچہ عبداللہ بن مغیث کے بقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کون ہے جو میری طرف سے ابن

اشرف کی خبر لے گا؟" بنی عبدالاشہل میں سے محمد بن مسلمہ نے عرض کیا: "یا رسولؐ اللہ! میں آپؐ کی خاطر اس کام کے لیے حاضر ہوں اور میں اس کا کام تمام کروں گا۔" آپؐ نے فرمایا: "اگر تمہارا بس چلے تو یہ کام ضرور کرو۔" محمد بن مسلمہ واپس آگئے اور تین دن تک بقدر سد رمق کے علاوہ نہ کچھ کھایا نہ پیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا تذکرہ کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا: "تم نے کھانا پینا کیوں چھوڑ دیا ہے؟" اس نے جواب دیا: "یا رسولؐ اللہ! میں نے آپؐ سے ایک وعدہ کیا ہے نہ معلوم میں اس وعدے کو پورا کرنے میں کامیاب ہوتا ہوں یا نہیں۔" آنحضرتؐ نے فرمایا: "تمہارے ذمہ صرف کوشش ہے۔" اس نے عرض کیا: "یا رسولؐ اللہ! ہم کچھ ضروری باتیں کہنا چاہتے ہیں۔" آنحضرت نے فرمایا: "جو تم کہنا چاہو کہو، تمہارے لیے اس کی اجازت ہے۔"

محمد بن مسلمہ اور ابو نائلہ سلکان بن سلامہ بن وقش (یکے از بنی عبدالاشہل) اور حارث بن اوس بن معاذ (یکے از بنی عبدالاشہل) نے بالاتفاق کعب بن اشرف کو قتل کرنے کا منصوبہ تیار کیا اور ابو نائلہ سلکان بن سلامہ کو کعب کے پاس بھیجا۔ وہ کعب کے پاس آکر ایک گھڑی تک ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہا۔ ابو نائلہ شاعر تھا۔ چنانچہ وہ اور کعب بن اشرف ایک دوسرے کو شعر سناتے رہے۔ اس کے بعد ابو نائلہ نے کعب کو کہا: "اے ابن اشرف! تم پر افسوس ہے۔ میں تمہارے ایک کام کے لیے آیا ہوں اور اس کا ذکر تم سے کرنا چاہتا ہوں لیکن میری بات پوشیدہ رہنی چاہیے۔" کعب نے کہا: "میں پوشیدہ رکھوں گا۔" ابو نائلہ نے کہا: "اس شخص (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہاں آکر ہمیں مصیبت میں مبتلا کر دیا ہے۔ عرب ہمارے دشمن ہو گئے ہیں اور متحد ہو کر ہماری مخالفت پر تلے ہوئے ہیں۔ انہوں نے ہماری ناکہ بندی کر دی ہے، یہاں تک کہ ہمارے بال بچے ہلاک ہو رہے ہیں اور ہم مشقت میں گھرے ہوئے ہیں۔ حالت یہ ہے کہ ہم خود اور ہمارے اہل و عیال مصیبت کا شکار ہیں۔" کعب نے کہا: "میں ابن اشرف ہوں۔ بخدا! میں تمہیں بار بار جتاتا رہا ہوں کہ حالات ایسے ہو جائیں گے جیسے اب تم بتلا رہے ہو۔" اس کے بعد سلکان نے کہا: "میں چاہتا ہوں کہ تم سامان خوراک ہمارے ہاتھ فروخت کرو ہم تمہارے پاس کچھ نہ کچھ رہن رکھ دیں گے اور تمہارے لیے پورا اعتماد مہیا کریں گے۔ امید ہے کہ تم احسان بھی کرو گے۔" کعب نے کہا: "اپنے بیٹے میرے پاس رہن رکھو گے؟" سلکان نے کہا: "کیا تم ہمیں ذلیل کرنا چاہتے ہو؟ میرے ساتھ میرے دیگر رفقاء بھی ہیں جو میری جیسی رائے رکھتے ہیں۔ میں انہیں بھی تمہارے پاس لانا چاہتا ہوں تاکہ تم ان کے

ہاتھ بھی غلہ فروخت کرو اور احسان کا معاملہ کرو۔ ہم تمہارے پاس اس قدر زرہیں اور دیگر اسلحہ گروی رکھ دیں گے جن سے تمہارے غلہ کی قیمت پوری ہو سکے گی۔" سلکان نے یہ بات اس لیے کی کہ جب اس کے ساتھی ہتھیار بند ہو کر آئیں تو وہ خطرہ محسوس نہ کرے۔ کعب نے کہا: "ہتھیار اس قدر ہوں کہ ان سے غلہ کی قیمت پوری ہو جائے۔" سلکان اپنے ساتھیوں کے پاس واپس چلا گیا اور ان کو سارا ماجرا سنایا اور انہیں کہا کہ وہ اپنے ہتھیار لے لیں اور اس کے پاس اکٹھے چلیں۔ پھر وہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔

(۵۰۲) عبداللہ بن حسن حرانی نے نفیلی سے اور اس نے محمد بن سلمہ کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ اس نے کہا: مجھ سے ثور نے عکرمہ مولی ابن عباسؓ کے حوالہ سے ابن عباسؓ کی یہ روایت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہمراہ بقیع الغرقد تک گئے پھر انہیں مہم پر بھیجا اور فرمایا: "اللہ کا نام لے کر جاؤ۔ اے اللہ! ان کی امداد فرما۔" پھر آپؐ چاندنی رات میں واپس گھر آ گئے۔ وہ تینوں کعب کے قلعے تک پہنچ گئے۔ ابو نائلہ نے اسے آواز دی۔ کعب کی شادی ہوئے زیادہ عرصہ نہ ہوا تھا وہ اپنے لحاف سے نکل کر کھڑا ہوا۔ اس کی بیوی نے اس کا پلو پکڑ لیا اور کہا: "تم جنگجو آدمی ہو اور مردان جنگ ایسے وقت میں نیچے نہیں اترتے۔" کعب نے کہا: "وہ ابو نائلہ ہے اگر اسے معلوم ہو جاتا کہ میں سو چکا ہوں تو وہ مجھے ہرگز نہ جگاتا۔" اس کی بیوی نے کہا: "مجھے تو اس کی آواز میں شرارت کی بو آتی ہے۔"

ابو شعیب نے کہا کہ مجھ سے ابو محمد توزی نے اصمعی کی یہ بات بیان کی کہ دور جاہلیت میں یا اسلام میں جس شخص نے بھی یہ کلمہ کہا: " لو وجدنی نائما ما ایقظنی ..... اگر اسے معلوم ہوتا کہ میں سویا ہوا ہوں تو وہ مجھے نہ جگاتا۔" وہ قتل کر دیا گیا۔

راوی نے کہا: کعب نے اپنی بیوی کو جواب دیا: "اگر کسی جوان کو نیزہ بازی کے لیے بھی بلایا جائے تو اسے چاہئے کہ وہ اس دعوت کو قبول کرے۔" راوی نے کہا: وہ نیچے اتر آیا اور ان کے ساتھ کچھ دیر تک باتیں کرتا رہا اور وہ بھی اس سے باتیں کرتے رہے۔ پھر سلکان نے اس سے کہا: "اے ابن اشرف! کیا تم بڑھیا کی گھاٹی تک چلو گے تاکہ رات کا باقی حصہ وہاں باہم گفتگو کریں۔" کعب نے کہا: "اگر تم چاہو۔" چنانچہ وہ تھوڑی دیر تک چلتے رہے۔ پھر ابو نائلہ نے کعب کے سر کی چوٹی کے بالوں میں ہاتھ ڈال کر اسے سونگھا اور کہا: "آج سے زیادہ معطر اور خوشبو میں بسی ہوئی رات میں نے کبھی نہیں دیکھی۔ وہ کچھ آگے چلے تو اس

نے اسی عمل کو دہرایا، یہاں تک کہ کعب کو پورا اطمینان حاصل ہو گیا۔ پھر وہ کچھ دیر چلے تو ابو نائلہ نے پھر وہی عمل کرتے ہوئے اس کے سر کے بالوں کو مضبوطی سے پکڑ لیا اور کہا: "خدا کے اس دشمن کو مارو۔" انہوں نے اسے مارنا شروع کر دیا۔ تلواریں ایک دوسرے پر پڑنے لگیں مگر کارگر ثابت نہ ہوئیں۔ محمد بن مسلمہ نے کہا: جب میں نے دیکھا کہ ہماری تلواروں کی کوئی کاری ضرب اسے نہیں لگی تو مجھے اپنی چھری یاد آئی۔ جب میں نے وہ پکڑی تو اس دشمن خدا نے ایسی چیخ ماری کہ ہمارے اردگرد کی تمام گڑھیوں میں آگ روشن ہو گئی۔ میں نے چھری اس کی ناف پہ رکھ کر اس زور سے چلائی کہ پیڑو تک پہنچ گئی اور وہ دشمن خدا گر پڑا۔ حارث بن اوس بن معاذ بھی مضروب ہوا اس کے سر یا پاؤں پر زخم آئے، اسے ہماری تلواریں لگیں۔ پھر ہم نکلے اور بنی امیہ بن زید، بنی قریظہ اور بعاث کی آبادیوں سے گزرتے ہوئے حرۃ العریض تک پہنچ گئے۔ ہمارا ساتھی حارث بن اوس پیچھے رہ گیا وہ خون کے زیادہ خارج ہونے کی وجہ سے کمزور ہو گیا۔ ہم نے اس کے لیے تھوڑی دیر توقف کیا۔ وہ ہمارے قدموں کے نشانات کا اتباع کرتا ہوا ہمیں آملا۔ ہم نے اسے اٹھا لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے آپ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے ہم نے آپؐ کو سلام کیا۔ آپؐ باہر تشریف لے آئے ہم نے آپ کو دشمن خدا کے قتل کی اطلاع دی۔ آنحضرتؐ نے ہمارے ساتھی کے زخم پر لعاب دہن لگایا اور ہم اپنے گھروں کو واپس آ گئے۔ صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ ہمارے رات کے حملہ سے یہود خوفزدہ ہو گئے ہیں۔ اور کوئی یہودی بھی ایسا نہ تھا جسے اپنی جان کا کھٹکا نہ لگا ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم جس یہودی پر قابو پاؤ اسے قتل کر دو۔" چنانچہ محیصہ نے ابن سنینہ پر ہلہ بول دیا اور اسے قتل کر دیا۔ ابن سنینہ یہودی تاجروں میں سے تھا اور ان سے میل ملاقات اور خرید و فروخت کے راہ و رسم تھے۔ حویصہ بن مسعود نے اس وقت تک اسلام قبول نہیں کیا تھا وہ محیصہ کا بڑا بھائی تھا۔ جب محیصہ نے ابن سنینہ کو قتل کیا تو حویصہ نے محیصہ کو مارا اور کہا: "اے دشمن خدا! تو نے اسے قتل کر دیا ہے۔ بخدا! اس کے مال کی چربی کا کچھ حصہ تیرے پیٹ میں بھی ہے۔" محیصہ نے کہا: "خدا کی قسم! مجھے اس کے قتل کا حکم اس ہستی نے دیا ہے کہ وہ مجھے تیرے قتل کا حکم بھی دیں تو میں تیری گردن بھی مار دوں۔" حویصہ نے کہا: "خدا کی قسم! جس دین نے تجھے یہاں تک پہنچا دیا ہے کہ اس دین کی شان عجیب معلوم ہوتی ہے۔ مجھے اپنے آقا کے پاس لے چلو تاکہ میں ان کی باتیں سنوں۔ حویصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اس طرح وہ پہلی دفعہ اسلام سے متاثر ہوا اور

اس نے اسلام قبول کیا۔ اس موقع پر محیصہ نے یہ اشعار کہے:

يلوم ابن ام لو امرت بقتله

لطبقت ذفراه بابيض قاضب

میرا ماں جایا بھائی مجھے (ابن سنینہ کے قتل پر) ملامت کرتا ہے حالانکہ اگر مجھے اس کے قتل کا بھی حکم دیا جائے تو میں کاٹنے والی تلوار سے اس کے کانوں کے پیچھے کی دونوں ہڈیاں کاٹ دوں۔

حسام كلون الملح اخلص صقله

متى ما اصوبه فليس بكاذب

ایسی تلوار کے ساتھ جس کا رنگ نمک کا سا ہے اور جس کی صیقل خالص ہے جب میں اس کی ضرب لگاؤں تو نشانہ خطا نہ کرے۔

وما سرني انى قتلتك طائعا

وان لنا ما بين بصرىٰ فمارب

لیکن اگر میں تعمیل ارشاد میں تمہیں قتل کر دوں اور میرے اور تمہارے درمیان بصریٰ اور مارب کی درمیانی مسافت جتنی دوری ہو جائے تو مجھے اس سے خوشی نہ ہوگی۔

حضرت علیؓ بن ابی طالب نے ابن اشرف کے قتل پر یہ اشعار کہے:

عرفت ومن يعتدل يعرف

وايقنت حقا فلم اصدف

میں نے حق کو پہچان لیا ہے اور جو بھی اعتدال پسند ہوگا اسے معرفت حاصل ہو جائے گی اور میں حق پر یقین رکھتا ہوں اور میں اعراض نہیں کروں گا۔

عن الكلم المحكمات التى

من الله ذى الرأفة الارأف

ان محکم کلمات سے جو رؤف و رحیم خدا کی طرف سے ہیں۔

رسائل تدارس فى المومنية

ن بهن اصطفى احمد المصطفى

یہ محکم کلمات ایسے پیغامات ہیں جو مومنین میں پڑھے اور سیکھے جاتے ہیں ان پیغامات کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت احمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو چن لیا۔

فاصبح احمد فينا عزيزا
عزيز المقامة والموقف

پس حضرت احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں صاحب عزت قرار پائے، ان کا مقام اور موقف بھی عزیز ہیں۔

فيأيها الموعدوه سفاها
ولم يات حوبا ولم يعنف

اے وہ لوگو جو آنحضرت کو اپنی بیوقوفی کی وجہ سے دھمکیاں دیتے ہو حالانکہ آپؐ زیادتی اور تشدد کرنے والے نہیں ہیں۔

الستم تخافون ادنى العذاب
وما آمن الله كالاخوف

کیا تم قریب ترین عذاب سے نہیں ڈرتے اور جسے اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور امان حاصل ہو وہ اس شخص کی طرح نہیں ہو سکتا جو خوف زدہ ہو۔

وان تصرعوا تحت اسيافه
كمصرع كعب بن الاشرف

اور کیا تم کو اس بات کا ڈر نہیں ہے کہ تمہیں بھی آنحضرتؐ کی تلواروں کے نیچے پچھاڑ دیا جائے گا جس طرح کعب بن اشرف کو پچھاڑ کر مارا گیا۔

عداة رأى الله طغيانه
فاعرضَ كالجَمَلِ الاجنفِ

اللہ تعالیٰ نے اس کی سرکشی دیکھی جس کے پیچھے دشمنی کارفرما تھی اور کعب نے ایک طرف بھاگنے والے اونٹ کی طرح اعراض کیا۔

فانزل جبريل فى قتله
بوحى الى عبده ملطف

اللہ تعالیٰ نے جبریلؑ کو وحی دے کر اپنے لطف و کرم والے بندے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کی طرف بھیجا کہ وہ کعب بن اشرف کو قتل کر دیں۔

فدس الرسول رسولا الیه

بابیض ذی هیبة مرهف

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک نمائندہ کو جسے آپؐ نے اس مہم پر بھیجا تھا ایک ہیبت ناک اور کاٹنے والی تلوار دی۔

فباتت عیون له معولات

ومن دمع کعب لها تذارف

کعب پر نوحہ وماتم کرنے والی عورتوں کی آنکھیں راتوں کو آنسو بہاتی رہتی ہیں۔

فقلن لاحمد ذرنا قلیلا

فانا من النوح لم نشتف

اور حضرت احمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتی ہیں کہ ہمیں چھوڑ دو ابھی نوحہ کرنے سے ہمیں پوری طرح تسلی نہیں ہوئی۔

فاجلاهم ثم قال اظعنوا

دحوراً علی رغم الآنف

آنحضرت نے انہیں جلاوطن کر دیا اور فرمایا یہاں سے کوچ کر جاؤ اور ذلت وخواری کے ساتھ ناک رگڑتے جاؤ۔

فاجلی النضیر الی غربة

وکانوا بدار ذوی زخرف

آنحضرتؐ نے بنی نضیر کو بھی جلاوطن کر دیا اور وہ غریب الدیار ہو گئے حالانکہ وہ اپنے مزین وآراستہ گھروں میں شان وشوکت کے ساتھ رہ رہے تھے۔

الی اذرعات ردا فاوهم

علی کل ذی دبرا عجف

ان کی جلاوطنی مقام اذرعات کی جانب تھی (جو سرزمین شام میں ایک موضع ہے) ان کی حالت یہ تھی کہ ان کے اونٹ (سفر کی کوفت سے) زخمی اور کمزور ہو گئے اور وہ انہی پر ایک دوسرے کے پیچھے بیٹھ کر گئے۔

باب ۵۱

غزوہ احُد

(۵۰۳) عبداللہ بن حسن حرانی نے نفیلی سے اور اس نے محمد بن سلمہ کے حوالہ سے محمد بن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے احد کے واقعات محمد بن مسلم بن عبیداللہ زہری اور محمد بن یحییٰ ابن حبان اور عاصم بن عمر بن قتادہ اور حصین بن عبدالرحمن بن عمرو بن سعد بن معاذ وغیرہم علماء نے بیان کیے۔ ان میں سے ہر ایک نے احد کے کچھ نہ کچھ واقعات مجھے بتائے۔ جو واقعات یہاں ضبط تحریر میں لائے گئے ہیں وہ سب کے سب انہی روایات سے ماخوذ ہیں۔ ابن اسحاق نے کہا، یا ان راویوں میں سے کسی نے کہا: جب بدر میں کفار قریش نے منہ کی کھائی اور ان کے مقتولین کی لاشیں کنوئیں میں ڈال دی گئیں تو یہ شکست خوردہ جماعت مکہ کو واپس چلی گئی۔ ابوسفیان بن حرب بھی لوٹ گیا اور عبداللہ بن ابی ربیعہ، عکرمہ بن ابی جہل اور صفوان بن امیہ قریش کے ان لوگوں کے پاس پہنچے جن کے باپ، بیٹے اور بھائی جنگ بدر میں قتل ہوئے اور انہوں نے ابوسفیان بن حرب اور دوسرے لوگوں سے بھی باتیں کیں جو تجارتی قافلے میں شریک تھے اور انہیں کہا: "اے قریش کے لوگو! بیشک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تمہارا تیا پانچا کر دیا ہے اور تمہارے چیدہ چیدہ لوگوں کو قتل کر دیا ہے۔ تم اس مال کے ذریعہ سے ہماری مدد کرو تاکہ ہم اس سے جنگ کریں اور اپنے نقصانات کا بدلہ لیں۔"

راوی نے کہا: بعض اہل علم نے مجھ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق یہ آیت نازل کی:

ان الذین کفروا ینفقون أموالھم لیصدّوا عن سبیل اللہ فسینفقونھا ثم تکون علیھم حسرۃ ثم یغلبون و الذین کفروا الی جھنم یحشرون ○ (الانفال-۳۶)

جن لوگوں نے حق کو ماننے سے انکار کیا وہ اپنے مال خدا کے راستے میں روکنے کے لیے صرف کر رہے ہیں اور ابھی اور خرچ کرتے رہیں گے مگر آخر کار یہی کوششیں ان کے لیے پچھتاوے کا سبب

بنیں گی، پھر وہ مغلوب ہوں گے، پھر جہنم کی طرف گھیر لائے جائیں گے۔

جب ابو سفیان اور دیگر قافلہ والوں نے یہ طرز عمل اختیار کیا تو قریش نے بالاتفاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ آزمائی کا فیصلہ کر لیا اور ان کے ساتھ احابیش اور بنی کنانہ اور بنی تہامہ کے حلیف قبیلے بھی شامل ہو گئے ان سب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معرکہ آرائی کی گمراہ کن روش اختیار کی۔ ابو عزہ بن عبداللہ جمحی ایک ایسا شخص تھا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احسان کیا ہوا تھا اور اس نے آنحضرت ؐ کے ساتھ یہ معاہدہ کیا ہوا تھا کہ وہ آپ ؐ کے مقابلہ میں کسی کی امداد نہ کرے گا۔ قریش نے احد کی طرف نکلنے کا فیصلہ کیا تو صفوان بن امیہ نے ابو عزہ کو کہا: ”تم شاعر ہو، اپنی شعر گوئی کے ذریعہ ہماری امداد کرو اور ہمارے ساتھ میدان جنگ میں چلو۔“ اس نے کہا: ”یہ حقیقت ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھ پر احسان کیا ہوا ہے اور میں نہیں چاہتا کہ ان کے مقابلہ میں کسی کی امداد کروں۔“ صفوان نے کہا: ”اچھا، تم اپنی ذات کی حد تک تو ہماری مدد کر سکتے ہو۔ میں وعدہ کرتا ہوں اگر تم واپس آ گئے تو میں مال سے تمہاری امداد کروں گا اور اگر تم جنگ میں مارے گئے تو تمہاری بیٹیاں میری بیٹیوں کے ساتھ رہیں گی اور فقر و غنا ہر دو حالتوں میں میری بیٹیوں کی طرح گزر بسر کریں گی۔ ابو عزہ نکل کھڑا ہوا اور اس نے تہامہ کا دورہ کیا اور بنو کنانہ کو جنگ میں شامل ہونے کی دعوت دی اور یہ شعر پڑھے:

یا بنی عبد مناۃ الرزام

انتم بنو حرب ضرابوا الهام

اے بنی عبد مناۃ! تم جنگ میں پامردی و ثابت قدمی کا مظاہرے کرنے والے ہو تم ایسے مردان جنگ آزما ہو کہ تم مخالفوں کے سروں پر ضربیں لگانے والے ہو۔

انتم حماۃ وابوکم حام

لا یعدونی نصرکم بعد العام

لا تسلمونی لا یحل اسلام

تم حمایت کرنے والے ہو اور تمہارے باپ دادا بھی حمایت کرنے والے تھے اس سال کے بعد تمہاری امداد مجھے ہرگز نہ چھوڑ دے۔ تم مجھے دشمن کے سپرد نہ کرو کیوں کہ تمہارے لیے یہ حلال نہیں ہے کہ تم مجھے دشمن کے حوالے کر دو۔

پھر جبیر بن مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف نے اپنے ایک غلام کو بلایا جس کا نام وحشی تھا۔ وہ حبشی تھا اور حبشیوں کی طرح دور سے حربہ پھینکتا تھا اور شاذو نادر ہی خطا کرتا تھا اس نے اسے کہا: تم بھی لوگوں کے ساتھ جنگ میں چلو۔ اگر تم نے میرے چچا طعیمہ بن عدی کے بدلہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چچا حمزہ (رضی اللہ عنہ) کو قتل کر دیا تو تم آزاد ہو۔ طعیمہ جنگ بدر کے مقتولین میں سے تھا۔

چنانچہ قریش اور احابیش اور ان کے حلیف بنی کنانہ اور اہل تہامہ اپنے ہتھیاروں اور جنگی سازو سامان کے ساتھ نکل کھڑے ہوئے انہوں نے اپنی عورتوں کو بھی ہودجوں میں سوار کر لیا تاکہ کوئی جنگ سے منہ پھیر کر بھاگ نہ جائے۔ ابو سفیان قریش کا سردار تھا وہ اپنی بیوی ہند بنت عتبہ بن ربیعہ کو بھی ساتھ لے گیا۔ صفوان بن امیہ بن خلف اپنی بیوی برزہ بنت مسعود بن عمرو بن عمر ثقفیہ کو ہمراہ لے گیا۔ برزہ عبداللہ بن صفوان کی والدہ تھی۔ اور اسی طرح عمرو بن عاص نے اپنی اہلیہ ریطہ بنت منبہ بن حجاج کو ساتھ لے لیا۔ ریطہ عبداللہ بن عمرو کی والدہ تھی۔ ہند بنت عتبہ جب بھی وحشی کے پاس سے گزرتی یا وحشی کا گزر اس کے پاس سے ہوتا تو وہ وحشی کو کہتی تھی: "اے ابو دسمہ! ہمارے دل کو ٹھنڈا کرو اور آزادی حاصل کر کے اپنے تئیں بھی راحت پہنچاؤ۔" وحشی کی کنیت ابو دسمہ تھی۔

قریش آگے بڑھتے گئے یہاں تک کہ وہ شورہ زار یعنی کھاری زمین میں اترے جو وادی قناۃ کے کنارے مدینہ سے ملحق تھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق سنا کہ انہوں نے ڈیرہ ڈال دیا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو بتلایا: "میں نے خواب میں گائے دیکھی ہے اور میں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ میری تلوار کی نوک میں ایک دندانہ پڑ گیا ہے۔ نیز میں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ میں نے اپنا ہاتھ ایک مضبوط زرہ میں داخل کیا اور میں اس کی یہ تعبیر کرتا ہوں کہ اس سے مراد مدینہ ہے۔ اگر تمہاری یہ رائے ہو کہ تم مدینہ ہی میں قیام کرو اور ان کو وہیں رہنے دو جہاں انہوں نے ڈیرہ ڈالا ہے تو وہ وہاں ٹھہرے رہیں۔ ان کی قیام گاہ اچھی نہیں ہے۔ اگر وہ ہم پر چڑھائی کریں گے تو ہم مدینہ میں رہ کر ان کے ساتھ قتال کریں گے۔ قریش نے چہار شنبہ کے روز احد میں ڈیرہ ڈالا اور اس کے بعد پنج شنبہ اور جمعہ کو انہوں نے وہیں قیام کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کی نماز پڑھنے کے بعد مدینہ سے نکلے اور احد کی گھاٹی میں پہنچ گئے۔ نصف شوال ۳ھ بروز ہفتہ مقابلہ ہوا۔

عبداللہ بن ابی بن سلول کی رائے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس رائے کے موافق

تھی کہ باہر نکل کر جنگ نہ کی جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے باہر جاکر جنگ کرنے کو ناپسند کرتے تھے لیکن وہ نوجوان جن کو اللہ تعالیٰ نے جنگ احد میں شہادت سے سرفراز فرمایا اور وہ صحابہؓ جو جنگ میں شریک نہ ہوسکے تھے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کی: "یا رسولؐ اللہ! باہر نکل کر دشمن کا مقابلہ کریں تاکہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ ہم میں بزدلی یا کمزوری راہ پاگئی ہے۔

عبداللہ بن ابی بن سلول نے کہا: "یا رسولؐ اللہ! آپؐ مدینہ ہی میں قیام فرمائیں۔ اگر وہ اپنے پڑاؤ پر ٹھہرے رہے تو وہ جگہ ان کے لیے ایک برا قید خانہ بن جائے گی اور اگر وہ واپس چلے گئے تو خائب و خاسر واپس جائیں گے۔ اگر انہوں نے مدینہ میں داخل ہونے کی جرات کی تو مردان کے مقابلہ میں لڑیں گے اور لڑکے بالے اور عورتیں ان پر پتھروں کی بارش کریں گے۔ جن صحابہؓ کو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی محبت تھی وہ باہر نکل کر لڑنے پر لگاتار اصرار کرتے رہے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں داخل ہوئے اور اپنی زرہ پہنی۔ یہ جمعہ کا دن تھا اور آپؐ نماز جمعہ سے فارغ ہوچکے تھے۔ بنی نجار کے انصار میں سے ایک آدمی جس کا نام مالک بن عمرو تھا وہ اس دن فوت ہوچکا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ پھر آپؐ نکل کھڑے ہوئے، لوگوں نے ندامت محسوس کی اور کہا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپؐ کی خلاف مرضی مجبور کیا اس لیے عرض کی: "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کو خواہ مخواہ مجبور کیا، ہمارے لیے ایسا کرنا جائز نہ تھا آپؐ یہیں ٹھہریں۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کسی نبی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ جب وہ اپنی زرہ پہن لے تو پھر بغیر قتال کیے اسے اتار دے۔"

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحابؓ کے ہمراہ نکلے۔ جب آپ مدینہ اور احد کے درمیان مقام شوط پر تھے تو عبداللہ بن ابی بن سلول ایک تہائی آدمیوں کو لے کر کھسک گیا اور اس نے کہا: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بات کو تسلیم کرلیا لیکن میری تجویز کو رد کردیا۔ بخدا! اے لوگو! ہم نہیں جانتے کہ ہم کیوں اپنی جانوں کو یہاں ہلاکت میں ڈالیں!" پھر وہ اپنی قوم کے منافقین اور شک وشبہ میں مبتلا لوگوں کو لے کر لوٹ گیا۔ بنی سلمہ میں سے عبداللہ بن عمرو بن حزام نے ان کا تعاقب کیا اور انہیں کہا: "اے میری قوم! میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا یہ حکم یاد دلاتا ہوں کہ تمہیں اپنی قوم کو اپنے نبی کو

دشمنوں سے مقابلہ کے وقت چھوڑ کر نہیں جانا چاہیے۔" انہوں نے جواب دیا: "اگر ہمیں علم ہوتا کہ تم قتال کرو گے تو ہم تمہاری اطاعت نہ کرتے۔ ہم تو یہ نہیں سمجھتے تھے کہ قتال کی نوبت آئے گی۔ جب انہوں نے عبداللہ کے ساتھ سختی کی اور اس کی بات ماننے سے انکار کیا اور واپس چلے جانے پر اصرار کرتے رہے تو عبداللہ نے ان سے کہا: "اے دشمنان خدا! اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی رحمت سے دور کر دے۔ اللہ تعالیٰ عنقریب ہمیں تم سے بے نیاز کر دے گا۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلتے گئے یہاں تک کہ آپؐ بنی حارثہ کی پتھریلی زمین تک پہنچ گئے، وہاں پر ایک گھوڑے نے زور کے ساتھ اپنی دم کو حرکت دی وہ تلوار کے دستہ کو لگی اور تلوار نیام سے باہر نکل آئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیک فال لینا پسند کرتے تھے اور بد فالی کو ناپسند کرتے تھے۔ آپؐ نے تلوار والے کو فرمایا: "اپنی تلوار نیام میں کر لو، میرا خیال ہے کہ آج تلواریں نیاموں سے باہر نکل آئیں گی۔"

(۵۰۴) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ کو فرمایا: "کون شخص ہمیں دشمن کی طرف ایسے قریب ترین راستہ سے لے چلے گا جو دشمن کے بالمقابل نہ ہو؟" ابو خیثمہ برادر بنی حارث نے عرض کیا: "یا رسول اللہ! میں یہ خدمت سرانجام دوں گا۔" وہ آنحضرتؐ کو بنی حارثہ کی پتھریلی زمین اور ان کے اموال کے درمیان لے کر چلا، یہاں تک کہ وہ ربعی بن قیظی کے باغ کے پاس سے گزرا وہ ایک نابینا منافق آدمی تھا۔ جب اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھیوں کی آمد محسوس کی تو اس نے اٹھ کر ان کے چہروں پر مٹی پھینکنا شروع کر دی اور اس کے ساتھ ہی وہ یہ کہتا جاتا تھا کہ اگر تم اللہ کے رسول ہو تو تمہارے لیے میرے باغ میں داخل ہونا جائز نہیں ہے۔ راوی نے کہا: مجھ سے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ اس نے مٹھی بھر مٹی اپنے ہاتھ میں لی اور پھر کہا: "بخدا! اگر مجھے علم ہوتا کہ یہ مٹی تمہارے سوا کسی دوسرے کو نہ لگے گی تو میں تمہارے چہرے پر یہ دے مارتا۔" صحابہؓ اس کو قتل کرنے کے لیے آگے بڑھے۔ لیکن آنحضرتؐ نے ان سے فرمایا: "یہ اندھا ہے، دل کا اندھا بھی آنکھوں کا اندھا بھی۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روکنے سے قبل ہی سعد برادر بنی عبدالاشہل اس کی طرف جھپٹ چکا تھا۔ اس نے اس پر کمان دے ماری اور اسے زخمی کر دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلتے گئے اور آپؐ نے احد کی گھاٹی میں ڈیرہ ڈال دیا۔ یہ جگہ وادی میں پہاڑ کی جانب تھی۔ آنحضرتؐ نے احد پہاڑ اپنی لشکر کی پشت کی جانب رکھا اور فرمایا: "کوئی شخص اس

وقت تک قتال نہ کرے جب تک ہم اسے قتال کا حکم نہ دیں۔" قریش نے اپنے اونٹ اور گھوڑے وادی قناۃ کی زمینوں پر چرنے کے لیے چھوڑے ہوئے تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قتال سے منع فرمایا تو ایک انصاری نے کہا: بنی قیل یعنی قبیلہ اوس کے کھیتوں کو چرایا جارہا ہے اور ہم نے ابھی تک قتال نہیں کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس وقت سات سو جانباز صحابہؓ تھے۔ آپؐ نے لڑائی کی تیاری شروع کردی۔ قریش نے بھی تیاری شروع کردی ان کی افرادی قوت تین ہزار تھی ان کے ساتھ دو سو اسپ سوار تھے ان کو انہوں نے دور رکھا۔ رسالہ کے میمنہ پر خالد بن ولید کو مقرر کیا اور میسرہ پر عکرمہ بن ابی جہل کو متعین کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن جبیر برادر بنی عمرو بن عوف کو تیراندازوں کا امیر مقرر فرمایا۔ تیراندازوں کی تعداد پچاس تھی۔ عبداللہ بن جبیر سفید لباس پہنے ہوئے تھے اور نمایاں تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ تیروں کے ذریعہ سے دشمن کے رسالہ کو روکے رکھنا تاکہ وہ ہمارے پیچھے سے نہ آسکیں۔ جنگ کا نتیجہ کچھ بھی ہو...... ہمارے مخالف ہو یا موافق...... تم کسی حال میں یہاں سے نہ ہٹنا۔ تمہاری طرف سے ہم پر حملہ نہیں ہونا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو زرہیں اوپر نیچے پہنیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تلوار کے بارے میں فرمایا کہ کون یہ تلوار لے کر اس کا حق ادا کرے گا؟ کئی آدمی تلوار حاصل کرنے کے لیے آگے بڑھے لیکن آپ نے انہیں وہ تلوار نہ دی۔ اس دوران ابو دجانہؓ سماک بن خرشہ برادر بنی ساعدہ نے کھڑے ہوکر پوچھا: "یا رسولؐ للہ اس کا حق کیا ہے؟" آنحضرتؐ نے فرمایا: اس کا حق یہ ہے کہ تم اس کے ساتھ دشمنوں کو اس قدر مارو کہ یہ دوہری ہوجائے۔" ابو دجانہؓ نے کہا: "یا رسولؐ اللہ! میں یہ تلوار لوں گا اور اس کا حق ادا کروں گا۔" آنحضرتؐ نے تلوار ابو دجانہؓ کو دے دی۔ ابو دجانہؓ بڑے بہادر اور مرد میدان تھے اور لڑائی کے میدان میں اکڑ کر چلتے تھے۔ وہ اپنے سر پر سرخ پگڑی باندھ لیتے تھے جو نمایاں ہوتی تھی اور لوگوں کو معلوم ہوجاتا تھا کہ اب وہ جنگ کے لیے تیار ہوگئے ہیں۔ جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے تلوار حاصل کی تو انہوں نے اپنی پگڑی نکالی اور اسے سر پر باندھ لیا اور فریقین کی صفوں کے درمیان اکڑ کر چلنا شروع کردیا۔

(۵۰۵) عبداللہ بن حسن حرانی نے نفیلی سے اور اس نے محمد بن سلمہ کے حوالہ سے محمد بن اسحاق کی روایت نقل کی۔ محمد بن اسحاق نے کہا: مجھ سے جعفر بن عبداللہ بن اسلم مولیٰ عمر بن خطاب نے

بنی سلمہ کے انصاری مرد کی یہ روایت بیان کی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو دجانہؓ کو نازو ادا کے ساتھ اکڑ کر چلتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: یہ چال ڈھال اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے لیکن ایسے موقع پر یہ مبغوض و ناپسند نہیں ہے۔

(۵۰۶) عبداللہ بن حسن حرانی نے نفیلی سے اور اس نے ابی سلمہ کے حوالہ سے محمد بن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: "مجھ سے عاصم بن عمر بن قتادہ نے یہ روایت بیان کی کہ بنی ضبیعہ کے ابو عامر صیفی بن مالک بن نعمان بن امیہ نے جب مکہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب کوچ کیا تو اس کے ساتھ قبیلہ اوس کے پچاس غلام بشمول عثمان بن حنیف اور ایک روایت کے مطابق پندرہ غلام تھے۔ ابو عامر نے قریش سے وعدہ کیا تھا کہ اگر اس کا اپنی قوم سے آمنا سامنا ہوا تو ان میں سے دو آدمی بھی پیچھے نہیں رہیں گے۔ سب سے پہلے جو شخص میدان جنگ میں اترا وہ ابو عامر ہی تھا جس کے ہمراہ احابیش اور مکہ کے غلام تھے۔ جب لوگوں سے اس کا آمنا سامنا ہوا تو اس نے آواز دی: "اے گروہ اوس! میں ابو عامر ہوں۔" لوگوں نے جواب دیا: "او فاسق! اللہ تعالیٰ تجھے بینائی سے محروم کردے۔" دور جاہلیت میں ابو عامر کو "راہب" کہا جاتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے "فاسق" کا نام دیا۔ جب اس نے قوم کی طرف سے الٹا جواب سنا تو کہا: "میرے پیچھے میری قوم شرارت کا شکار ہو چکی ہے۔" پھر اس نے زور شور کے ساتھ قتال کیا اور لوگوں پر پتھر برسائے۔ جب دونوں فوجوں کی مڈبھیڑ ہوئی اور وہ ایک دوسرے کے قریب ہوئے تو ہند بنت عتبہ اپنی ساتھی خواتین کو لے کر اٹھی انہوں نے مردوں کی صفوں کے پیچھے دفیں بجا کر ان کو جنگ پر ابھارا اور یہ اشعار پڑھے:

نحن بنات طارق

ان تقبلوا نعانق

ہم آسمان کے تاروں کی بیٹیاں ہیں۔ اگر تم آگے بڑھو گے تو ہم تم سے معانقہ کریں گی۔

ونفرش النمارق

وان تدبروا نفارق

فراق غیر وامق

اور تمہارے لیے قالین بچھائیں گی۔ اگر تم پسپائی اختیار کرو گے تو ہم تم سے جدائی اختیار کریں گی۔

اور یہ جدائی معاندانہ ہوگی۔

لوگوں نے قتال کیا اور گھمسان کا رن پڑا۔ مسلمانوں میں سے حضرت ابو دجانہؓ سماک بن خرشہ اور حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؓ صفوں کے اندر دور تک گھس گئے اور انہوں نے دشمن کی صفیں صاف کر دیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی امداد نازل فرمائی اور مسلمانوں کے ساتھ کئے گئے وعدہ کو پورا کر دیا۔ مسلمانوں نے انہیں تلواروں سے موت کے گھاٹ اتارا اور شکست سے دوچار کیا یہاں تک کہ ان کی شکست میں کوئی شک وشبہ نہ رہا۔

(۵۰۷) عبداللہ بن حسن حرانی نے نفیلی سے اور اس نے محمد بن سلمہ کے حوالہ سے محمد بن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے یحییٰ بن عباد بن عبداللہ بن زبیر نے اپنے باپ سے اور اس نے عبداللہ بن زبیر سے حضرت زبیرؓ کی یہ روایت بیان کی کہ میں نے ہند بنت عتبہ کے غلاموں اور اس کی ساتھی عورتوں کو تیزی سے بھاگتے ہوئے دیکھا ماسوائے ان عورتوں کے جن کو گرفتار کیا گیا تھا جو تعداد میں قلیل تھیں۔

جب ہم نے قریش کو شکست دے دی تو تیر اندازوں نے بھی لشکر کا رخ کیا اور غنیمت جمع کرنے میں شامل ہو گئے اور اس طرح رسالہ کے مقابلہ میں انہوں نے ہماری پشت پناہی چھوڑ دی اور ہم پر پچھلی جانب سے حملہ کر دیا گیا۔ اس دوران ایک پکارنے والے نے کہا: "آگاہ رہو، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیا گیا ہے۔" اس پر ہم لوٹ آئے اور دشمن بھی واپس آ گئے حالانکہ قبل ازیں ہم نے ان کے علمبرداروں کو تہ تیغ کر دیا تھا اور ان کا کوئی آدمی جھنڈے کے قریب پھٹکنے کی جسارت نہ کرتا تھا۔ مسلمان منتشر ہو چکے تھے۔ دشمن ان کو مصیبت میں مبتلا کر رہا تھا۔ یہ بڑی ابتلاء و آزمائش کا دن تھا۔ جن مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے چاہا انہیں شہادت سے سرفراز فرمایا۔ اس جنگ میں مسلمانوں کو جو سختی اور مصیبت برداشت کرنی پڑی اس سے مسلمان تین حصوں میں منقسم ہو گئے۔ ایک تہائی افراد شہید ہو گئے۔ ایک تہائی زخمی ہو گئے اور ایک تہائی کو شکست کا سامنا کرنا پڑا، اور کچھ سمجھ نہ آتی تھی کہ وہ کیا کریں۔ یہاں تک کہ دشمن نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہلہ بول دیا اور پتھروں کی بارش شروع کر دی۔ آنحضرتؐ ایک پہلو کے بل گر پڑے۔ آپؐ کا وہ دانت ٹوٹ گیا جو سامنے کے دو دانتوں اور کچلی کے درمیان میں ہوتا ہے (اس دانت کا ایک ٹکڑا اس میں سے ٹوٹ کر گر پڑا سارا دانت جڑ سے نہیں ٹوٹا) آپؐ کے رخسار مبارک پر بھی زخم آیا اور آپؐ

کے دونوں لب مبارک زخمی ہوگئے۔ آنحضرتﷺ کو عتبہ بن ابی وقاص نے زخمی کیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قریش کا ہجوم ہوا تو حصین بن عبدالرحمان بن سعد بن معاذ کے حوالے سے محمد بن عمرو بن یزید بن سکن کی روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کون ہم پر اپنی جان قربان کرتا ہے؟" اس پر حضرت زیاد بن سکن پانچ انصاری صحابہ کو لے کر اٹھے۔ بعض لوگوں نے روایت کیا کہ وہ عمارہ بن زیادہ بن سکن تھے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدافعت میں قتال کیا اور ایک ایک فداکار نے لڑکر جان قربان کردی۔ آخر میں زیادؓ بن سکن یا عمارہؓ بن زیادہ تھے، وہ لڑتے رہے یہاں تک کہ زخموں سے نڈھال ہوگئے۔ اتنے میں مسلمانوں کی ایک جماعت لوٹ آئی اور اس نے کفار کو دور ڈھکیل دیا۔ آنحضرتﷺ نے فرمایا: "زخمی زیادؓ کو میرے قریب لاؤ۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا قدم مبارک زیادؓ کے لیے تکیہ بنادیا اور زیادؓ نے اس حالت میں جان دی کہ ان کا رخسار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک پر تھا۔

حضرت ابو دجانہؓ نے اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ڈھال بنادیا، وہ آنحضرت پر جھکے ہوئے تھے اور جو تیر آتے تھے وہ ان کی پشت پر لگتے تھے اس طرح بہت زیادہ تیر انہوں نے اپنی پیٹھ پر روکے۔

حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدافعت میں تیر چلائے۔ حضرت سعدؓ نے فرمایا: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے تیر دیتے جاتے تھے اور فرماتے تھے: "میرے ماں باپ تم پر قربان، تیر مارتے جاؤ۔" یہاں تک کہ آپﷺ نے مجھے ایک ایسا تیر دیا جس کا پھل نہ تھا، لیکن آپﷺ نے فرمایا: "اس کو بھی چلاؤ۔""

(۵۰۸) عبداللہ بن حسن حرانی نے نفیلی سے اور اس نے محمد بن سلمہ کے حوالہ سے محمد بن اسحاق کی روایت نقل کی۔ محمد بن اسحاق نے کہا: مجھ سے عاصم بن عمر بن قتادہ نے یہ روایت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کمان سے تیر چلاتے رہے یہاں کہ کمان کا ایک حصہ شکستہ ہوگیا۔ یہ کمان قتادہؓ بن نعمان نے لے لی اور ان ہی کے پاس تھی کہ ان کی آنکھ اس دن مضروب ہوگئی اور وہ رخسار کے بل گر پڑے۔

محمد بن اسحاق نے کہا: مجھ سے عاصم بن عمر بن قتادہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے زخمی آنکھ پر اپنا دست مبارک پھیرا تو وہ دوسری آنکھ سے بھی بہتر ہو گئی اور اس کی بینائی زیادہ ہو گئی۔
حضرت مصعبؓ بن عمیر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں قتال کیا، ان کے پاس علم تھا اور وہ لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ انہیں ابن قمئہ لیثی نے شہید کیا۔ اس کا گمان تھا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ چنانچہ وہ قریش کے پاس لوٹ کر آیا اور بلند بانگ دعوی کیا کہ اس نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیا ہے۔ جب حضرت مصعبؓ بن عمیر شہید ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا حضرت علیؓ کے سپرد کر دیا۔ حضرت حمزۃؓ بن عبدالمطلب نے بھی قتال کا حق ادا کیا یہاں تک کہ انہوں نے قریش کے علمبرداروں میں سے ارطاۃ بن شرجیل بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار بن قصی کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ پھر حضرت حمزۃؓ کے پاس سے سباع بن عبدالعزی غبشانی کا گزر ہوا۔ اس کی کنیت ابوالینار تھی۔ حضرت حمزۃؓ نے اسے فرمایا: "او ختنہ کرنے والی کے بیٹے! میری طرف آ۔" حضرت حمزۃؓ نے اسے تیز ضرب لگائی شاید وہ خطا ہو گئی۔ ام انیار شریق بن عمرو بن وہب ثقفی کی آزاد کردہ لونڈی تھی اور مکہ میں عورتوں کا ختنہ کیا کرتی تھی۔ جب حضرت حمزۃؓ اور سباع کا آمنا سامنا ہوا تو حضرت حمزۃؓ نے اس پر وار کر کے اسے قتل کر دیا۔

جبیر بن معطم کے غلام وحشی نے کہا: بخدا! میں نے دیکھا کہ حضرت حمزۃؓ اپنی تلوار سے لوگوں کو قتل کرتے چلے جاتے ہیں اور بھورے اونٹ کی طرح ان کے مقابلے میں کوئی چیز نہیں ٹھہرتی۔ اتنے میں دیکھا کہ سباع بن عبدالعزی مجھ سے آگے حضرت حمزہ کی طرف بڑھا۔ حضرت حمزۃؓ نے اسے کہا: "او ختنہ کرنے والی کے بیٹے! میری طرف آ۔" حضرت حمزۃؓ نے اس پر ایک وار کیا اور ایسا معلوم ہوا کہ اس کے سر سے چوک گیا۔ اس دوران میں میں نے اپنے حربہ کو حرکت دی اور جب میں اس کی حرکت سے مطمئن ہو گیا تو میں نے اسے حضرت حمزۃؓ پر دے مارا، وہ ان کی ناف کے نیچے پیڑو پر جا لگا اور ان کے دونوں پاؤں کے درمیان سے نکل گیا۔ وہ میری جانب بڑھے لیکن ان پر بیہوشی آ گئی میں نے انہیں اسی حالت میں چھوڑ دیا یہاں تک کہ ان کی وفات ہو گئی۔ اس کے بعد میں ان کے پاس آیا اور اپنا حربہ لے لیا۔ پھر میں لشکر کی طرف چلا گیا کیوں کہ مجھے اب کسی دوسرے پر حملہ آور ہونے کی حاجت نہ تھی۔

حضرت عاصمؓ بن ثابت (برادر بنو عمرو بن عوف) نے مسافع بن طلحہ اور اس کے بھائی کلاب کے ساتھ قتال کیا اور ان دونوں پر یکے بعد دیگرے تیر چلائے جو ان کے جسم میں پیوست ہو گئے اور ران

کے زخموں سے خون کے فوارے پھوٹ نکلے۔ ان کی ماں سلافہ ان کے پاس آئی اور ان کے سروں کو اپنی گود میں رکھ لیا اور پوچھا: "میرے پیارے بیٹو! تمہیں کس نے زخمی کیا ہے؟" دونوں نے باری باری یہ جواب دیا: "ایک شخص ہم پر تیر چلاتا تھا اور کہتا تھا: "یہ لے، میں ابن الاقلح ہوں۔" اس کی ماں نے کہا: "کیا وہ اقلحی ہے:" ماں نے نذر مانی کہ اگر اللہ نے اسے عاصم کو قتل کرنے کی توفیق دی تو وہ عاصم کے کاسہ سر میں شراب پیئے گی۔ عاصمؓ نے بھی اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ وہ کسی مشرک کو نہ چھوئے گا اور نہ کوئی مشرک اس کو چھو سکے گا۔

(۵۰۹) عبداللہ بن حسن حرانی نے نفیلی سے اور اس نے محمد بن سلمہ کے حوالے سے محمد بن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے قاسم بن عبدالرحمان بن رافع (برادر بنی عدی بن نجار) نے یہ روایت بیان کی کہ حضرت انسؓ بن مالک کا نام ان کے چچا انسؓ بن نضر کے نام پر انسؓ رکھا گیا۔ حضرت انسؓ بن نضر لڑتے لڑتے دور تک چلے گئے۔ وہاں انہیں مہاجرین و انصار کے درمیان حضرت عمرؓ بن خطاب اور حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ ملے جنہوں نے ہتھیار پھینک دیئے تھے۔ حضرت ابن نضر نے پوچھا: "یہاں کیوں بیٹھے ہو؟" انہوں نے جواب دیا: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں۔ ابن نضر نے کہا: آپؐ کے بعد زندہ رہ کر کیا کرو گے؟ اٹھو، جس مشن کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جان دی ہے ہم بھی اسی مقصد پر اپنی زندگی نچھاور کر دیں۔ پھر ابن نضر قریش کے مقابلہ پر نکل کھڑے ہوئے اور قتال کرتے کرتے شہید ہو گئے۔

(۵۱۰) عبداللہ بن حسن حرانی نے نفیلی سے اور اس نے محمد بن سلمہ کے حوالہ سے محمد بن اسحاق کی روایت نقل کی۔ محمد بن اسحاق نے کہا: مجھ سے حمید طویل نے انس بن مالک کی یہ روایت بیان کی کہ ہم نے اس جنگ میں حضرت انسؓ بن نضر کے جسم پر ستر زخم دیکھے۔ کوئی شخص ان کو پہچان نہ سکا۔ ان کی بہن نے ان کے انگلی کے نشان سے انہیں پہچانا۔

(۵۱۱) عبداللہ بن حسن حرانی نے نفیلی سے اور اس نے محمد بن سلمہ کے حوالہ سے محمد بن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے ابن شہاب زہری نے عبداللہ بن کعب برادر بنی سلمہ کی یہ روایت بیان کی کہ جب مسلمانوں کی ابتدائی فتح شکست میں تبدیل ہو گئی اور یہ خبر اڑ گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں تو اس کے بعد سب سے پہلے جس صحابیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کو پہچانا وہ حضرت کعب بن مالک تھے۔ حضرت کعبؓ نے کہا: "میں نے آپؐ کی آنکھوں کو پہچانا جو مغفر کے نیچے روشن تھیں۔ میں نے بلند ترین آواز سے پکارا: "اے گروہ مسلماناں! تمہیں خوش خبری ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ سے فرمایا: "خاموش رہو۔" جب مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا تو وہ آنحضرتؐ کے ساتھ ہو لیے اور باہم مل کر ایک گھاٹی کی طرف گئے۔ اس وقت آپؐ کے ہمراہ ابو بکرؓ بن قحافہ، عمرؓ بن خطاب، علیؓ بن ابی طالب، طلحہ بن عبید اللہ، زبیرؓ بن عوام اور دیگر مسلمانوں کا ایک گروہ تھا۔ اللہ تعالیٰ ان سب حضرات صحابہ سے راضی ہو۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھاٹی کا سہارا لیا تو ابی ابن خلف وہاں پہنچ گیا اور اس نے کہا: "اے محمد! تم کہاں ہو؟ اگر تم بچ نکلے تو میں زندہ نہیں رہوں گا۔" صحابہؓ نے عرض کیا: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم میں سے کوئی شخص اس کے مقابلے میں آجائے؟" آنحضرتؐ نے فرمایا: "اسے چھوڑ دو۔" جب وہ قریب آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حارث بن صمہ سے حربہ لے لیا۔ راوی نے کہا: مجھ سے بیان کیا گیا کہ بعض صحابہؓ کے بقول جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حربہ لے لیا اور اسے اس طرح ہلایا کہ وہ اڑ کر بھاگ نکلا جیسا کہ سرخ و سیاہ کاٹنے والی مکھی اونٹ کی پیٹھ سے اس وقت بھاگتی ہے جب وہ اپنی حرکت سے اسے اڑاتا ہے۔ پھر آنحضرتؐ نے اس کا رخ کیا اور اسے ایسی ضرب رسید کی کہ وہ اپنے گھوڑے پر کئی دفعہ لڑکھڑایا۔

(۵۱۲) عبداللہ بن حسن حرانی نے نفیلی سے اور اس نے محمد بن سلمہ کے حوالہ سے محمد بن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے صالح بن ابراہیم بن عبدالرحمان بن عوف نے بیان کیا کہ ابی بن خلف مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرتا تو کہتا تھا: "اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! میرے پاس یہ سدھایا ہوا آزمودہ کار گھوڑا ہے میں اسے تین صاع دانہ روز کھلاتا ہوں، اس پر سوار ہو کر میں تمہیں قتل کروں گا۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے جواب میں فرماتے تھے: "ان شاء اللہ میں ہی تجھے قتل کروں گا۔"

جب ابی بن خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرب سے مجروح ہو کر قریش کے پاس واپس گیا تو اگرچہ اس کی گردن پر کوئی بڑا زخم نہ تھا بلکہ خون رک کر جمع ہو گیا تھا تاہم اس نے کہا: "بخدا! مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قتل کر دیا ہے۔" لوگوں نے کہا: "واللہ! تم بزدلی کا مظاہرہ کر رہے ہو حالانکہ تم میں

طاقت موجود ہے۔" ابی نے کہا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے مکہ میں کہا تھا کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔ بخدا! اگر وہ مجھ پر تھوک بھی دیتے تو میں ہلاک ہو جاتا۔" جب وہ قریش کے قافلہ کے ہمراہ مکہ آرہا تھا تو مقام سرف میں مرگیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ابی کو قتل کرنے اور آپؐ نے جو کچھ ابی کو فرمایا تھا اس کے متعلق حسانؓ بن ثابت نے کہا:

لقد ورث الضلالة عن ابيه

ابی حين بارزه الرسول

ابی کو اپنے باپ خلف سے ورثہ میں گمراہی ملی تھی اور وہ اس وقت بھی اس گمراہی پر قائم تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سامنے آئے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھاٹی کے دہانہ پر پہنچ گئے تو حضرت علیؓ بن ابی طالب اپنی ڈھال لے کر نکلے اور ایک کنوئیں کے حوض پر گئے۔ وہاں سے ڈھال میں پانی بھر کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے۔ آنحضرتؐ نے اس پانی میں بدبو محسوس کی اور وہ نہ پیا بلکہ اس سے اپنے چہرہ کے خون کو دھویا۔ پانی آپؐ کے سر پر بھی ڈالا گیا۔ اس وقت آپؐ فرماتے جاتے تھے: "وہ شخص اللہ کے شدید غضب کا مستحق ہو گیا جس نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا چہرہ خون آلود کیا۔"

(۵۱۳) عبداللہ بن حسن نے نفیلی سے اور اس نے محمد بن سلمہ کے حوالہ سے محمد بن اسحاق کی روایت نقل کی۔ محمد بن اسحاق نے کہا: مجھ سے صالح بن کیسان نے کسی راوی کی وساطت سے سعد بن ابی وقاص کی یہ روایت بیان کی۔ حضرت سعدؓ فرمایا کرتے تھے کہ میرے جی میں کسی شخص کو قتل کرنے کی ایسی خواہش کبھی پیدا نہ ہوئی جیسی کہ اپنے بھائی عتبہ بن ابی وقاص کو قتل کرنے کے لیے پیدا ہوئی۔ اگرچہ مجھے معلوم تھا کہ ایسا کرنے پر قوم مجھے بد اخلاق قرار دے گی اور میں قوم کا مبغوض ہو جاؤں گا لیکن میرے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کافی تھا: "وہ شخص اللہ تعالیٰ کے شدید غضب کا مستحق قرار پایا جس نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا چہرہ خون آلود کیا۔" جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھاٹی میں تھے اور آپؐ کے پاس مذکورہ بالا صحابہ کرامؓ تھے۔ اسی دوران میں قریش کی ایک جماعت بھی پہاڑ پر چڑھ آئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہیں ہم سے بالاتر نہیں ہونا چاہیے۔" حضرت عمرؓ بن خطاب اور ان کے ساتھ مہاجرین کے گروہ نے ان سے قتال کیا یہاں تک کہ انہیں نیچے اتار دیا۔ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہاڑ کی ایک چٹان پر چڑھنے کے لیے اٹھے لیکن آنحضرتؐ سن رسیدہ تھے اور آپؐ نے دو زرہیں پہنی ہوئی تھیں اس لیے آپؐ چٹان پر نہ چڑھ سکے۔ حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ نیچے بیٹھ گئے اور ان کے سہارے آنحضرتؐ چٹان پر چڑھے اور وہاں پر ٹک گئے۔

(۵۱۴) عبداللہ بن حسن نے نفیلی سے اور اس نے محمد بن سلمہ کے حوالہ سے محمد بن اسحاق کی روایت نقل کی۔ محمد بن اسحاق نے کہا: مجھ سے یحییٰ بن عباد بن عبداللہ بن زبیر نے اپنے باپ کی وساطت سے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی یہ روایت بیان کی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "جب طلحہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ خدمت انجام دی تو انہوں نے اپنے لیے جنت کو لازم کر لیا۔" حالانکہ اس وقت بعض صحابہ کرامؓ منتشر ہو چکے تھے اور مقام "منقا" تک پہنچ گئے تھے جو "اعوص" کے قریب ہے۔ حضرت عثمانؓ بن عفان اور بنی زریق کے دو انصاری جوان عقبہ بن عثمان اور سعد بن عثمان بھاگ کر نواح مدینہ میں جلعب پہاڑ تک پہنچ گئے اور تین دن تک وہاں ٹھہرے رہے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس آئے۔ لوگوں کا گمان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: "تم اس میں جو کشادہ تھی چل دیئے۔"

(۵۱۵) عبداللہ بن حسن حرانی نے نفیلی سے اور اس نے محمد بن سلمہ کے حوالہ سے محمد بن اسحاق کی روایت نقل کی۔ محمد بن اسحاق نے کہا: مجھ سے عاصم بن عمر بن قتادہ نے محمود بن لبید کی وساطت سے حنظلہ بن ابی عامر برادر بنی عمرو بن عوف کی یہ روایت بیان کی کہ ان کا اور ابو سفیان بن حرب کا جنگ میں آمنا سامنا ہو گیا۔ حضرت حنظلہؓ کو ابو سفیان پر برتری حاصل تھی۔ شداد بن اسود جسے ابن شعوب کہا جاتا تھا اس نے دیکھا کہ حضرت حنظلہؓ نے ابو سفیان کو مغلوب کر لیا ہے تو اس نے بڑھ کر حضرت حنظلہؓ پر وار کیا اور انہیں شہید کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمہارے ساتھی ـــ حنظلہؓ ـــ کو فرشتے غسل دے رہے ہیں۔ ان کے گھر والوں سے پوچھو کہ حنظلہؓ کس حالت میں تھے؟" ان کی اہلیہ سے پوچھا گیا تو اس نے کہا: "جب انہوں نے جنگ کی ہلچل سنی تو وہ فوراً نکل کر مجاہدین میں شامل ہو گئے وہ اس وقت جنابت کی حالت میں تھے۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسی لیے فرشتوں نے حنظلہؓ کو غسل دیا۔

(۵۱۶) عبداللہ بن حسن حرانی نے نفیلی سے اور اس نے محمد بن سلمہ کے حوالہ سے محمد بن

اسحاق کی روایت نقل کی۔ محمد بن اسحاق نے کہا: مجھ سے صالح بن کیسان نے یہ روایت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ میں سے جو حضرات شہید ہوئے ہند بنت عتبہ اور اس کی ساتھی عورتیں ان شہداء کا مثلہ کر رہی تھیں یعنی ان کے کان اور ناک کاٹ رہی تھیں یہاں تک کہ ہند نے اپنے پازیب، گلے کے ہار اور کانوں کے آویزے اتار کر جبری بن مطعم کے غلام وحشی کو دے دیے اور خود شہداء کے ناک اور کان کاٹ کر ان کے پازیب اور ہار بنالیے۔ اس نے حضرت حمزہؓ کا جگر چیرا اور اسے منہ سے چبایا لیکن نگل نہ سکی۔ جب کفار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ پر غالب آگئے تو ہند بنت عتبہ نے ایک اونچی چٹان پر چڑھ کر بلند ترین آواز کے ساتھ چیختے ہوئے شعر پڑھے جن کا ایک مصرع یہ ہے:

نحن جزینا کم بیوم بدار آج ہم نے جنگ بدر کا بدلہ چکا دیا ہے۔

اس کے جواب میں ہند بنت اثاثہ بن عباد بن مطلب بن عبد مناف نے اشعار کہے جن کا ایک مصرع یہ ہے:

خزیت فی بدار وبعد بدار

تو جنگ بدر میں بھی ذلت و رسوائی سے دوچار ہوئی اور جنگ بدر کے بعد بھی۔

پھر جب ابو سفیان نے کوچ کا ارادہ کیا تو وہ پہاڑ پر چڑھ گیا اور بلند ترین آواز سے چیخ چیخ کر کہنے لگا۔

اَنعمتْ فَعاَل اِنَّ الحَرْبَ سِجاَل

یوَمِ بِیوَمِ بدَارِ، اُعْلُ ھُبَل

ہبل نے اچھا کیا نعم کہا اور اپنا قول پورا کیا (یعنی ہمیں فتح دلائی) اب اس کا ذکر نہ کرو بیشک لڑائی ڈولوں کی طرح ہوتی ہے (یعنی کبھی ہم غالب ہوتے ہیں اور کبھی وہ) آج کی جنگ یعنی احد جنگ بدر کا بدلہ ہے ہبل! اب تو اونچا ہو جا (یعنی ہبل کی جے ہو)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو فرمایا: "اٹھو اور اس کا جواب ان الفاظ میں دو:

اَللّٰہُ اَعْلیٰ وَاَجَلّ لَا سوَاءَ قَتْلَانَا فِی الْجَنَّۃِ وَقَتْلَاکُمْ فِی النَّارِ

اللہ بہت بلند اور بڑے مرتبہ والا ہے اس کا کوئی ہمسر نہیں یا ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی برابری نہیں، ہمارے مقتول جنت میں ہیں اور تمہارے مقتول دوزخ میں جائیں گے۔

جب حضرت عمرؓ نے ابو سفیان کو جواب دیا تو ابو سفیان نے کہا: "اے عمرؓ! میرے پاس آؤ۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس کے پاس چلے جاؤ اور دیکھو کہ وہ کس حال میں ہے۔" ابو سفیان نے حضرت عمرؓ سے کہا: "اے عمرؓ! میں تمہیں اللہ کی قسم دلا کر پوچھتا ہوں کیا ہم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیا ہے؟" حضرت عمرؓ نے فرمایا: "بخدا! نہیں، وہ تو اب بھی تمہاری باتیں سن رہے ہیں۔" ابو سفیان نے کہا: "میں تمہیں ابن قمئہ سے زیادہ سچا سمجھتا ہوں جس نے کہا تھا کہ میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیا ہے۔" پھر ابو سفیان نے بآواز بلند کہا: "تمہارے مقتولین میں سے بعض کا مثلہ کیا گیا ہے۔ بخدا! میں اس پر نہ راضی تھا اور نہ ناراض ہوں۔ نہ میں نے ایسا کرنے کا حکم دیا تھا اور نہ میں نے اس سے منع کیا۔" جب ابو سفیان اور اس کے ساتھیوں نے کوچ کیا تو اس نے زور سے کہا: "آئندہ سال بدر میں ہماری تمہاری دوبارہ جنگ ہوگی۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ میں سے ایک آدمی کو فرمایا کہ ابو سفیان سے کہو: "ہاں، ہم تمہارے اس چیلنج کو قبول کرتے ہیں۔"

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ بن ابی طالب کو بھیجا اور فرمایا: "ان کے تعاقب میں جاؤ اور دیکھو کہ یہ لوگ کیا کرتے ہیں اور ان کا ارادہ کیا ہے؟ اگر وہ گھوڑوں کو دور لے جا رہے ہیں اور اونٹوں پر سوار ہیں تو پھر وہ مکہ واپس جا رہے ہیں اور اگر وہ گھوڑوں پر سوار ہیں اور اونٹوں کو ہانک رہے ہیں تو پھر وہ مدینہ پر چڑھائی کرنا چاہتے ہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر انہوں نے مدینہ پر یلغار کی تو میں خود کو ان کے مقابلہ کے لئے پیش کروں گا اور ہم ان کے منصوبہ کو خاک میں ملا دیں گے۔ جب وہ گھوڑوں کو دور لے گئے اور انہوں نے اونٹوں پر سوار ہو کر مکہ کا رخ کیا تو میں نے نعرہ بلند کیا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو مخفی نہ رکھ سکا کیوں کہ جب میں نے انہیں مدینہ سے کوچ کرتے ہوئے دیکھا تو مجھے انتہائی فرحت حاصل ہوئی۔

(۵۱۷) عبداللہ بن حسن حرانی نے نفیلی سے اور اس نے محمد بن سلمہ کے حوالہ سے محمد بن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے محمد بن عبداللہ بن عبدالرحمان بن صعصعہ مازنی برادر بنی نجار نے یہ روایت بیان کی کہ اب مسلمانوں کو فراغت حاصل ہوئی کہ وہ اپنے مقتولین کی طرف متوجہ ہوں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کون آدمی ایسا ہے جو دیکھ کر مجھے بتائے کہ سعد بن ربیع برادر بنی حارث بن خزرج کا کیا حال ہے؟ آیا وہ زندہ ہے یا شہید ہو چکا ہے؟" ایک انصاری

نے عرض کیا: "یا رسول اللہ! میں دیکھ کر آتا ہوں کہ وہ کس حال میں ہیں۔" چنانچہ اس نے جاکر دیکھا کہ حضرت سعدؓ زخمی حالت میں مقتولین کے درمیان پڑے ہیں اور ابھی کچھ جان باقی ہے۔" اس انصاری جوان نے حضرت سعدؓ کو کہا: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ میں دیکھ کر آنحضرتؐ کو بتاؤں کہ تم زندہ ہو یا مرنے والوں میں شامل ہو چکے ہو!" حضرت سعدؓ نے فرمایا: "بس اب مجھے مرنے والوں ہی میں سمجھو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میری طرف سے سلام عرض کرنے کے بعد گزارش کرنا کہ اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے آپؐ کو وہ بہترین جزاء عطا فرمائے جو اللہ نے کسی بھی نبی کو ان کی امت کی طرف سے عطا کی۔ اپنی قوم کو بھی میری طرف سے سلام پہنچانا اور کہہ دینا کہ سعد بن ربیع تم لوگوں سے کہتا ہے کہ جب تک تم میں سے ایک آدمی بھی موجود رہے جس کی آنکھ میں جھپکنے کی سکت ہو اس وقت تک اگر دشمن تمہارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) تک پہنچ گئے تو تم اللہ کے حضور میں کوئی عذر پیش نہ کر سکو گے۔" اس انصاری کا بیان ہے کہ "میں ابھی وہیں تھا کہ سعدؓ وفات پاگئے، اللہ کی رحمت ہو ان پر۔ پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ کو حضرت سعدؓ کے متعلق اطلاع بہم پہنچائی۔" راوی کا بیان ہے: مجھے یہ خبر پہنچی کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب کی تلاش میں نکلے اور ان کی لاش کو بطن وادی میں اس حالت میں پایا کہ ان کا پیٹ جگر تک چیرا ہوا تھا اور ان کا مثلہ کیا ہوا تھا۔ ان کے ناک کان کاٹے ہوئے تھے۔

(۵۱۸) عبداللہ بن حسن حرانی نے نفیلی سے اور اس نے محمد بن سلمہ کے حوالہ سے محمد بن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے محمد بن جعفر بن زبیر نے یہ روایت بیان کی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ منظر دیکھا تو فرمایا: "اگر مجھے یہ خیال دامن گیر نہ ہوتا کہ ایسا کرنے سے صفیہؓ کو صدمہ پہنچے گا اور میرے بعد یہ سنت بن جائے گی، تو میں حضرت حمزہؓ کو دفن نہ کرتا اور ان کی لاش کے ٹکڑوں کو یونہی چھوڑ دیتا کہ انہیں درندے کھا جائیں یا حواصل پرندے اچک کر لے جائیں۔ اور اگر اللہ نے مجھے کسی موقع پر قریش کے مقابلہ میں غلبہ عطا فرمایا تو میں ان میں کے تیس آدمیوں کا مثلہ کروں گا۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عم محترم کی لاش کے ساتھ کفار نے جو سلوک کیا تھا اس پر آنحضرتؐ کے رنج واندوہ اور غیظ وغضب کو دیکھ کر مسلمانوں نے کہا: اگر ہمیں اللہ تعالیٰ نے کفار پر غلبہ عطا فرمایا تو ہم ان کا مثلہ کریں گے جس طرح عرب میں کبھی کسی کا مثلہ نہ کیا گیا ہو۔

(۵۱۹) عبداللہ بن حسن حرانی نے نفیلی سے اور اس نے محمد بن سلمہ کے حوالہ سے محمد بن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے بریدہ بن سفیان بن فروہ اسلمی نے محمد بن کعب قرظی اور دیگر قابل اعتماد راوی کی وساطت سے حضرت ابن عباسؓ کی یہ روایت بیان کی کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحابؓ کے مذکورہ بالا اقوال کے بارے میں درج ذیل آیات نازل فرمائیں:

وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم به ولئن صبرتم لهو خير للصّٰبرين ۝ ... الى آخر القضيه (النحل۔۱۲۶۔۱۲۸)

اور اگر تم بدلہ لو تو بس اسی قدر لے لو جس قدر تم پر زیادتی کی گئی ہو۔ لیکن اگر تم صبر کرو تو یقینا یہ صبر کرنے والوں ہی کے حق میں بہتر ہے۔ اے نبیؐ! صبر سے کام کئے جاؤ۔ اور تمہارا یہ صبر اللہ ہی کی توفیق سے ہے۔ ان لوگوں کی حرکات پر رنج نہ کرو اور نہ ان کی چالبازیوں پر دل تنگ ہو۔ اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ سے کام لیتے ہیں اور احسان پر عمل کرتے ہیں۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے درگزر کیا اور صبر اختیار کیا اور مثلہ کرنے سے منع فرمادیا۔

(۵۲۰) عبداللہ بن حسن نے نفیلی سے اور اس نے محمد بن سلمہ کے حوالہ سے محمد بن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حمید طویل نے حسن کی وساطت سے سمرہ بن جندب کی یہ روایت بیان کی کہ جب کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان تشریف فرماتے تھے تو اجتماع برخاست کرنے سے قبل ہمیں صدقے کا حکم دیتے اور مثلہ سے منع فرماتے تھے۔

تمّت بالخير والحمدللہ ربّ العالمين وصلواته على سيدنا محمد واله وسلم تسليماً كثيراً وحسبنا الله ونعم الوكيل۔

نوٹ: یہ قطعہ ثانیہ اس مخطوطہ سے لیا گیا ہے جسے طاہر بن برکات خشوعی نے ماہ رمضان ۵۴۴ھ میں قلم بند کیا۔ والله المعين على كل حال ان شاء اللہ۔

محاکمہ

سیرت ابن اسحاق

ڈاکٹر محمد حمید اللہ

اہل علم حضرات کی خدمت میں ہم یہ نادر تحفہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ یہ تحفہ کیا ہے؟ سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مولفہ محمد بن اسحاق مطلبی کا ایک حصہ ہے۔ مولف موصوف نے راجح ترین قول کے مطابق ۱۵۱ھ میں وفات پائی اور سیرت کے موضوع پر یہ قدیم ترین تالیف ہے۔ محمد بن اسحاق کی کتاب "المبعث والمغازی" کو چار دانگ عالم میں اور ہر دور میں شہرہ آفاق حیثیت حاصل رہی ہے لیکن علمی دنیا کے ہر دور میں اسلوب تحریر بدلتے رہتے ہیں اور نقش ثانی نقش اول کی بہ نسبت اپنے دور کے اسلوب سے زیادہ مطابقت رکھتا ہے۔ اسی وجہ سے جب ابن ہشام نے اس کتاب کی نوک پلک سنواری اور اس کا نام سیرت رسول اللہ رکھا تو اس کی کتاب شائستہ تر اور فائق تر قرار پائی اور لوگوں نے اسی دوسری تالیف کو درخور اعتناء سمجھا اور ابن اسحاق کی کتاب کی حیثیت ثانوی ہوگئی۔ چنانچہ اس کی نقول کی تیاری کا اہتمام نہ کیا گیا۔ آہستہ آہستہ یہ کتاب ناپید ہوتی گئی یہاں تک کہ اس کا ایک بھی مکمل نسخہ دنیا میں موجود نہ رہا۔ بہرحال تلاش بسیار کے بعد ابن اسحاق کی اصل کتاب کے کچھ اجزاء دستیاب ہوئے ہیں اور بقول ما لایدرك كله لايترك جله یہ اجزاء ہدیہ ناظرین ہیں۔ نیز ابن ہشام کی تالیف کے باوجود دو اہم ترین درج ذیل وجوہ کی بنا پر ابن اسحاق کی اصل کتاب سے غفلت برتنا اہل علم کے شایان شان نہیں ہے:

اول یہ کہ ابن ہشام نے اپنی وسعت علم اور دقت نظر کے باوجود ابن اسحاق کی کتاب کے کچھ مضامین کو حذف کر دیا حالانکہ حذف کردہ مضامین کی اہمیت ان مضامین سے کچھ کم نہ تھی جن کو ابن ہشام نے اخذ کیا اور برقرار رکھا۔ مثال کے طور پر کتاب ہذا کا پیرا نمبر ۱۹۲ ملاحظہ فرمایا جائے جس میں درج ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل ہوتا تھا تو آنحضرت پہلے اسے مردوں کے سامنے تلاوت فرماتے تھے اور بعد ازاں عورتوں کے سامنے۔

دوم یہ کہ اصل کتاب میں کثیر التعداد ایسے اشعار تھے جنہیں ابن ہشام نے اس بناء پر حذف کر دیا ہے کہ جن لوگوں کی طرف انتساب کیا گیا ہے ان کی طرف یہ اشعار صحت کے ساتھ منسوب نہیں کیے جاسکتے۔ ہم ابن ہشام کی عالمانہ نقدو نظر کے مخالف نہیں ہیں لیکن ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اگر یہ اشعار عہد نبوت سے متعلق نہیں ہیں تو اس امر میں اختلاف کی گنجائش نہیں ہے کہ یہ اشعار ابن اسحاق کے زمانہ یا اموی دور کے اواخر یا عباسی دور کے اوائل کے بعد کے نہیں ہیں اور جو طالب علم اس زمانہ کی ادبیات کا شائق ہو وہ ابن ہشام کے ان اشعار کو حذف کر دینے پر ضرور افسوس کرے گا۔ جو اجزاء اب شائع کیے جارہے ہیں ان سے کسی حد تک تلافی مافات ہو جاتی ہے اور جو شخص لغوی یا ادبی یا تاریخی یا اجتماعی زاویہ ہائے نظر سے عربی اشعار کا دلدادہ ہو اور ان سے شغف رکھتا ہو اس کے ذوق کی تسکین کا سامان ان اجزاء میں موجود ہے۔

جو شخص ابن اسحاق کی کتاب کے علمی پایہ کو پرکھنے کا ارادہ رکھتا ہو اس کے لیے ناگزیر ہے کہ وہ ذیلی مقدمات کو پیش نظر رکھے:

یہ تاریخ کی کتاب ہے۔ ظاہر ہے کہ تاریخ دوسروں کے حالات واقعات کے علم سے عبارت ہے۔ اگر انسان کو تاریخ سے شغف ہے تو یہ اس کی جبلت کا تقاضا ہے۔ چنانچہ لڑکے بالے اور بڑے بوڑھے سب تاریخ کے مشتاق ہوتے ہیں۔ کسی قصہ یا واقعہ کی اہمیت جس قدر زیادہ ہوگی اور اس کے کردار عوامی سطح سے جس قدر بلند و برتر ہوں گے اس عظیم واقعہ کی معرفت حاصل کرنے کے لیے لوگوں کے اشتیاق میں بھی اسی قدر اضافہ ہوتا جائے گا۔ محیر العقول واقعات اور وہ حالات جو ہمارے لیے نمونہ اور اسوہ ہوں ہم انہیں پسند کرتے ہیں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی مشکل مسئلہ یا واقعہ ہم سے بیان کیا جاتا ہے اور اسے سمجھنے کے لیے ہمیں اس مشکل کو حل کرنے کے ذرائع کی احتیاج لاحق ہوتی ہے اس معاملہ میں مسلمان اور ان کے دیگر ہم جنس انسان ایک ہی سطح پر ہیں۔

پیغمبرؐ اسلام

یہ کتاب پیغمبر اسلام علیہ السلام کی سیرت کے متعلق ہے۔ آنحضرت رسولؐ خدا لوگوں کے لیے احکام الٰہی کے حامل ہیں اور مسلمان اسی حیثیت سے آپؐ پر ایمان رکھتے ہیں۔ اس ضمن میں مسلمانوں کے

لیے قرآن میں فرمایا گیا ہے:

لقد کان لکم فی رسول اللہ أسوۃ حسنۃ لمن کان یرجو اللہ والیوم الاخر وذکر اللہ کثیرا ۝ (لاحزاب۔۲۱)

در حقیقت تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسول میں ایک بہترین نمونہ ہے ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخر کا امیدوار ہو اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرے۔

پس آنحضرت کے قول و فعل و تقریر کی معرفت حاصل کرنا ایک مومن کے اولین واجبات میں سے ہے تاکہ وہ اپنی روحانی و مادی زندگی میں آنحضرت کے بہترین نمونہ کی پیروی کر سکے۔

جہاں تک غیر مسلموں کا تعلق ہے اگر ان میں سے کوئی شخص بے لاگ ہو اور اپنی آنکھوں پر تعصب کی پٹی نہ باندھے تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور آنحضرتؐ کی عبقریت کا انکار نہیں کر سکتا۔ مثال کے طور پر فرانسیسی وزیر، شاعر اور مورخ الفونس دی لامارٹین کی کتاب "تاریخ ترکی" کا مقدمہ ملاحظہ فرمایا جائے جس کے اقتباس کا ترجمہ پیش خدمت ہے۔ یہ حسن اتفاق ہے کہ میں پیرس میں اسی عمارت میں سکونت پذیر ہوں جہاں گزشتہ دور میں لامارٹین رہا کرتا تھا اور میں نے اسی مکان میں اپنی کتاب السیرۃ النبویہ (بزبان فرانسیسی) مدون کی۔ یہ سیرت میں نے بلاذری کی انساب الاشراف کے قلمی نسخہ سے اسی طرح تیار کی جس طرح میں نے یہ کتاب (سیرت ابن اسحاق) مہیا کی ہے۔ لامارٹین "تاریخ ترکی" کے مقدمہ میں رقم طراز ہے:

"ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کسی انسان نے اپنے لیے باختیار خود یا بدون اختیار اس سے اعلیٰ وارفع ہدف مقرر کیا ہو۔ کیونکہ ہدف ۔۔۔ یعنی ان خرافات کو ملیامیٹ کرنا جو خالق و مالک کے درمیان حائل ہیں اور اللہ تعالیٰ کا تعلق انسان کے ساتھ اور انسان کا رشتہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوبارہ استوار کرنا اور شرک و بت پرستی کے مسخ شدہ مادی خداؤں کی بجائے الوہیت کے متعلق صحیح اور معقول تصور کو اجاگر کرنا۔۔۔ ایک ایسا ہدف ہے جو انسانی طاقت کے بس سے باہر ہے۔"

"کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی انسان نے اس قدر کمزور ذرائع و وسائل کے ساتھ اپنے مشن کی ابتداء کی ہو کیوں کہ آنحضرتؐ کے پاس اس مقصود کے حصول اور اس کی تنفیذ کے لیے کوئی چیز ما سوائے اپنی اکلوتی جان کے نہ تھی اور نہ ہی چند بدوی صحرانشینوں کے علاوہ آنحضرتؐ کا کوئی مددگار و معاون تھا۔ اور

اسی طرح کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی انسان کو اتنے قلیل عرصہ میں اس قدر کامیابی حاصل ہوئی ہو جس قدر کامیابی سے آنحضرتؐ ہمکنار ہوئے۔ آنحضرتؐ نے ایک عظیم انقلاب برپا کیا۔ آنحضرتؐ کے قیام دعوت کو بیس (۱) سال بھی نہ گذرے تھے اور آنحضرتؐ نے ہتھیار اٹھائے ہی تھے کہ بلاد عرب کے تین اطراف۔۔۔ حجر (۲)، بادیہ اور یمن۔۔۔۔تک آپؐ کی حکومت قائم ہوگئی۔ اور اللہ تعالی کی خالص وحدانیت کے لیے فارس، خراسان، ماوراء النہر، غرب الہند، شام، مصر، سوڈان اور غال (فرانس) کی ارواح کو مسخر کرلیا۔"

جب کوئی مطلوب و مقصود عظیم ہو اور اس کے حصول کے ذرائع قلیل ہوں لیکن نتائج وسیع برآمد ہوں تو یہ تین پیمانے انسان کی عبقریت کو ثابت کرتے ہیں۔ دور حاضر کی عظیم ترین تاریخی شخصیات میں سے کون سی ایسی شخصیت ہے جسے انسانی نقطہ نظر سے حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ہم پلہ قرار دیا جاسکے؟ کیوں کہ مشاہیر میں سے مشہور ترین شخصیتوں نے صرف افواج کو حرکت دی، قوانین میں ردو بدل کیا اور حدود مملکت کی توسیع کی تحریکیں چلائیں۔ اور انہوں نے کوئی ایسی تحریک نہیں چلائی جس کی بنیاد مادی اقتدار کے حصول کے علاوہ کسی بالا تر اخلاقی و انسانی اقدار پر ہو اور اکثر اوقات یہ تحریکیں ان کی اپنی زندگی میں ہی زوال پذیر ہوگئیں۔ ان کے برعکس آنحضرتؐ نے افواج، قوانین، ممالک، اقوام، ملکی پیداوار اور تین عدد آباد کرہ ارضی کے لاکھوں کروڑوں انسانوں کی اصلاح کی تحریک چلائی۔ علاوہ ازیں آنحضرتؐ نے اپنی تحریک سے بادشاہوں کے مصاحبین، جھوٹے خداؤں، ادیان باطلہ، افکار و معتقدات اور ارواح کو متاثر کیا۔ پھر ایک کتاب کی اساس پر۔۔۔۔ جس کے ہر حرف کو قانون کا درجہ حاصل ہے۔۔۔ ایسی روحانی قومیت کی بنیاد رکھی۔ جس کے آگے جملہ لسانی و نسلی قومیتوں کی چکاچوند ماند پڑ گئی اور آلہہ باطلہ کے خلاف بغض اور غیر مادی الکوتے خدا کی محبت اس اسلامی قومیت کی ایک لافانی خصوصیت قرار پائی۔ اس قومیت

---

(۱) اصل کتاب میں دو سو سال درج ہے۔ لیکن حسب بیان طبری و بلاذری مسلمان سیدنا عثمانؓ کے دور خلافت میں ۲۶ھ میں اندلس میں داخل ہوئے نیز چینی مقبوضات میں سے ماوراء النہر حسب روایت بلاذری اسی زمانہ میں فتح ہوا۔ اہل چین کی تواریخ بھی اسی کی تائید کرتی ہیں۔ مقریزی کے بیان کے مطابق سوڈان بھی اسی دور میں فتح ہوا اور بلاذری کے مطابق غرب الہند کی فتح کی ابتدا سیدنا عمرؓ کے عہد خلافت میں ہوئی اور یہ ساری فتوحات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے پندرہ سال بعد ہوئیں۔ اس وقت مسلمانوں کی حکومت اندلس سے لے کر چین تک تین براعظموں پر پھیلی ہوئی تھی اور ان کا دار الخلافہ مدینہ منورہ تھا۔

(۲) فلسطین کے جنوبی علاقہ کو فرنگی پیٹرا کہتے ہیں اور قدیم عربوں کے ہاں اس کا نام "الحجر" ہے۔

نے ان لوگوں سے انتقام لیا جنہوں نے احکام سماوی کے ذریعہ حرام کی ہوئی باتوں کا ارتکاب کیا۔ اسی طرح وطن کی محبت حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحابؓ کی نظروں میں پسندیدہ خصائل میں شمار ہوتی تھی۔ آنحضرتؐ کے معجزات کے ذریعہ سے آپؐ کے صالح دین کے لیے ایک تہائی دنیا فتح ہوگئی۔ یا ہم کہیں گے کہ یہ کسی انسان کا معجزہ نہ تھا بلکہ دین کا معجزہ تھا۔ متعدد خداؤں کے بارے میں احمقانہ اور فاسد تصورات کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے تصور میں ایسی متحدہ قوت ہے کہ جب آنحضرت نے اپنے مبارک لبوں سے اس تصور کا پرچار کیا تو بتوں کے عبادت خانے جل گئے اور اس نظریہ کے نور سے ایک تہائی عالم جگمگا اٹھا۔

”کیا یہ شخص فریب کار اور جھوٹ کا مدعی تھا۔ ان کی زندگی اور تاریخی کردار کا مطالعہ کرنے کے بعد ہم انہیں ایسا گمان نہیں کرتے۔ اصلی و برحق معتقدات کے مقابلہ میں جھوٹا دعوی ریا و نفاق سے عبارت ہے۔ منافقت میں ایسی قوت نہیں ہوتی کہ اس پر اعتماد کیا جاسکے اور نہ ہی اس میں دوسروں کو طمانیت و آرام پہنچانے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ جس طرح جھوٹی بات میں ایسی قوت نہیں ہوتی جو حق وصداقت کا مقابلہ کرسکے۔“

”جس طرح علم کشش ثقل (میکانکی) میں قوت ارتفاع کا انحصار قوت دفع و توقیع پر ہوتا ہے (یعنی کسی چیز کے بلندی پر جانے کی قوت ثقلی مزاحمت کی موجودگی میں اس قوت کے بقدر ہوتی ہے جس قوت کے ساتھ اس چیز کو اوپر پھینکا جائے) اسی طرح کسی تاریخی کارنامہ کی اہمیت و قوت کا انحصار قوت وحی والقاء پر ہوتا ہے۔ یعنی جتنی قوت اس کارنامے میں ہوتی ہے اور جس قوت کے ساتھ اس کارنامہ کو سرانجام دیا جائے اسی قدر اس کا اثر و نفوذ ہوتا ہے۔ چنانچہ جس نظریہ کو اس قدر عروج حاصل ہو جائے اور وہ کرہ ارضی کے اس قدر وسیع علاقہ کو مسخر کرلے اور اتنے طویل زمانہ تک اس کا عمل دخل رہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ وہ نظریہ عظیم قوت کا حامل ہے اور اگر اسے اتنی عظیم قوت حاصل ہوئی تو اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ وہ قوت انتہائی مخلصانہ اور یقینی ہے۔“

”اگر ہم آنحضرتؐ کی زندگی اور آپؐ کے خشوع کا مطالعہ کریں اور یہ دیکھیں کہ جو خرافات اور بیہودگیاں آپؐ کے ملک میں موجود تھیں آپؐ نے ان پر کس طرح دلیرانہ حملہ کیا اور بت پرست مشرکین کے مقابلے میں آپؐ نے کس قدر مضبوط موقف اختیار کیا اور ہجرت سے قبل مکہ میں تیرہ سال

تک مشرکین کی ایذا رسانیوں پر آپؐ نے صبر و ثبات کی روش اختیار کی۔ لوگ آنحضرتؐ کو عمومی رسوائی و بدنامی کا سبب سمجھتے تھے اور آپؐ کے اہل وطن آپؐ کو دھوکہ سے قتل کرنے کے منصوبے بناتے رہے۔ پھر آنحضرتؐ نے ہجرت کی۔ آنحضرت مسلسل و پیہم وعظ و نصیحت کرتے رہے۔ آپؐ نے جنگیں بھی لڑیں اور بڑے بڑے لشکروں کے مقابلہ میں آپؐ کی سپاہ قلیل ہوتی تھی لیکن اس کے باوجود آپؐ کو اپنی کامیابی کا پختہ یقین ہوتا تھا۔ تکالیف کے اوقات میں آپؐ کو مافوق البشر یقین حاصل ہوتا تھا اور فتح و کامرانی کے وقت آپؐ وسیع القلبی کا مظاہرہ کرتے تھے۔ آنحضرتؐ کو اپنے افکار و نظریات کی توسیع پیش نظر تھی اور مملکت کی توسیع اور لوگوں کو غلام بنانے کی خواہش دامن گیر نہ تھی۔ آپؐ اللہ تعالیٰ کے ساتھ روحانی سرگوشیوں میں مشغول رہتے تھے۔ آپؐ کی وفات کے احوال بھی قابل دید اور اس دنیاوی زندگی کے دوران اور قبر میں چلے جانے کے بعد آپؐ کی کامیابی قابل ملاحظہ ہے۔ یہ سب چیزیں دلالت کرتی ہیں کہ آپؐ جھوٹ کے مدعی نہ تھے بلکہ ایمان صادق کے حامل تھے اور یہ ایمان و یقین آپؐ کو قدرت نے اس نظریہ کے احیاء کے لیے عطا کیا تھا۔ اس نظریہ کی بنیاد اللہ تعالی کی وحدانیت اور اس کی عدم مادیت کے باہمی ملاپ پر ہے۔ اگر اللہ کی وحدانیت اثباتی طور پر یہ بتاتی ہے کہ اللہ تعالی کیا ہے تو اس کی عدم مادیت یہ ظاہر کرتی ہے کہ اللہ تعالی کیا نہیں ہے۔ چنانچہ اللہ تعالی کی وحدانیت تلوار کے ذریعہ سے جھوٹے خداؤں کا قلع قمع کرتی ہے اور اس کی عدم مادیت سے یہ نظریہ و عقیدہ قولی طور پر ثابت کیا جاتا ہے۔

آنحضرتؐ ایک فلسفی، خطیب، رسول، شارع، مجاہد، افکار و نظریات کو فتح کرنے والے، معقول عقائد اور اللہ تعالی کی خالص و بے لاگ عبادت کے علمبردار اور بیسیوں دنیوی مملکتوں اور ایک روحانی مملکت کے بانی تھے۔ ظاہر ہے کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک ہمہ گیر شخصیت کے مالک تھے۔"

"انسانی عظمت کو جانچنے اور پرکھنے کے جو معیار اور میزان بھی ہوں کیا اس دنیا میں کوئی شخص ایسا ہے جو آنحضرتؐ سے زیادہ عظیم ہے؟" (الفونس لامارٹین) تاریخ ترکی (بزبان فرانسیسی) ۲۷۶/۱-۲۸۰

اسلام سے قبل عربوں کے ہاں تاریخ کا علم

اس کتاب کے ممدوح سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آنحضرتؐ اہل مکہ میں سے تھے۔ وہاں آپؐ کی ولادت باسعادت ۵۶۹ء میں ہوئی۔ مکہ ام القری کے نام سے معروف تھا جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے

(حوالہ کے لیے دیکھو سورۃ الانعام، آیت ۹۲۔ اور سورۃ الشوریٰ، آیت ۷) یہ امر لازی ہے کہ ام القریٰ میں ایسی خصوصیات ہوں جن کی وجہ سے اسے دیگر شہروں پر فضیلت حاصل ہے۔ لیکن ہم اس بات سے صرف نظر کریں گے کہ وہ ام القریٰ یعنی مکہ اس روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کی بادشاہت کا دار السلطنت ہے اور یہ کہ وہاں اللہ کا گھر ہے اور مومن اس گھر کا حج کرتے ہیں اور اکناف عالم کے ہر دور دراز مقام سے وہاں آتے ہیں۔ اور یہ کہ وہ مسلمان جو اللہ تعالیٰ کی بزرگی و عظمت کے آگے جھکتے ہیں۔ یہ ان کا قبلہ ہے۔ بلکہ ہم اس بات پر اکتفاء کریں گے کہ قدیم اہل مکہ کو کس حد تک تاریخ کا علم حاصل تھا تاکہ ہم موازنہ کر سکیں کہ دور اسلام میں اس میں کیا تبدیلی واقع ہوئی!

جو شخص اپنی علمی وراثت سے ناواقف ہے اگر اسے یہ بتایا جائے کہ دور جاہلیت میں مکہ میں تاریخی مسائل کے لیے ایک خاص وزارت قائم تھی تو وہ ششدر رہ جائے گا۔ یہ وزارت منظم تھی اور وزارت خارجہ کے ساتھ اس کا الحاق تھا۔ اس بات کا ذکر ابن عبدالبر نے (عقد الفرید ۲/ ۴۵۔۴۶ میں) کیا ہے۔ پھر مقریزی نے (الخبر عن البشر، باب رتب الریاست) میں کلبی کے حوالہ سے لکھا ہے:

"اور بنی عدی میں سے عمرؓ بن خطاب تھے۔ یہ جاہلیت میں سفیر تھے۔ جب عربوں اور غیر عربوں میں جنگ ہوتی تو اہل عرب ان کو بطور سفیر بھیجتے تھے، نیز اگر کوئی قبیلہ اپنے حسب ونسب پر مفاخرت کا مدعی ہوتا تو وہ فیصلہ کے لیے حضرت عمرؓ کو حکم مقرر کرتے تھے اور آپؓ کے فیصلہ کو تسلیم کرتے تھے۔"

یہ امر معلوم ہے کہ منافرت یا بالفاظ دیگر مفاخرت کا ہدف اپنے قبیلہ کے فضائل بیان کرنا اور اپنے حسب ونسب کے بارے میں دوسروں کے فضائل و معائب سے مقابلہ کرنا تھا۔ ایسا کرنے کے لیے سلطنتوں کی تاریخ کی واقفیت کا ہونا لازمی تھا اور یہ بھی معلوم ہے کہ اس دور میں قبائلی نظام تھا اور ہر قبیلہ اپنے حدود کے اندر ایک مستقل سلطنت کی حیثیت کا حامل تھا۔ قبائل عرب باہمی فخر و مباہات میں الجھے ہوئے تھے اور کبھی کبھی عرب کے گرد و نواح میں ایران، حبشہ اور روم کے بادشاہوں سے بھی عربوں کی بلند بانگ مفاخراتی چپقلشیں ہوتی تھیں۔

اہل مکہ کی مجلسیں ہوتی تھیں، ہر مجلس میں لوگ شام کو اکٹھے ہو کر باہم قصہ کہانی کہتے تھے۔ ان میں سے ہر ایک عربوں کی جنگوں کے واقعات بیان کرتا تھا۔ مختلف سفروں کے دوران میں جو عجیب و غریب تجربات و مشاہدات حاصل ہوتے تھے ان کا تذکرہ ہوتا تھا۔ مختلف قصے اور مزاحیہ فکاہات بیان ہوتے تھے۔ نیز

سنجیدہ اور ہنسی مذاق ہر طرح کی باتیں ہوتی تھیں یہاں تک کہ فحش کاری اور بیہودہ لہو ولعب کی باتیں بھی ہوتی تھیں جس طرح آج کل تھیٹروں اور کلبوں میں ہوتی ہیں اور کبھی کبھی حسب موقع بعض معاملات پر غور و فکر بھی ہوتا تھا اس طرح لوگ اپنے اور دوسروں کے احوال کے متعلق معلومات حاصل کرتے تھے اور اپنے اپنے حالات وواقعات اور ضرورتوں کے مطابق ان تجربات سے استفادہ کرتے تھے۔

مکہ کتابوں میں مدون علم سے یکسر خالی نہ تھا۔ ابن ہشام نے سیرت کے صفحہ ۱۹۱ پر تحریر کیا ہے:

"نضر بن حارث حیرہ گیا تھا، وہاں اس نے شاہان ایران اور رستم و اسفندیار کے واقعات کی تعلیم حاصل کی تھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مجلس میں تشریف فرما کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے اور امم سابقہ کی تعذیب کے حوالات بیان کر کے اپنی قوم کو ڈراتے تو آنحضرتؐ کے چلے جانے کے بعد نضر آپؐ کی جگہ بیٹھ جاتا اور کہتا تھا: "اے معشر قریش! بخدا! میں اس سے بہتر قصہ گو ہوں، پس میرے نزدیک آؤ۔ میں اس کی باتوں سے بہتر باتیں تمہیں سناؤں گا۔" پھر وہ انہیں شاہان ایران اور رستم واسفندیار کے قصے سناتا تھا اور کہتا تھا: "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کون سی بات مجھ سے بہتر بیان کی ہے؟" ابن ہشام نے دوسری روایت میں صفحہ ۲۳۰ پر یہ اضافہ کیا ہے: "۔۔۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے مقابلہ میں کیونکر بہتر قصہ گو ہیں؟ اس کی باتیں پچھلے لوگوں کی لکھی ہوئی کہانیاں ہیں جو منقول ہوتی چلی آتی ہیں، اسی طرح کی لکھی ہوئی کہانیاں میں تمہیں سناتا ہوں۔" اللہ تعالیٰ نے اس ضمن میں فرمایا:

وقالوا أساطير الاولين اكتتبها فهي تملىٰ عليه بكرةً و أصيلًا ○ قل انزله الذى يعلم السر فى السموات والارض انه كان غفوراً رحيماً○ (الفرقان: ۵۔۶)

کہتے ہیں یہ پرانے لوگوں کی لکھی ہوئی چیزیں ہیں جنہیں یہ شخص نقل کراتا ہے اور وہ اسے صبح و شام سنائی جاتی ہیں۔ اے نبیؐ! ان سے کہو کہ اسے نازل کیا ہے اس نے جو زمین اور آسمانوں کا بھید جانتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ بڑا غفور رحیم ہے۔

مذکورہ اقتباس سے یہ امر صراحت کے ساتھ ثابت ہوجاتا ہے کہ نضر بن حارث کے پاس تاریخ ایران وغیرہ کے متعلق کتاب تھی جسے وہ نقل کرتا تھا۔ اسی طرح صلح و جنگ کے متعلق شعر العرب کے بارے میں تاریخی شہادتیں موجود ہیں اور شعر تو عربوں کا دیوان یعنی ان کی کتابوں کا مجموعہ ہے۔

عہد نبوت

اس طرح کے اجتماعی حالات میں دعوت اسلام اور عہد نبوت کا آغاز ہوا۔ دور نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام جاہلیت کے مقابلہ میں بغاوت اور ہمہ پہلو اور ہمہ گیر انقلاب کا دور ہے اور کون نہیں جانتا کہ سب سے پہلی وحی جو نبی امی نبی اسلام پر کی گئی وہ قرات کے حکم اور قلم کی تعریف پر مشتمل ہے۔ (سورۃ العلق، آیات ۱۔۵ ملاحظہ فرمائی جائیں) قرآن کریم پوری نوع انسانی کی تاریخ سے بالعموم استدلال کرتا ہے اور صرف عربوں کے حالات تک محدود نہیں ہے۔ اس میں مخلوقات اور انبیاء و ملوک و ادیان کے قصص اور دیگر تاریخی مسائل کے متعلق امور کا ذکر ہے اور ان کے ساتھ ساتھ اسلامی تعلیمات بھی بیان کی گئی ہیں۔ یہ ایک ایسی تحریک ہے جسے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری نوع انسانی کی اصلاح کے لیے برپا کیا۔ پس لازمی ہے کہ مسلمانوں کی سوچ عالمگیر ہو۔ چنانچہ قرآن نے تخلیق کائنات اور مختلف ممالک میں برسرکار انسانی انجمنوں اور سوسائٹیوں کے حالات کا بغور مطالعہ کرنے کی ترغیب دی اور بالتکرار اس کا حکم دیا۔ مثال کے طور پر درج ذیل آیات ملاحظہ فرمائی جائیں:

قل سیروا فی الارض فانظروا کیف بدأ الخلق ثم اللہ ینشئی النشأۃ الاخرۃ ان اللہ علی کل شی قدیر ○ (العنکبوت: ۲۰)

ان سے کہو کہ زمین میں چلو پھرو اور دیکھو کہ اس نے کس طرح خلق کی ابتداء کی ہے، پھر اللہ بار دگر بھی زندگی بخشے گا، یقیناً اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

قل سیروا فی الأرض فانظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبل کان أکثرھم مشرکین ○ (الروم: ۴۲)

(اے نبیؐ!) ان سے کہو کہ زمین میں چل پھر کر دیکھو پہلے گزرے ہوئے لوگوں کا کیا انجام ہو چکا ہے، ان میں سے اکثر مشرک ہی تھے۔

قرآن کے پیش نظر یہ نہیں ہے کہ صرف بھلے آدمیوں کو دعوت دینے پر اکتفا کیا جائے بلکہ اس کی دعوت تو عام ہے اور اس نے برے لوگوں کو بھی تبلیغ کی تاکہ وہ معرفت حاصل کر کے مسلمان ہو جائیں۔ چنانچہ فرمایا گیا:

قل سیروا فی الأرض ثم انظروا کیف کان عاقبة المکذبین ○ (الانعام : ۱۱)
(اے نبیؐ!) ان سے کہو، ذرا زمین میں چل پھر کر دیکھو. جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا ہے۔

اسلام کی ابتداء جزیرہ عرب کے لوگوں میں ہوئی۔ ظاہر ہے کہ اس وقت ان کے پاس پوری نوع انسانی کے حالات معلوم کرنے کے کثیر ذرائع و وسائل نہ تھے۔ مزید برآں ان اولین مسلمانوں نے علم تاریخ میں دو زاویوں سے جو قابل قدر کام کیا اس کی مثال ان سے قبل کی دنیا میں موجود نہ تھی۔

اول یہ کہ انہوں نے زندگی کے تمام شعبوں میں معاصر تاریخ کا مواد اکٹھا کیا اور ان سے قبل عظیم لوگوں مثلاً انبیاء یا شاہان قدیم کے حالات میں سے جو کچھ ہمیں معلوم ہے اگر اس کے ذکر کے لیے قلیل صفحات کافی ہوتے تو ہم ان کے حالات ضرور قلمبند کرتے۔ لیکن سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کی تفاصیل اور ان کی متنوع حیثیت کا بیان ہی ضخیم مجلدات کا محتاج ہے جو تحقیق و مطالعہ کرنے والوں کے لیے حیرانی کا موجب ہے۔

دوم یہ کہ اسلام سے قبل اصول شہادت کی تطبیق عدالتی طریق کار پر منحصر تھی۔ حاکم عینی گواہ طلب کرتا ہے اور مدعی بھی اسی کا مطالبہ کرتا ہے۔ اولین مسلمان آئے تو انہوں نے سب سے پہلے بیان شہادت کو وسعت دی اور اسے تاریخی مسائل پر منطبق کیا۔ مسلمان کوئی ایسی خبر یا قول تسلیم نہ کرتے تھے خواہ وہ ایک دو جملوں پر مشتمل ہو مگر اس صورت میں کہ اسے وہ شخص روایت کرے جو اس واقعہ میں موجود ہو اور پھر اس شخص کی روایت قبول کی جاتی تھی جس نے اوپر تک طبقہ بہ طبقہ موقع کے گواہ سے وہ روایت سنی ہو۔ شاید مسلمانوں کو حسب عادت اس میں زیادہ اہمیت و معنویت محسوس نہ ہو لیکن جرمن مستشرق شپرینگر تو اسے دیکھ کر ششدر رہ گیا، اس کے لیے یہ بات حیران کن تھی کہ مشرق یا مغرب کی سابقہ ترقی یافتہ مہذب اقوام میں سے کسی قوم نے بھی مسلمانوں سے قبل تاریخ کی اہمیت کو نہ پہچانا اور اسے فکاہات و خرافات اور قصے کہانیوں میں تبدیل کر دیا اور سننے والوں کو ان ہی میں مشغول و مگن رکھا۔ تاریخی مسائل کے بارے میں مسلمانوں نے جو طریق کار اختیار کیا اس کی وجہ سے تاریخ کو ایک علم کا درجہ حاصل ہو گیا اور وہ قابل اعتماد حقائق کا ماخذ و مصدر قرار پائی کیونکہ مسلمانوں نے صرف بلند ترین ماخذ بیان کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ مؤلف سے لے کر واقعہ مذکورہ کے زمانہ تک اوپر کے تمام مصادر یکے بعد دیگرے بیان کیے۔

مسلمانوں کی تاریخ کو لازمی طور پر تاریخ عالم کی حیثیت حاصل ہوگئی کیونکہ ان کا رب صرف اہل بیت کا رب نہیں ہے بلکہ تمام کائنات کا رب ہے۔ اسی طرح ان کا دین جملہ انسانوں کے لیے بشارت دینے والا اور ڈرانے والا ہے اور امرواقع نے بھی اسی کی تائید کردی کیونکہ مسلمانوں کی مملکت مشرق و مغرب میں حیران کن سرعت کے ساتھ پھیل گئی۔ نیز مسلمانوں کے افکار و نظریات بھی عالمگیر ہیں اور ان کی حیثیت قبائلی و علاقائی نہیں ہے۔

مسلمانوں نے عہد رسالت مآب کی ابتداء ہی سے ان وسیع معنوں میں تاریخ کی طرف توجہ دی۔ ان کا یہ شغف پہلے طبقہ میں راسخ ہوگیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ نے آنحضرتؐ کے جملہ احوال یعنی آپؐ کے اقوال، افعال اور تقاریر کو جمع کیا۔ بعض صحابہؓ نے ان معارف کی تدوین آنحضرتؐ کی زندگی ہی میں شروع کردی اور بعض نے آنحضرتؐ کی وفات کے بعد یہ کام کیا۔ ہر ایک نے اپنی مخصوص معلومات کو ایک صحیفہ میں قلمبند کیا اور اپنے شاگردوں کو ان کی تعلیم دی۔ طبقہ تابعین کے ان تلامذہ صحابہؓ میں سے کچھ ایسے بھی تھے جنھوں نے ایک سے زیادہ اساتذہ سے تعلیم حاصل کی۔ اس طرح پہلے مرحلہ پر یہ معلومات اکٹھی ہوگئیں اور بعد ازاں ان کی تصنیف و ترتیب عمل میں آئی۔

ہاں، تو یہ حدیث نبویؐ کا مذکور ہے۔ لیکن حدیث نبویؐ آنحضرتؐ کے عہد نبوت کی اسلامی تاریخ ہے۔ اللہ تعالیٰ امام بخاری پر رحم کرے جنھوں نے اپنی کتاب کا نام "الجامع الصحیح المسند المختصر من امور رسول اللہ وایامہ" رکھا۔ اس میں آنحضرتؐ کے حالات از قسم قول و فعل و تقریر درج ہیں۔ صحابہؓ کے کسی کام پر آنحضرتؐ کا سکوت تقریر کہلاتا ہے۔ اس کتاب میں آنحضرتؐ کی جنگوں کا ذکر ہے اور وہ حالات درج ہیں جو نہ صرف مسلمانوں یا عربوں کے بارے میں ہیں بلکہ پڑوسی ممالک مثلاً حبشہ، روم اور ایران وغیرہ کے متعلق معلومات بھی مذکور ہیں۔ اس ضمن میں سورہ روم ملاحظہ فرمائی جائے جس میں روم و ایران کی جنگ کا قصہ درج ہے، نیز سمندری سفروں کے حالات بھی ملاحظہ فرمائے جائیں۔ جیسے تمیم داری وغیرہ کے سفر کا ذکر جسے صحیح مسلم میں روایت کیا گیا ہے۔

عہد صحابہؓ

خلفائے راشدین نے اپنی تمام تر توجہ حفظ حدیث یعنی تاریخ اسلامی کے مصادر، کی طرف

مبذول کی اور انہیں عالمی تاریخ کے لیے فراغت نہ ملی۔ پھر خلیفہ(۱) معاویہؓ نے عالمی تاریخ کو درخور اعتناء سمجھتے ہوئے یمن سے اپنے زمانہ کے سب سے بڑے مؤرخ عبید بن شریہ جرہمی کو طلب کیا جس نے آپؐ کے لیے قدیم تاریخ عرب کے معارف جمع کیے جن میں اجنبیوں کے ساتھ جنگوں کا ذکر ہے۔ مثلاً یہ کہ یمن کے شاہان کندہ نے بہت سے علاقوں کو فتح کیا یہاں تک کہ وہ شام اور عراق تک پہنچ گئے۔ اسی طرح مسلمانوں کی فتوحات بھی روز بروز زیادہ ہوتی گئیں۔ ہمارا موضوع بحث مسلمانوں کے ہاں علم تاریخ کی تاریخ بیان کرنا نہیں ہے کہ ہم اس کے مختلف شعبوں اور گوشوں پر گفتگو کریں بلکہ ہم سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم یعنی تاریخ دور نبوت پر اکتفاء کرتے ہیں کیونکہ ہماری کتاب صرف اسی موضوع سے متعلق ہے۔

ہم ابھی ابھی ذکر کر آئے ہیں کہ صحابہؓ کو احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا علم تھا ان میں سے اکثر صحابہؓ نے اپنی معلومات کو کتابت میں مدون کیا۔ ہمارے فاضل دوست مصطفیٰ اعظمی نے تحقیق کی ہے کہ وہ صحابہؓ جن کی طرف کتابت حدیث صراحت کے ساتھ منسوب کی ہے ان کی تعداد پچاس سے کم نہیں

---

(۱) حضرت معاویہؓ نے تواریخ کو عربی زبان میں منتقل کرنے کے لیے ایک مخصوص ادارہ قائم کیا۔ مسعودی نے مروج الذہب (۳/۵۷-۸۷) (طبع یورپ) میں ذکر کیا ہے: "حضرت معاویہؓ کا یہ معمول تھا کہ وہ دن رات پانچ مرتبہ اجلاس کرتے تھے۔ فجر کی نماز کے بعد قصے کہانیوں کا اجلاس ہوتا تھا۔ اس سے فراغت کے بعد اندر چلے جاتے اور مصحف آپ کو دیا جاتا۔ آپ اس کا کچھ حصہ تلاوت کرتے تھے۔ جب عشاء کی اذان ہوتی تو آپ باہر نکل کر نماز ادا کرتے، پھر خواص اور خواص الخواص اور وزراء اور بالخصوص اپنے لوگوں کو بلایا جاتا اور ان سے مشورے کیے جاتے۔ رات کے ابتدائی حصہ میں یہ کام کیا جاتا۔ رات کا ایک تہائی حصہ عربوں کے اخبار اور ان کی جنگوں اور بادشاہوں اور سیاست کے احوال اور دیگر اقوام عالم کے بادشاہان، ان کی جنگوں اور چالوں اور رعیت کے نظم ونسق وغیرہ اور قدیم اقوام کے حالات بیان ہوتے تھے۔ پھر حرم سے آپ کے پاس حلوہ اور دیگر لطیف ولذیذ کھانے آجاتے جو تناول کیے جاتے۔ پھر آپ اندر چلے جاتے اور ایک تہائی رات تک سوتے تھے۔ نیند سے بیدار ہو کر بیٹھ جاتے تو آپ کے سامنے دفاتر پیش کیے جاتے جن میں بادشاہوں کے حالات واخبار اور ان کی جنگوں اور چالوں کا مذکور ہوتا۔ نوجوان یہ آپ کو پڑھ کر سناتے تھے۔ نوجوانوں کی یہ ڈیوٹی تھی کہ وہ ان کو یاد کریں اور پڑھیں۔ آپ کے ہاں ہر رات کو جملہ اخبار وحالات وآثار اور سیاست کے انواع پر تبصرہ ہوتا تھا جسے آپ سنتے تھے۔ پھر باہر نکل کر نماز فجر ادا کرتے اور اس کے بعد ہر روز کے بیان کردہ معمول کے مطابق عمل کرتے تھے۔"

ہے۔ ہم ان میں سے بعض کا ذکر ذیل میں کرتے ہیں:

(۱) بلاذری نے انساب الاشراف (۵۰۶/۱) میں ذکر کیا ہے: "حضرت انسؓ بن مالک روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو میری ماں ام سلیم میرا ہاتھ پکڑ کر آنحضرتؐ کی خدمت میں لے گئی اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ میرا بیٹا ہے لڑکپن میں لکھنا جانتا ہے اس کی عمر دس سال ہے میں اسے آپؐ کی خدمت کے لیے پیش کرتی ہوں۔" چنانچہ حضرت انسؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم کی حیثیت سے آپؐ کے دولت کدہ پر رہے۔ انہوں نے آنحضرتؐ کے ان اقوال و افعال کو دیکھا جن کے دیکھنے کا موقع دوسرے صحابہؓ کو میسر نہ تھا۔ انہوں نے آنحضرتؐ سے روایت کیا کہ علم کو کتابت کے ذریعہ سے مقید کرو۔ اور محدثین کی ایک جماعت مثلاً رامہرمزی، حاکم اور خطیب بغدادی نے سعید بن ہلال کی یہ روایت بیان کی ہے کہ ہم نے کثیر تعداد میں حضرت انسؓ بن مالک کے ہاں ہجوم کیا تو وہ اپنے پاس سے مجلے یعنی پمفلٹوں کی شکل میں رجسٹر نکال لائے اور فرمایا: "یہ احادیث میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہیں اور انھیں لکھ کر آنحضرتؐ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔" حضرت انسؓ نے آپؐ کی احادیث کو صرف لکھنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ آنحضرتؐ کی فرصت کے اوقات میں انہیں آنحضرتؐ کی خدمت میں پیش کیا تاکہ ان کی تصحیح ہو جائے۔ تاریخ میں یہ حدیث کی سب سے بچی کتاب ہے۔

(۲) ترمذی، ابوداؤد، دارمی اور ابن سعد وغیرہ متعدد مصادر میں عبداللہ بن عمرو بن عاص کی یہ روایت بیان کی گئی ہے، انہوں نے کہا: "میں نے نبی علیہ السلام سے اس بات کی اجازت طلب کی کہ جو کچھ میں نے آپؐ سے سنا ہے اس کو لکھ لوں۔ آنحضرتؐ نے مجھے اجازت مرحمت فرمائی اور میں نے احادیث کو لکھ لیا۔ حضرت عبداللہؓ نے اپنے اس صحیفہ کا نام "الصادقہ" رکھا۔ نیز حضرت عبداللہؓ سے یہ بھی روایت کی گئی ہے: میں جو کچھ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کرتا تھا اور جسے میں محفوظ کرنا چاہتا تھا اسے لکھ لیا کرتا تھا۔ قریش نے مجھے ایسا کرنے سے منع کیا اور کہا: کیا تم آنحضرتؐ کی سب باتیں لکھ لیتے ہو حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انسان ہیں اور ناراضی و خوشی دونوں حالتوں میں باتیں کرتے ہیں؟ میں لکھنے سے باز آ گیا اور میں نے اس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ آنحضرتؐ نے انگلی سے اپنے دہن مبارک کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: "تم لکھتے جاؤ۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے

اس منہ سے حق کے ماسوا کوئی بات نہیں نکلتی۔" یہ کتاب ہم نے حضرت عبداللہ کے پوتے عمرو بن شعیب کے پاس دیکھی وہ اسے اپنے شاگردوں کو املاء کراتے تھے۔

(۳) ابن عبدالبر نے جامع بیان العلم (۱/۴۷) میں حسن بن عمرو بن امیہ ضمری کی یہ روایت بیان کی، جس نے کہا: میں نے ایک حدیث کے متعلق حضرت ابوہریرہؓ سے گفتگو کی۔ انہوں نے اس حدیث کا انکار کیا (غالباً حضرت ابوہریرہؓ اس وقت بوڑھے ہو چکے تھے اور ان کا حافظہ کمزور ہو چکا تھا) میں نے کہا کہ یہ حدیث میں نے آپ ہی سے سنی ہے۔ انہوں نے کہا: "اگر تم نے یہ حدیث مجھ سے سنی ہے تو وہ میرے پاس لکھی ہوئی موجود ہوگی۔" انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے اپنے گھر لے جاکر بہت سی کتابیں دکھائیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث لکھی ہوئی تھیں، یہ حدیث بھی ان میں مل گئی۔ چنانچہ انہوں نے کہا: "میں نے تمہیں کہا تھا کہ اگر میں نے یہ حدیث سنائی ہے تو وہ میرے پاس لکھی ہوئی موجود ہوگی۔" یہ روایت اس بارے میں صریح نص ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے حدیث کی بہت سی کتابیں مدون کی ہوئی تھیں۔

عمرو بن حزم انصاریؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبوں میں سے تھے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں یمن کی طرف گورنر بناکر بھیجا اور ان کے لیے ایک دستاویز تیار کی جس میں نصیحتیں اور احکام درج تھے۔ عمرو بن حزم نے اس دستاویز کو ازبر کرلیا پھر انہوں نے اکیس مکاتیب جمع کیے جو نبی علیہ السلام نے مختلف قبائل کی طرف بھیجے تھے اور ان سب کو ایک تالیف میں یکجا کر دیا۔ عہد نبویؐ کی اسلامی سیاسی دستاویزات کا یہ اولین مجموعہ ہے۔ ابن طولون نے اپنی کتاب "أعلام السائلین عن کتب سید المرسلین" کے آخر میں اس تالیف کو بطور ضمیمہ شامل کر کے ہمارے لیے محفوظ کر دیا ہے۔ یہ کتاب دمشق میں طبع ہوئی ہے۔

اغلب یہ ہے کہ صحابہؓ نے جو حدیثیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں یا بعد ازاں مدون کیں وہ ابواب میں منقسم نہ تھیں اور نہ ہی ان میں سالوں کے لحاظ سے زمانی ترتیب ملحوظ رکھی گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں فلاں حدیث کس سال اور کس وقت بیان فرمائی۔ المختصر یہی حال ابوہریرہؓ کے اس صحیفہ کا ہے جو ان کے شاگرد ہمام نے روایت کیا اور یہی حال انس بن مالکؓ وغیرہ کے صحیفوں کا ہے جو ہم تک پہنچے لیکن یہ سب صحیفے عہد نبوت کی تاریخ سے متعلق معلومات پر مشتمل ہیں اور جو

صحابہؓ ان واقعات کے شاہد ہیں انہوں نے ہی ان کی تعلیم دی۔

یہ حقیقت ہے کہ سب سے آخر میں وفات پانے والے صحابہؓ قرن ثانی کے اوائل یعنی ۱۱۰ھ کے لگ بھگ فوت ہوئے لیکن تاریخی تالیفات کی تحریک کا آغاز اس سے بہت پہلے ہو چکا تھا جیسا کہ درج ذیل مضمون سے ظاہر ہوگا۔

مسلمانوں کے ہاں کتب تاریخ کی تالیف

حقیقت یہ ہے کہ احادیث کا جمع کرنا بالفعل تاریخ کے لیے ابتدائی مواد جمع کرنے کے مترادف ہے کیونکہ کتب حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو ایک مربوط قصہ کے طور پر پیش نہیں کرتیں بلکہ ان کتابوں میں دور اسلام سے متعلق مختلف واقعات کے بارے میں چھوٹی چھوٹی متعدد حکایات بیان کی گئی ہیں۔ جہاں تک معروف اور متداول معنی کے لحاظ سے کتب تاریخ کا تعلق ہے وہ اس بات کی متقاضی ہیں کہ اس منتشر مواد کو ان میں سمیٹ دیا جائے اور روایات کا خلاصہ بیان کیا جائے۔ چنانچہ پہلی صدی ہجری کے نصف اول سے مسلمانوں نے اسے اس طرح شروع کیا۔

جب وسٹنفیلڈ نے اپنی جرمن کتاب "مورخین عرب" گوٹنگن سے ۱۸۸۲ء میں شائع کی تو اس نے ناموں کو سالہائے وفات کے حساب سے مرتب کیا۔ ہماری کتاب کے مؤلف کا نام اٹھائیسویں نمبر پر تھا۔ اس نے ستائیس مؤرخ ابن اسحاق سے پہلے دریافت کئے ہیں۔ بلاشبہ آج ہمارے لیے یہ ممکن ہے کہ ہم اس فہرست میں بعض ناموں کا اضافہ کر سکیں چونکہ ہمارا مضمون مؤرخین اسلام کے حالات کی تالیف سے متعلق نہیں ہے اس لیے ہم وسٹنفیلڈ کی مرتب کردہ سلسلہ وار فہرست کے اسماء پر اکتفا کرتے ہیں جو یہ ہیں:

(۱) عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ — (۲) زیادہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ

(۳) مخرمہ بن نوفل رضی اللہ عنہ — (۴) دغفل بن حنظلہ ذہلی سدوسی

(۵) عبید بن شریہ جرہمی — (۶) ابو کلاب وقاع لسان الحمرہ

(۷) حطیف بن زید بن جعونہ — (۸) زید بن کیاس نمری

(۹) ابن الکواء یشکری — (۱۰) یزید بن بکر اور اس کے دو بیٹے عیسیٰ اور یحییٰ

(۱۱) علاقہ بن کریم کلابی (۱۲) صحار بن عیاش (یا عباس) کلابی

(۱۳) عروہ بن زبیر (۱۴) صالح بن عمران صغدی

(۱۵) عامر شعبی (۱۶) وہب بن منبہ

(۱۷) قتادہ بن دعامہ سدوسی (۱۸) ابن شہاب زہری

(۱۹) ابو مخنف لوط (۲۰) شبیل بن عروہ

(۲۱) موسیٰ بن عقبہ (۲۲) ابو عمیر مجاھر بن سعید ہمدانی

(۲۳) شرقی بن قطامی (۲۴) طریف بن طارق مدنی

(۲۵) عبداللہ بن عباس بن ابی ربیعہ المنتوف (۲۶) محمد بن سائب کلبی

(۲۷) عوانہ بن حکم

اس فہرست میں کچھ دوسرے ناموں کا اضافہ کرنے سے قبل ہم ان میں سے بعض مؤرخین کے حالات کی تفصیل بیان کرتے ہیں جو غیر مفید نہیں ہیں۔

نووی نے (تہذیب الاسماء کے صفحہ ۴۲۶، ۴۲۷ پر) یہ کہا: "عقیل بن ابی طالب قریش کے سب سے بڑے نسابوں میں سے تھے اور ان کے آباء واجداد اور ان کی جنگوں کے حالات کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں ان کے لیے غالیچہ بچھایا جاتا تھا۔ انساب اور عرب کی جنگوں کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لیے لوگ ان کے گرد اکٹھے ہو جاتے تھے۔ وہ معاویہؓ کی خلافت میں فوت ہوئے۔" یعنی ۵۰ھ میں۔

جہاں تک زیاد بن ابی سفیان کا ذکر ہے اس کے متعلق ابن الندیم نے (الفہرست صفحہ ۸۹ پر) تحریر کیا ہے: "سب سے پہلے جس شخص نے مثالب و معائب کے متعلق تصنیف کی وہ زیاد تھا۔۔۔۔ جب اسے اور اس کے نسب کو مطعون کیا گیا تو اس نے محنت کے ساتھ نسب دانی سیکھی اور اپنے نسب کو اپنی اولاد تک پہنچایا اور کہا: "اس کے ذریعہ سے عربوں کو اپنی طرف مائل کرو کیونکہ وہ تم سے نسب روک رہے ہیں۔" زیاد ۵۳ھ میں فوت ہوا۔"

جہاں تک ابو صفوان مخرمہ بن نوفل متوفی ۵۴ھ کا تعلق ہے اس کی عمر اس وقت ایک سو پندرہ سال تھی۔ اس نے حضرت عمرؓ کے لیے انساب کا دیوان مدون کیا۔ اس کام میں عقیل بن ابی طالب اور جبیر

بن مطعم نے بھی اس کے ساتھ اشتراک کیا۔ فتح مکہ کے دن اس نے اسلام قبول کیا۔ وہ سن رسیدہ تھا اور لوگوں کی جنگوں اور بالخصوص قریش کی جنگوں کے بارے میں اسے معلومات حاصل تھیں۔ لوگ حصول نسب کے لیے اس کی طرف رجوع کرتے تھے۔ (بحوالہ تہذیب الاسماء از نووی، ص ۵۴۳) ابن اسحاق اس خاندان کا آزاد کردہ تھا۔ یہیں اس کی پرورش ہوئی۔ وہ اپنی اس کتاب میں اس خاندان کے افراد سے بکثرت روایت کرتا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ سدوسی نساب دغفل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا لیکن آنحضرتؐ سے کچھ نہیں سنا۔ اسی طرح عبید بن شریہ جرہمی نے آنحضرتؐ کو پایا لیکن آپؐ سے کچھ نہیں سنا۔ وہ قاصد بن کر حضرت معاویہؓ کے پاس آیا۔ انہوں نے اس سے پرانی خبروں، شاہان یمن، زبانوں کے اختلاط اور بگاڑ اور ملکوں میں لوگوں کے افتراق کے بارے میں سوالات کیے، اس نے طویل عمر پائی۔ (بحوالہ المعارف از ابن قتیبہ صفحہ ۲۶۵، طبع یورپ) ابن ندیم نے الفہرست صفحہ ۸۹ پر عبید بن شریہ کے متعلق لکھا کہ اس نے دو کتابیں "کتاب الامثال" اور "کتاب الملوک واخبار الماضیین" تالیف کیں۔

بلاشبہ ابو عبداللہ عروہ بن زبیر بن عوام (۲۳ھ۔ ۹۳ھ مختلف فیہ) مدینہ منورہ کے سات مشہور فقہاء میں سے ہیں۔ ان کی کتابیں جنگ حرہ کے زمانہ میں مدینہ میں ضائع ہو گئیں۔ وہ مغازی کے متعلق سب سے پہلے لکھنے والے ہیں ان کی تحریروں کے اقتباسات متاخرین کے ہاں پائے جاتے ہیں۔ ابن سعد (طبقات: ۱۵۶/۵) نے ان کے متعلق لکھا ہے: "ان کے پاس مغازی کے علاوہ کوئی حدیث لکھی ہوئی نہ تھی اور مغازی کا مواد انہوں نے ابان بن عثمانؓ بن عفان سے حاصل کیا تھا۔" یوحان فوک نے اپنے ایک رسالہ میں (جو فرینکفرٹ سے ۱۹۲۵ء میں طبع ہوا اور جسے میں نے استاذہ انماری شمل سے شکریہ کے ساتھ مستعار لیا ہے) محمد بن اسحاق کی یہ روایت نقل کی ہے کہ عبدالملک نے اپنے کسی بیٹے کے پاس حدیث المغازی دیکھی تو اسے اس کے حکم سے جلا دیا گیا اور اس نے کہا: "تمہیں چاہیے کہ کتاب اللہ کو مضبوطی سے پکڑو، میں بھی اسی کو پڑھتا ہوں اور سنت کو میں پہچانتا ہوں اور اس پر عمل پیرا ہوں۔" لیکن یہ روایت صحیح معلوم نہیں ہوتی کیونکہ اس کے برخلاف تاریخ طبری سے متعلق حوالے پیش کیے جاسکتے ہیں۔ مثلاً

"عروہ۔۔۔۔۔۔ نے عبدالملک کی طرف تحریر کیا: امابعد۔۔۔۔۔۔" (ص ۱۱۸۰ از طبع یورپ)

"عروہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عبدالملک بن مروان کی طرف لکھا: امابعد آپ نے مجھے

ابو سفیان اور اس کے خروج کے متعلق لکھا ہے اور پوچھا ہے کہ اس کی حالت کیا تھی؟" (ص ۱۲۸۴)

"عروہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عبدالملک کی طرف لکھا: اما بعد آپ نے مجھ سے لوٹ مار کرنے والوں کے متعلق پوچھا ہے اور یہ سوال کیا ہے کہ آیا خالدؓ بن ولید نے فتح مکہ کے دن لوٹ مار کی تھی ......" (ص ۱۶۳۴)

"عروہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عبدالملک کی طرف تحریر کیا۔ اما بعد آپ نے مجھ سے لکھ کر پوچھا ہے کہ خدیجہؓ بنت خویلد کب فوت ہوئی تھیں....." (ص ۱۷۷۰)

اسی طرح کی دیگر روایات مسند احمد بن حنبل میں بھی موجود ہیں۔ (مثلاً جلد ۴، ص ۲۱۳):

"عروہ سے روایت ہے کہ عبدالملک نے کچھ چیزوں کے متعلق ان سے لکھ کر دریافت کیا۔ اس کے جواب میں عروہ نے عبدالملک کی طرف لکھا: تم پر سلامتی ہو میں تمہارے سامنے اس اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اما بعد، آپ نے مجھ سے کچھ چیزوں کے بارے میں سوال کیا ہے۔ پھر عروہ نے حدیث بیان کی اور کہا: مجھ سے حضرت عائشہؓ نے بیان فرمایا کہ جب ہم دوپہر کے وقت اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے اس وقت حضرت ابو بکرؓ کے پاس ان کی دو بیٹیوں عائشہؓ اور اسماءؓ کے سوا اور کوئی نہ تھی کہ اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔"

ہمیں معلوم ہے کہ عبدالملک نے خلافت کے معاملہ میں عبداللہ بن زبیر کو قتل کیا تھا لیکن یہ بات اسے اس چیز سے نہیں روکتی تھی کہ وہ ان کے بھائی عروہ بن زبیر سے استفادہ کرے۔ جو کچھ استاد فوک نے نقل کیا ہے اگر وہ صحیح ہے تو لازمی طور پر وہ ان مغازی کے متعلق ہوگا جن کی کوئی اصل نہیں ہے اور جنہیں قصہ خوانوں نے محض خوش طبعی اور دل لبھانے کے لیے گھڑ لیا تھا۔

جہاں تک وہب بن منبہ (متوفی ۱۱۰ھ یا ۱۱۴ھ) کا تعلق ہے وہ جید علماء میں سے تھا۔ اس کا بھائی ہمام بن منبہ محدث غازی تھا اور اپنے بھائی وہب کے لیے کتابیں خریدا کرتا تھا (جیسا کہ ابن حجر نے تہذیب التہذیب ۶۷/۲ میں ذکر کیا ہے) وہب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مغازی کے بارے میں ایک کتاب تالیف کی جس کا ایک قطعہ بردی چھال پر لکھا ہوا ہیڈلبرگ یونیورسٹی کے کتب خانہ میں موجود ہے اور اس کے اقتباسات طبرانی وغیرہ میں ہیں اس کی دیگر کتابیں بھی قصص الانبیاء اور اخبار الملوک وغیرہ کے متعلق ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ محمد بن شہاب زہری (۵۲ھ۔۱۲۴ھ) اپنے زمانے کے جید علماء میں سے تھے۔ علم حدیث و سیرت میں انہوں نے بڑی شہرت حاصل کی۔ ابن ندیم نے (الفہرست ص ۹۵) خالد بن ولید کی فتوحات کی کتاب بھی ان کی طرف منسوب کی ہے۔ وہ ہمارے مؤلف ابن اسحاق کے استاد ہیں۔ زہری کی سیرت کے متعلق کتاب کے اقتباسات جامع ابن وہب (۹۶/۱۔۹۸) میں موجود ہیں۔ وہاں ایک واقعہ درج ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جاہل اہل سیاست بھی علم تاریخ اور سیرت النبیؐ کو درخور اعتناء سمجھتے تھے۔ ابوالفرج اصفہانی نے کتاب الاغانی (۵۹/۱۹) میں ذکر کیا۔ مدائنی نے کہا اور نیز ابن شہاب نے کہا کہ مجھ سے خالد بن عبداللہ قسری نے کہا: "میرے لیے نسب لکھو۔" ابن شہاب نے کہا: میں نے مضر کے نسب سے ابتداء کی اور ابھی اس کو پورا نہ کیا تھا کہ خالد نے کہا: "اس کو کاٹ دو اللہ تعالیٰ اس کی جڑوں سمیت اسے کاٹے۔ میرے لیے سیرت قلمبند کرو۔" میں نے اسے کہا: "میرے پاس حضرت علی بن ابی طالب صلوات اللہ علیہ کی سیرت میں سے کچھ چیزیں ہیں۔ کیا میں ان کا ذکر کروں؟" اس نے کہا: نہیں، مگر یہ کہ تو اسے جہنم کی گہرائی میں دیکھے۔" اللہ تعالیٰ خالد پر اور جس نے اسے والی بنایا اس پر لعنت بھیجے اور ان کو خیر سے دور کردے۔ اور حضرت علی امیر المومنین پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں۔" اس قصہ میں اہل ہوا و ہوس کے طبعی میلانات کی ملاوٹ ہے اور اگر یہ صحیح ہو تو ہمارا گمان نہیں ہے کہ زہری نے قسری کے مطالبہ کے مطابق کچھ لکھا ہو، کیونکہ صاحب الاغانی نے (۱۰۶/۶۷) تاکید کی کہ زہری کے تعلقات ولی عہد ولید ثانی کے ساتھ اس حد تک کشیدہ ہو گئے تھے کہ اگر ولید والی خلافت ہو جاتا تو زہری بلاد اسلام کو چھوڑ کر بلاد روم میں پناہ حاصل کرتے کیونکہ ولید زہری کو قتل کرنا چاہتا تھا لیکن ولید کی خلافت سے قبل ہی زہری کی وفات ہو گئی۔ دائرۃ المعارف الاسلامیہ (مادہ زہری) میں ہے کہ ایک دوسرے خلیفہ نے حضرت علیؓ کے خلاف ایک دوسری بات کا مطالبہ کیا۔ زہری نے اس سے علیحدگی اختیار کرلی اور زہری کے اس طرز عمل میں ہمیں تعجب محسوس نہیں ہوتا۔

زہری کے تلامذہ میں سے موسیٰ بن عقبہ (متوفی ۱۴۱ھ) بہت مشہور آدمی ہے، اس نے کتاب المغازی تالیف کی، جسے اس موضوع پر صحیح ترین کتاب کہا جاتا ہے۔ یہ کتاب ہمیں نہیں ملی مگر اس کے کچھ اقتباسات اور ملخصات اس مخطوطہ میں ہیں جسے جرمن مستشرق سخاو نے برلن سے شائع کیا

جن کا ذکر وسٹنفیلڈ نے نہیں کیا ان میں سے:

ابان بن عثمان بن عفان صاحب مغازی ہیں، ان کی ایک کتاب جس میں انہوں نے مبدا، مبعث، مغازی، وفات، سقیفہ اور ارتداد کا ذکر کیا۔ ۱۰۵ھ میں وفات پائی۔ اسی طرح عاصم بن عمر بن قتادہ (متوفی ۱۱۹ھ باختلاف اقوال) اور شرجبیل بن سعد (متوفی ۱۲۳ھ) ہیں۔ ان کا ذکر احمد امین نے ضحی الاسلام (۳۲۰/۲) میں کیا۔ یوحان فوک نے اپنے رسالہ میں ابوالاسود یتیم عروہ (متوفی ۱۳۱ھ باختلاف روایات) اور سلیمان بن طرخان تیمی (متوفی ۱۴۳ھ باختلاف روایات) اور ابو محمد ولید بن کثیر مولی مخزومی (متوفی ۱۵۱ھ) کے ناموں کا اضافہ کیا ہے۔ ابو محمد ولید کا ذکر وسٹنفیلڈ نے ابن اسحاق کے بعد کیا ہے حالانکہ وہ دونوں معاصر ہیں۔

ضروری ہے کہ ہم یزید بن ابی جبیب (متوفی ۱۲۸ھ) کا ذکر کریں وہ ابن اسحاق کے مصری اساتذہ میں سے ہیں ان کے تذکرہ میں ایک دوسرے غیر معروف مؤلف نے یہ ذکر کیا جسے سیرت نبویہ کے نقطہ نظر سے اہمیت حاصل ہے: مجھے ابن اسحاق نے بتایا۔ اس نے کہا: مجھ سے یزید بن ابی جبیب مصری نے یہ روایت بیان کی کہ اسے ایک کتاب دستیاب ہوئی جس میں ان لوگوں کے نام تھے جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف علاقوں اور شاہان عرب و عجم کی طرف بھیجا اور اس کتاب میں وہ ہدایات بھی درج تھیں جو آنحضرتؐ نے اپنے اصحابؓ کو بھیجتے وقت دیں۔ راوی نے کہا کہ اس نے یہ کتاب محمد بن شہاب زہری کے پاس ارسال کی۔ زہری نے اس کتاب کو پہچانا اور اس کا بدلہ دیا۔ (سیرت ابن ہشام صفحہ ۹۸۲ اور تاریخ طبری سلسلہ اولی صفحہ ۱۵۶۰۔ ہر دو مطبوعہ یورپ)۔

آخر میں معمر بن راشد (متوفی ۱۵۳ھ) ہے جو ابن اسحاق کے معاصرین میں سے ہے۔ ابن ندیم نے (الفہرست ۹۴) اس کی طرف کتاب المغازی منسوب کی ہے جو ہمیں نہیں ملی۔ اس کی ایک کتاب "الجامع فی الحدیث" بھی ہے جس کے دو قلمی نسخے ترکی میں ہیں۔ اگر ہمیں پہلے مؤلفین کی سیرت کی کتابیں دستیاب ہو جاتیں اور اسی طرح ابن اسحاق کی مکمل کتاب بھی ہمیں مل جاتی تو ہمارے لیے یہ دیکھنا ممکن تھا کہ اسلوب تالیف میں کیا تبدیلی واقع ہوئی اور بالخصوص ابن اسحاق میں مقابلۃً کیا فضائل وخصوصیات ہیں۔ اب ہم اس نکتہ سے صرف نظر کرتے ہوئے اپنے مؤلف کے دوسرے حالات کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

ابن اسحاق:

وہ محمد بن اسحاق بن یسار بن خیار ہیں اور کہا گیا ہے کہ وہ ابن یسار بن کوتان ہیں۔ ان کے موالات مطلبی ہے یعنی وہ آل قیس بن مخرمہ بن مطلب بن عبد مناف کے آزاد کردہ ہیں۔

ابن سعد نے (الطبقات ۷/۲ صفحہ ۶۲ میں) یہ کہا: "ان کا دادا یسار جنگ عین التمر کے قیدیوں میں تھا۔" ابن قتیبہ نے (المعارف صفحہ ۲۴۷ میں) یہ اضافہ کیا ہے: "وہ عین التمر کے ان قیدیوں میں تھا جو خالدؓ بن ولید نے حضرت ابو بکرؓ کی طرف مدینہ بھیجے۔" اور خطیب بغدادی نے (تاریخ بغداد ۱/۲۱۶) کہا: "یسار نہیں بلکہ اس کے باپ کا نام خیار تھا جو ابن مخرمہ کا آزاد کردہ تھا۔ اس نے یہ روایت ہیثم بن عدی اور مدائنی سے نقل کی۔ شاید یہ زیادہ صحیح ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ کوفان نے اسلام قبول کرلیا ہو اور اس کے مالک نے اس کا نام خیار رکھ دیا ہو۔ عین التمر کی جنگ بصرہ کے قریب حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دور خلافت میں ۱۲ھ میں ہوئی۔ ممکن ہے خیار اس وقت لڑکا ہو اور اس کے ہاں یسار ۲۰ھ کے لگ بھگ اور اس کا پوتا اسحاق ۵۳ھ میں اور ہمارا مؤلف محمد ۸۵ھ میں پیدا ہوا۔ امام بخاری نے (تاریخ کبیر میں) کہا کہ ابن اسحاق کی کنیت ابو بکر ہے۔ اور ابن سعد نے (طبقات میں) کہا کہ وہ ابو عبد اللہ ہے۔ ان دونوں اقوال میں یہ اختلاف باقی ہے۔ خطیب بغدادی نے (۱/۲۱۶۔۲۱۷) اس کی تفصیل بیان کی ہے۔

خطیب بغدادی نے (۱/۲۱۵) عبد اللہ بن جعفر بن درستویہ کی وساطت سے یعقوب بن سفیان کی یہ روایت نقل کی کہ ابن اسحاق فارسی ہے، لیکن بکری (اس ڈکشنری میں جو عجمیوں میں گھل مل کر عجمی بن جانے والوں سے متعلق ہے۔ مادہ عین التمر کے ذیل میں صراحت کرتا ہے: "عین التمر کے ایک گرجے میں خالدؓ نے عرب لڑکے دیکھے جو کسریٰ کے پاس گروی تھے اور وہ شام وعراق میں پھیلے ہوئے تھے۔ ان ہی میں کلبی عالم نسابت کا دادا اور محمد بن اسحاق صاحب المغازی کا دادا تھا۔ شاید اسی وجہ سے بعض مستشرقین گمان کرتے ہیں کہ ابن اسحاق کا دادا نصرانی تھا۔ عربوں کے وہ بچے جو ایرن میں گروی تھے۔ ان کی تصدیق کئے بغیر ہمارے لیے ممکن نہیں کہ ہم وثوق سے کہہ سکیں کہ ابن اسحاق انجیل کے جید عالم تھے اور انہوں نے یہ علم اپنے دور کے علماء سے حاصل کیا تھا نہ کہ اپنے اجداد سے۔ مثال کے طور پر انہوں نے انجیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات کا ذکر کیا (بحوالہ سیرت ابن ہشام صفحہ ۱۴۹۔۱۵۰) اور کہا کہ منحمنا کے معنی سریانی میں محمد اور یونانی میں برقالیطس ہیں۔ اور یہ مکاشفات یوحنا (عہد جدید ۱۴/۱۲/۱۷) میں مذکورہ ہے

(نیز نبی موعود کے ذکر میں یہاں ۱۵/۲۶۔۱۶/۷۔۳۰ کی طرف رجوع کیا جائے)۔ اسی طرح ذہبی نے میزان الاعتدال (۲۳/۳) میں یہ نقل کیا ہے: یونس بن بکیر نے ابن اسحاق کے حوالہ سے عبدالرحمان بن حارث سے اور اس نے ابی سلمہ کی وساطت سے ابن عمر کی یہ روایت بیان کی کہ انہوں ے حضرت ابن عباس کے پاس کسی شخص کو بھیج کر دریافت کیا: "کیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا؟" حضرت ابن عباسؓ نے کہلا بھیجا: "ہاں، آنحضرتؐ نے اللہ تعالی کو ایک سرسبز سنہری سنہری فرش والے باغ میں سونے کی کرسی پر دیکھا جسے چار فرشتے اٹھائے ہوئے تھے ایک فرشتہ کی شکل مرد کی، دوسرے کی شیر کی اور تیسرے کی بیل کی تھی اور چوتھا فرشتہ عقابی شکل کا تھا۔" یہ بھی مکاشفات یوحنا (۷/۱۔۴) میں سے ہے اسی طرح کا ذکر امیہ بن ابی صلت نے اپنے قبل اسلام کے اشعار میں کیا ہے۔ یہ اسرائیلی روایات میں سے نہیں ہے بلکہ نصرانیات میں سے ہے اور یہ روایات اسلامی ادب میں داخل ہوگئیں۔ اسی طرح ابن اسحاق نے توراۃ سے ہابیل کا قصہ نقل کیا (تاریخ طبری ۱/۱۴۱۔ توراۃ کتاب التکوین ۴/۹۔۱۶) اور یوسف علیہ السلام کی عمر نقل کی۔ (تاریخ طبری ۱/۱۳۴۔ کتاب التکوین ۵۰/۲۲) اور نوح علیہ السلام کی کشتی کا ذکر کیا۔ (الطبری ۱/۱۸۹ ۲۱۲۔ کتاب التکوین ۶/۴۴)۔

ان کے دو چچا تھے۔ طبری نے (ذیل تاریخ طبری سلسلہ ۳، ص ۲۵۱۲۔ ۲۵۱۳ میں) یہ ذکر کیا ہے: "ان کے باپ اسحاق بن یسار اور دو چچاؤں موسی اور عبدالرحمان پسران یسار سے مروی ہے کہ ابن اسحاق مغازی یعنی مغازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، عربوں کی جنگوں اور ان کے اخبار وانساب کے علماء میں سے تھا، نیز عربوں کے اشعار کا راوی، کثیر الحدیث، وسیع العلم، بہت زیادہ علم حاصل کرنے والا اور علم میں پیشرو تھا اور ان سب حیثیتوں میں ثقہ تھا۔"

ان کے باپ اسحاق نے صبیح مولی حویطب بن عبدالعزی کی بیٹی سے نکاح کیا جیسا کہ قسطلانی (۳۲۸/۴) نے ذکر کیا۔

خطیب بغدادی (۲۱۴/۱) نے کہا کہ ابن اسحاق کے دو بھائی ابوبکر اور عمر تھے۔ اور جماعیلی نے اپنی کتاب "الکمال فی معرفتہ الرجال" (مخطوطہ برلن) میں یہ اضافہ کیا کہ محمد بن اسحاق ان سب سے بڑے تھے اور یہ کہ ان کا بھائی عمران کے ایک سال یا دو سال بعد فوت ہوا۔ (اس مخطوطہ کو وستنفیلڈ نے سیرت ابن ہشام کے مقدمہ میں نقل کیا ہے)۔

ابن ندیم نے فہرست میں (ص ۹۲) اور یاقوت نے معجم الادباء میں واقدی کی یہ روایت نقل کی ہے کہ ابن اسحاق خوبرو تھے۔ ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں ان کے حالات زندگی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ بھینگے تھے اور خطیب (۲۲۶/۱) نے کہا کہ وہ سیاہ خضاب لگایا کرتے تھے۔

تذکرۃ الحفاظ (۱۶۴/۱) اور میزان الاعتدال (۲۲/۳) میں ابن عدی کے حوالہ سے ذہبی کی یہ روایت انہیں مطعون کرتی ہے کہ ابن اسحاق مرغوں کے ساتھ کھیلا کرتے تھے۔

اس سے زیادہ ہتک آمیز وہ روایات ہے جسے ابن ندیم نے "حکی ۔۔۔ یعنی حکایت کی گئی" کے کلمہ کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اور جسے یاقوت نے اپنے الفاظ میں واقدی کے حوالہ سے بیان کیا ہے۔ روایت یہ ہے: "محمد بن اسحاق مجلس کے آخر میں خواتین کے قریب بیٹھا کرتے تھے۔" یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ وہ خواتین سے باہم قصہ کہانی کہتے تھے۔ اور ابن ندیم نے کہا کہ وہ خواتین کے ساتھ عشق و محبت کی بات چیت کیا کرتے تھے۔ انہیں (۱) ہشام کے پاس لے جایا گیا جو اس وقت مدینہ کا امیر تھا۔ ابن اسحاق کے بال بہت خوبصورت تھے۔ ہشام نے ان کے بالوں کو پتلا کردیا اور انہیں درے لگائے اور انہیں وہاں بیٹھنے سے منع کردیا۔ وہ نہایت خوبرو تھے۔" شاید یہ بے جا بات ہے یا اس کا سبب معاصرین کی منافرت ہے کہ خطیب بغدادی (۲۲۵/۱) نے ابن ابی حازم اور عبدالعزیز بن محمد دراوردی کے حوالہ سے یہ روایتیں بیان کیں: "ہم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اور ہمارے ساتھ محمد بن اسحاق بھی تھے۔" دوسری روایت میں یہ ہے: "ہم ابن اسحاق کی مجلس میں تعلیم حاصل کررہے تھے۔" راوی نے کہا: "والی کی آمد تھی اور والی سے قبل عون آیا اور اس نے پوچھا: تمہارے ساتھ یہ کون بیٹھا ہوا ہے؟ ہم نے کہا: یہ محمد بن اسحاق ہیں۔ بقول راوی عون نے انہیں گرفتار کرلیا، پھر ہم نے دیکھا کہ ان کے گردن میں ایک رسی تھی اور وہ دار مروان (یعنی دارالامارت) سے ہمارے پاس سے گزرے یہاں تک کہ انہیں مسجد میں داخل کیا گیا اور دوسرے دروازے سے نکالا گیا۔" خطیب نے ابن ابی زنبر کے حوالہ سے اس میں اضافہ کیا کہ یہ ان پر قدریہ ہونے کا اتہام تھا حالانکہ قدری عقیدہ سے ان کا دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ ذہبی نے میزان الاعتدال (۲۱/۳) میں یہ روایت نقل کی کہ ابوداؤد نے کہا: محمد بن اسحاق قدری معتزلی تھے۔ خطیب بغدادی (۲۲۴/۱) نے کہا: "بہت سے علماء نے منجملہ

(۱) ہشام ۸۲ھ سے ۸۶ھ تک مدینہ منورہ کا والی رہا حالانکہ ابن اسحاق ۸۵ھ میں پیدا ہوئے، اس لیے یہ قصہ صحیح نہیں ہے الا یہ کہ ہشام سے مراد اسماعیل بن ہشام ہو جو ۱۰۲ھ تا ۱۰۴ھ مدینہ منورہ کا والی تھا۔ (محمد حمید اللہ)

دیگر اسباب کے ابن اسحاق کی روایات سے استدلال کرنے سے اس بنا پر گریز کیا کہ وہ شیعہ تھے۔" یاقوت نے معجم الادباء میں) کہا: "یحییٰ بن سعید بن قطان سے روایت ہے کہ محمد بن اسحاق، حسن بن ضمرہ اور ابراہیم بن محمد یہ سب اپنے آپ کو شیعہ ظاہر کرتے تھے اور حضرت علیؓ کو حضرت عثمانؓ پر ترجیح دیتے تھے۔" اس کے جواب میں یہ کہہ دینا کافی ہے کہ ابن اسحاق سے امام بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔

ان کی تاریخِ وفات کے بارے میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے جو ۱۵۰ھ سے ۱۵۴ھ تک پھیلا ہوا ہے۔ شمس الدین ذہبی نے عبر میں ۱۵۱ھ کو ترجیح دی اور کہا کہ یہی قول صحیح ہے۔ امام بخاریؒ نے بھی یہی کہا۔ اس بحث میں مذکور مختلف روایات میں یہ ہے کہ طبری نے (اپنی تاریخ کے ذیل میں سلسلہ ۳، ص ۲۵۱۳ھ یہ روایت نقل کی: "ابن سعد نے کہا: مجھے محمد ابن اسحاق کے بیٹے نے بتایا کہ میرے والد ۱۵۰ھ میں بغداد کے مقام پر فوت ہوئے اور خیزران کے قبرستان میں دفن کیے گئے۔" جہاں تک ابن اسحاق کا تعلق ہے اس نے طبقات (جلد ۷/۲، صفحہ ۶۷) میں کہا کہ وہ (یعنی ابن اسحاق) ۱۵۱ھ میں فوت ہوئے اور خطیب بغدادی نے یہ دونوں تاریخیں روایت کی ہیں اور علی مدینی وغیرہ کی روایت سے ۱۵۲ھ اور خلیفہ بن خیاط کے حوالہ سے ۱۵۳ھ کا اضافہ کیا ہے۔ ابن خلکان نے کہا: "کہا گیا کہ تاریخِ وفات ۱۵۴ھ ہے۔" یاقوت نے (معجم الادباء میں) کہا: "وہ خیزران کے قبرستان میں ابو حنیفہؒ کی قبر کے پاس دفن کیے گئے۔" حالانکہ ابو حنیفہؒ کی قبر کے متعلق اب تک مشہور ہے کہ وہ اعظمیہ میں ہے۔ ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں بالتفصیل لکھا کہ انہیں خیزران کے قبرستان کے مشرقی جانب دفن کیا گیا اور یہ قبرستان ہارون الرشید کی والدہ خیزران اور ہارون کے بھائی ہادی کی طرف منسوب ہے۔ یہ قبرستان خیزران کی طرف اس لیے منسوب کیا گیا کہ خیزران وہاں مدفون ہے۔ یہ قبرستان دجلہ کی مشرقی جانب واقع تمام قبرستانوں میں سب سے مقدم ہے۔

درس و تدریس

محمد بن اسحاق مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور تقریباً تیس سال تک وہاں رہے۔ خطیب بغدادی (۲۱۵/۱) نے کہا: "یہ حقیقت ہے کہ محمد بن اسحاق نے انس بن مالکؓ، سعیدؒ بن مسیبؒ کو دیکھا۔ اور قاسم بن محمد بن ابی بکرؓ صدیق، ابان بن عثمانؓ بن عفان، محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب، ابو سلمہ بن عبدالرحمانؓ بن عوف، عبدالرحمان بن ہرمز الاعرج، نافع مولی عبداللہؓ بن عمر اور محمد بن مسلم بن

شہاب وغیرہم سے علم حاصل کیا۔ اور یوحان فوک نے اپنے رسالہ (ص ۷،۶۔۸۳) میں کہا کہ انہوں نے عاصم بن قتادہ اور عبداللہ بن ابی بکر (متوفی ۱۳۰ھ یا ۱۳۵ھ) سے بھی تعلیم حاصل کی۔ اور یزید بن رومان (تلمیذ عروہ بن زبیر) کے حلقہ درس میں بھی رہے۔ اور تفسیر کا درس محمد بن ابی احمد اور مغیرہ بن لبید سے لیا اور اسرائیلیات کے بارے میں معلومات وہب بن منبہ سے حاصل کیں۔ سیرت ابن ہشام میں غیر معروف اساتذہ کو حذف کر کے ابن اسحاق کے ایک سو شیوخ کا ذکر موجود ہے۔

جماعیلی (مخطوطہ برلین) نے یہ کہا: "وہ ۱۱۵ھ میں اسکندریہ آئے۔ اہل مصر کی ایک جماعت نے ان سے روایت کی۔۔۔۔ اہل مصر میں سے جنہوں نے ان سے روایت کی ان میں سے اکابر یزید بن ابی حبیب اور قیس بن ابی یزید ہیں۔" (جہاں تک ابن حجر کا تعلق ہے اس نے تہذیب التہذیب ۴۴/۹ میں کہا کہ اسکندریہ میں ان کی آمد ۱۱۹ھ میں تھی)۔ اس بات کا احتمال ہے کہ جب ان کے حاسدوں نے ان پر قدری ہونے کا بہتان باندھا اور مدینہ کے والی نے انہیں کوڑے لگائے تو انہوں نے اس وقت مدینہ کو خیر باد کہا۔ یہ بھی لازمی ہے کہ وہ شہرت کے حامل ہوں گے۔ اسی وجہ سے علماء مصر نے ان کا استقبال کیا یہاں تک کہ زہری جو ان کے استاذ ہیں وہ بھی ان کے بہت بڑے مداح ہیں ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں یہ ذکر کیا ہے کہ "ابن شہاب زہری نے کہا: جو مغازی کا علم حاصل کرنا چاہتا ہو اسے ابن اسحاق کے پاس جانا چاہیے۔۔۔۔ اور زہری کے بارے میں حکایت کی گئی ہے کہ "وہ اپنے ایک گاؤں کی طرف گیا۔ حدیث کے طالب علم بھی ان کے پیچھے وہاں چلے گئے تو زہری نے ان سے کہا کہ تم نے اس بھینگے لڑکے کی طرف کیوں رجوع نہیں کیا؟ یا یہ کہا کہ میں تمہارے لیے اس بھینگے لڑکے کو یعنی ابن اسحاق کو پیچھے چھوڑ آیا تھا۔ اور ساجی نے ذکر کیا ہے کہ زہری کے اصحاب کو جب زہری کی کسی حدیث کے بارے میں شک لاحق ہوتا تو وہ ابن اسحاق کی رہنمائی حاصل کرتے تھے جو حفظ حدیث میں ان سب سے زیادہ ثقہ تھا۔" اور خطیب بغدادی (۲۱۹/۱۔۲۲۰) نے کہا: "سفیان بن عیینہ سے روایت ہے کہ میں نے زہری کو دیکھا ان کے پاس محمد بن اسحاق آئے۔ زہری نے ان کو دیر کے بعد پایا اور پوچھا: "تم کہاں رہے؟" محمد بن اسحاق نے جواب دیا: "کیا آپ کے دربان کی موجودگی میں آپ کے پاس کوئی پہنچ سکتا ہے؟" راوی نے کہا: زہری نے دربان کو بلایا اور اسے کہا کہ جب محمد بن اسحاق آئیں تو انہیں روکا نہ کرو۔ ابن عیینہ نے کہا: ابو بکر ہذلی کا بیان ہے کہ میں نے زہری کو یہ کہتے ہوئے سنا: مدینہ منورہ میں اس وقت تک بہت زیادہ علم رہے گا جب تک اہل مدینہ میں ابن اسحاق

موجود ہیں۔۔۔۔ سفیان بن عینہ نے کہا: زہری کا بیان ہے کہ مدینہ منورہ میں اس وقت تک بچے کھچے لوگوں کا علم رہے گا جب تک وہاں ابن اسحاق موجود ہیں۔ سفیان نے کہا: ابن شہاب سے مغازی کے بارے میں سوال کیا گیا تو اس نے کہا: یہ یعنی ابن اسحاق مغازی کا سب سے بڑا عالم ہے۔ شافعیؒ نے کہا: جو شخص مغازی میں تجربہ حاصل کرنا چاہتا ہے اسے ابن اسحاق کی طرف رجوع کیے بغیر چارہ نہیں۔۔۔۔۔ میں نے یحیی بن معین سے محمد بن اسحاق کے متعلق سوال کیا۔ اس نے کہا: "عاصم بن قتادہ کا بیان ہے کہ لوگوں میں اس وقت تک علم موجود رہے گا جب تک محمد بن اسحاق زندہ ہے۔۔۔۔۔ میں نے ابو معاویہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ محمد بن اسحاق سب لوگوں سے زیادہ یاد رکھنے والا تھا۔ جب کسی شخص کے پاس پانچ یا اس سے زیادہ احادیث ہوتی تھیں تو وہ انہیں محمد بن اسحاق کے سپرد کر دیتا تھا اور انہیں کہتا تھا کہ ان کو محفوظ رکھیں، کیوں کہ اگر میں بھول گیا تو آپ انہیں یاد رکھیں گے۔۔۔۔۔ عبداللہ بن قائد نے کہا: جب ہم محمد بن اسحاق کی مجلس میں ہوتے اور وہ علم کے کسی شعبہ کو شروع کرتے تو وہ سارا اجلاس اسی بحث کی نذر ہو جاتا۔ جماعیلی نے (برلن کے مخطوطہ میں) یہ اضافہ کیا ہے کہ فلیح بن سلیمان نے کہا: "میں اکثر دیکھتا تھا کہ ابن شہاب مغازی سے متعلقہ مسائل کے بارے میں ابن اسحاق سے پوچھا کرتے تھے۔" اور ابن حجر (تہذیب التہذیب ۴۰/۹) نے کہا: علی المدینی کا بیان ہے: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا مدار چھ باتوں پر ہے جن کا اس نے ذکر کیا اور پھر کہا کہ ان چھ باتوں کا علم بارہ علماء کے پاس ہے جن میں اس نے محمد بن اسحاق کا ذکر بھی کیا۔ مدینہ میں محمد بن اسحاق کے تلامذہ میں ابراہیم بن سعد محدث بھی تھے۔ ابن حجر نے (تہذیب التہذیب ۴۲/۹۔۴۲) میں کہا: "امام بخاریؒ کا بیان ہے کہ مجھے ابراہیم بن حمزہ نے بتایا: ابراہیم بن سعد محدث کے پاس محمد بن اسحاق کی احکام سے متعلق مرویات (ماسوائے مغازی کے) تقریباً سترہ ہزار تھیں۔ اور ابراہیم بن سعد کے پاس اہل مدینہ میں سے حدیث کا سب سے زیادہ ذخیرہ تھا۔۔۔۔ اور امام بخاری نے یہ بھی کہا کہ محمد بن اسحاق کے پاس ایک ہزار ایسی احادیث تھیں جو کسی دوسرے کے پاس نہ تھیں۔

جب ابن اسحاق مصر کی طرف چلے گئے تو یہ متاخرین بنی امیہ کا دور تھا اور فتنہ و مظالم کا پر آشوب زمانہ تھا۔ جب ۱۳۲ھ میں ان کی حکومت جاتی رہی تو ہم ابن اسحاق کو دوسرے عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور کے پاس دیکھتے ہیں (جس کا دور حکومت ۱۳۶ھ تا ۱۵۸ھ ہے)۔ ابن سعد (جلد ۷/۲، صفحہ ۶۲) نے کہا: وہ ابتداء میں مدینہ سے چلے گئے اور پھر کوفہ، جزیرہ، رے اور بغداد آئے اور زندگی کے آخر ایام تک وہیں قیام کیا۔

اس بات کا احتمال ہے کہ وہ مدینہ (۱) واپس نہیں آئے بلکہ مصر سے عراق اور ایران کی طرف چلے گئے لیکن ہمارے لیے یہ معلوم کرنا مشکل ہے کہ ان علاقوں میں سب سے پہلے انہوں نے کس جگہ کا سفر کیا۔

خطیب بغدادی (۲۲۶/۱) نے مکی بن ابراہیم کی یہ روایت بیان کی کہ اس نے محمد بن اسحاق سے رے میں بیس لیکچر سنے (پھر اس نے انہیں چھوڑ دیا کیوں کہ انہوں نے اللہ کی صفات کے متعلق ایسی احادیث بیان کیں جن سے اس کا دل مطمئن نہ ہوا)۔ ابن سید الناس (۱۲/۱) نے بارہ مجلسوں کا ذکر کیا ہے۔

یاقوت (معجم الادبا) نے کہا: "محمد بن اسحاق جزیرہ میں عباس بن محمد کے پاس تھے اور ابو جعفر کے پاس جانا چاہتے تھے پھر اس کے لیے انہوں نے کتاب المغازی لکھی۔" عباس منصور کا بھائی تھا اور ۱۴۲ھ میں جزیرہ کا والی تھا۔

ابن قتیبہ (المعارف، ۲۴) نے کہا: "محمد بن اسحاق ابو جعفر منصور کے پاس حیرہ میں آئے اور اس کے لیے کتاب المغازی لکھی۔ اسی سبب سے اہل کوفہ نے ان سے یہ کتاب سنی۔ خطیب بغدادی (۲۲۱/۱-۲۲۲) نے اس واقعہ کی تفصیل اس طرح بیان کی: میں نے عمار کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ محمد بن اسحاق مہدی کے ہاں گئے اس وقت مہدی کے پاس اس کا بیٹا تھا۔ اس نے ابن اسحاق سے کہا: "اے ابن اسحاق! کیا آپ اسے پہچانتے ہیں؟ ابن اسحاق نے کہا: ہاں، یہ امیرالمومنین کا فرزند ہے۔ مہدی نے کہا: آپ جائیں تو اس کے لیے ایک ایسی کتاب تصنیف کریں جس میں اللہ تعالی کے آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے سے لے کر اب تک کے حالات درج ہوں۔ راوی نے کہا: انہوں نے جاکر یہ کتاب تصنیف کی۔ مہدی نے کہا: اے ابن اسحاق! آپ نے بڑی طویل کتاب لکھی ہے آپ جاکر اسے مختصر کریں۔ چنانچہ یہ مختصر کتاب ہے اور بڑی کتاب (۲) امیرالمومنین کے خزانہ میں رکھ دی گئی۔ حسن بن محمد مودب نے کہا: میں نے ابو الہثیم کو یہ کہتے ہوئے سنا: محمد بن اسحاق نے یہ کتاب مصر کی کاغذی چادروں پر لکھی۔ پھر یہ کاغذی چادریں سلمہ یعنی ابن الفضل کو منتقل ہو گئیں اور ان کاغذی چادروں کی وجہ سے ابن اسحاق کی کتاب کے بارے میں سلمہ کی روایت کو

(۱) ہورو فتس کا گمان ہے کہ وہ کبھی کبھی مدینہ واپس آیا کرتے تھے اور اس دوران میں زہری سے ۱۲۵ھ میں اور سفیان بن عیینہ سے ۱۳۲ھ میں مدینہ میں ان کی ملاقات ہوئی (میں نے تاریخ بخاری اور ابن خلکان ۶۱۲/۱ سے رجوع کیا لیکن مجھے اس کا ثبوت نہیں ملا) ہورو فتس کا مقالہ مجلہ اسلامک کلچر (۱۹۶/۲-۱۸۲) میں ہے۔

(۲) ابن اسحاق کی بڑی کتاب (الکتاب الکبیر) امام سہیلی کے پاس موجود تھی وہ گاہے گاہے اس کتاب سے اقتباسات پیش کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر الروض الانف ۱۰/۱ ملاحظہ ہو۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ

دوسروں کی روایت پر فضیلت حاصل ہے۔ شیخ ابو بکر (خطیب بغدادی) نے اس راوی کے حوالہ سے یہ کہا: "ابن اسحاق مہدی کے ہاں گئے اور اس وقت اس کے پاس اس کا لڑکا تھا۔ میرے نزدیک یہ روایت محل نظر ہے۔ شاید اس کے بیان کا منشاء یہ ہو کہ ابن اسحاق منصور کے ہاں گئے اور اس کے پاس اس کا لڑکا مہدی تھا۔ کیونکہ یہ بات صحت کے زیادہ قریب معلوم ہوتی ہے۔ واللہ اعلم" اس بات کا امکان بھی موجود ہے کہ ابن اسحاق ولیعہد خلافت مہدی کے پاس رے میں گئے ہوں جو ابن اسحاق کی وفات سے قبل رے میں سکونت پذیر تھا۔

کوفہ شہر حیرہ ہی کی تعمیر جدید ہے۔ اس وقت بغداد کی تاسیس نہیں ہوئی تھی۔ جب منصور نے ۱۴۶ھ میں بغداد کی بنیاد رکھی تو ابن اسحاق نے بھی یہاں سکونت اختیار کی اور وہ وہیں دفن ہوئے۔ وہ بغداد کے ابتدائی ساکنان میں سے ہیں۔ جب خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد لکھی تو اس نے مشاہیر کے حالات زندگی کی پہلی قسم (۲۱۴/۱) میں لکھا: "شیخ ابو بکر خطیب کا بیان ہے کہ مدینۃ السلام کے رہنے والوں اور وہاں آنے والوں میں سے جو اشخاص اسم محمد سے موسوم ہیں ان میں محمد بن اسحاق سے زیادہ عمر رسیدہ، اعلیٰ مسلمان اور سب سے پہلے فوت ہونے والا میں نے کوئی نہیں دیکھا۔ ان ہی اسباب کی وجہ سے جو محمد بن اسحاق کی ذات میں مجتمع تھے میں نے اپنی کتاب کا افتتاح ان کے نام سے کیا ہے ان کے بعد ان لوگوں کے نام لکھے ہیں جو ان کے حالات زندگی سے متعلق ہیں۔ اگر یہ بات نہ ہوتی اور ان کے علاوہ دوسری باتوں کا لحاظ کیا جاتا تو محمد بن احمد اس بات کے سب سے زیادہ مستحق تھے کہ ان کے نام سے ابتدا کی جاتی کیونکہ انہوں نے ہمارے لیے ہمارے ان شیوخ کے نشانات قدم کو باقی رکھا جو امام ہیں۔ اور اللہ ہی ہمیں غلطیوں سے بچانے والا اور نیکیوں کی توفیق دینے والا ہے۔

ابن اسحاق اور امام مالکؒ و ہشام بن عروہ کی منافرت

ابن سید الناس (۱۶/۱۔۱۷) اور ابن حجر (۴۵/۹) نے ابی حاتم بن حبان کے حوالہ سے کتاب الثقات میں ابن اسحاق کے متعلق یہ روایت نقل کی: "دو آدمیوں۔۔۔ امام مالکؒ اور ہشام نے ابن ہشام کے بارے میں کلام کیا ہے۔ ہشام نے فاطمہ (زوجہ ہشام) سے ابن ہشام کی سماعت کا انکار کیا۔ جہاں تک امام مالک کا تعلق ہے ابن اسحاق نے ایک دفعہ ان کی تذلیل کی اور پھر اسے دہراتے رہے اور ان کے حق کا

انکار کرتے رہے۔ وہ اس طرح کہ مدینہ منورہ میں لوگوں کے انساب اور ان کی لڑائیوں کے متعلق ابن اسحاق سے زیادہ جاننے والا اور کوئی نہ تھا۔ ابن اسحاق کا گمان تھا کہ امام مالکؒ ذی اصبح کے آزاد کردہ غلاموں میں سے ہیں اور امام مالکؒ اپنے آپ کو (حمیر کی شاخ) اصبح میں سے سمجھتے تھے۔ اس معاملہ میں ان دونوں کا ایک دفعہ مناظرہ بھی ہوا۔ جب امام مالکؒ نے (حدیث کی کتاب) مؤطا تصنیف کی تو ابن اسحاق نے کہا:

"ایتونی به فانا بیطاره۔"

یہ کتاب میرے پاس لاؤ اس کا ناقد تو میں ہوں۔

یہ بات امام مالک کو پہنچی تو انہوں نے کہا:

هذا دجال من الدجاجله یروی عن الیهود۔

یہ دجالوں میں سے ایک دجال ہے، یہودیوں کی روایات نقل کرتا ہے۔

ان دونوں حضرات میں ایسی چپقلش تھی جو معاصرت کی وجہ سے لوگوں کے درمیان ہوا کرتی ہے۔ یہاں تک کہ محمد بن اسحاق نے عراق کی طرف کوچ کا ارادہ کرلیا اس وقت دونوں باہم راضی ہوگئے۔ ابن اسحاق نے جب کوچ کیا تو امام مالکؒ نے انہیں پچاس دینار دیئے اور مزید برآں اس سال کی اپنے پھلوں میں سے نصف پیداوار عطا کی۔ امام مالکؒ حدیث کی وجہ سے ابن اسحاق پر عیب نہیں لگاتے تھے بلکہ وہ اس لیے ان کا انکار کرتے تھے کہ وہ غزوات نبوی سے متعلق یہودیوں کی ان اولادوں کی روایات نقل کرتے تھے جو مسلمان ہوچکے تھے اور جنہیں خیبر، قریظہ اور نضیر کی جنگوں کے حالات اور اپنے آباء واجداد کے متعلق اسی طرح کے عجیب وغریب واقعات یاد تھے۔ ابن اسحاق یہ روایات معلوم کرنے کے لیے ان کا تتبع کرتے تھے اور اس بات کا التزام نہ کرتے تھے کہ وہ قابل اعتماد بھی ہیں۔ لیکن امام مالکؒ صرف ثقہ اور پختہ لوگوں کی روایات نقل کرتے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ امام مالکؒ کے نسب کے بارے میں ابن اسحاق نے کبھی معذرت پیش نہیں کی۔ اس ضمن میں زہری وغیرہ سے بھی کچھ نہ کچھ بیان کیا گیا ہے۔"

خطیب (۱/۲۲۳) نے اس پر یہ اضافہ کیا ہے: "جب ابن ادریس (اودی) نے امام مالکؒ سے ابن اسحاق کے قول کا ذکر کیا کہ میں ان کتابوں کا ناقد ہوں تو امام مالکؒ نے کہا: "کیا اس نے تمہیں یہ کہا ہے کہ میں ان کتابوں کا ناقد ہوں؟ ہم نے تو اسے مدینہ منورہ سے نکال دیا ہے۔" اور خطیب (۱/۲۲۴) نے یہ بھی کہا: "ابن ابی ذئب، عبدالعزیز بن ماجشون، ابن ابی حازم اور محمد بن اسحاق حضرت امام مالکؒ بن انسؒ کے

بارے میں کلام کیا کرتے تھے اور اس بارے میں سب سے زیادہ متشدد محمد بن اسحاق تھے وہ کہا کرتے تھے:

ایتونی ببعض کتبه حتی ابین عیوبه انا بیطار کتبه۔

مالکؒ کی کوئی کتاب میرے پاس لاؤ تاکہ میں ان کے عیوب واضح کروں، ان کی کتابوں کا ناقد تو میں ہوں۔

اس قصہ میں تواریخ کا مذکور نہیں ہے۔ ابن سیدالناس نے ان دونوں حضرات کی مصالحت کے متعلق ذکر کیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ابن اسحاق کی مدینہ سے روانگی سے قبل کا واقعہ ہے۔ اور خطیب نے امام مالکؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ہم نے اسے مدینہ منورہ سے نکال دیا ہے، تو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ابن اسحاق کے چلے جانے کے بعد پیش آیا۔ یا ہوسکتا ہے کہ ابن اسحاق نے امام مالکؒ کی کتابوں کے متعلق یہ تبصرہ مدینہ میں رہتے ہوئے اور مدینہ سے چلے جانے کے بعد دوبار کیا ہو اور ظاہر ہے کہ یہ سب معاصرین کی منافرت کا نتیجہ ہے۔ ابن ہشام نے جب سیرت ابن اسحاق کی نوک پلک درست کی تو اس نے بھی کچھ چیزیں حذف کردیں اور کہا (سیرۃ ابن ہشام ص ۴) کہ کچھ مضامین جو ابن اسحاق نے بیان کیے ہیں لیکن ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر نہیں ہے اور بعض ایسی چیزیں جن کا بیان کرنا نازیبا تھا اور بعض مضامین جن کے بیان سے کچھ لوگ غمگین ہوں انہیں ترک کردیا گیا ہے۔

اسی طرح ابن اسحاق اور امام ابو حنیفہؒ کے درمیان منافرت کا ذکر کیا گیا ہے:

"امام ابو حنیفہؒ اور محمد ابن اسحاق ابو جعفر منصور کے ہاں اکٹھے ہوئے۔ اہل کوفہ، مدینہ اور دیگر شہروں کے علماء اور فقہاء کو منصور نے ایک مشکل مسئلہ کے حل کے لیے بلایا ہوا تھا۔ اس نے امام ابو حنیفہؒ کو بھی بلا بھیجا تھا، اور انہیں ڈاک کی سواری پر بغداد لایا گیا تھا۔ منصور کو جو مشکل مسئلہ درپیش تھا اس کا حل صرف امام ابو حنیفہؒ ہی نے بتایا۔ جب قضیہ حل ہوگیا تو منصور نے امام کو اس غرض کے لیے روک لیا تاکہ عدالتی اور حکومتی امور ان کے سپرد کرے اور ان ہی کی وساطت سے احکام صادر ہوں اور ان کا نفاذ عمل میں آئے۔ منصور نے محمد بن اسحاق کو اس لیے روک لیا کہ وہ اس کے بیٹے مہدی کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگوں اور غزوات کے واقعات کو قلم بند کرے۔ راوی کا بیان ہے کہ ایک دن امام ابو حنیفہؒ اور محمد بن اسحاق دربار میں اکٹھے ہوگئے۔ محمد بن اسحاق اس وجہ سے امام موصوف سے حسد کرتے تھے کہ منصور امام صاحب کی عزت و تکریم کرتا تھا اور انہیں اپنے ذاتی معاملات اور رغبت اور قاضیوں اور

حکام کے معاملات میں اپنا مشیر مقرر کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ ابن اسحاق نے امام ابو حنیفہؒ سے ایک مسئلہ دریافت کیا، ان کی غرض یہ تھی کہ اس ذریعہ سے امام صاحب کے بارے میں منصور کی رائے کو تبدیل کیا جائے۔ ابن اسحاق نے کہا: ”اے ابو حنیفہ! اس شخص کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے جس نے قسم کھائی کہ وہ فلاں کام کرے گا یا نہ کرے گا اور قسم کے ساتھ ان شاء اللہ نہ کہا بلکہ قسم سے فارغ ہو جانے اور خاموشی اختیار کر لینے کے بعد اس نے ان شاء اللہ کہا۔“ امام ابو حنیفہؒ نے جواب دیا کہ ایسا استثناء جو قسم کھا لینے کے بعد ہو وہ مفید نہیں ہے اور صرف وہی استثناء قسم میں داخل سمجھا جائے گا جو قسم کے ساتھ ہو۔“ ابن اسحاق نے کہا: ”کیوں مفید نہ ہو گا جب کہ امیر المومنینؒ کے جد اکبر ابو العباس عبداللہ بن عباسؓ کا قول ہے کہ استثناء اگر قسم کے ایک سال بعد بھی ہو پھر بھی جائز ہے اور انہوں نے اللہ کے اس فرمان سے استدلال کیا ہے:

واذکر ربك اذا نسیت ۔ (الکہف۔۲٤)

یعنی جب آپ بھول جائیں تو اپنے رب کا ذکر کیا کیجیے۔

منصور نے محمد بن اسحاق سے پوچھا: ”کیا ابو العباسؓ نے اسی طرح فرمایا ہے؟“ ابن اسحاق نے کہا: ”ہاں۔“ راوی کا بیان ہے کہ منصور غضب ناک ہو کر امام ابو حنیفہؒ کی جانب متوجہ ہوا اور کہا: ”کیا تم ابو العباسؓ کی مخالفت کرتے ہو؟“ امام ابو حنیفہ نے کہا: ”میں ابو العباسؓ کا مخالف نہیں ہوں بلکہ ابو العباسؓ کے قول کی میرے پاس ایک صحیح تاویل ہے۔ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان پہنچا ہے کہ اگر کوئی شخص قسم اٹھائے اور استثناء کرے تو اس پر حدث نہیں ہے اور ہم اس سے وہ استثناء مراد لیتے ہیں جو قسم کے ساتھ موصول ہو اور یہ لوگ (یعنی ابن اسحاق وغیرہ) آپ کی خلافت کو برحق نہیں سمجھتے اور ابو العباسؓ کے قول سے استدلال کرتے ہیں۔ منصور نے پوچھا: ”یہ کیوں کر؟“ امام نے جواب دیا: ”جب یہ لوگ آپ کی بیعت کرتے ہیں تو قسم کھاتے ہیں۔ ان کی یہ بیعت تقیہ کے طور پر ہوتی ہے اور اس کے بعد وہ ان شاء اللہ کہہ لیا کرتے ہیں۔ اس طرح ان کی قسم بے اثر ہو جاتی ہے اور وہ جب چاہیں آپ کی بیعت کا قلادہ گردن سے اتار پھینکتے ہیں اور ان پر شرعاً کوئی مواخذہ نہیں رہتا۔“ منصور نے کہا: ”کیا ایسا ہوتا ہے؟“ امام نے کہا: ”ہاں۔“ منصور نے کہا: ”پکڑو اس کو یعنی محمد بن اسحاق کو۔“ چنانچہ درباریوں نے محمد بن اسحاق کو گرفتار کر لیا اور ان کی چادر ان کے گلے میں ڈال کر انہیں لے گئے اور قید کر دیا (مناقب الامام الاعظم۔

موفق بن احمد مکی متوفی ۵۶۸ھ ج ۱، ص ۱۴۲۔ ۱۴۴ اور مناقب الامام الاعظم۔ کروری، ۱/۱۸۳۔ ۱۸۴)۔ لیکن ابن فضل اللہ عمری نے (اپنی کتاب مسالک الابصار میں) اس قصہ کو ابن اسحاق کی بجائے حمید طوسی کی طرف منسوب کیا ہے شاید وہ زیادہ صحیح ہو۔

اور اسی طرح ابن اسحاق اور شرجیل کے درمیان بھی منافرت تھی۔ ذہبی (میزان الاعتدال ۳/۲۱۔۲۲) نے یہ ذکر کیا ہے: "ابن اسحاق سے ایک شخص سے پوچھا: شرجیل بن سعد کی حدیث کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ ابن اسحاق نے جواب دیا: کیا کوئی شخص اس سے بھی روایت کرتا ہے! یحیی نے کہا: ابن اسحاق پر تعجب ہے وہ اہل کتاب سے روایت اخذ کرتے ہیں لیکن شرجیل سے نفرت کرتے ہیں۔"

جہاں تک ہشام بن عروہ کے قصہ کا تعلق ہے تو وہ بلا خلاف ساقط الاعتبار ہے۔ ہشام نے ابن اسحاق (کی فاطمہ زوجہ ہشام سے سماعت) کا جو انکار کیا ہے وہ مبالغہ غیرت کے سبب سے ہے۔ ہشام ۶۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۴۶ھ میں (باختلاف روایات) فوت ہوئے۔ اور ابن قتیبہ (المعارف ص ۱۱۵) نے کہا: "بیشک ہشام کی والدہ سارہ کنیز تھیں۔ وہ ابو جعفر منصور کے عہد خلافت میں کوفہ آئے۔ اہل کوفہ ان کے حلقہ درس میں شامل ہوئے۔ ہشام نے وہیں وفات پائی۔" ابن قتیبہ (ص ۲۴۷) نے پھر کہا: "بے شک ابن اسحاق فاطمہ بنت منذر بن زبیر (زوجہ ہشام بن عروہ) سے روایت کرتے تھے۔ ہشام کو اس کی اطلاع پہنچی تو انہوں نے ابن اسحاق کی سماعت کا انکار کیا اور کہا: کیا وہ میری عورت کے پاس آیا کرتا تھا؟" ابن ندیم (الفہرست۔ ۹۲) کی روایت میں ہے کہ ہشام نے کہا: یہ شخص کب آیا اور اس نے کب سماعت کی؟" خطیب بغدادی (۱/۲۲۲) کی روایت ہے: "سعید بن قطان کا قول ہے کہ میں نے ہشام بن عروہ کو محمد بن اسحاق کے متعلق یہ کہتے ہوئے سنا: یہ دشمن خدا جھوٹا ہے، میری بیوی سے روایت کرتا ہے، اس نے اسے کب دیکھا؟" خطیب اور ابن سید الناس (ص ۱۰) سے یہ بھی روایت ہے کہ ہشام نے کہا: جب میں نے اس سے نکاح کیا تو اس کی عمر نو سال تھی اور اسے کسی مخلوق نے نہیں دیکھا یہاں تک کہ وہ اللہ عزوجل کو پیاری ہو گئی۔"

اور یہ غلط ہے عمر رضا کحالہ (اعلام النساء: ۱۴۶/۴) نے آخرین کے باب میں تاکید کے ساتھ لکھا ہے کہ فاطمہ بنت منذر ۴۸ھ میں پیدا ہوئیں وہ ہشام بن عروہ کی چچا زاد تھیں۔ ہشام ۶۱ھ میں پیدا ہوئے۔ فاطمہ کی عمر اپنے خاوند ہشام سے تیرہ سال زیادہ تھی اور ابن اسحاق سے سینتس سال زیادہ تھی۔ ہشام بجائے اس کے کہ ابن اسحاق کے دعوائے سماعت حدیث کے متعلق اپنی زوجہ سے دریافت کرتے وہ غضب ناک

ہو کر ابن اسحاق کو برا بھلا کہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ابن اسحاق نے اس کے علاوہ کوئی قصور نہیں کیا کہ انہوں نے ہشام کی زوجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث روایت کی۔ ممکن ہے ابن اسحاق نے فاطمہ زوجہ ہشام سے یہ حدیث اپنی ماں یا اپنی بہن یا اپنی بیوی کے لیے دریافت کی ہو۔ ابن سید الناس (۱/۱۳) نے یہ ذکر کیا ہے: ”ابوالحسن قطان نے کہا: وہ حدیث جس کی وجہ سے ابن اسحاق کی فاطمہ سے روایت کے بارے میں یہاں تک کلام ہوا ہے کہ ہشام نے ابن اسحاق کو کذاب کہا اور اس میں امام مالکؒ اور یحییٰ بن سعید نے بھی ہشام کی پیروی کی اور دوسروں نے بھی ان کی تقلید میں ایسا ہی کیا وہ حدیث یہ ہے:

فلتقرصه ولتنضح مالم تر، لتصل فيه۔ (۱)

(اگر کسی عورت کے کپڑے پر حیض کا خون لگ جائے تو اسے چاہئے کہ) اس کو انگلیوں سے رگڑ کر پانی بہا کر اچھی طرح دھو ڈالے کہ وہ دکھائی نہ دے پھر اس کپڑے میں نماز پڑھ لے۔

اس حدیث کے علاوہ ابن اسحاق کی اور حدیث بھی فاطمہ سے مروی ہے۔

اس بارے میں پہلے لوگوں کی رائے بھی یہی ہے۔ خطیب بغدادی (۱/۲۲۲-۲۲۳) اور ابن حجر التہذیب ۹/۴۱) نے یہ ذکر کیا ہے: عبداللہ بن احمد بن حنبل نے کہا میں نے اپنے باپ سے ابن اسحاق کی حدیث بیان کی۔ تو انہوں نے کہا: ہشام نے اس کا انکار کیا؟ ہو سکتا ہے کہ ابن اسحاق نے آکر ہشام کی زوجہ سے اجازت حاصل کی ہو اور انہوں نے اجازت دے دی ہو اور (عبداللہ کا گمان ہے کہ امام احمد بن حنبل نے کہا کہ) اس واقعہ کا علم ہشام کو نہ ہو۔ خطیب (ص ۲۲۹) نے اس پر یہ اضافہ کیا: اور علی مدینی نے کہا جو کچھ ہشام نے کہا وہ حجت نہیں ہے۔ شاید ابن اسحاق ہشام کی زوجہ کے پاس لڑکپن میں گیا ہو اور اس نے وہ حدیث سنی ہو۔“ اسی طرح ذہبی نے (میزان الاعتدال ۳/۲۲) میں کہا: ”احمد بن حنبل نے اس کے جواب میں کہا: ہشام بن عروہ کو کیا معلوم کہ ابن اسحاق نے مسجد میں یہ حدیث فاطمہ سے سنی ہو یا لڑکپن کی عمر میں

---

(۱) اس حدیث کو امام بخاری نے اپنی صحیح (کتاب الحیض، باب ۹ اور کتاب الوضوء باب ۶۳) میں روایت کیا ہے اور کہا ہے: ”عن مالک عن ہشام بن عروہ عن فاطمۃ بنت المنذر۔ نیز اس حدیث کو ابوداؤد نے اپنی سنن (کتاب الطھارۃ باب ۱۳) میں ایک دفعہ اس اسناد کے ساتھ اور ایک دفعہ ”عن ابن اسحاق عن فاطمۃ عن اسماء“ روایت کیا۔ چنانچہ حدیث کے مضمون میں کوئی خلاف نہیں ہے، بلکہ مخالفت اس بارے میں ہے کہ ابن اسحاق نے یہ حدیث کس سے سنی؟ آیا براہ راست فاطمہ سے سنی یا ہشام بن عروہ وغیرہ کی وساطت سے۔ محمد حمید اللہ

سنی ہو یا وہ ان کے ہاں گیا ہو اور پس پردہ یہ حدیث سنی ہو۔ اس میں کون سی ایسی بات ہے؟ وہ بڑھیا اور عمر رسیدہ عورت تھی۔۔۔۔۔ ابو داؤد نے مجھے بتایا کہ یحیی بن قطان نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد بن اسحاق کذاب ہے۔ میں نے اس سے پوچھا: "تجھے کیونکر معلوم ہوا؟" اس نے کہا: "مجھے وہیب نے بتایا: "میں نے وہیب سے دریافت کیا: "تمہیں کس طرح معلوم ہوا؟" اس نے کہا: "مجھے مالک بن انس نے اس کی خبر دی۔" میں نے مالک سے پوچھا: "آپ کو کیسے معلوم ہوا؟" انہوں نے کہا: "مجھے ہشام بن عروہ نے بتایا۔" میں نے ہشام کو کہا: آپ کو کیوں معلوم ہوا؟" انہوں نے کہا: "اس نے میری زوجہ فاطمہ بنت منذر سے حدیث بیان کی حالانکہ جب میرے ساتھ اس کا نکاح ہوا تو اس کی عمر نو سال تھی اور اسے کسی آدمی نے نہیں دیکھا یہاں تک کہ وہ اللہ کو پیاری ہو گئی۔۔۔" ذہبی نے اس میں یہ اضافہ کیا: ہم نے اس کا یہ جواب دیا اور اس شخص نے یہ نہیں کہا کہ اس نے اسے دیکھا تھا۔ کیا اس طرح کی قیاس آرائی کی بناء پر اہل علم میں سے کسی شخص کی تکذیب کے بارے میں اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ یہ قیاس آرائی مردود ہے۔ پھر محمد بن سوقہ نے فاطمہ سے روایت کی ہے اور فاطمہ کی ایک روایت ام سلمہ اور فاطمہ کی جدہ اسماء (زوجہ زبیر) سے بھی ہے۔ پھر ہشام کا یہ قول کہ فاطمہ جب اس کے ہاں آئی تو اس کی عمر نو سال تھی بظاہر غلط ہے۔ میں نہیں جانتا کہ کسی روای سے یہ بیان پایہ ثبوت کو پہنچا ہو۔ یقیناً ہشام کی بیوی اس سے تیرہ سال بڑی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ اسے بیس یا تیس سال سے زیادہ کی عمر میں ہشام کے پاس بھیجا گیا ہو اور ابن اسحاق نے یہ حدیث اس وقت سنی ہو جب اس کی عمر پچاس سال سے زیادہ تھی۔ نیز وہبی (ص ۲۴) نے یہ اضافہ بھی کیا ہے: یعقوب بن شیبہ سے راوایت ہے کہ میں نے ابن المدینی سے ابن اسحاق کے متعلق سوال کیا۔ اس نے جواب دیا: ان کی حدیث میرے نزدیک صحیح ہے۔ میں نے کہا: لیکن مالکؒ نے اس میں کلام کیا ہے؟ اس نے کہا: مالکؒ ان کے ہم نشین رہے اور وہ انہیں اور مدینہ میں رونما ہونے والے واقعہ کے متعلق نہیں جانتے۔ میں نے کہا: ہشام بن عروہ نے بھی ابن اسحاق کے بارے میں کلام کیا ہے۔ اس نے کہا: ہشام کا قول حجت نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ابن اسحاق ہشام کی زوجہ کے پاس اس وقت گیا ہو جب وہ ابھی لڑکا تھا اور اس نے حدیث سنی ہو۔ بیشک اس کی حدیث میں سچائی نمایاں ہے۔ ابن حجر عسقلانی (تہذیب التہذیب ۴۲/۹) نے یہ روایت نقل کی ہے: "امام بخاریؒ نے مجھے بتایا اور علی بن عبد اللہ مدینی نے مجھے کہا: میں نے ابن اسحاق کی کتابوں میں غور کیا اور اس کی دو حدیثوں پر اپنی برہمی کے بارے میں تامل کیا۔ ممکن ہے کہ وہ دونوں حدیثیں صحیح

ہوں۔ راوی نے کہا: مجھے اہل مدینہ میں سے کسی نے بتایا کہ ہشام بن عروہ کا یہ قول کہ ابن اسحاق میری زوجہ کے پاس (سماعت کے لیے) کیونکر جاسکتا ہے؟ اگر صحیح ہو تو اس بات کا جواز موجود ہے کہ ان کی بیوی نے ابن اسحاق کو وہ حدیث لکھ کر بھیج دی ہو کیونکہ اہل مدینہ لکھ کر روایت کرنے کو بھی جائز سمجھتے تھے۔ اور اس بات کا امکان بھی ہے کہ ابن اسحاق نے یہ حدیث سنی ہو اور ان دونوں کے درمیان پردہ حائل ہو۔ یہ روایت بخاریؒ کی ہے۔" پھر ابن حجر (ص ۴۵) نے یہ اضافہ کیا: اور سلیمان تیمی اور یحیی قطان اور وہیب بن خالد نے بھی ابن اسحاق کی تکذیب کی۔ وہیب اور قطان نے تو اس بارے میں ہشام بن عروہ اور مالکؒ کی تقلید میں ایسا کیا۔ سلیمان تیمی کے متعلق معلوم نہیں کہ اس نے ایسا کیوں کیا۔ ظاہر ہے کہ سلیمان نے حدیث کے علاوہ کسی دوسرے معاملہ میں تکذیب کی ہوگی کیوں کہ سلیمان اہل جرح وتعدیل میں سے نہیں ہے اور یہ کہنا بھی ممکن ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیقؓ تیمیہ اور حضرت زبیرؓ بن عوام کی زوجیت میں تھیں۔ ہوسکتا ہے کہ ابن اسحاق نے سلیمان تیمی سے ہشام بن عروہ بن زبیر کے رشتہ داروں کے متعلق بات کی اور اسے بھی ہشام کی طرح غیرت آئی ہو اور اس نے بھی وہی کچھ کہہ دیا جو ہشام نے کہا۔ لیکن باوجود اس بات کے جو ہشام بن عروہ نے ابن اسحاق کے متعلق کہی ابن اسحاق نے اپنی کتاب میں متعدد مرتبہ ہشام اور اسی طرح آل عروہ بن زبیر کے دوسرے لوگوں سے روایت (۱) کی اور یہ چیز علم کے معاملہ میں ابن اسحاق کی عالی ظرفی کی دلیل ہے۔

ابن اسحاق کا طریق کار

محدثین نے ابن اسحاق پر سب سے بڑی طعنہ زنی جو کی ہے وہ یہ ہے کہ احادیث میں تدلیس کرتے ہیں۔ یعنی حدیث روایت کرتے وقت اسناد میں اپنے اصلی شیخ کو بیان نہیں کرتے۔ چنانچہ خطیب (ص ۲۲۹۔۲۳۰) اور ابن سید الناس (ص ۱۱) اور ابن حجر (ص ۴۳) نے یہ روایت نقل کی ہے کہ "احمد بن حنبل نے محمد بن اسحاق کا ذکر کرتے ہوئے کہا: وہ ایسا شخص تھا جسے حدیث کی بہت اشتہاء تھی وہ لوگوں کی کتابیں حاصل کرکے اپنی کتابوں میں شامل کرلیتا تھا۔۔۔۔۔۔ میں نے احمد بن حنبل سے پوچھا: "اے ابو عبداللہ! جب ابن اسحاق کسی حدیث کے بارے میں منفرد ہو تو تم اس کی حدیث کو قبول کرو گے؟" امام نے

(۱) مثال کے طور پر سیرت ابن ہشام (مطبوعہ یورپ) صفحات ۱۴۴، ۲۰۵، ۲۷۷، ۴۱۳ اور ۶۵۰ ملاحظہ فرمائے جائیں۔

جواب دیا: بخدا! نہیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ وہ ایک ہی حدیث میں متعدد لوگوں کی روایات شامل کر دیتا ہے اور ایک کے بیان کو دوسرے کے بیان سے علیحدہ نہیں کرتا۔ اور اسی طرح ابن سید الناس (ص ۱۰) نے ذکر کیا کہ ابن اسحاق کبھی مکمل اسناد بیان کرتا ہے اور کبھی متوسط راویوں کو حذف کر کے اوپر والے راوی کا ذکر کر دیتا ہے۔

لیکن یہ اسلوب اس فرق سے متعلق ہے جو حدیث اور تاریخ کے درمیان موجود ہے۔ حدیث میں مربوط قصہ مطلوب نہیں ہوتا بلکہ بیان کردہ واقعہ کی معرفت کے بارے میں ہر گواہ کی گواہی مطلوب ہوتی ہے۔ جہاں تک تاریخ کا تعلق ہے اس کا انحصار تو حدیث پر ہے لیکن اس کا غرض یہ ہے کہ تاریخی حکایت کے متعلق ایک مکمل اور مربوط قصہ کے طور پر خبر بہم پہنچائی جائے بغیر اس چیز کے کہ کلام کو اسانید اور بیانات کے تکرار سے بوجھل کیا جائے۔ یہی اسلوب زہری کی طرف بھی منسوب کیا گیا ہے۔ تاریخ طبری (احوال ۵ھ، سلسلہ اولی ص ۱۵۱۸ مطبوعہ یورپ) میں ہم یہ روایت پڑھتے ہیں۔ "ابن حمید نے سلمہ سے اور اس نے محمد بن اسحاق کے حوالہ سے زہری سے اور اس نے علقمہ بن وقاص لیثی سے اور اس نے سعید بن مسیب سے اور اس نے عروہ بن زبیر کی وساطت سے عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ کی روایت نقل کی۔ زہری کا بیان ہے کہ ہر راوی نے اس حدیث کو جستہ جستہ مجھ سے بیان کیا اور بعض راوی دوسروں سے زیادہ یاد رکھنے والے اور سمجھدار تھے۔ چنانچہ جو کچھ مختلف لوگوں نے مجھ سے بیان کیا میں نے اس سارے مضمون کو یکجا کر دیا۔" اور ابن اسحاق زہری کے ارشد تلامذہ میں سے تھے اور انہوں نے زہری کے اس منطقی اسلوب کی پیروی اختیار کی۔ زہری کے اس طریق کار پر کسی نے بھی اسے مطعون نہیں کیا بلکہ ان دونوں سے قبل یہ اسلوب عروہ بن زبیر نے اپنایا تھا۔ ہم مسند احمد بن حنبل میں یہ پڑھتے ہیں: "۔۔۔۔۔زہری نے عروہ بن زبیر سے اور اس نے مروان اور مسور بن مخرمہ سے روایت کی۔ ان میں سے ایک اپنے دوسرے ساتھی کی روایت پر اضافہ کرتا ہے۔۔۔۔۔" (۴/۳۲۳)۔۔۔۔۔" عروہ بن زبیر نے مسور بن مخرمہ اور مروان سے روایت کی۔ ان میں سے ایک دوسرے ساتھی کی روایت پر اضافہ کرتا ہے۔۔۔۔۔" (۴/۳۲۸)۔

"۔۔۔۔۔زہری نے کہا: مجھ سے عروہ بن زبیر نے مسور بن مخرمہ اور مروان بن حکم کی روایت بیان کی۔ ان دونوں میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کی حدیث کی تصدیق کرتا ہے۔۔۔۔۔" (۴/۳۲۸)

اس ضمن میں اور بھی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں اور یہ چیز قابل التفات اور غور طلب ہے کہ

مذکوہ جملہ مثالیں مسند احمد بن حنبل سے پیش کی گئی ہیں اور یہ وہ محترم امام ہیں جنہوں نے ابن اسحاق کے خلاف جو کچھ کہا اس وجہ سے کہا کہ ابن اسحاق ایک ہی حدیث میں متعدد لوگوں کی روایات شامل کردیتے ہیں اور ایک کے بیان کو دوسرے کے بیان سے علیحدہ نہیں کرتے۔ حالانکہ امام احمد بن حنبل بذات خود عروہ کی حدیث جب وہ تدلیس کے ساتھ روایت کی جائے تو قبول کرلیتے ہیں۔ شاید ابن اسحاق کو اس منہج کی وجہ سے مطعون نہ کیا جاتا اگر امام مالک اور ہشام بن عروہ کے ساتھ ان کی منافرت نہ ہوتی۔

مزید برآں بلند پایہ محدثین نے ابن اسحاق کی تعریف کی ہے۔ امام بخاریؒ نے تاریخ کبیر جلد اول باب المحمدین میں لکھا ہے: "مجھے ایسا کوئی شخص نہیں ملا جس نے ابن اسحاق پر اتہام لگایا ہو۔۔۔ شعبہ کہتے ہیں: محمد بن اسحاق حفظ حدیث کی وجہ سے امیر المحدثین ہیں۔ خطیب (ص ۲۲۸) سے منقول ہے کہ ابن اسحاق کو "امیر المومنین فی الحدیث" اور "سید المحدثین" کے القاب دئے گئے ہیں اور جماعیلی (الکمال فی معرفۃ الرجال، مخطوطہ برلین) نے کہا: "ابو احمد بن علی نے کہا: محمد بن اسحاق کے پاس احادیث کا بہت بڑا ذخیرہ تھا۔ ان سے لوگوں کے امام شعبہ، ثوری، ابن عیینہ اور حماد بن سلمہ وغیرہم نے حدیث روایت کی ہے۔" ابن عدی نے کہا: اگر ابن اسحاق میں کوئی اور خوبی نہ ہوتی تو ان کی یہی فضیلت اس قدر گراں مایہ تھی کہ انہوں نے ان بادشاہوں کو جو فضول اور لاحاصل کتابوں کا مطالعہ کرنے میں منہمک رہتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مغازی، مبعث اور تخلیق کائنات کی ابتداء کے بارے میں ایک ایسی کتاب کا گرویدہ بنا دیا جو انہوں نے سب سے پہلے اس مضمون پر لکھی۔ پھر ان کے بعد دوسرے لوگوں نے اس موضوع پر کتابیں تصنیف کیں لیکن وہ ابن اسحاق کی کتاب کے معیار کو نہ پہنچ سکیں۔ میں نے ان کی کثیر احادیث کی تفتیش کی ہے لیکن ان میں کوئی ایسی چیز نہیں پائی جس کی قطع و برید ممکن ہو۔ گاہے گاہے ان سے غلطی کا صدور بھی ہوا ہے اور کسی نہ کسی چیز کو انہوں نے مشکوک بھی سمجھا ہے لیکن یہ ایسی غلطیاں ہیں جس طرح کی غلطیاں دوسرے بھی کرتے ہیں اور اس میں کوئی حرج نہیں۔ ان سے روایت کرنے میں ثقہ لوگ اور ائمہ پیچھے نہیں رہے۔ امام مسلمؒ نے متابعات کے ضمن میں ان سے روایات لی ہیں امام بخاریؒ نے بھی کچھ نہ کچھ ان سے استشہاد کیا ہے۔ ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے بھی ان سے روایت کی ہے۔" ذہبی (میزان الاعتدال، ۲۴/۳) نے کہا: امام مسلم نے ابن اسحاق کی پانچ احادیث سے استشہاد کیا جن کا ذکر انہوں نے اپنی صحیح میں کیا ہے۔"

تالیفات ابن اسحاق

ابن ندیم (الفہرست ص ۹۳) نے کہا: "ان کی کتابوں میں سے "کتاب الخلفاء" اور "کتاب السیرۃ والمبتدا والمغازی" ہیں۔ "کتاب الخلفاء" کو اموی نے ان سے روایت کیا اور "کتاب السیرۃ۔۔۔" کو ابراہیم بن سعد اور نفیلی نے ان سے روایت کیا۔" یاقوت وغیرہ نے اس میں کچھ اضافہ نہیں کیا۔

ان دونوں کتابوں کے اقتباسات متاخرین کے ہاں پائے جاتے ہیں اور ان کتابوں کے قطعات قلمی نسخوں کی شکل میں بھی موجود ہیں۔ فواد سزگین نے (اپنی جرمن کتاب) میں اس کا ذکر کیا ہے، یہ کتاب بروکلمان کی کتاب۔۔۔ عربی زبان میں تصنیف و تالیف کی تاریخ۔۔۔ کا ضمیمہ ہے۔

ایک قطعہ ابتدائے آفرنیش سے متعلق آسٹریا میں وی آنا کے کتب خانہ میں موجود ہے جسے نابیہ عبود (Nabia Abbot) نے اپنی کتاب نصوص علی البردی (Studies in Arabic Literary Papyri) میں شائع کیا۔

اسی طرح ایک قطعہ تاریخ الخلفاء سے متعلق ہے جس میں سیدنا عمرؓ کے قتل اور ان کے بعد شوریٰ کا ذکر ہے۔ یہ بھی اسی کتاب نصوص علی البردی کے صفحات ۸۰۔۸۱ پر مشتمل ہے اور "حدیث اسراء و معراج" بھی اسی کی طرف منسوب ہے۔ اس کا ایک مخطوطہ طلعت کے کتب خانہ میں ہے جس کے کل اعداد ۲۹۳ اور اوراق ۳۸ تا ۶۵ ہیں اور اس کی تاریخ کتابت ۱۳۰۹ھ ہے۔ اسی طرح مکتبہ مسکاۃ، ۶/۹،۷۷، میں جنگوں کی ایک کتاب ہے۔ مثلاً جنگ بسوس جو وائل بن قاسط کے دو بیٹوں۔۔۔ بکر اور تغلب۔۔۔ کے درمیان ہوئی۔ اور بغداد میں کتب خانہ آل سید عیسیٰ عطاری میں ایک اور کتاب ہے جس کا نام "اخبار کلیب وجساس" ہے۔ جہاں تک اقتباسات کا تعلق ہے وہ بے انتہا ہیں اور دوسری کتابوں کے علاوہ وہ تاریخ طبری، تفسیر طبری، اصفہانی کی کتاب الاغانی، ابن عبدالبر کی الاستیعاب، ابو نعیم کی دلائل النبوۃ، واقدی کی فتوح مصر، اور ایک غیر معروف مصنف کی کتاب بکر و تغلب میں ہیں (یہ آخری کتاب برٹش میوزیم میں ہے رقم ۶۴۹۹ یا ۸،۷ ورقہ) نیز ابن حجر کی تہذیب التہذیب، یافعی کی مراۃ الجنان اور سہیلی کی الروض الانف میں بھی اقتباسات ہیں۔

ہم نے خطیب بغدادی سے نقل کیا ہے کہ سیرت ابن اسحاق کے متعلق سلمہ بن فضل کی روایت دوسری روایتوں سے افضل ہے۔ ذہبی نے "العبر فی خبر من غبر" (اشاریہ ج ۱) میں ذکر کیا ہے کہ دوسرے

متعدد علماء نے بھی ابن اسحاق کی کتاب کو روایت کیا ہے۔ اور دوسری باتوں کے علاوہ اس نے یہ بھی کہا:
(ص ۳۱۵) " حافظ۔ یحیی بن سعید کوفی الملقب: بجمل نے ابن اسحاق سے مغازی کی روایت کی۔ ان کا پورا پورا اہتمام کیا اور کچھ چیزوں کا ان میں اضافہ بھی کیا۔

یوحان فوک نے (اپنے رسالہ ص ۴۴ ص میں) ابن اسحاق کی کتاب کے راویان کے بارے میں مندرجہ ذیل استنباط کیا ہے:

محل سماع	نام راوی	راوی کی ولادت	وفات
مدینہ	(۱) ابراہیم بن سعد	۱۱۰ھ	۱۸۴ھ
کوفہ	(۲) زیاد بن عبداللہ بکائی	•	۱۸۳ھ
	(۳) عبداللہ بن ادریس اودی	۱۱۵ھ	۱۹۲ھ
	(۴) یونس بن بکیر	•	۱۹۹ھ
	(۵) عبدۃ بن سلیمان	•	۱۸۷ھ
	(۶) عبداللہ بن نمیر	۱۱۵ھ	۱۹۹ھ
بغداد	(۷) یحیی بن سعید اموی	۱۱۴ھ	۱۹۴ھ
بصرہ	(۸) جریر بن حازم	۸۵ھ	۱۷۰ھ
	(۹) کریم بن ابی عیسی	•	•
	(۱۰) سلمہ بن فضل ابرش	•	۱۹۱ھ
رے	(۱۱) علی بن مجاہد	•	حوالی ۱۸۹ھ
	(۱۲) ابراہیم بن مختار	•	•
	(۱۳) سعید بن بزیع (جماعیلی کے ہاں: بریع	•	•
	(۱۴) عثمان بن ساج	•	•
	(۱۵) محمد بن سلمہ حرانی	•	۱۹۱ھ

ہمیں معلوم ہے کہ ابن ہشام اپنی کتاب میں زیاد بن عبداللہ بکائی کی وساطت سے ابن اسحاق کی کتاب روایت کرتا ہے۔ لیکن مکتبہ قروین میں ابن اسحاق کی کتاب کے دو قطعے یونس بن بکیر سے مروی ہیں

اور ان میں کثیر مواد وہ ہے جو سہیلی نے الروض الانف میں نقل کیا ہے اور دمشقی قطعہ ابن اسحاق سے محمد بن سلمہ کا روایت کردہ ہے۔

اگر کوئی شخص فاسی اور دمشقی قطعات کا مقابلہ سیرت ابن ہشام کے ساتھ کرے تو وہ تفاصیل یا کلمات یا تقدیم یا تاخیر کے اختلافات پائے گا۔

اس ضمن میں ہم یہاں ایک مثال پیش کرتے ہیں۔ امام مالکؒ کی معاصر کتاب موطا جو اس وقت موجود اور متداول ہے وہ اتنی ضخیم کتاب نہیں ہے لیکن یہی کتاب بروایت محمد بن حسن شیبانی اگر ملاحظہ کی جائے تو اس کی ضخامت متداول موطا سے دگنی یا اس سے بھی زیادہ ہوگی، نیز یہ کتاب دیگر راویان سے بھی مروی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ امام مالکؒ کا معمول یہ تھا کہ وہ اپنی کتاب اول سے آخر تک طالب علموں کے روبرو قرات کرتے تھے۔ جب کتاب کی قرات ختم ہوجاتی تو امام موصوف نئے طالب علموں کے سامنے از سر نو کتاب کی قرات شروع کرتے۔ یہ ان کا دائمی معمول تھا۔ اس طرح مولف اپنی کتاب میں اضافہ یا حذف کرتا ہے اور ہر سماع اور قرات کے دوران میں اپنی کتاب میں تبدیلیاں کرتا ہے۔ نفس کتاب میں اسی قسم کے اختلافات کی وجہ سے مختلف طالب علموں کے نسخوں میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ یہ صورت حال ایسی ہے جیسا کہ دور حاضر میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک مصنف کی کتاب کے متعدد ایڈیشنوں میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اگر مصنف نئے ایڈیشن کی اشاعت کے موقع پر اپنی کتاب میں کچھ تصحیح کرنا چاہے اور عبارت کی نوک پلک درست کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو ایسا ہونا لازمی ہے۔

اور یہی صورت حال ابن اسحاق کے ساتھ بھی پیش آئی ہے۔

جامعہ رباط کے فاضل استاذ ابراہیم کتانی نے قرویین کے دو قطعوں کی فلم از راہ کرم مجھے ارسال فرمائی، پھر یہ مہربانی بھی فرمائی کہ میرے مبیضہ کو اور بالخصوص ان مقامات کو جہاں شمسی عکوس کی وجہ سے متن واضح نہ تھا اصل نسخہ کے ساتھ مقابلہ کیا اور پیراگراف ۵۳ تا ۱۴۶ کی نظر ثانی کی۔ لیکن بعد ازاں باقی کتاب کے مقابلہ کے لیے انہیں فراغت میسر نہ آئی۔

فاس سے موصولہ قطعہ کا ابتدائی حصہ ناقص تھا یعنی اس کا پہلا ورق معدوم تھا اور اس کے آخر میں یہ عبارت تھی:

"یہ ابن اسحاق کی کتاب المغازی کے پہلے حصے کا آخر ہے اور دوسرا اس کے ساتھ ملحق ہے جس کی

ابتداء ان شاء اللہ. بحیرا راہب کے قصہ سے ہوگی۔"

دوسرا قطعہ پہلے حصہ سے مختلف ہے لیکن اس کی ابتداء. بحیرا کے قصہ سے ہوتی ہے۔ یہ قطعہ پہلے قطعہ کی تکمیل کرتا ہے اور اس میں صفحات ۳۹ تا ۴۴ کی بعض سماعات کی تاریخ ۵۶۴ھ ہے۔ دوسرا قطعہ حدیث معراج و اسراء پر اختتام پذیر ہوتا ہے۔ مجھ سے ذکر کیا گیا کی قطعہ ثالثہ مغرب میں دریافت ہوا ہے۔ اور اس کی اطلاع مجھے آنریبل منسٹر محمد فاسی نے اس طرح دی:

"ابن اسحاق کی کتاب کا وہ قطعہ جو قرویین سے دریافت ہوا ہے اس کا مقابلہ قدیم متن سے کیا گیا تو اس میں کوئی زیادتی نہ پائی گئی۔"

یہ اطلاع مجھے اس وقت پہنچی جب جملہ آہنی حروف کمپوز کیے جا چکے تھے اس لیے کتاب کے متن کی تحقیق کے لیے میں اس قطعہ سے استفادہ نہ کر سکا۔

دمشقی قطعہ کی ابتداء غزوہ بدر کے واقعات سے ہوتی ہے اور یہ قطعہ غزوہ احد کے واقعات پر منتہی ہوتا ہے۔ مخطوطہ کے عنوان پر یہ عبارت بھی ہے: "اس کے ساتھ غزوہ سویق اور غزوہ ذی امر بجانب نجد ۳ھ کے حالات بھی شامل ہیں۔" اس قطعہ کے آخر میں یہ عبارت ہے: "اسے طاہر بن برکات خشوعی نے ماہ رمضان ۵۴۴ھ میں قلم بند کیا۔" پھر اس طرح خطیب بغدادی سے سماع ثابت ہو جاتا ہے جس نے لکھا کہ: "یہ دمشق کی جامع مسجد میں ۵۴۴ھ میں ماہ ذی الحجہ کے پہلے عشرہ میں ہوا۔"

دیگر نسخے

شیخ قدرت رحیم مکتبہ آصفیہ حیدر آباد دکن میں ملازم تھے انہوں نے مجھ سے ذکر کیا کہ اس مکتبہ میں ایک مجموعہ تھا جس میں مغازی ابن اسحاق کا ایک حصہ تھا لیکن ریاست پر ہندوستان کے قبضہ کے بعد نہ معلوم وہ مخطوطہ کہاں گم ہو گیا اور تلاش کے باوجود دستیاب نہیں ہوا۔ اور اسی طرح جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن کے بعض اساتذہ نے مجھے لکھا کہ وہاں مکتبہ سعیدیہ جو اب تک موجود ہے اس میں بہت سے نادر مخطوطات ہیں۔ ایک دفعہ مجھے یہ اطلاع بھی ملی کہ وہاں مغازی ..ابن اسحاق بھی ہے۔ لیکن جب انہوں نے نئے سرے سے میرے لیے تلاش کی تو انہوں نے ایک مخطوطہ دریافت کیا لیکن تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ مغازی ابن اسحاق نہیں ہے بلکہ متاخرین میں سے کسی غیر معروف مصنف کی کتاب ہے۔

پس اللہ ہی سے فریاد ہے، شاید اس کے بعد اللہ تعالی کوئی نئی صورت پیدا کردے۔

شروح وتراجم کتاب

ابن اسحاق کی کتاب کا ایک فارسی ترجمہ پایا جاتا ہے۔ یہ ترجمہ ساتویں صدی ہجری میں ابو بکر بن سعد زنگی کے حکم سے کیا گیا جو اس وقت ایران میں حاکم شیراز اور عظیم شاعر شیخ سعدی کا ہم عصر تھا۔ اس ترجمہ کے متعدد قلمی نسخے دنیا میں۔۔پیرس اور لندن وغیرہ میں موجود ہیں۔ یہ ترجمہ سیرت ابن اسحاق کا خلاصہ معلوم ہوتا ہے اور ایسا ہی ہے جیسا کہ تاریخ طبری اور تفسیر طبری کا فارسی ترجمہ ہے۔ کیوں کہ جب میں نے ترجمہ ابن اسحاق اور سیرت ابن ہشام کا مقابلہ کیا تو ان دونوں میں مجھے زیادہ مشابہت معلوم نہ ہوئی۔

پروفیسر گلیوم (Guillaume) نے قرویین کے قلمی نسخہ کی تلخیص کی اور کچھ سال قبل اس کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔

محمد بن اسحاق کی کتاب کو جسے ابن ہشام نے زیادہ منقح شکل میں مرتب کیا۔ بڑی شہرت نصیب ہوئی اور بڑے بڑے علماء نے اسے درخور اعتناء سمجھا۔ ان علماء میں الروض الانف کے مصنف امام سہیلی ہیں جو شہر مراکش میں دفن ہوئے اور ان میں سے ابو ذر بھی ہیں۔ سہیلی اور ابو ذر دونوں کی شرحیں طبع شدہ موجود ہیں۔(۱) ابن ہشام کی کتاب کو پروفیسر گلیوم نے حذف واضافہ کے ساتھ ملخص کیا اور دیگر مصادر

---

(۱) بیشک ابن ہشام نے من وعن کتاب کی روایت پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس نے کتاب کو منقح کیا۔ جن اسباب کے باعث اس نے ایسا کیا ان میں سے بعض ہم ان قطعات میں دیکھتے ہیں جو ہم نے شائع کیے ہیں۔ مثلاً یہاں مہاجرین حبشہ کے اسمائے گرامی ہیں۔ ابن اسحاق نے ان کا ذکر دو دفعہ دو مختلف بابوں میں کیا ہے یہاں تک کہ ایک ہی باب میں یہ دو مرتبہ مذکور ہیں۔ اسی طرح دوسرے ابواب میں بھی تکرار ہے جسے اس کتاب کی فہرست کے ملاحظہ سے قاری خود ہی معلوم کر سکتا ہے۔

ابن ہشام نے کچھ ایسی چیزیں اضافہ کی ہیں جو ابن اسحاق کی اصل کتاب میں نہ تھیں لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ یونس بن بکیر نے بھی ہماری اس اشاعت میں متعدد جگہ ایسا کیا ہے۔ اس طرح یہ مولفین کتاب کی تکمیل اور حفاظت وصیانت وغیرہ چاہتے تھے اور انہوں نے اس امر کی صراحت بھی کردی کہ یہ اضافے ان کی طرف سے ہیں اور ابن اسحاق کی اصل کتاب میں موجود نہیں ہیں وفوق کل ذی علم علیم () (سورہ یوسف: ۷۶) اور ایک علم رکھنے والا ایسا ہے جو ہر صاحب علم سے بالاتر ہے۔) محمد حمید اللہ

مثلاً طبری وغیرہ سے بھی استفادہ کیا۔ اس کا ارادہ یہ تھا کہ جو مواد ابن اسحاق کی طرف منسوب کیا گیا ہے اسے یکجا کیا جائے اور جو کچھ ابن ہشام میں اضافہ ہے اسے حذف کر دیا جائے لیکن قلت معرفت کے سبب سے اسے اس مقصد میں کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ ابن ہشام کی کتاب کا ایک اردو ترجمہ بھی ہے جسے جامعہ عثمانیہ حیدرآباد نے برہمن ہندوؤں کے تسلط سے قبل شائع کیا۔ یہ ترجمہ استاد شطاری نے کیا جو ہندو تسلط کے بعد ہجرت کر کے پاکستان چلے آئے۔

اظہار تشکر

سب سے پہلے مغرب کی وزارت دینی امور نے مجھے بلا کر میری عزت افزائی فرمائی کہ میں اس کتاب کو طباعت کے لیے مرتب کروں۔ پھر رباط یونیورسٹی نے خیال ظاہر کیا کہ وہ اس کتاب کو کلیۃ الآداب کی مطبوعات کے سلسلہ میں شائع کرے۔ اور بالآخر ہم اسے قارئین کی خدمت میں موجودہ شکل میں پیش کر رہے ہیں۔ اس کتاب کی اشاعت میں مغرب کے بہت سے اہل علم وفضل کے احسانات شامل ہیں۔ میں سب سے پہلے استاد ابراہیم کتانی کا شکر گزار ہوں جنہوں نے ادارتی مسائل اور مخطوطات کی تصاویر کے سلسلہ میں کافی جانفشانی سے کام لیا۔ اس ضمن میں سابق سربراہ جامعہ رباط، حال وزیر الدولت، علم وکرامت کے علم بردار برادر محترم استاذ محمد فاسی خصوصی شکریہ کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں تادیر سلامت رکھے اور ہمیں ان سے مستفید فرمائے۔ یہ سارا علمی کام ایک جواں سال بادشاہ کے دور حکومت میں کیا گیا جو علم اور دین کے مؤید و محب ہیں۔ اللہ کرے ان جیسے علم دوست اور دین پسند بادشاہ ہم میں بکثرت ہوں اور اللہ تعالیٰ ان کی زندگی دراز کرے۔

مجھ پر ان کا شکریہ بھی واجب ہے جو اپنا نام ظاہر کرنا نہیں چاہتے حالانکہ اس عظیم کتاب کی اشاعت اور اسے گمنامی و پوشیدگی کے گوشوں سے نکالنے میں ان کا حصہ کچھ کم نہیں ہے۔ اور اول و آخر تعریف اللہ ہی کے لئے ہے۔

محمد حمید اللہ

مصادر

(۱) ابن سعد (متوفی ۲۳۰ھ) کتاب الطبقات (طبع یورپ) ج ۷، ق ۲، ص ۶۷۔ (نیز کتاب ہذا کا جرمن مقدمہ ج ۳، ق ۱)

(۲) امام بخاریؒ (متوفی ۲۵۶ھ) التاریخ الکبیر (طبع حیدر آباد دکن) ج ۱، باب المحمدین.

(۳) ابن قتیبہ (متوفی ۲۷۶ھ) کتاب المعارف (طبع یورپ) ص ۲۴۷-۳۰۱

(۴) الطبری (متوفی ۳۱۰ھ) التاریخ (طبع یورپ) سلسلہ ثالثہ ج ۴، ص ۱۵۱۲ من الذیل احوال ۱۵۰ھ

(۵) ابن الندیم (متوفی حوالی ۳۷۷ھ) الفہرست (طبع یورپ ص ۹۲-۹۳)

(۶) خطیب بغدادی (متوفی ۴۶۳ھ) تاریخ بغداد (طبع مصر) ج ۱، ص ۲۱۴-۲۳۳

(۷) البکری (متوفی ۴۸۷ھ) معجم مااستعجم، مادہ عین التمر

(۸) سہیلی (متوفی ۵۸۱ھ) الروض الانف (طبع مصر) ص ۴-۵

(۹) جماعیلی (متوفی ۶۰۰ھ) الکمال فی معرفۃ الرجال (مخطوطہ برلین، وسٹنفیلڈ نے سیرت ابن ہشام کے اپنے جرمن مقدمہ میں اس سے روایت کی۔ طبع یورپ، ص ۵-۸)

(۱۰) یاقوت (متوفی ۶۲۶ھ) معجم الادباء (اس کا نام ارشاد الاریب بھی ہے) مادہ محمد بن اسحاق

(۱۱) ابن خلکان (متوفی ۶۸۱ھ) وفیات الاعیان، مادہ محمد بن اسحاق (نمبر ۶۲۳، طبع یورپ اور نمبر ۵۸۴ طبع مصر)

(۱۲) ابن سید الناس (متوفی ۷۳۴ھ) عیون الاثر فی فنون المغازی والسیر (طبع مصر) ج ۱، ص ۸-۱۷

(۱۳) ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ) العبر فی خبر من غبر (طبع کویت) ج ۱، ص ۲۱۶، ۲۴۱، ۲۶۴، ۲۸۷، ۳۰۷، ۳۱۵، ۳۵۳، ۳۶۶، ۳۷۴۔

(۱۳۔ا) ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ) تذکرۃ الحفاظ (طبع حیدر آباد دکن) ج ۱، ص ۱۶۳-۱۶۴

(۱۳۔ب) ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ) میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۲۱-۲۴

(۱۴) ابن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۳ھ) تہذیب التہذیب (طبع حیدر آباد دکن) ج ۹، ص ۳۸-۴۶

(۱۵) احمد امین (رحمہ اللہ) ضحی الاسلام (طبع مصر، ج ۲، ص ۳۲۰، ۳۲۸، ۳۳۳

(۱۶) خیر الدین زرکلی (حفظہ اللہ) قاموس الاعلام (طبع ثانی مصر) ج ۶، ص ۲۵۲۔ (انہوں نے ذیل المذیل اور غربال الزمان اور روض المناظر اور طبقات المدلسین میں بھی ابن اسحاق کے حالات کی طرف جستہ جستہ اشارات کئے۔)

(۱۷) دائرۃ المعارف الاسلامیہ، مادہ ابن اسحاق (یہ بروکلمان کی انگریزی تالیف کا عربی ترجمہ ہے۔)

(۱۸) الدوری: علم التاریخ ص ۲۷-۳۰

(۱۹) شمس الدین: اسلامدہ تاریخ و مورخلر، استنبول ۱۳۴۰-۱۳۴۲ھ

(۲۰) کحالہ، ۹/ ۴۴

(21) Ayad, Kamil, *Die Anfaenge der arabischen Geschichtschreibung in Geist-und Gesellschaftswissenschaft,* (Festschrift K. Breysing, Breslau, 1928, vol. III).

(22) Arafat, W., *Some Aspects of the Art of Forger in the Poetry of the Sîra,* dans Cts. Rendus 24th Int. Congress of Orientalists, 1957, p. 310-311 (le même), *Early Critics of the Authenticity of the Poetry of the Sîra,* dans: BSOAS, London 1958, XXI. 453-463.

(23) Brockelmann, *Geschichte der arabischen Litteratur,* und Supplementbaende, éd. Leyden, t. I, cf Index, s.v. Muhammad ibn Ishâq.

(24) Broenle, *P., Die Commentaren des Ibn Ishâq und ihre Scholien,* Halle, Dissertation, 1895.

(24/a) (le même), *Die Kommentare des Sohaili in der Sîra des Ib Hisham,* Leipzig, Dissertation, 1908.

(24/b) (le même), *Commentary of Ibn Hisham's Biography of Muhammad,* Le Caire, 1911.

(25) Fischer, A., *Die Biographien von Gewaehrsmaennern des Ibn Ishâq,* Leyden, 1890 +ZDMG, Berlin, XLVI, 148 et suiv.

(26) Fueck, Johann, *Muhammad ibn Ishâq. Litterarhistorische Untersuchung,* Frankfurt-am-Main, Disseration, 1925.

(27) Guillaume, A., *The Biography of the Prophet in Recent Research,* dans: Islamic Quarterly, London, 1954, I, 5-11.

(27/a) (le même), *The Version of the Gospel used in Medina circa 700 A.D.,* dans Andalus, Madrid, 1950 XV, 287-296.

(28) Hamidullah, Muhammad, *Muhammad ibn Ishâq the Biographer of the Prophet*, (dans: Journal of Pakistan Historical Society, Karachi, t. 15/2, April 1967, p. 77-100.
(29) Hammer - Purgstall, *Litteraturgeschichte der Araber*, Wien 1882, t. III, 398-399.
(30) Hartmann, M., *Die angebliche Sîra des Ibn Ishâq*, dans: Der Islamische Orient, I, 32-34.
(31) Horovitz, Josef, *The Earliest Biographies of the Prophet and their authors*, dans: Islamic Culture, Hyderabad-Deccan, t. I, 535-559, t. II, 22-50, 164-182, 495-526; cf t. II, 169-182.
(32) Jones, J.M.B., *Ibn Ishâq and Waqidi, the Dream of Atika and the Raid to Nakhla in relation to the charge of Plagiarism*, dans: BSOAS, London, 1959, XXII, 41-51.
(33) Margoliouth, D.S., *Lectures on Arabic Historians*, Calcutta 1930, cf. p. 84-85.
(34) Noeldeke-Schwally, *Geschichte des Qorans*, t. II, 129-130.
(35) Ranke, *Weltgeschichte*, t. V/2, p. 252.
(36) Robson, J., *Ibn Ishâq's use of the Isnad*, dans: Bulletin of John Reylands Library, 1955-1956, t. 38, p. 449-465.
(37) Sachau, E., *Introduction aux Tabaqât Ibn Sad*, t. III/1.
(37/a) (le même), *Studien zur aeltesten Geschitsfuehrung der Araber*, dans: MSOS, Berlin, t. VII/2, p. 154-196.
(38) Schacht, Joseph, *Une Citation de l'Evangile de St Jean dans la Sira d'Ibn Ishâq*, dans: Andalus, Madrid 1951, XVI, 489-90 cf aussi BSOAS, 1956, XVIII, 1-4 par Guillaume, sur la même discussion.
(39) Sezgin, FUAD, GESCHTE DES ARABISCHEN SCHRIFTTUMS. LEIDEN, I, 288-289.
(40) Sprenger, Alois, *Ibn Ishâq ist kein redlicher Geschtsschreiber*, dans: ZDMG, Berlin, 1860, XIV, 289-290.
(41) Watt, W.M., *The Materials used by Ibn Ishâq*, dans "Historians of the Middle East, London, 1962.
(42) Wellhausen, J., *Das arabische Reich und sein Sturz*, p. V.
(43) Wuestenfeld, Ferdinand, *Die Geschichtschreiber der Araber*, p. 8.

سیرت ابن اسحٰق

سیرت رسولؐ پر دنیا کی سب سے پہلی کتاب

محمد

وہ کتاب جسے گذشتہ تیرہ سو برسوں سے اہل علم تلاش رہے تھے

محمد بن اسحٰق بن یسار